مسائل

بہشتی زیور

حصہ دوم

معاملات

ترتیب نو مع اضافات مفیدہ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

مُفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

حکیم الامت

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مجلس نشریاتِ اسلام

1۔کے۔3 ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد 1

کراچی۔ پوسٹ کوڈ نمبر 74600

"فہم دین کورس"

مسائل بہشتی زیور

(حصہ دوم)

معاملات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب نو مع اضافات مفیدہ...... دوسرا ایڈیشن

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔ ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

یہ کتاب
محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)
مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی
اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب: .... مسائل بہشتی زیور (حصہ دوم)
تصنیف: .... ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

فہرست مضامین

تعارف ۲۷

مقدمہ ۲۹

باب:۱ نکاح ۳۲

- نکاح کرنے کا حکم ۳۲
- فرض: ۳۲
- واجب: ۳۲
- سنت موکدہ: ۳۲
- مکروہ تحریمی: ۳۲
- حرام: ۳۲
- تنبیہ ۳۳
- عقد نکاح ۳۳
- نکاح ہونے کی ایک شرط ۳۴
- ٹیلی فون پر نکاح ۳۵
- عورت کی پہچان ضروری ہے ۳۵
- نکاح کرنے میں کسی کو وکیل بنانا ۳۶
- نکاح کے دونوں جانبوں کا ایک شخص ذمہ دار بن جائے ۳۶
- کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان ۳۷
- کفو اور برابری کی اقسام ۳۹
- نسب میں برابری ۳۹
- مسلمان ہونے میں برابری ۴۰
- دین داری میں برابری ۴۰

- مال میں برابری ۴۰
- پیشے میں برابری ۴۱
- متفرق مسائل ۴۱
- ولی کا بیان ۴۲
- بالغ عورت میں ولی کے مسائل ۴۲
- تنبیہ ۴۵
- تنبیہ ۴۵
- لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوتو ولی کے مسائل ۴۵
- تنبیہ ۴۷
- حق ولایت کے چند مسائل ۴۸
- جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے ۴۸
- قرابت ۴۸
- مصاہرت ۴۹
- دو محرموں کو نکاح میں جمع کرنا ۵۰
- ضابطہ ۵۱
- رضاعت ۵۱
- کسی کے نکاح میں ہونا ۵۲
- کسی کی عدت میں ہونا ۵۲
- مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا ۵۲
- دین کا اختلاف ۵۲
- تنبیہ ۵۳
- تنبیہ ۵۳
- حرمت مصاہرت کا بیان ۵۳
- تنبیہ ۵۴

- حرمت مصاہرت سے کیا مراد ہے؟ ۵۵
- حرمت مصاہرت کے چند اور مواقع ۵۵
- تنبیہ ۵۸

باب:۲ کافروں کے نکاح کا بیان ۶۰

- کافر زوجین جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے ۶۰
- زوجین میں سے ایک کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم ۶۱

باب:۳ نکاح باطل اور نکاح فاسد ۶۲

- نکاح فاسد کی مثالیں ۶۲
- نکاح فاسد کا حکم ۶۲
- نکاح باطل کی مثالیں ۶۳
- نکاح باطل کا حکم ۶۳
- نکاح موقت یا متعہ ۶۳

باب:۴ مہر کا بیان ۶۵

- مہر کا حکم ۶۵
- مہر کی کم سے کم مقدار ۶۵
- مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار ۶۵
- تنبیہ ۶۵
- رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے ۶۵
- پورا مہر کب مؤکد ہوتا ہے ۶۶
- مہر معجّل اور مہر مؤجل ۶۷
- مہر مثل کا بیان ۶۹
- نکاح فاسد سے یا شبہ سے کسی عورت سے صحبت کرنے پر مہر مثل کا حکم ۷۱
- مہر کے چند دیگر مسائل ۷۱

باب:۵ بیویوں میں برابری کرنے کا بیان ۷۳

باب:۶ بیوی کا مجامعت میں حق ۷۵
- نامردی کی بنا پر فسخ نکاح کی تفصیل ۷۶
- پہلی شرط ۷۶
- دوسری شرط ۷۶
- تیسری شرط ۷۶
- چوتھی شرط ۷۷
- علیحدگی حاصل کرنے کا طریقہ کار ۷۷

باب:۷ روٹی کپڑے اور رہائش کا بیان ۷۹
- رہائش ملنے کا بیان ۸۱
- علاج معالجہ کا خرچہ ۸۲
- متعنت کی زوجہ کا حکم ۸۲
- عدت کے دوران میں خرچہ اور رہائش کا حکم ۸۳

باب:۸ ضبط ولادت ۸۴
- حکم ۸۴
- تنبیہ ۸۴
- اسقاط ۸۵
- مصنوعی بانجھ پن ۸۵
- اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہو جانے کے احکام ۸۵
- تنبیہ ۸۶

باب:۹ تولید کے جدید طریقے ۸۷
- مصنوعی تخم ریزی (Artificial Insemination) ۸۷
- ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Fertilisation) ۸۷
- انسانی کلوننگ (Human Cloning) ۸۸
- تنبیہ ۸۹

باب:۱۰ نومولود کو دودھ پلانے کا بیان ۹۰
- دودھ پینے پلانے کی عمر ۹۰
- رشتہ رضاعت کب ثابت ہوتا ہے ۹۰
- کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی ۹۲
- حرمت رضاعت کے چند مسائل ۹۳
- رضاعت کا ثبوت ۹۴
- نکاح کے بعد ۹۴
- عورتوں کے دودھ کا بینک ۹۵

باب:۱۱ طلاق کا بیان ۹۷
- طلاق کا حکم ۹۷
- طلاق دینے کا اہل ۹۷
- کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں ۹۸
- غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق ۱۰۰
- زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا ۱۰۱
- طلاق کی قسمیں ۱۰۲
- طلاق دینے کا بیان ۱۰۲
- تحریری طلاق ۱۰۴
- طلاق دینے کا طریقہ ۱۰۵
- الفاظ کے اعتبار سے طلاق دینے کی قسمیں ۱۰۶
- طلاق صریح ۱۰۶
- طلاق کنایہ ۱۰۸
- ضابطہ ۱۰۹
- کنایہ الفاظ سے متعلق ایک قاعدہ ۱۱۰
- طلاق صریح اور بائن سے متعلق ایک ضابطہ ۱۱۱

- رخصتی سے قبل طلاق کا بیان ۱۱۲
- تین طلاق دینے کا بیان ۱۱۲
- ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں ہونے کے دلائل ۱۱۴
- ضروری وضاحت ۱۱۶
- کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان ۱۱۷
- مرض موت کے بیمار کے طلاق دینے کا بیان ۱۲۰
- طلاق رجعی میں رجعت کر لینے کا بیان ۱۲۱
- عورت کو تفویض طلاق ۱۲۴

باب: ۱۲ خلع کا بیان ۱۲۷

- خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق ۱۲۸
- مال کے عوض طلاق کے چند مسائل ۱۲۹
- عدالتی یا جبری خلع ۱۲۹

باب: ۱۳ ایلاء یعنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا ۱۳۱

باب: ۱۴ ظہار ۱۳۴

- ظہار کا حکم ۱۳۴
- چند دیگر مسائل ۱۳۵

باب: ۱۵ لعان کا بیان ۱۳۸

باب: ۱۶ مفقود اور غائب کا حکم ۱۴۰

- مفقود یعنی لاپتہ شخص کی زوجہ کا حکم ۱۴۰
- تنبیہات ۱۴۰
- غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم ۱۴۱

باب: ۱۷ اولاد کے حلالی ہونے کا بیان ۱۴۳

باب: ۱۸ اولاد کی پرورش کا بیان ۱۴۶

- پرورش کا حق کس کو ہے ۱۴۶

- پرورش کا حق کن باتوں سے نہیں رہتا ۱۴۷
- پرورش کا حق کب تک ہے ۱۴۸
- پرورش کے چند دیگر مسائل ۱۴۸
- ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق ۱۴۸

باب:۱۹ عدت کا بیان ۱۵۰

- طلاق کی عدت ۱۵۰
- موت کی عدت ۱۵۲
- سوگ کرنے کا بیان ۱۵۴
- موت وطلاق کی عدت کے چند مشترکہ مسائل ۱۵۶

باب:۲۰ قسم کھانے کا بیان ۱۶۰

- قسم کس طرح ہوتی ہے ۱۶۱
- کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی ۱۶۲
- قسم تین طرح پر ہوتی ہے ۱۶۳
- غموس قسم: ۱۶۳
- حکم: ۱۶۳
- لغو قسم: ۱۶۴
- حکم: ۱۶۴
- منعقد قسم ۱۶۴
- حکم: ۱۶۴
- قسم کے تعدد کا ضابطہ ۱۶۵
- قسم کے کفارے کا بیان ۱۶۶
- مختلف کاموں کے بارے میں قسموں کے ضابطے ۱۶۷
- گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان ۱۶۸
- کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۰

- نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۱
- بیچنے اور خریدنے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۲
- روزے نماز کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۳
- تنبیہ ۱۷۳
- کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۴
- متفرق مسائل ۱۷۴
- قسم میں عام کی تخصیص کی نیت کرنا ۱۷۵

باب:۲۱ نذر اور منت کا بیان ۱۷۷

- نذر کی تعریف ۱۷۷
- عبادت مقصودہ کی مثالیں ۱۷۷
- عبادت غیر مقصودہ کی مثالیں ۱۷۷
- نذر کی دو قسمیں ہیں ۱۷۷
- نذر کے صحیح ہونے کی شرائط ۱۷۸
- نذر کے بارے میں ایک اور ضابطہ ۱۷۹
- نذر کے چند مسائل ۱۸۱
- نذر یا قسم ۱۸۳
- غیر اللہ سے نذر ۱۸۳

باب:۲۲ وقف کا بیان ۱۸۴

- وقف کن چیزوں میں ہوتا ہے ۱۸۴
- وقف کن الفاظ سے ہوتا ہے ۱۸۴
- وقف کی شرائط ۱۸۴
- وقف کیسے لازم اور مکمل ہوتا ہے ۱۸۷
- وقف کا حکم ۱۸۷
- متولی وقف کی معزولی ۱۸۷

- اراضی وقف کو اجارہ طویلہ پر دینا ۱۸۸
- تنبیہ ۱۸۸
- حق قرار سے کیا مراد ہے ۱۸۹
- وقف کو غصب کرنا ۱۸۹
- وقف کو تبدیل کرنا ۱۹۰
- سونے چاندی یا روپے پیسے کا وقف ۱۹۰
- وقف کے منافع وقف نہیں ہوتے ۱۹۰
- واقف کا تاحیات جائیداد کی آمدنی اپنے لیے مقرر کرنا ۱۹۱
- کسی جائیداد یا اس کی آمدنی کو اپنی اولاد پر وقف کرنا ۱۹۱
- وقف مسجد کے دیگر احکام ۱۹۱
- تنبیہ ۱۹۲
- مسجد کی ہیئت اور شکل وصورت ۱۹۵
- مسجد کے آداب واحکام ۱۹۵
- مسجد میں نقش ونگار بنانا ۱۹۶
- مسجد میں خوشبو اور بدبو سے متعلق احکام ۱۹۶
- مسجد کی صفائی سے متعلق احکام ۱۹۷
- مسجد میں دنیا کے مباح کام ۱۹۷
- قبرستان کے احکام ۲۰۰
- عیدگاہ اور جنازہ گاہ ۲۰۰

باب: ۲۳ متفرق مسائل ۲۰۳

- حرام وحلال کا ضابطہ ۲۰۳
- حیوانات ۲۰۴
- خضاب کا استعمال ۲۰۵
- دین سے پھر جانا ۲۰۵

باب:۲۴ بیچنے اور خریدنے کا بیان ۲۰۷

باب:۲۵ سودا معلوم ہونے کا بیان ۲۱۱

- قیمت کے معلوم ہونے کا بیان ۲۱۲

باب:۲۶ ادھار لینے کا بیان ۲۱۵

باب:۲۷ بیع وشراء میں چند خیار ۲۱۸

- خیار شرط یعنی پھیر دینے کی شرط کر لینے کا بیان ۲۱۸
- خیار رویت یعنی بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان ۲۲۰
- خیار عیب یعنی سودے میں عیب نکل آنے کا بیان ۲۲۱

باب:۲۸ بیع باطل، فاسد اور مکروہ کا بیان ۲۲۵

- بیع کی تعریف ۲۲۵
- مال متقوم اور مال غیر متقوم ۲۲۵
- بیع باطل ۲۲۵
- بیع فاسد ۲۲۷
- بیع فاسد کی مندرجہ ذیل وجہیں ۲۲۸
- بیع مکروہ ۲۳۳

باب:۲۹ متفرقات ۲۳۵

- باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں ۲۳۵
- خودرو گھاس کی بیع ۲۳۵
- تالاب میں مچھلی کی ملکیت ۲۳۵
- تالاب میں مچھلی کی بیع کا جواز وعدم جواز ۲۳۶
- قسطوں پر خرید وفروخت ۲۳۶
- دین کی ادائیگی میں ایک معاملہ ۲۳۷
- شیئرز (Shares) کی حقیقت ۲۳۸
- شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم ۲۳۹

- مزید دو مفاسد ۲۴۰
- حاصل حکم ۲۴۰
- جس کے پاس حرام مال ہو یا حرام طریقے سے کمایا ہو ۲۴۰
- بیع بالوفا ۲۴۲
- بیع عینہ ۲۴۳
- سٹہ ۲۴۴

باب: ۳۰ حقوق کی اقسام اور ان کے احکام ۲۴۶

- تجارتی نام (Trade Name) اور (Trade Mark) کی بیع ۲۴۸
- رائلٹی (Royalty) کی شرعی حیثیت ۲۴۹
- تجارتی لائسنس ۲۵۰
- مکانوں اور دکانوں کی پگڑی ۲۵۱
- ذخیرہ اندوزی ۲۵۲

باب: ۳۱ اصل دام پر نفع لے کر یا دام کے دام پر بیچنے کا بیان ۲۵۳

باب: ۳۲ سودی لین دین سے بچنے کا بیان ۲۵۶

- سونے چاندی اور ان کی چیزوں کا بیان ۲۵۶
- سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل ۲۵۷
- سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل ۲۵۸
- پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ ۲۶۳
- پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورت ۲۶۳
- پرانے زیورات کی خریداری ۲۶۵
- سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید وفروخت ۲۶۶
- جب روپیہ اور ریزگاری چاندی ہو اور پیسہ تانبے کا ہو تو اس صورت میں سونے چاندی کی خرید وفروخت کے مسائل ۲۶۷

- جو چیزیں تل کر بکتی ہیں ان کا بیان ۲۶۹
- غیر سودی بینکاری ۲۷۳
- بینکنگ کا غیر سودی اور شرعی طریق کار ۲۷۴
- غیر سودی بینک کی سرمایہ کاری کے طریقے ۲۷۴
- مرابحہ مؤجلہ ۲۷۴
- مضاربت ۲۷۵
- مشارکت (Partnership) ۲۷۵
- اجارہ یعنی لیز (Lease) پر زمین یا مشین دینا ۲۷۵
- خود ہی کوئی مال خرید کر نفع سے فروخت کرنا ۲۷۵
- بینک کی آمدنی کے دیگر ذرائع ۲۷۶
- محنتانہ ۲۷۶
- بٹہ لگانے کا متبادل ۲۷۶
- درآمد کنندہ کے ساتھ شراکت ۲۷۷
- بینک اور کھاتہ داروں کے درمیان معاملہ ۲۷۸
- بینک میں اکاؤنٹ کھولنا ۲۷۹
- انعامی بانڈ ۲۸۰
- حکومت کی جاری کردہ بچت سکیموں میں شرکت ناجائز ہے ۲۸۰
- مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں ۲۸۰
- مختلف کرنسیوں کا تبادلہ ۲۸۱
- دارالحرب میں سودی معاملہ ۲۸۱
- پراویڈنٹ فنڈ ۲۸۲

باب: ۳۳ بیع سلم (Future Sale) کا بیان ۲۸۴

- آرڈر پر سامان بنوانا ۲۸۷

باب: ۳۴ قرضہ لینے کا بیان ۲۸۹

باب:۳۵ کفالت یعنی کسی کی ذمہ داری لینے کا بیان ۲۹۱
باب:۳۶ حوالہ یعنی اپنا قرضہ دوسرے پر اتارنے کا بیان ۲۹۴
باب:۳۷ مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام ۲۹۶
باب:۳۸ شرکت کا بیان ۳۰۱
- شرکت املاک کے احکام ۳۰۱
- شرکت عقود کی اقسام اور احکام ۳۰۳
- پہلی قسم: شرکت عنان ۳۰۳
- دوسری قسم: شرکت صنائع ۳۰۴
- تیسری قسم: شرکت وجوہ ۳۰۶
- مشترکہ چیز تقسیم کرنے کا بیان ۳۰۶

باب:۳۹ ودیعت یعنی امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان ۳۰۸
باب:۴۰ عاریت یعنی مانگے کی چیز کا بیان ۳۱۲
باب:۴۱ کسی کو وکیل بنانے کا بیان ۳۱۵
- پہلی شرط ۳۱۶
- دوسری شرط ۳۱۶
- تیسری شرط ۳۱۶
- وکالت پر اجرت ۳۲۱
- وکیل کو برطرف کرنے کا بیان ۳۲۲

باب:۴۲ اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان ۳۲۳
- کرایہ پر لینا یا دینا ۳۲۳
- خیار شرط، خیار رویت اخیار عیب ۳۲۶
- اجارہ باطل کا بیان ۳۲۷
- جس منفعت کے لیے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو ۳۲۷
- جو شے کرائے پر دی جا رہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو ۳۲۷

- جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو ۳۲۸
- وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کے لیے ہو ۳۲۸
- وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو ۳۲۸
- اجارہ فاسد کا بیان ۳۲۹
- اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو ۳۲۹
- اجرت کی مقدار میں وقت کے اعتبار سے تردد ہو ۳۳۰
- منفعت کی مقدار مجہول ہو ۳۳۰
- اجرت مال مباح نہ ہو ۳۳۱
- عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا ۳۳۱
- عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو ۳۳۱
- کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو ۳۳۱
- اجرت وہ چیز ہو جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو ۳۳۱
- عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو ۳۳۲
- شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو ۳۳۲
- اجیر کی دو قسمیں اور تاوان لینے کا بیان ۳۳۳
- اجارہ کے توڑ دینے کا بیان ۳۳۴
- دلالی ۳۳۵
- دلال (Broker) کی اجرت ۳۳۵
- دلال (کمیشن ایجنٹ، آڑھتی) کے احکام ۳۳۵
- چند متفرق مسائل ۳۳۶

باب: ۴۳ رہن یعنی گروی رکھنے کا بیان ۳۳۹

باب: ۴۴ ہبہ یعنی کسی کو ہدیہ دینے کا بیان ۳۴۲

- بچوں کو دینے کا بیان ۳۴۵
- دے کر پھیر لینے کا بیان ۳۴۷

باب:۴۵ مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقات یعنی پھل کی بٹائی کا بیان	۳۵۰
باب:۴۶ شفعہ کا بیان	۳۵۵
● شفعہ کے حقدار ترتیب سے یہ ہیں	۳۵۵
● حق شفعہ استعمال کرنے کا طریقہ	۳۵۶
● کن صورتوں میں حق شفعہ باطل ہوجاتا ہے	۳۵۷
باب:۴۷ غصب یعنی بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان	۳۵۹
باب:۴۸ اکراہ یعنی کسی پر زبردستی کرنے کا بیان	۳۶۲
● اکراہ ثابت ہونے کے لیے چار چیزیں شرط ہیں	۳۶۲
● اکراہ اور مالی معاملات	۳۶۳
● حرام کھانا پینا	۳۶۳
● اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور نبی ﷺ پر سب وشتم کرنا	۳۶۳
● فرائض ترک کرنا	۳۶۴
● کسی دوسرے کا مال تلف کرنا	۳۶۴
● کسی دوسرے کو قتل کرنا یا اس کا عضو کاٹنا	۳۶۴
● زنا کرنا	۳۶۴
● طلاق	۳۶۵
● تنبیہ	۳۶۵
باب:۴۹ صلح کا بیان	۳۶۶
باب:۵۰ حجر یعنی پابندی کا بیان	۳۶۹
باب:۵۱ قضا	۳۷۱
● عہدہ قضا کے لائق شخص میں شرائط	۳۷۱
● قضا کے ضابطے	۳۷۲
● طریق قضاء کی تفصیل	۳۷۴
● شہادت	۳۷۷

- گواہی دینے کا حکم ۳۷۷
- شہادت کا نصاب ۳۷۸
- کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں ۳۷۸
- گواہ کے لیے عادل ہونے کی شرط ۳۷۹
- بغیر دعویٰ کے حسبۃً للہ گواہی دے سکتا ہے ۳۷۹
- گواہوں کا تزکیہ ۳۷۹
- گواہوں کی قسم ۳۸۰

باب:۵۲ حدود ۳۸۱

- حد زنا ۳۸۱
- حاکم کے پاس یا عدالت میں زنا دو طرح سے ثابت ہوتا ہے ۳۸۱
- حد جاری کرنے کی کیفیت ۳۸۳
- کسی بھی حد میں کوڑوں کی سزا کا ضابطہ ۳۸۴
- چند صورتیں جن میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ۳۸۴
- حد سرقہ ۳۸۴
- جن چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا ۳۸۵
- چوری کے ثبوت کے طریقے ۳۸۶
- رہزنی کی حد ۳۸۷
- حد کی کیفیت ۳۸۷
- حد شرب خمر ۳۸۹
- حد قذف ۳۹۰
- حد ارتداد ۳۹۰
- ارتداد کے صحیح ہونے کی شرطیں ۳۹۱
- ارتداد کا حکم ۳۹۱

باب: ۵۳ قصاص و دیت کے احکام ۳۹۳

- قسم اول: قتل عمد ۳۹۳
- قسم ثانی: قتل شبہ عمد ۳۹۳
- قسم ثالث: قتل خطا ۳۹۴
- قسم رابع: قتل مثل خطا ۳۹۴
- قسم خامس: قتل بسبب ۳۹۴
- وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں ۳۹۵
- اعضاء و جوارح میں وجوب قصاص ۳۹۸
- قواعد وضوابط ۳۹۸
- ہاتھ بازو اور ٹانگ ۳۹۸
- ناک کا نرم حصہ ۳۹۹
- کان ۳۹۹
- آنکھ ۳۹۹
- کسی کی آنکھ پھوڑ دی ۴۰۰
- دانت ۴۰۰
- زبان ۴۰۲
- عضو تناسل ۴۰۲
- ہونٹ ۴۰۲
- شجاج اور ان کا حکم ۴۰۳
- مزید مسائل ۴۰۴
- دیت ۴۰۵
- دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں ۴۰۷
- بالوں میں ۴۰۷
- آنکھوں میں ۴۰۸
- ناک میں ۴۰۹

- دانتوں میں ۴۰۹
- زبان کی دیت ۴۱۰
- جبڑوں کی دیت ۴۱۰
- قاعدہ ۴۱۰
- ہاتھ پیروں کی دیت ۴۱۰
- پستان کی دیت ۴۱۲
- آلات تناسل کی دیت ۴۱۲
- پیٹ کی دیت ۴۱۳

باب: ۵۴ جہاد کے احکام ۴۱۵

- دارالاسلام کب دارالحرب بنتا ہے؟ ۴۱۷
- دارالحرب کب دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے؟ ۴۱۸
- جہاد کے دوران میں پکڑے جانے والے قیدیوں کا معاملہ ۴۱۸
- غلام و باندی بنانے کی ضرورت ۴۱۹
- جزیہ کے احکام ۴۲۱

باب: ۵۵ احکام اراضی ۴۲۲

- غیرمملوک اراضی ۴۲۲
- پہلی قسم ۴۲۲
- دوسری قسم ۴۲۳
- تیسری قسم ۴۲۳
- اراضی بیت المال میں چند اور اقسام کی اراضی بھی داخل ہیں ۴۲۳
- اراضی بیت المال کے مصارف ۴۲۴
- اراضی بیت المال میں مسلمان حاکم کے اختیارات ۴۲۴
- عطائے جاگیر کی مختلف صورتیں ۴۲۴
- مملوکہ اراضی ۴۲۵

باب: ۵۶ عشر وخراج ۴۲۷
- زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ضابطہ ۴۲۸
- خراج یا عشری پانی کی تفصیل ۴۲۹

باب: ۵۷ بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا ۴۳۰
- مفاد عامہ کی چیزیں ۴۳۰

باب: ۵۸ ذبح کا بیان ۴۳۱
- ذبح اختیاری ۴۳۱
- ذبح کی شرائط ۴۳۱
- ذبح کے وقت مکروہات ۴۳۳
- جانور مریض ہو ۴۳۳
- ذبح اضطراری ۴۳۴

باب: ۵۹ شکار کرنے کا بیان ۴۳۵
- شکار کے جائز ذرائع ۴۳۵
- شکاری جانور کس وقت سدھایا ہوا یعنی تعلیم یافتہ ہوگا؟ ۴۳۵
- شکار کیا ہوا جانور کب حلال ہوتا ہے؟ ۴۳۶
- کن صورتوں میں شکار کیا ہوا جانور حرام ہوگا؟ ۴۳۶
- مچھلی کا شکار ۴۳۷

باب: ۶۰ نشہ کی چیزوں کا حکم ۴۳۹

باب: ۶۱ کسب وکمائی چند طرح کی ہوتی ہے ۴۴۱

باب: ۶۲ تصویر ومجسمہ کے احکام ۴۴۲
- تصویر کشی (یعنی تصویر بنانا) ۴۴۲
- تصویر کشی میں ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق ۴۴۳
- غیر ذی روح کی تصویر کشی ۴۴۳
- تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق ۴۴۳

- جانور کی شکل کے کھلونے اور گڑیاں بنانا ۴۴۴
- ناقص تصویر بنانا ۴۴۴
- صرف چہرہ یا نصف اعلیٰ کی تصویر کشی ۴۴۴
- پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر بنوانا ۴۴۴
- تصاویر کا استعمال ۴۴۴
- سرکٹی ہوئی ناقص تصویریں ۴۴۵
- وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں ۴۴۵
- تصویر سازی اور فوٹو گرافی وغیرہ کی اجرت ۴۴۶
- تصاویر کی تجارت ۴۴۶
- تصاویر کے دیکھنے کا حکم ۴۴۶
- جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا ۴۴۷
- تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا ۴۴۷

باب: ۶۳ کافروں اور فاسقوں سے مشابہت کرنے کا بیان ۴۴۹
- اضطراری امور اور ان میں مشابہت کا حکم ۴۴۹
- اختیاری امور ۴۴۹
- داڑھی ۴۵۱
- انگریزی بال ۴۵۲

باب: ۶۴ کھانے پینے کے احکام ۴۵۳
- کھانا کھانے کے پانچ درجے ہیں ۴۵۳

باب: ۶۵ لباس کے احکام ۴۵۹
- مردوں کے لیے اصلی ریشم کے استعمال میں تفصیل ۴۵۹

باب: ۶۶ زیورات اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے احکام ۴۶۱
- عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل ۴۶۱
- مردوں کا سونے چاندی کا زیور پہننا ۴۶۱

- سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال ۴۶۲
- سونے چاندی کے اعضاء کی پیوند کاری ۴۶۳

باب: ۶۷ بالوں کے متعلق احکام ۴۶۵

باب: ۶۸ حجاب کے مسائل ۴۶۸

باب: ۶۹ علاج معالجہ کرنے، کرانے کا بیان ۴۵۷

- علاج معالجہ کے مسائل ۴۷۳
- ختنہ کے احکام ۴۷۵
- عملیات اور تعویذ کا بیان ۴۷۶

باب: ۷۰ مکروہات وبدعات کا بیان ۴۷۹

- ایصال ثواب میں کسی دن کی تعیین بدعت ہے ۴۷۹
- بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد کن وجوہات سے منع ہے ۴۷۹
- عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات ۴۸۰
- گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات ۴۸۰
- عرس کی ممانعت کی وجوہات ۴۸۰
- مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا ثواب رسول اللہ یا شہدائے کربلا یا بزرگوں کو پہنچانا ۴۸۰
- عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے ۴۸۱
- کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا ۴۸۱
- مباح یا مستحب کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرنا یا ان پر عمل کو ضروری سمجھنا بدعت ہے ۴۸۲
- توسل اور دعا ۴۸۳
- سماع ۴۸۴
- فال نکالنا ۴۸۴
- قبروں پر پھول چڑھانا ۴۸۴

- ۲۲ رجب کے کونڈے ۴۸۵
- آخری چہارشنبہ ۴۸۵

باب:۷۱ رشوت کے لینے دینے کا بیان ۴۸۶

- جو لینے والے اور دینے والے دونوں کے حق میں رشوت ہو ۴۸۶
- جو لینے والے کے حق میں رشوت ہو، دینے والے کے حق میں رشوت نہ ہو ۴۸۷
- رشوت کے مال کا حکم ۴۸۸

باب: ۷۲ قمار اور جوئے کا بیان ۴۸۹

- قمار اور جوئے کی چند صورتیں یہ ہیں ۴۸۹
- گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں ۴۹۱
- پہلی صورت ۴۹۱
- دوسری صورت ۴۹۱
- تیسری صورت ۴۹۱
- گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں ۴۹۲

باب: ۷۳ سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کا بیان ۴۹۳

- مصافحہ، معانقہ یعنی گلے ملنے اور بوسہ دینے کا بیان ۴۹۵

باب: ۷۴ کھیل اور تفریح ۴۹۷

باب: ۷۵ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا بیان ۴۹۹

- دعوت و تبلیغ ۵۰۲
- دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار ۵۰۳
- دعوت و تبلیغ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں ۵۰۴
- مسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام ۵۰۵
- موجودہ حالات میں دعوت و تبلیغ کا کام ۵۰۵
- عورتوں کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا ۵۰۶
- دعوت و تبلیغ کے کام میں نکلنے کے لیے والدین کی اجازت ۵۰۷

باب:۷۶ وصیت کا بیان	۵۰۸
باب:۷۷ علم فرائض (میراث)	۵۱۳
● میراث اور وراثت سے متعلق اہم تنبیہ	۵۱۴
● مال وجائیداد میں انبیاءؑ کے وارث نہیں ہوتے	۵۱۵
● کون سا مال ترکہ ومیراث بنتا ہے اور کون سا نہیں بنتا	۵۱۶
● بعض وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوتی ہے	۵۱۹
● بعض وہ حقوق جن میں میراث جاری نہیں ہوتی	۵۱۹
● میراث پر مقدم حقوق	۵۲۰
● تجہیز وتکفین	۵۲۰
● قرض	۵۲۱
● وصیت	۴۲۲
● وصیت سے پھر جانا	۵۲۳
● میراث سے محروم کرنے والی چیزیں	۵۲۳
● قتل مورث	۵۲۴
● اختلاف دین	۵۲۴
● اختلاف سلطنت	۵۲۵
● وہ امور جو میراث سے محروم نہیں کرتے	۵۲۵
● صغرسنی	۵۲۵
● نکاح ثانی	۵۲۶
● نافرمانی یا بدکاری	۵۲۶
● وارثوں کا بیان اوران کی قسمیں	۵۲۶
● ذوی الفروض کا بیان	۵۲۷
● میت کے باپ کے حصے	۵۲۷
● میت کے دادا کے حصے	۵۲۷

- میت کے ماں شریک بھائی کے حصے ۵۲۸
- میت کے شوہر کے حصے ۵۲۸
- میت کی زوجہ کے حصے ۵۲۸
- میت کی والدہ کے حصے ۵۲۹
- میت کی بیٹی کے حصے ۵۳۰
- میت کی پوتی کے حصے ۵۳۰
- میت کی سگی بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی باپ شریک بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی ماں شریک بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی دادیوں کے حصے ۵۳۲
- میت کی نانیوں کے حصے ۵۳۲
- چندضروری اور مفید حل ۵۳۳
- عصبات نسبی ۵۳۵
- ذوی الارحام ۵۳۶
- ذوی الارحام سے متعلق چندضروری قواعد ۵۳۷
- حمل کی میراث ۵۳۸
- میراث کے مسائل حل کرنے کا طریقہ ۵۳۹
- عول کا مسئلہ ۵۴۱
- رد کا بیان ۵۴۲

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دنیوی تعلیم سے آراستہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے ایک نصاب و کورس ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ کورس تین مضامین پر مشتمل ہے۔

- اسلامی عقائد
- اسلامی اصول
- اسلامی احکام ومسائل

یہ نصاب کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے جو اس کی خوب اچھی طرح تیاری کر کے پڑھائیں اور تعلیم کی ترتیب یہ ہو کہ روزانہ ایک گھنٹہ تعلیم ہو جس میں دو سبق پڑھائے جائیں۔ ہفتہ وار ناغہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ نصاب چھ مہینے میں پورا کرایا جاسکتا ہے۔ احکام و مسائل کا سبق پورے چھ مہینے چلے جبکہ عقائد اور اصول کی کتابیں تین تین مہینے میں مکمل کی جائیں۔ پہلی سہ ماہی میں عقائد کی کتاب پڑھائی جائے اور دوسری سہ ماہی میں اصول کی کتاب کی تعلیم ہو۔ دوران تعلیم اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ سبق کے وقت میں سبق سے خارج اور غیر متعلق بحثوں میں نہ لگیں۔

عقائد اور اصول پر اپنے دور کی ضروریات اور اپنے زمانے کے ذوق کے مطابق کوئی جامع کتاب نظر نہ آئی اس لیے ان موضوعات پر معتبر کتابوں سے متفرق مواد کو لے کر ایک جگہ ترتیب دیا گیا اور اس طرح سے ''اسلامی عقائد'' اور ''اصول دین'' کے نام سے دو کتابیں وجود میں آئیں۔

احکام و مسائل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''مسائل بہشتی زیور'' کو اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ اس کی نئے سرے سے ایڈیٹنگ (Editing) کی گئی ہے اور بہت سے نئے مسائل اور ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے جن کو مشہور و معتبر کتابوں سے لیا گیا ہے۔

یہ کتابیں انشاء اللہ پڑھنے والوں کی دینی ضروریات کو بھی پورا کریں گی بہت سے ذہنی خلجان کو بھی دور کریں گی اور بہت سی گمراہیوں کے مقابلہ میں موثر ہتھیار ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور نافع خلائق بنائیں۔

زندگی کے تمام ہی شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ نصاب انشاء اللہ بہت ہی مفید ہے جس کی تحصیل بہت ہی مختصر وقت میں کی جاسکتی ہے۔

اس کورس کا اگلا حصہ پہلے 16 پاروں کی تفسیر فہم قرآن کی 3 جلدوں اور فہم حدیث کی 3 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح سے یہ اسلامیات کا مکمل کورس بن گیا ہے۔ وہ تمام حضرات جنہوں نے ان کتابوں کی تالیف اور نشر و اشاعت میں تعاون کیا ہے خصوصاً دارالافتاء جامعہ مدنیہ کے معاون مولوی مختار احمد سلمہ اور مولوی حفیظ الرحمن سلمہٗ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر بھر پور اجر عطا فرمائیں۔

ہم مجلس نشریات اسلام کے جناب فضل ربی صاحب ندوی کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی نشر و اشاعت میں بھر پور تعاون کیا۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبد الواحد

دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کی غایت کھلے کھلے انداز میں یہ بیان فرمائی کہ وہ میری عبادت کریں۔ فرمایا:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ}

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں''۔

اسی وجہ سے قرآن پاک میں جابجا عبادت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

{یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ}

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

{وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ}

''اور ان (یعنی اہل کتاب) کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے دین کو''۔

جو ذات انتہائی درجے کی عظمت والی ہو اس کے سامنے دلی محبت کے ساتھ انتہائی درجے کی تواضع اور ذلت اختیار کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ اس کی صورتیں یہ ہیں کہ آدمی اس کی خوشی اور اس کی تعظیم کی خاطر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنے آپ کو

خوب جھکا دے یہاں تک کہ اس کے سامنے اپنا ماتھا زمین پر ٹیک دے۔ اس کے لیے کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس کے نام پر اپنا عزیز مال خرچ کرے اس کے لیے مخصوص ہیئت اختیار کر کے اور نفس کے تقاضوں کو ترک کر کے سفر کرے اور اس کے گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگائے اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اپنی جان تک قربان کر دے اور اپنا خون زمین پر بہا دے۔ دوسرے لفظوں میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد عبادت کے وہ کام ہیں جن کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

عبادت کی احسن اور علیٰ وجہ الاتم ادائیگی چونکہ اس وقت ہوسکتی ہے جب دل محبت اور تعظیم کے جذبہ سے بھرا ہوا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو ذہنی وقلبی فراغت اور یکسوئی حاصل ہو۔ یہ یکسوئی اس وقت ممکن ہے جب آدمی کی ایک تو بنیادی ضرورت پوری ہو رہی ہو اور دوسرے وہ آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے امن میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بنیادی ضرورتیں پوری ہونے کے لیے مسلمانوں کے افراد اور مسلمانوں کی اجتماعیت وحکومت کو احکام دیئے وہیں آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے بچنے کے لیے آپس کے معاملات کے بارے میں احکام اور ہدایات عطا فرمائیں۔ ان احکام کا بنیادی نکتہ ہی یہی ہے کہ آپس کے جھگڑے کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔

ہماری اس گذارش سے یہ بات حاصل ہوئی کہ مسلمان کی زندگی میں عبادت کو اصل کا مقام حاصل ہے اور معاملات کے احکام اس غرض سے ہیں کہ وہ عبادت جو کہ تخلیق کی غرض وغایت ہے اس کی ادائیگی میں یہ ممد ومعاون ہیں۔ بعض حضرات نے عبادت کو غلامی کے معنی میں لیا ہے۔ یہ ان کی بڑی غلطی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حضرات نے معاملات کو اصل عبادت سمجھ لیا اور نماز روزے وغیرہ کو تربیتی کورس کی حیثیت دے دی جس سے دین کا تصور ہی مسخ ہو کر رہ گیا۔

غلامی کا تصور تو بہت ہی ناقص تصور ہے۔ غلامی میں اطاعت تو ہوتی ہے یعنی غلام اپنے مالک کے حکم پورا کرتا ہے لیکن محبت اور تعظیم کے دلی جذبوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس غلام کی اطاعت کے مارے باندھے ہونے اور جبر کے

ساتھ ہونے کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ عبادت کے صحیح تصور میں اور غلامی کے تصور میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر معاملات عام طور سے مباح کام ہوتے ہیں جو کرو تو ثواب نہیں اور نہ کرو تو عقاب نہیں جبکہ عبادت کے کام فی نفسہٖ ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔ البتہ معاملات کے ساتھ جب اچھی نیت شامل ہوجائے مثلاً کسی نے اپنی ضرورت سے زائد آمدنی اس نیت سے کی کہ زائد کمائی سے غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کرے گا یا دین کی اشاعت میں اس کو خرچ کرے گا تو اس نیت کی وجہ سے وہ مباح کام بھی ثواب والا ہوگیا اس لیے مجازاً اس کو بھی عبادت کہہ دیتے ہیں۔

غرض معاملات کی تصحیح واصلاح کی اس اعتبار سے تو اہمیت واضح ہے کہ انسانی معاشرہ کا امن اس میں پنہاں ہے لیکن اس اعتبار سے اس کی اور بھی زیادہ اہمیت ہے کہ عام طور سے اسی پر غرض تخلیق کی احسن ادائیگی موقوف ہے۔ اس بات کو سمجھ لیں تو پیش نظر کتاب اور اس موضوع پر دیگر کتابوں کی قدر وقیمت محتاج بیان نہ رہے گی۔

باب:۱

نکاح

نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے۔ دل ٹھکانے ہو جاتا ہے۔ نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ میاں بیوی کا اللہ کا حکم سمجھ کر پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفلی نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

نکاح کرنے کا حکم

فرض:

جب طلب نکاح اتنی شدید ہو کہ یقین ہو جائے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں ضرور مبتلا ہو جائے گا۔

واجب:

جب طلب اتنی بڑھ جائے کہ یا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا حرام نظر سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا یا مشت زنی اور جلق سے اپنے آپ کو نہ روک سکے گا۔

سنت موکدہ:

جب حالت اعتدال ہو اور جماع اور مہر اور نفقہ پر قدرت ہو۔

مکروہ تحریمی:

جب یہ خوف ہو کہ وہ بیوی پر زیادتی اور اس کی حق تلفی سے نہ بچ سکے گا۔

حرام:

جب یقین ہو کہ وہ بیوی پر ضرور ظلم و زیادتی کرے گا۔

تنبیہ: کسی جوان میں خواہش کی شدت ہو لیکن اس کے پاس مہر و نفقہ کا بندوبست نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ بندوست ہونے تک کثرت سے روزے رکھے۔ اس سے خواہش کا زور ٹوٹے گا۔

عقد نکاح

نکاح فقط دو لفظ سے بندھ جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کو قبول کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے زید سے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا تو یہ ایجاب ہوا۔ زید نے اسی مجلس میں کہا میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا۔ بس ان دو لفظوں سے نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔

مسئلہ: ایجاب اور قبول کے الفاظ یا تو دونوں ماضی کے ہوں جیسا کہ مثال میں ذکر ہے یا ان میں سے ایک امر ہو یا حال ہو اور دوسرا ماضی کا ہو۔ ایک امر ہو اور دوسرا ماضی اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ اس نے کہا میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو گیا چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے بہرحال نکاح ہو گیا۔ ایک حال ہو اور دوسرا ماضی ہو اس کی مثال یہ ہے کسی نے کہا میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے قبول کیا۔

مسئلہ: کسی نے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ پانچ ہزار روپے مہر کے عوض کیا۔ اس نے پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: مرد نے عورت کو پیغام نکاح کی تحریر بھیجی جس میں لکھا ہو کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا میں تم سے نکاح کرتا ہوں۔ تحریر ملنے پر عورت نے کچھ لوگوں کو گواہ بنا کر ان کے سامنے تحریر پڑھی اور کہا میں نے اس مرد کے ساتھ اپنا نکاح کیا یا عورت نے گواہوں سے کہا فلاں نے مجھے پیغام نکاح کی تحریر بھیجی ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا۔ اس سے نکاح ہو گیا۔

مسئلہ: مرد نے عورت کو لکھ کر بھیجا کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا۔ عورت نے جواب میں تحریر لکھ کر بھیجی کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب مرد و عورت دونوں ایک مجلس میں موجود ہوں اور وہ اس طرح محض لکھ کر ایجاب وقبول کریں کیونکہ دونوں طرف سے محض کتابت کافی نہیں۔

اسی طرح مرد کی تحریر کے جواب میں عورت اگر زبان سے ہی کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تب بھی نکاح نہیں ہوگا۔ تحریر سے نکاح ہونے کا طریقہ وہ ہے جو اوپر والے مسئلے میں بیان ہوا۔

مسئلہ: نکاح اور شادی کے علاوہ ایسے الفاظ سے ایجاب کیا جائے جن میں کسی شے کو فی الحال دوسرے کی ملکیت میں دینے کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً ہبہ، ہدیہ، عطیہ، صدقہ، قرض اور خرید وفروخت وغیرہ تو اگر قرینہ موجود ہو مثلاً مہر کا ذکر ہو اور یوں کہا ہو میں نے تمہیں اپنی لڑکی ایک ہزار روپے مہر کے عوض ہبہ کی یا فروخت کی یا گواہوں کو اپنی مراد سمجھا دی کہ ہبہ سے میری مراد نکاح ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ رہے وہ الفاظ جن میں فی الحال تملیک کا معنی نہیں ہوتا جیسے اجارہ پر دینا یا رہن رکھنا تو ایسے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔

مسئلہ: گونگے کا اگر ایجاب یا قبول کے لیے کوئی خاص اشارہ ہو تو وہ اشارہ کرنا کافی ہے اور اس سے نکاح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر مرد بھی بالغ ہے اور عورت بھی بالغ ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں۔ دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔

نکاح ہونے کی ایک شرط

نکاح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے جو سب مسلمان ہوں اور بالغ ہوں اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہوگا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح

نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر فقط ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

اگر مرد کوئی نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تب بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ضرور ہونا چاہیے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تا کہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت ہوگئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہوسکیں تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

ٹیلی فون پر نکاح

عام سادے ٹیلی فون پر جس میں ایک وقت میں صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے نکاح صحیح نہیں کیونکہ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ عقد کرنے والوں کے الفاظ کو بیک وقت سنیں۔ چونکہ گواہی کی یہ شرط ایسے ٹیلی فون پر پوری نہیں ہوتی اس لیے نکاح صحیح نہیں۔

اگر ٹیلی فون لاؤڈ سپیکر والا ہو اور دونوں گواہ بیک وقت ایجاب و قبول کو سن رہے ہوں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: فقہ اسلامی۔ عائلی مسائل مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اس کا متبادل اور آسان طریقہ ہے کہ بیرون ملک میں موجود شخص یہاں کسی کو اپنا وکیل بنادے خواہ خط کے ذریعے سے یا ٹیلی فون کے ذریعے سے (کیونکہ وکالت کے لیے گواہی شرط نہیں ہے) اور وکیل نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے فلاں کی طرف سے قبول کیا۔

عورت کی پہچان ضروری ہے

اگر خود عورت مجلس نکاح میں موجود ہو اور اس کا ولی اس کی طرف اشارہ کر کے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا اور مرد کہے میں نے قبول کیا

تب بھی نکاح ہوگیا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عورت خود موجود نہ ہو تو اس کا ولی اس کا نام بھی اور اس کے باپ کا بھی اتنی آواز سے لے کہ گواہ سن لیں اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور فقط باپ کا نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح کیا جاتا ہے تو دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ غرض یہ کہ ایسی بات ذکر ہونی چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہو رہا ہے۔

نکاح کرنے میں کسی کو وکیل بنانا

مسئلہ: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کر دو یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو اور اس نے گواہوں کے سامنے کر دیا تب بھی نکاح ہوگیا۔ اب اگر حکم دینے والا انکار کرے تب بھی کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: اگر مرد دور ہونے کی وجہ سے مجلس نکاح میں خود حاضر نہیں ہوسکتا تو وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کرسکتا ہے جو قبول کے وقت اس طرح کہے میں نے اپنے موکل کی طرف سے قبول کیا یا میں نے اپنے موکل کے لیے قبول کیا۔

نکاح کے دونوں جانبوں کا ایک شخص ذمہ دار بن جائے

۱ ایک شخص دونوں کا ولی ہو مثلاً ایک شخص اپنے ایک بیٹے کے بیٹے کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے کی بیٹی کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں یوں کہہ کر کرسکتا ہے کہ میں نے اپنے فلاں پوتے کا نکاح اپنی فلاں پوتی سے کیا۔

۲ دونوں کا وکیل ہو مثلاً ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے زید کو اپنے نکاح کرنے کا وکیل بنا دیا اور زید نے گواہوں کی موجودگی میں یوں کہا کہ میں نے اپنی فلاں موکلہ کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا تو نکاح ہوگیا۔

۳ ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا وکیل ہو مثلاً زید ایک عورت خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خدیجہ نے اپنا نکاح کرانے کے لیے زید کو وکیل بنا دیا۔ زید اگر گواہوں کی موجودگی میں یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کے ساتھ

نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

❑ ۴ ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا ولی ہو مثلاً زید اپنی نابالغ چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید اس کا سب سے قریب ولی بھی ہو تو اس کے گواہوں کے سامنے یہ کہنے سے کہ میں نے اپنی چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

❑ ۵ ایک جانب کا ولی اور دوسری جانب کا وکیل ہو مثلاً زید کی اپنی بیٹی ہو اور جس سے وہ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اس نے زید کو نکاح کا وکیل بنا دیا تو گواہوں کی موجودگی میں زید کے یوں کہنے سے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا نکاح ہو جاتا ہے۔

کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان

شرع میں اس بات کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ غیر کفو اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اس کے برابر درجہ کا اور اس کے جوڑ کا نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں ایک قدرتی اور غیر اختیاری تقسیم قائم ہے۔ کوئی اچھے اخلاق کا ہے تو کوئی برے اخلاق کا حامل ہے۔ کوئی تہذیب اور شرافت و مروت کو کمال سمجھتا ہے تو کوئی اس کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کوئی دین داری کو خوبی سمجھتا ہے تو کوئی اس کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ کسی کا رہن سہن اور عادات و اطوار ایک طرح کے ہیں تو کسی نے دوسرے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ کوئی بعض پیشوں کو کم تر خیال کر کے ان کو چھوڑتا ہے اور محنت شاقہ اختیار کر کے اعلیٰ قسم کے پیشوں کو اختیار کرتا ہے تو کوئی کمتر پیشوں پر ہی قناعت کر لیتا ہے۔ اب ایک خیال اور طرز والے چاہے دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں لیکن ان کے لیے اپنے سے متضاد مزاج اور طرز رکھنے والے ہر شخص کو اپنے میں ضم کرنا بہت ہی دشوار ہوگا اور چونکہ لڑکی کی حیثیت شوہر کے محکوم کی ہوتی ہے اس لیے

اصل مسئلہ لڑکی اور اس کے خاندان کا ہوتا ہے کیونکہ نکاح کے بعد چھٹکارا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے لڑکی اور اس کے اولیاء کا حق ہے کہ لڑکی کا نکاح کفو میں اور جوڑ میں ہو۔

حضرت عائشہؓ نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَخَیَّرُوْا لِنُطَفِکُمْ وَانْکَحُوا الْاَکْفَاءَ وَانْکَحُوْا اِلَیْهِمْ))

''اپنے نطفوں کے لیے اچھے رشتے تلاش کرو اور خود بھی جوڑ میں نکاح کرو اور دوسروں کا نکاح بھی جوڑ میں کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْ اَلصَّلَاۃُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَیِّمُ اِذَا وَجَدْتَّ لَهَا کُفُوًا)) (اعلاء السنن ص ۸۶ ج ۱۱)

''تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ میں جب وہ آجائے اور بے نکاحی عورت کے نکاح کرنے میں جب تم اس کا جوڑ پالو۔''

لیکن جب لڑکی اور اس کے ولی دونوں راضی ہوں تو یہ حکم واجب نہیں ہے اس لیے اگر بعض اوصاف کی بنا پر لڑکی اور اس کے اولیاء کسی بے جوڑ میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری خاندان کی طرف بھیجا تاکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سے اپنے لیے رشتہ مانگیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حبشی غلام ہیں (یعنی غلام رہے ہیں) حضرت بلال نے ان سے کہا اگر نبی ﷺ نے مجھ کو تمہارے پاس آنے کا نہ کہا ہوتا میں تمہارے پاس کبھی نہ آتا۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کو نبی ﷺ نے رشتہ مانگنے کو کہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر تو آپ اس رشتہ کے مالک بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو آکر واقعہ کی خبر دی۔ نبی ﷺ کے پاس سونے کی ایک ڈلی آئی تو آپ نے وہ حضرت بلال کو دی اور کہا کہ یہ

اپنی بیوی کے لیے لے جاؤ۔ (اعلاء السنن ص ۸۷ ج ۱۱)

مسئلہ: اگر کسی کی شرافت کو دیکھ کر یا اور اوصاف کو دیکھ کر سید خاندان کی لڑکی اور اس کے ولی غیر سید لڑکے سے نکاح پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

کفو اور برابری کی اقسام

یہ پانچ قسمیں ہیں۔ نسب میں، مسلمان ہونے میں، دین داری میں، مال میں اور پیشہ میں برابری۔

نسب میں برابری

مسئلہ: قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ قریشی وہ شخص ہے جس کے اجداد میں نضر بن کنانہ داخل ہوں۔ یہ نبی ﷺ کے اجداد میں بارہویں نمبر پر تھے۔ آپ ﷺ کا نسب یہ ہے حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ چاروں خلفائے راشدین چونکہ قریشی تھے اس لیے صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

مسئلہ: سید یعنی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب میں ہیں اگرچہ نسب کے اعتبار سے ان کا رتبہ اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن اگر سید کی لڑکی کسی عثمانی یا فاروقی کے گھر میں بیاہ دی گئی تو یہ نہ کہیں گے کہ اپنے جوڑ میں نکاح نہیں کیا بلکہ یہ بھی جوڑ ہی ہے۔

مسئلہ: عجمی عالم قریشی اور سید لڑکی کا کفو ہے۔

مسئلہ: قریش کو چھوڑ کر باقی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

مسئلہ: عجم کے سب لوگ ایک قوم ہیں اور برابر ہیں خواہ وہ مغل ہوں یا پٹھان یا کوئی اور۔ یہ لوگ قریش اور سیدوں کے جوڑ کے نہیں۔

مسئلہ: نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر باپ سید ہے تو اولاد بھی

سید ہے اور اگر باپ عثمانی ہے تو اولاد بھی عثمانی ہے ماں چاہے جیسی ہو۔ اگر کسی سید نے کسی غیر سید عورت سے نکاح کر لیا تو ہونے والے بچے سب سید ہوئے۔

مسلمان ہونے میں برابری

مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار فقط عجمیوں میں ہے۔ عربوں اور قریش جیسے سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ تو جو شخص خود مسلمان ہو گیا اور اس کا باپ کافر تھا وہ شخص اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ اور جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

دین داری میں برابری

اس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں اور بدکار اور بدمعاش ہے وہ نیک بخت، پارسا، دیندار عورت کا کفو نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو بدعتی ہو وہ اہلسنّت عورت کا جوڑ نہیں ہے۔

مسئلہ: فاسق شخص کی فاسق بیٹی اور نیک شخص کی فاسق بیٹی کا جوڑ فاسق آدمی ہے جب کہ نیک شخص کی نیک بیٹی اور فاسق شخص کی دین دار بیٹی کا جوڑ دین دار آدمی ہے۔

مسئلہ: اگر فاسق شخص کی دین دار بیٹی کسی فاسق آدمی سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کے باپ کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ لڑکی خود اس نکاح پر راضی ہوئی اور اس کا باپ خود فاسق ہے۔

مسئلہ: اگر نیک شخص کی فاسق لڑکی کسی فاسق لڑکے سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو نکاح ہو جائے گا اور ولی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا۔

مال میں برابری

اس کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج، مال دار عورت کے برابر کا نہیں ہے اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر پہلی رات کو دینے کا دستور ہے اتنا مہر دے سکتا ہے

اور روز مرہ کا خرچہ کما لیتا ہے تو بس یہ کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ جتنے مال دار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مال دار ہو یا اس کے قریب قریب ہو۔

پیشے میں برابری

رواج میں کچھ پیشے ہیں جو کمتر سمجھتے جاتے ہیں مثلاً تجارت کے مقابلے میں نائی' نانبائی' موچی وغیرہ کے پیشے ہلکے سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں بھی فرق ہے۔ چپڑاسی اور خاکروب وغیرہ کے مقابلے میں کلرک کی ملازمت بہتر سمجھی جاتی ہے لہٰذا جو لڑکا نائی ہو یا نانبائی ہو وہ تاجر کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں اور جو لڑکا چپڑاسی ہو وہ کلرک کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ: بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کسی ایسے شخص سے ہوا جس کے کفو ہونے کا حال معلوم نہ تھا لیکن نکاح کے وقت کفو ہونے کی شرط کر لی تھی یا صراحت کے ساتھ تو شرط نہ کی مگر شوہر کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت کو بھی نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور اس کے ولی کو بھی حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ عورت ابھی تک باکرہ (کنواری) ہے تو اس کا اختیار سکوت سے باطل ہو جائے گا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہہ دیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور مسلمان جج کے ذریعہ فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو فسخ کرانے کا اختیار باقی نہ رہے گا۔ اور اگر عورت ثیبہ ہو یعنی اس سے صحبت ہو چکی ہو تو اس کے سکوت سے اختیار باطل نہیں ہوتا جب تک صراحت یا دلالت کے طور پر رضامندی نہ پائی جائے۔ دلالت کے طور پر رضا یہ ہے کہ عورت شوہر کو صحبت پر قدرت دے دے یا وہ مہر دے تو مہر لے لے۔ ولی کا اختیار بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحت یا دلالت کے طور پر رضا کی ضرورت ہوتی ہے۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے والد یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اس کے بیان کی بناء پر کفو سمجھا گیا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر اس نے فسخ کرادیا تو فسخ ہو جائے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائے گا۔ اور بالغ ہونے پر ان کے ساتھ ساتھ لڑکے یا لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا۔

ولی کا بیان

ولی کون ہوتا ہے

لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنے کا جس کو اختیار ہوتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔

مسئلہ: لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا' وہ نہ ہو تو پردادا' اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو سگا بھائی' سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی' پھر بھتیجا' پھر بھتیجے کا لڑکا' پھر بھتیجے کا پوتا' یہ بھی نہ ہو تو سگا چچا پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا' پھر سوتیلے چچا کا لڑکا اور پوتا یہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے پھر اس کی اولاد اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پڑپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پھر پڑپوتے وغیرہ یہ کوئی نہ ہوں تب ماں ولی ہے۔ پھر دادی پھر نانی پھر پرنانی پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو۔ پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں پھر پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ۔

مسئلہ: بالغ عورت کا اگر کوئی جوان بیٹا ہو تو ولی ہونے میں اس کا بیٹا اس کے باپ پر مقدم ہے۔

مسئلہ: نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا اور مجنون پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔

بالغ عورت میں ولی کے مسائل

مسئلہ: بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے اور جس کے ساتھ جی چاہے کرے جس کے ساتھ جی چاہے نہ کرے۔ ولی نہ تو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے اور نہ عورت کے بلا چاہے زبردستی اس کا نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی عورت کی مرضی کے خلاف زبردستی اپنی من مانی جگہ پر نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ: لڑکی جوان اور بالغ ہو تو نکاح سے پہلے ولی کا اس کو یہ کہنا کہ فلاں جگہ سے تمہارا پیغام آیا ہے اور ہمارا ارادہ ہے کہ وہاں تمہارا نکاح کر دیں سنت ہے۔ ولی خود نہ پوچھے بلکہ عورتوں سے مثلاً لڑکی کی ماں کے ذریعہ پوچھوا لے تو اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی ولی نے جوان لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے بغیر اور اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ لڑکی اجازت دے تو نکاح ہو گیا اور اگر وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوا۔

مسئلہ: جوان کنواری لڑکی سے ولی نے آ کر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کیے دیتا ہوں یا کر دیا ہے اس پر وہ چپ ہو رہی یا مسکرا دی یا چپکے چپکے رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جائے گا یا کر چکا تھا تو صحیح ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے۔ جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔ اگر اجازت لینے پر لڑکی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا تو یہ اجازت نہ سمجھی جائے گی بلکہ لڑکی کی عدم رضا مندی سمجھی جائے گی۔

مسئلہ: اگر وہ لڑکی کنواری نہیں ہے بلکہ ایک نکاح پہلے ہو چکا ہے یہ دوسرا نکاح ہے اس سے اس کے ولی نے اجازت لی اور پوچھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہو گی بلکہ زبان سے کہنا چاہیے۔ اگر اس نے زبان سے نہیں کہا فقط چپ رہنے کی وجہ سے نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہا۔ بعد میں اگر وہ زبان سے منظور کر لے تو نکاح ہو گیا اور اگر منظور نہ کرے تو نہیں ہوا۔

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے چچا، بھائی وغیرہ کسی اور ولی نے کنواری لڑکی سے اجازت

مانگی تو اب فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے اجازت دے تب اجازت ہوگی۔ ہاں اگر باپ ہی نے ان کو اجازت لینے کے واسطے بھیجا تھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ولی سب سے مقدم ہو اور شرع سے اسی کو پوچھنے کا حق ہو تو جب وہ خود یا اسکا بھیجا ہوا آدمی اجازت لے اس وقت چپ رہنے سے اجازت ہوگی اور اگر حق تھا دادا کا اور پوچھا بھائی نے یا حق تو تھا بھائی کا اور پوچھا چچا نے تو ایسے وقت چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی۔

مسئلہ: ولی نے کنواری بالغہ سے بے پوچھے اور بغیر اجازت لیے نکاح کر دیا۔ پھر نکاح کے بعد خود ولی نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے آ کر خبر دی کہ تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کر دیا گیا تو اس صورت میں بھی چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر کسی اور نے خبر دی تو اگر خبر دینے والا نیک معتبر آدمی ہے یا دو شخص ہیں تب بھی چپ رہنے سے نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر خبر دینے والا ایک شخص اور غیر معتبر ہے تو چپ رہنے سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا۔ جب زبان سے اجازت دے دے یا کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تب نکاح صحیح ہوگا مثلاً زبان سے عورت نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن جب شوہر (یعنی جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا گیا) اس کے پاس آیا تو صحبت سے انکار نہیں کیا بلکہ صحبت پر قدرت دے دی یا شوہر نے اس کو مہر دیا تو اس نے مہر لے لیا تب بھی نکاح درست ہو گیا۔

مسئلہ: ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں لیا نہ اس کو پہلے سے معلوم ہے تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضامندی ثابت نہ ہوگی اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام و نشان بتلانا ضروری ہے جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسی طرح اگر مہر نہیں بتایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح پڑھ دیا اور عورت اتنے پر راضی نہ ہوئی تو نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر کوئی بالغہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود ہی کسی سے نکاح کر لے اس میں یہ تفصیل ہے۔

☼ ۱ اگر شوہر لڑکی کا کفو ہے اور مہر بھی مثل سے کم نہیں تو نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: بالغ لڑکی کا اپنے ولی کے بغیر خود نکاح کر لینا اگر چہ کفو ہی میں ہو بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

☼ ۲ شوہر لڑکی کا کفو ہے لیکن مہر لڑکی کے مہر مثل سے کم مقرر رہوا ہو۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عدالت سے مطالبہ کرے کہ لڑکی کا مہر مثل پورا کرایا جائے اور اگر شوہر پورا نہ کرے تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔

☼ ۳ شوہر لڑکی کا کفو نہیں ہے۔ اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور باطل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی جائز بھی رکھے۔ تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں نکاح سے قبل ولی کی اجازت کا ہونا شرط ہے۔ اجازت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کرے۔

تنبیہ: اگر لڑکی کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط کیے نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں تو لڑکی پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیونکہ غیر کفو سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہوتا۔

☼ ۴ اگر بالغہ کا سرے سے کوئی ولی نہ ہو اور وہ غیر کفو میں نکاح کر لے تو وہ نکاح جائز ہوگا۔

مسئلہ: اگر لڑکا جوان ہو تو اس پر بھی زبردستی نہیں کر سکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر بغیر پوچھے نکاح کر دے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر لڑکے نے اجازت دے دی تو ہو گیا' نہیں تو نہیں ہوا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ لڑکے کے فقط چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوتی زبان سے کہنا ضروری ہے۔

لڑکا یا لڑکی نابالغ ہو تو ولی کے مسائل

مسئلہ: اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے۔ ولی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر اس نے بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لیا یا کسی اور نے کر دیا تو ولی کی اجازت پر موقوف

ہے اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اور ولی کو اس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار ہے جس سے چاہے کر دے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کر سکتے چاہے وہ نابالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی بھی ہو چکی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: نابالغہ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہو تو:

- اگر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کیا ہو تو لازم ہوتا ہے اور نابالغہ کو بالغ ہونے پر اس کو تڑوانے کا حق نہیں ہوتا۔
- اگر غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم مہر پر کیا۔ تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

(الف) عقد نکاح کرتے ہوئے باپ اگر نشہ میں ہو تو یہ نکاح نہیں ہوا۔

(ب) باپ کی بے تدبیری اور ناعاقبت اندیشی مشہور و معروف ہو۔ یعنی نکاح کرنے سے قبل اس سے کوئی بھی ایسا واقعہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جائے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مد نظر نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا۔

(ج) باپ فاسق بے غیرت اور بے باک ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی نہیں ہوتا۔

(د) باپ میں اوپر مذکورہ باتوں میں سے تو کوئی نہ ہو لیکن مثلاً کسی دشمنی کی وجہ سے اس پر نکاح کرنے کے لیے جانی یا مالی دھمکی کا واضح دباؤ موجود ہو۔

اس صورت میں بھی باپ کی طرف سے کیا ہوا نابالغہ کا نکاح نہیں ہوا۔

اوپر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی بات نہ ہو لیکن باپ نے پہلی مرتبہ لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے نکاح کر دیا اور صاف واضح ہے کہ اس نے لڑکی کی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ مثلاً

- کسی اہل سنت نے نابالغہ کا نکاح کسی بدعتی سے کر دیا ہو۔
- باپ عام مسلمان ہو اور حلال کماتا ہو لیکن وہ اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو حرام میں ملوث ہو مثلاً سودی بینک کی ملازمت کرتا ہو یا تصویر

سازی کا پیشہ کرتا ہو۔

- باپ نے بلاوجہ اور بلا مصلحت نابالغہ کا مہر بہت کم مقرر کیا مثلاً اس کا مہر مثل پانچ ہزار ہو اور باپ نے نکاح صرف پانچ سو پر کر دیا ہو۔

اس صورت میں نکاح تو ہو جائے گا لیکن لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(ز) نکاح تو کفو میں کیا اور مہر بھی پورا ہے لیکن زوجین کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہے ایسا کہ جو عام طور سے روا نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً پچیس تیس سال یا اس سے زیادہ فرق ہو تو ایسے نکاح میں بھی نابالغہ کو خیار بلوغت حاصل ہوگا۔

مسئلہ: نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو تو:

جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا کفو بھی ہے اور مہر بھی مہر مثل مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں اس وقت تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اس کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور اگر اس کے ولی نے لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم پر نکاح کیا تو نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: باپ دادا کے سوا کسی ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح جس سے کیا اس کا مہر اس کے مہر مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

تنبیہ: جب لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہو اور اس کو اپنے نکاح کی خبر ہو پھر بالغ ہوگئی اور ابھی تک اس کے شوہر نے اس سے صحبت نہیں کی تو جس وقت بالغ ہوئی ہے یعنی جس وقت اس کی پہلی ماہواری شروع ہوئی فوراً اسی وقت اپنی عدم رضامندی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی چاہے اس جگہ کوئی اور ہو چاہے نہ ہو بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو ہر حال میں کہنا چاہیے۔ لیکن فقط اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا۔ عدالت میں جائے اور قاضی یا جج وہ نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ایک لحظہ بھی چپ رہے گی تو اب نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔ اور اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تب بالغ ہوئی تو بالغ ہوتے ہی فوراً

انکار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہوگا تب تک قبول نہ کرنے کا اختیار باقی ہے چاہے جتنا زمانہ گزر جائے۔ ہاں جب وہ زبان سے صاف کہہ دے کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے جیسے اپنے شوہر کے ساتھ تنہائی میں میاں بیوی کی طرح رہی تو اب اختیار جاتا رہا اور نکاح لازم ہو گیا۔

حق ولایت کے چند مسائل

مسئلہ: قاعدے سے جس ولی کو نابالغہ کے نکاح کرنے کا حق ہے وہ پردیس میں ہے اور اتنی دور ہے کہ اگر اس کا انتظار کریں اور اس سے مشورہ لیں تو یہ رشتہ ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پیغام دینے والا اتنا انتظار نہ کرے گا اور پھر ایسا رشتہ مشکل سے ملے گا تو ایسی صورت میں اس کے بعد والا ولی بھی نکاح کر سکتا ہے۔ اگر قریب کے ولی سے پوچھے بغیر بعد والے ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح ہو گیا اور اگر اتنی دور نہ ہو یا دور تو ہو لیکن اس سے رابطہ ممکن ہو تو اس کی رائے لیے بغیر دوسرے ولی کو نکاح نہ کرنا چاہیے۔ اگر کرے گا تو قریب کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا جب وہ اجازت دے گا تب صحیح ہو گا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر حق دار ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا مثلاً حق تو تھا باپ کا لیکن نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے۔

جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے

کسی سے نکاح کرنا حرام ہو اس کے یہ اسباب ہیں:

- قرابت
- مصاہرت
- دو محرموں کو نکاح میں جمع کرنا
- رضاعت
- کسی کے نکاح میں ہونا
- کسی کی عدت میں ہونا
- مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا
- دین کا اختلاف۔

قرابت

مندرجہ ذیل قرابت داروں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔

- اپنی فروع کے ساتھ یعنی اپنی بیٹی کے ساتھ اور پوتی پڑپوتی سگڑ پوتی اور اسی طرح نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے اصول کے ساتھ یعنی اپنی ماں نانی پڑنانی اور دادی پڑدادی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے والدین کے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بہنوں کے ساتھ اور اپنی بھتیجی بھانجی کے ساتھ اور ان کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے اجداد کی ایک پشت تک فروع یعنی پھوپھی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ البتہ ان کی بیٹیوں یعنی پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہن کے ساتھ نکاح درست ہے۔

مسئلہ: مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ان رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: شرع میں بہن یا بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہوں یا ان دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں یا دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں۔

مسئلہ: لے پالک کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں۔ لڑکا یا لڑکی بنانے سے وہ اپنی حقیقی اولاد نہیں بن جاتی۔ اس لیے لے پالک سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: منہ بولے بہن بھائی یعنی وہ جن کا باپ بھی اور ہو اور ماں بھی اور ہو وہ حقیقی بہن بھائی نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: سگا ماموں نہیں ہے بلکہ کسی رشتہ سے ماموں لگتا ہے تو عورت کا اس سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی دور کے رشتہ سے چچا یا بھانجا یا بھتیجا ہو تو عورت کا اس سے بھی نکاح درست ہے۔

! مصاہرت

مسئلہ: ساس اور ساس کی ماں دادی نانی وغیرہ سے نکاح درست نہیں چاہے اپنی بیوی کی رخصتی کرا لایا ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہوں یا ابھی رخصتی نہ کرائی ہو

ہر طرح حرام ہے۔

مسئلہ: بیوی کے ساتھ تنہائی ہو چکی ہو تو دوسرے شوہر سے اس کی جو بیٹی (یعنی اپنی سوتیلی بیٹی) یا اس کی اولاد ہو اس سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا خواہ اپنی بیوی مرگئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو۔ ہاں اگر تنہائی ہونے سے پہلے وہ مرگئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو تب سوتیلی بیٹی یا اس کی اولاد سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: عورت کے لیے بھی سوتیلی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ یعنی ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو سوکن کی اولاد سے کسی طرح نکاح درست نہیں چاہے اپنے میاں کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہ چکی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔ بالفاظ دیگر کسی کے لیے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: بیٹے اور پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔

مسئلہ: کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس شخص کا اس عورت کی ماں سے اور اس عورت کی اولاد سے نکاح کرنا درست نہیں۔ یہی حکم اس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے نہ روکتا ہو۔ اگر بوسہ لے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شہوت سے عورت کی اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر کسی عورت نے جوانی کی خواہش کے ساتھ بد نیتی سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اب اس عورت کی ماں اور لڑکیوں کو اس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مزنیہ کے اصول وفروع زانی کے اصول وفروع کے لیے حلال ہوتے ہیں۔

مسئلہ: ایک باپ بیٹے ہوں اور کوئی اور ماں بیٹی ہوں تو یہ جائز ہے کہ باپ عورت سے نکاح کر لے اور بیٹا اس کی بیٹی سے نکاح کر لے۔

دو محرموں کو نکاح میں جمع کرنا

ضابطہ

جن دو عورتوں میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں عورتوں میں سے کوئی مرد ہوتی تو آپس میں دونوں کا نکاح نہ ہوسکتا۔ ایسی دو عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ جب ایک مر جائے یا طلاق مل جائے اور عدت گزر جائے تب وہ مرد دوسری عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ: جب تک ایک بہن اپنے نکاح میں ہے اس وقت تک اس کی دوسری بہن سے نکاح درست نہیں۔ ہاں اگر پہلی مرگئی یا اس کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی تو اب دوسری بہن سے نکاح درست ہے۔ طلاق کی عدت پوری ہونے سے پہلے بھی نکاح درست نہیں۔

مسئلہ: ایک مرد کا نکاح ایک عورت سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی اس کی پھوپھی خالہ اور بھتیجی بھانجی سے اس مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: ایک عورت ہے اور اس کی سوتیلی لڑکی ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ اگر کسی مرد سے نکاح کرلیں تو درست ہے۔

مسئلہ: اسی طرح دو بہنیں اگر سگی نہ ہوں۔ ماموں زاد یا چچا زاد یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد بہنیں ہوں تو وہ دونوں ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح کرسکتی ہیں ایسی بہن کے رہتے ہوئے بھی بہنوئی سے نکاح درست ہے۔ یہی حال پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ہے۔ اگر کوئی دور کا رشتہ نکلتا ہے تو پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ایک ساتھ ایک ہی مرد سے نکاح درست ہے۔)

رضاعت

مسئلہ: جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کے اعتبار سے بھی حرام ہیں۔ لڑکی کا دودھ پلانے والی ماں کے شوہر سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا اور دودھ شریک بھائی سے بھی نکاح درست نہیں، جس لڑکے کو عورت نے دودھ

پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی۔ دودھ کے حساب سے ماموں، بھانجا، چچا، بھتیجا سب سے نکاح حرام ہے۔

مسئلہ: دودھ شریک دو بہنیں ہوں تو وہ دونوں بہنیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ غرض کہ جو حکم اوپر بیان ہو چکا ہے دودھ کے رشتوں میں بھی وہی حکم ہے۔

کسی کے نکاح میں ہونا

مسئلہ: جس عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو چکا ہو تو اب بے طلاق لیے اور عدت پوری کیے کسی دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں۔

کسی کی عدت میں ہونا

مسئلہ: کسی عورت کے میاں نے طلاق دے دی یا مر گیا تو جب تک طلاق کی عدت یا مرنے کی عدت پوری نہ ہو چکے تب تک دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا

مسئلہ: جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اب اس کا پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

دین کا اختلاف

مسئلہ: کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے جائز نہیں خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کسی مسلمان مرد کا نکاح کسی ایسی کافر عورت سے جائز نہیں جو اہل کتاب میں سے نہ ہو۔

مسئلہ: مسلمان مرد کا کسی اہل کتاب عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن بہت سی خرابیوں کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ دو خرابیاں یہ ہیں:

- مردوں میں عام طور سے دین داری مغلوب ہے یا سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس صورت میں پیدا ہونے والے بچوں پر ماں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بچے ماں کا دین اختیار کر لیتے ہیں۔ مسلمان باپ کی وجہ سے بچے مسلمان ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے ماں کا دین اختیار کرلیا تو مرتد ہوئے۔
- خود مرد بھی عورت کے افکار و نظریات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان عورتوں سے نکاح کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث اہل کتاب کے حکم میں ہیں لیکن ایسی عورتوں سے نکاح کرنے میں اور بھی زیادہ خطرے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور لاعلمی کی وجہ سے عام لوگ بھی ان کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں۔

تنبیہ: بعض مسلمان بیرون ملک مثلاً تھائی لینڈ وغیرہ کسب معاش کے سلسلہ میں جاتے ہیں اور وہاں کسی مثلاً بدھ مذہب عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کر لیتے ہیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اس کو وہیں چھوڑ کر خود اپنے ملک میں مستقل واپس آ جاتے ہیں۔ پیچھے وہ عورت دوبارہ کفر اختیار کر لیتی ہے اور بچے ہوئے تو وہ بھی کافر بن جاتے ہیں۔ یہ بہت سخت گناہ کی بات ہے اور اس کا بڑا وبال ہے کیونکہ ان عورتوں اور بچوں کے مرتد ہونے کا سبب یہ مرد بنے۔

تنبیہ

جب عورت کا شوہر نہ ہو اور اس کو بدکاری سے حمل ہو تو زانی سے یا غیر زانی سے اس کا نکاح درست ہے لیکن بچہ پیدا ہونے سے پہلے خاوند کو صحبت کرنا درست نہیں البتہ جس نے زنا کیا تھا اگر اسی سے نکاح ہوا ہو تو صحبت بھی درست ہے۔

حرمت مصاہرت (سسرالی حرمت) کا بیان

اسی کتاب کے پچھلے ایڈیشن میں حرمت مصاہرت سے متعلق یہ احکام مذکور تھے۔

مسئلہ: رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لیے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس

پر ہاتھ پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرا تو اب وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے اور لازم ہے کہ یہ مرد اب اپنی عورت کو طلاق دے دے۔

مسئلہ: کسی لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ ڈال دیا تو اب وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہو گئی۔ اب کسی صورت سے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اپنی ساس یا بیٹی کے ہونٹوں یا رخسار کا بوسہ لیا تو اس کو شہوت ہی سے سمجھا جائے گا اور بیوی حرام ہو جائے گی۔ سر اور ٹھوڑی وغیرہ پر بوسہ لیا ہو تو جب تک شہوت اور خواہش نفسانی سے نہ ہو بیوی حرام نہ ہوگی۔

مسئلہ: جو شخص نشہ میں ہو اس نے اگر اپنی بیٹی کے ہونٹوں کا بوسہ لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

تنبیہ: حرمت مصاہرت کے ثابت ہونے کے لیے مندرجہ ذیل تین شرطیں اہم ہیں۔

- عورت مشتہاۃ ہو یعنی اس کی کم از کم عمر نو برس کی ہو۔ اس سے کم عمر کی ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔
- خواہش نفسانی سے ہاتھ لگانے اور پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے سے آلہ تناسل میں حرکت نہ تھی تو اس وقت پیدا ہو گئی اور اگر پہلے سے تھی تو اس میں اضافہ ہو گیا۔ اگر کسی کو انتشار نہ ہوتا ہو تو اس میں دل کی دھڑکن و ہیجان پیدا ہو جائے یا پہلے سے ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔
- انزال نہ ہوا ہو۔

ہم کہتے ہیں

اب حالات وہ نہیں رہے جو پہلے فقہاء کے دور میں تھے۔ فقہاء نے اپنے دور کے حالات کے اعتبار سے احتیاط کو ملحوظ رکھا جب کہ موجودہ حالات میں اس احتیاط کو برقرار رکھنے میں تنگی ہونے لگی ہے۔ اس لیے ہم نے فقہائے حنفیہ کے اصول وتعلیل کی

پیروی کرتے ہوئے حرمت مصاہرت کے احکام مختلف اختیار کئے ہیں جن کو ہم آگے ذکر کرتے ہیں:

حرمت مصاہرت (یعنی سسرالی حرمت)

حرمتِ مصاہرت سے کیا مراد ہے؟

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں قرآن وحدیث کی رُو سے مندرجہ ذیل رشتوں سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے:

i- اپنی ساس سے اور ساس کی دادی اور نانی وغیرہ سے۔

ii- بیوی کے ساتھ تنہائی بھی ہو چکی ہو تو سوتیلی بیٹی سے۔

iii- عورت کے لئے سوتیلے بیٹے سے۔

iv- مرد کے لیے اپنے بیٹے اور پوتے کی بیوی سے اور عورت کے لئے اپنی بیٹی اور پوتی کے شوہر سے۔

نکاح کی اس حرمت کو حرمتِ مصاہرت یا آسان لفظوں میں سسرالی حرمت کہتے ہیں۔

حرمتِ مصاہرت کے چند اور مواقع:

کسی مرد نے کسی اجنبی عورت سے زنا کیا تو اَب اُس مرد کا اُس عورت کی ماں سے اور اُس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں رہتا اور یہی حکم اُس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع نہ ہو۔ اگر عورت کا بوسہ لے یا عورت کی اندرونی شرمگاہ پر شہوت سے نظر ڈالے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے۔

اِسی طرح اگر کسی عورت نے شہوت سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا یا اُس کا بوسہ لیا تو اب اُس عورت کی ماں اور بیٹی سے اِس مرد کا نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

چند اور احکام جو بدلے ہوئے حالات میں فقہ حنفی ہی کی رو سے معلوم ہوتے ہیں:

1- مرد اگر اپنی ساس سے دواعی جماع کر بیٹھے تو اپنی کسی سالی سے کبھی نکاح نہیں کر

سکتا۔ اور اگر اس سے زنا کر بیٹھے تو اس حکم کے ساتھ ساتھ سزا کے طور پر اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

2- مرد اگر اپنی بہو سے جماع یا دواعی جماع کر لے تو وہ بہو کی ماں سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ البتہ بہو بیٹے کا نکاح باقی رہے گا۔

3- مرد اگر اپنی بیوی کی بیٹی سے خواہ وہ اس مرد کی اپنی ہو یا سوتیلی ہو زنا کر بیٹھے تو سزا کے طور پر اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

4- بیٹا اپنی ماں سے کوئی غلط حرکت کر بیٹھے تو اس کے ماں باپ کا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

5- عورت اگر سوتیلے بیٹے سے ملوث ہو جائے تو اس عورت کا اپنا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

6- مرد اگر اپنی ساس یا بیٹی سے صرف دواعی جماع کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

اجنبی عورت سے جماع یا دواعی جماع یعنی شہوت سے ہاتھ پھیرنا یا بوسہ لینا یا شہوت سے اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالنا ان سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت حدیث و آثار میں ہے:

i- عَنْ اَبِیْ هَانِئِ الْخَوْلَانِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِ امْرَأَۃٍ لَمْ یَحِلَّ لَهٗ اُمُّهَا وَ لَا بِنْتُهَا۔ (اعلاء السنن ص 32 ج 11)

ابو ہانی خولانی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی عورت کی (اندرونی) شرمگاہ کی طرف دیکھا تو اُس کے لئے اُس عورت کی ماں اور بیٹی حلال نہ رہی۔

ii- عَنْ مُّجَاهِدٍ اِذَا قَبَّلَهَا اَوْ لَامَسَهَا اَوْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِهَا مِنْ شَهْوَۃٍ حَرُمَتْ عَلَیْهِ اُمُّهَا وَ بِنْتُهَا۔ (اعلاء السنن ص 34 ج 11)

بڑے تابعی مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب مرد کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو شہوت سے چھوئے یا شہوت سے اُس کی شرمگاہ کو دیکھے تو اُس عورت

کی ماں اور بیٹی اُس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں۔

iii- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ قَالَا اِذَا زَنَی الرَّجُلُ بِامْرَأَۃٍ فَلَیْسَ لَہٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَھَا وَلَا اُمَّھَا۔ (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ کہتے ہیں جب آدمی کسی عورت سے زنا کرلے تو وہ اُس عورت کی بیٹی اور ماں سے نکاح نہیں کرسکتا۔

iv- عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ فِیْمَنْ زَنٰی بِامْرَأَۃٍ لَا یَصْلُحُ لَہٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَھَا اَبَدًا۔ (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور عروہ بن زبیر رحمہا اللہ کہتے ہیں جو شخص کسی عورت سے زنا کرے تو وہ اُس عورت کی بیٹی سے کبھی نکاح نہیں کرسکتا۔

نکاح کی حرمت کے اِس مسئلہ کو حنفی فقہاء نے عقلی زاویہ سے اِس طرح سے بیان کیا کہ اِس حرمت کا اصل سبب جماع ہے اور وہ بھی اِس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہ زنا ہے بلکہ اِس اعتبار سے کہ وہ بچے کا سبب بنتا ہے جس سے مرد اور عورت کے درمیان جزئیت قائم ہوتی ہے۔

اس جزئیت کو اس طرح سے سمجھئے کہ جب کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دودھ پینے کی عمر میں دودھ پلاتی ہے تو اُس کا جزو یعنی دودھ بچے کے پیٹ میں جاتا ہے اور اس طرح سے وہ بچے کا جزو بن کر اُس کی نشوونما کا باعث بنتا ہے۔ جب عورت کا جزو بچے کے بدن کا جزو بنتا ہے تو شریعت اس جزو بدن بننے والی اور بدن کی تشکیل کرنے والی جزئیت کا اعتبار کرتے ہوئے بچے کو دُودھ پلانے والی کا جزو قرار دیتی ہے اور بچے پر خود اُس عورت کے اُصول وفروع کو حرام قرار دیتی ہے جیسا کہ وہ خود اُس عورت پر حرام تھے۔

اسی طرح جب کوئی مرد کسی بھی عورت سے جماع کرے خواہ وہ اُس کی منکوحہ ہو یا اجنبی ہو اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو جنین عورت کا جزو ہوتا ہے اور دیگر اجزاء کی طرح جنین کو بھی عورت کے ذریعہ سے غذا ملتی ہے۔ لیکن جنین کی تشکیل میں اصل

دارومدار مرد کے نطفہ کے کِرم (Sperm) پر ہوتا ہے کہ دراصل اِسی کی نشوونما سے جنین وجود میں آتا ہے۔ چونکہ نطفہ جنین کا جزو ہے اور جنین عورت کا جزو ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے جزو کا جزو خود اصل کا جزو قرار پاتا ہے لہٰذا مرد کا نطفہ عورت کا جزو بدن شمار ہوگا اور اُوپر ذکر کیے گئے رضاعت کے قاعدے کے مطابق جیسے بچہ عورت کا جزوقرار پایا تھا اِسی طرح عورت مرد کا جزوقرار پائے گی اور عورت پر وہ مرد اور اُس کے اُصول وفروع حرام ٹھہریں گے جیسا کہ مرد پر اُس کے اپنے اُصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔لیکن اگر میاں بیوی پہلے بچے کی وجہ سے آپس میں حرام ٹھہریں تو خاندانی نظام اور توالد وتناسل کا سلسلہ مختل ہوکر رہ جائے۔ اس لیے میاں بیوی کے تعلق کو خلافِ قیاس حرمت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

غرض فقہاء کی عقلی توجیہ کے مطابق حرمت مصاہرت میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ جزئیت ہے لیکن جزئیت کو ہر حال میں معلوم کرنا دُشوار ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو لیکن ابتدائی دنوں ہی میں عورت کو کچھ بھی معلوم ہوئے بغیر علقہ ساقط ہوگیا ہو، جیسے سفر میں قصر کرنے میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ مشقت ہے لیکن چونکہ مشقت کو ضبط میں لانا بہت مشکل ہے اس لیے سفر کو جو کہ مشقت کا مظنہ یعنی مشقت کا موقع ہے مشقت کے قائم مقام کر کے سفر کو ہی قصر کا سبب قرار دے دیا گیا۔ اِسی طرح چونکہ جزئیت کے وقوع کو ہر حال میں ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے جماع کو جو کہ جزئیت کے قائم ہونے کا موقع ہے جزئیت کے قائم مقام کر دیا گیا اور اس کو حرمتِ مصاہرت کا سبب قرار دے دیا گیا۔

پھر حدیث میں چونکہ اجنبی عورت میں دواعی جماع پر بھی حرمت نکاح کا حکم آیا ہے اس لیے فقہاء نے عقلی توجیہ کو اور آگے اس طرح بڑھایا کہ دواعی جماع چونکہ جماع تک پہنچاتے ہیں اور مقام احتیاط کا ہے اس لیے دواعی جماع کو جماع کے قائم مقام بنا کر اِن پر بھی وہی حکم لاگو کیا گیا جو جماع کا تھا۔

تنبیہ: حرمت مصاہرت کی جن صورتوں میں بیوی حرام ہو جاتی ہے تو محض اس

سے نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اور نکاح فاسد کو ختم کرنے کے لیے یا تو قاضی و جج دونوں کے درمیان تفریق کر دے یا شوہر اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس کو چھوڑا یا میں نے اس کو طلاق دی۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو (یعنی اپنی بیوی کو) الگ کر دے اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا میں نے تجھ کو طلاق دی اور اس کہنے کے بعد عدت گزرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بددینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلے جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا۔ مگر جب تک شوہر زبان سے نہ کہہ دے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا چھوڑ دیا ہے یا طلاق دے دی ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عورت یا تو کسی مسلمان جج کی عدالت سے تفریق کا حکم حاصل کرے اور اگر عدالت ایسا حکم جاری نہ کرتی ہو تو تین ذمہ دار آدمیوں کی پنچایت سے کہ جس میں کم از کم ایک با صلاحیت اور پختہ عالم ہو تفریق کا حکم حاصل کر لے۔

باب: ٢

کافروں کے نکاح کا بیان

کافر لوگ اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں شریعت اس کو بھی معتبر رکھتی ہے اور اگر وہ دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو اب نکاح دوہرانے کی کچھ ضرورت نہیں' وہی نکاح اب بھی باقی ہے۔

کافر زوجین جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے

مسئلہ: اگر دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

مسئلہ: اگر ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

(الف) یہ واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کی بیوی پر اسلام پیش کرے۔ وہ بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔

(ب) اور اگر یہ واقعہ کسی کافر ملک یعنی دارالحرب کا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گزر جانا یا حیض نہ آتے ہوں تو تین ماہ گزر جانا یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہونا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر عورت اسلام قبول نہ کرے اور تین حیض اسی حالت پر گزر جائیں یا حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزر جائیں یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔

(ج) اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر

نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی اس کا حکم یہ ہے کہ

(الف) اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے جو ایک طلاق شمار ہو گی۔

(ب) اور اگر یہ واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گزر جانا ہی انکار اسلام کے مترادف ہو گا اور تین حیض گزر جانے کے بعد عورت کا نکاح ختم ہو جائے گا۔

(ج) اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

زوجین میں سے ایک کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم

اگر زوجہ و شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اسلام کی پیشکش کے بعد تفریق کی گئی ہو تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر دارالحرب میں عورت مسلمان ہوئی ہو تو شوہر کے انکارِ اسلام کے قائم مقام تین حیض گزرنے کے بعد عورت کو عدت کے تین حیض مزید گزارنے ہوں گے۔

باب: ۳

نکاح باطل اور نکاح فاسد

وہ نکاح جس کے جواز کی شرائط پوری نہ ہوں لیکن جواز کا شبہ موجود ہو تو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے اور جس نکاح کے جواز کی شرائط بھی پوری نہ ہوں اور جواز کا شبہ بھی موجود نہ ہو تو وہ نکاح باطل کہلاتا ہے۔

نکاح فاسد کی مثالیں

- گواہوں کے بغیر کیا جانے والا نکاح۔
- دو بہنوں سے یا پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی سے اکٹھے نکاح کرنا۔
- ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا یا خالہ یا پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا۔
- ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا پھوپھی کی عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا یا خالہ کی عدت میں اس کی بھانجی سے نکاح کرنا۔
- جو عورت ایک شخص کی عدت میں ہو دوسرے شخص کا اس سے نکاح کرنا جب کہ وہ اس کے عدت میں ہونے سے لاعلم ہو۔
- چوتھی بیوی کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا۔
- جس عورت کو خود ایک مجلس میں تین طلاقیں دے چکا ہو غیر مقلدین کے فتوے پر اس سے بغیر حلالہ کے نکاح کرنا۔
- جو عورت کسی کے نکاح میں ہو لیکن وہ دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کرلے۔

نکاح فاسد کا حکم

نکاح فاسد سے مندرجہ ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں۔

- صحبت سے مہر واجب ہوتا ہے۔
- اولاد ہوتو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔
- تفریق پر عدت واجب ہوتی ہے۔
- تفریق سے پیشتر جو جماع اور صحبت ہو اس پر زنا کی حد نہیں لگتی۔
- مرد و عورت کے درمیان تفریق لازم ہے یہاں تک کہ حاکم یا عدالت پر واجب ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کو نافذ کرے۔
- جانتے بوجھتے ایسا نکاح کرنے پر تعزیر کی جائے گی۔

نکاح باطل کی مثالیں

۱ کوئی مسلمان عورت کسی کافر سے نکاح کرلے۔

۲ اپنی محرم سے نکاح کرنا۔ یہ قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں۔

۳ یہ جانتے ہوئے کہ عورت دوسرے کی منکوحہ ہے یا دوسرے کی عدت میں ہے اس سے نکاح کرنا۔

نکاح باطل کا حکم

اس نکاح کا اعتبار نہیں لہٰذا اس سے

- اولاد ہوتو اس کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔
- تفریق پر عدت واجب نہیں ہوتی۔
- جانتے بوجھتے یہ نکاح کرنے اور صحبت کرنے پر زنا کی حد لگے گی۔

نکاح موقت یا نکاح متعہ

اگر یوں کہا جائے کہ میں نے تجھ سے اتنے دن یا اتنی مدت کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح موقت کہلاتا ہے اور اگر بجائے نکاح کے متعہ یا اس سے مشتق کوئی لفظ بولا مثلاً تمتع یا استمتاع کا لفظ استعمال کیا تو یہ متعہ کہلاتا ہے۔لیکن حقیقت دونوں کی ایک ہے۔

جاہلی عربوں میں اس کا رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے جنگ خیبر کے موقع پر اس سے منع کیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔ اب پوری امت کا متعہ کی حرمت پر اتفاق و اجماع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مسلم)

''یعنی اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔''

باب: ۴

مہر کا بیان

مہر وہ مال ہے جو نکاح میں اس علامت کے طور پر مقرر کیا گیا ہے کہ مرد کی نظر میں وہ عورت جس نے اپنے آپ کو اس مرد کے سپرد کر دیا ہے قابل قدر اور صاحب وقعت ہے۔

مہر کا حکم

نکاح میں چاہے مہر کا ذکر کرے چاہے نہ کرے ہر حال میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن مہر دینا پڑے گا بلکہ اگر کوئی یہ شرط کرے کہ ہم مہر نہ دیں گے بغیر مہر کے نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا پڑے گا۔

مہر کی کم سے کم مقدار

یہ دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ سو اگر کسی نے ایک تولہ (11.64) چاندی یا ڈیڑھ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (32 گرام) یا اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ شریعت میں اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار

اس کی کوئی حد نہیں چاہے جتنا مقرر کرے لیکن مہر کا زیادہ بڑھانا اچھا نہیں ہے۔

تنبیہ: حضرت فاطمہؓ اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا (سوائے حضرت ام حبیبہؓ کے) مہر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (1 کلو 527 گرام 75 ملی گرام) چاندی تھی۔

رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے

اس صورت میں طے شدہ مہر کا نصف عورت کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ: ایک ہزار روپے یا دس ہزار روپے اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کیا پھر شوہر نے اپنی خوشی سے کچھ مہر اور بڑھا دیا اور کہا ہم ہزار کی جگہ ڈیڑھ ہزار دیں گے تو جتنے روپے زیادہ دینے کو کہے وہ بھی واجب ہو گئے۔ نہ دے گا تو گناہگار ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق مل گئی تو جس قدر اصل مہر تھا اسی کا آدھا دیا جائے گا جتنا بعد میں بڑھایا تھا اس کو شمار نہ کریں گے۔ اسی طرح عورت نے اپنی خوشی و رضا مندی سے اگر کچھ معاف کر دیا تو جتنا معاف کیا اتنا معاف ہو گیا اب اس کے پانے کی مستحق نہیں اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو جائے تو باقی مہر کا نصف ملے گا۔

مسئلہ: اگر شوہر مہر پہلے دے چکا تھا پھر رخصتی سے پیشتر طلاق دی تو عورت کو نصف مہر واپس کرنا ہوگا۔

پورا مہر کب مؤکد ہوتا ہے

پورا مہر محض عقد نکاح سے ہی واجب ہو جاتا ہے لیکن اس میں احتمال ہوتا ہے کہ اگر کہیں رخصتی سے قبل طلاق ہو جائے تو مہر نصف ملے گا اس لیے پورا مہر مندرجہ ذیل اسباب سے مؤکد ہوتا ہے۔

☼ ۱ میاں بیوی کا صحبت کرنا۔

☼ ۲ شوہر کا بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ میں رہنا۔

خلوت صحیحہ وہ خلوت و تنہائی ہوتی ہے جس میں جماع کرنے سے کوئی حسی، طبعی یا شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ حسی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کو ایسا مرض لاحق ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے جماع پر قدرت نہ ہو یا جماع سے ضرر ہوتا ہو اور شرعی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حالت احرام میں ہو۔

☼ ۳ رخصتی سے پیشتر شوہر یا بیوی کی وفات ہونا۔

☼ ۴ رخصتی کے بعد بیوی کو ایک طلاق بائن دی پھر عدت کے دوران میں دوبارہ نکاح کر لیا تو دوسرا مہر فوراً ہی موکد ہو گیا۔

مسئلہ: کسی نے ہزار یا دس بیس ہزار اپنی حیثیت کے موافق کچھ مہر مقرر کیا اور بیوی کو رخصت کرا لایا اور اس سے صحبت تو نہیں کی لیکن تنہائی میں میاں بیوی کسی ایسی جگہ رہے جہاں صحبت کرنے سے روکنے والی اور منع کرنے والی کوئی بات نہ تھی تو پورا مہر جتنا مقرر کیا ادا کرنا واجب ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور مرد نے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا واجب ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ میاں بیوی میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تب بھی پورا مہر دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں میں سے کوئی بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا احرام باندھے ہوا تھا یا عورت کو حیض تھا یا وہاں کوئی جھانکتا تھا ایسی حالت میں دونوں کی یکجائی اور تنہائی ہوئی تو ایسی تنہائی کا اعتبار نہیں۔ اس سے پورا مہر واجب نہیں ہوا۔ اگر طلاق مل جائے تو آدھا مہر پانے کی مستحق ہوگی۔ البتہ اگر رمضان کا روزہ نہ تھا بلکہ قضا یا نفل یا نذر کا روزہ دونوں میں سے کوئی رکھے ہوئے تھا ایسی حالت میں تنہائی میں رہی تو پورا مہر پانے کی مستحق ہے شوہر پر پورا مہر واجب ہو گیا۔

مسئلہ: شوہر نامرد ہے لیکن دونوں میاں بیوی میں ویسی تنہائی ہو چکی تب بھی پورا مہر پائے گی۔

مسئلہ: میاں بیوی تنہائی میں رہے لیکن لڑکی اتنی چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں یا لڑکا بہت چھوٹا ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا تو اس تنہائی سے بھی پورا مہر واجب نہیں ہوا۔

مہر معجّل اور مہر مؤجل

جس مہر کے بارے میں طے ہو کہ نکاح ہوتے ہی یا پہلی ملاقات میں دینا ہے وہ مہر معجّل کہلاتا ہے اور جس کے بارے میں طے ہو کہ وہ اتنے عرصہ بعد دینا ہوگا یا لڑکی کے مانگنے پر دینا ہوگا وہ مہر مؤجل کہلاتا ہے۔

مسئلہ: جس مہر کے معجّل یا مؤجل ہونے کا کچھ ذکر نہ کیا جائے اس میں عرف و رواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

مسئلہ: جہاں کہیں پہلی ہی رات کو سب مہر دے دینے کا دستور ہو وہاں اول ہی رات سارا مہر لینے کا عورت کو اختیار ہے اگر اول دن نہ مانگا تو جب مانگے تب مرد کو دینا واجب ہے دیر نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: جہاں یہ دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب عورت مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعوے دار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اتنا مہر پہلے دینا واجب ہے۔ ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا۔

مسئلہ: جتنا مہر پیشگی دینے کا دستور ہے اگر اتنا مہر پیشگی نہ دیا یا نکاح میں کل یا بعض مہر پیشگی دینا طے ہوا لیکن شوہر نے پیشگی نہ دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اتنا نہ پائے تب تک مرد کو ہم بستر نہ ہونے دے اور اگر ایک دفعہ صحبت کر چکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اب دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ قابو نہ پانے دے اور اگر وہ اپنے ساتھ پردیس لے جانا چاہے تو اتنا مہر لیے بغیر پردیس نہ جائے۔

اسی طرح اگر عورت اس حالت میں اپنے کسی محرم عزیز کے ساتھ پردیس چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے تو مرد اس کو روک نہیں سکتا۔ اور جب اتنا مہر دے دیا تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کی مرضی کے بغیر کہیں آنا جانا جائز نہیں اور شوہر کا جہاں جی چاہے اسے لے جائے۔ جانے سے انکار درست نہیں۔

اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ ہو یا مجہول یا حرام شے کا بطور مہر ذکر ہو

مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں کچھ مہر نہ دوں گا یا کسی حرام چیز مثلاً شراب کو مہر بنایا یا

مجہول قسم کی چیز ذکر کی مثلاً کہا جانور دوں گا یا کپڑا دوں گا کہ اس کی نوع کو ذکر نہیں کیا پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا ان میں خلوت صحیحہ پائی گئی تب بھی مہر دلایا جائے گا اور اس صورت میں مہر مثل دینا ہوگا اور اگر اس صورت میں خلوت صحیحہ سے پہلے مرد نے طلاق دے دی تو مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ فقط ایک جوڑا کپڑا پائے گی اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: ہمارے علاقوں میں جوڑے میں فقط چار کپڑے مرد پر واجب ہیں ایک کرتہ ایک سربند یعنی دوپٹہ ایک پائجامہ یا ساڑھی، جس چیز کا دستور ہو ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے۔ اس کے سوا اور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ: کپڑے دینے میں مرد وعورت دونوں کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر دونوں مال دار ہوں تو اعلیٰ کوالٹی کے کپڑے دے اگر دونوں غریب ہوں تو گھٹیا کوالٹی کے اور اگر دونوں درمیانے درجے کے ہوں یا ایک مال دار ہو اور ایک غریب ہو تو درمیانے کپڑے دے لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اس جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے اور ایک تولہ پونے چار ماشہ چاندی کی قیمت سے کم کا بھی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے بڑھ جائے مرد پر واجب نہیں۔ ویسے اپنی خوشی سے اگر وہ بہت قیمتی اور اس سے زیادہ بڑھیا کپڑے دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: نکاح کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کر لیا تو اب مہر مثل نہ دلایا جائے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کر لیا ہے وہی دلایا جائے گا۔ البتہ اگر ویسی تنہائی ویکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق مل گئی تو اس صورت میں مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہی ایک جوڑا کپڑا ملے گا۔

مہر مثل کا بیان

خاندانی مہر یعنی مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے باپ کے گھرانے میں

کوئی دوسری عورت دیکھو جو اس کے مثل ہو یعنی اگر یہ کم عمر ہے تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو۔ اگر یہ خوبصورت ہے تو وہ بھی خوبصورت ہو۔ اس کا نکاح کنوارے پن میں ہوا ہے تو اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہوا ہو۔ نکاح کے وقت جتنے درجے کی مال دار یہ ہے اتنی ہی وہ بھی ہو جس شہر و دیس کی یہ رہنے والی ہے اس دیس کی وہ بھی ہو۔ اگر یہ دین دار ہوشیار' سلیقہ دار پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہو۔ غرض کہ جس وقت اس کا نکاح ہوا ہے اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اس کے مثل تھی جس کا اب نکاح ہوا تو جو مہر اس کا مقرر ہوا تھا وہی اس کا مہر مثل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وصف کی مقدار میں دونوں یکساں ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل وصف میں دونوں شریک ہوں۔ اسی طرح شوہر کی حالت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اگر بڑی عمر کا ہے تو جوان کے مقابلے میں عام طور سے اس سے زیادہ مہر لیا جاتا ہے۔

مسئلہ: باپ کے گھرانے کی عورتوں سے مراد اس کی بہنیں' پھوپھی' چچا زاد وغیرہ یعنی اس کی ددھیالی لڑکیاں ہیں۔ مہر مثل دیکھنے میں ماں کا مہر نہ دیکھیں گے۔ ہاں اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے میں سے ہو جیسے باپ نے اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کر لیا تھا تو اس کا مہر بھی مہر مثل کہا جائے گا۔

مسئلہ: مہر مثل کی جو تعریف اوپر لکھی گئی ہے اس کی تحقیق کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں زوجین کی صفات کے اختلاف سے مہر بدلتا ہے اور جہاں مہر خاندانی ہر حال میں ایک ہو کہ خاندان کی ہر لڑکی کا مہر اس سے کم نہ ہوگا اور اکثر حالات میں زیادہ بھی نہیں ہوتا تو وہاں مہر خاندان ہی مہر مثل ہوگا۔ ہندوستان و پاکستان کے اکثر مقامات میں ہر قوم کا مہر معین ہوتا ہے اس سے کم و بیش نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسی کو مہر خاندانی کہا جائے گا اور اگر کسی قوم میں مہر کی مختلف مقداریں ہوں تو ہر لڑکی کی پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کا مہر اس کے حق میں مہر مثل ہوگا۔

تنبیہ: اوپر جس مہر مثل کا ذکر ہے وہ اس وقت آتا ہے جب نکاح تو صحیح ہو لیکن یا تو مہر مذکور نہ ہو یا مہر میں مجہول شے کا ذکر ہو یا حرام شے کا ذکر ہو۔

اس کے بجائے اگر نکاح فاسد ہوا ہو پھر خواہ اس میں مہر کا ذکر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو پھر صحبت بھی ہوئی یا کسی شبہ سے کسی اجنبی عورت سے جماع ہو گیا ہو تو اس میں بھی مہر مثل واجب ہوتا ہے لیکن یہاں مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو اور صفات سے قطع نظر کر کے محض عورت کی خوبصورتی کی بنا پر مقرر کیا جائے۔

نکاح فاسد سے یا شبہ سے کسی عورت سے صحبت کرنے پر مہر مثل کا حکم

مسئلہ: کسی نے بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح کر لیا تھا اس لیے میاں بیوی میں جدائی کرا دی گئی جیسے کسی نے چھپا کے اپنا نکاح کر لیا دو گواہوں کے سامنے نہیں کیا یا دو گواہ تو تھے لیکن بہرے تھے۔ انہوں نے وہ لفظ نہیں سنے جن سے نکاح بندھتا ہے۔ یا کسی کے شوہر نے طلاق دے دی تھی یا مر گیا تھا اور ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کر لیا یا کوئی اور ایسی ہی بے قاعدہ بات ہوئی اس لیے دونوں میں جدائی کرا دی گئی لیکن ابھی مرد نے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ مہر نہیں ملے گا بلکہ اگر معتبر تنہائی میں ایک جگہ رہے ہوں تب بھی مہر نہ ملے گا۔ البتہ اگر صحبت کر چکا ہو تو مہر مثل دلایا جائے گا۔ لیکن اگر نکاح کے وقت کچھ مہر طے ہوا تھا اور مہر مثل اس سے زیادہ ہے تو وہی طے شدہ مہر ملے گا مہر مثل نہ ملے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی غیر عورت سے صحبت کر لی تو اس کو بھی مہر مثل دینا پڑے گا اور اس صحبت کو زنا نہیں کہیں گے نہ کچھ گناہ ہوگا بلکہ اگر حمل ٹھہر گیا تو اس بچے کا نسب بھی ٹھیک ہے اور وہ غلطی سے صحبت کرنے والے کی طرف منسوب ہوگا اس کے نسب میں کچھ دھبہ نہیں ہے اور اس کو حرامی کہنا درست نہیں اور جب معلوم ہو گیا کہ میری بیوی نہ تھی تو اب اس عورت سے الگ رہے۔ اب صحبت کرنا درست نہیں اور اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا واجب ہے اب بغیر عدت پوری کیے اس کا اپنے میاں کے ساتھ بیٹھنا اور بوس و کنار کرنا اور میاں کا صحبت کرنا درست نہیں۔

مہر کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: مہر میں روپیہ، پیسہ، سونا چاندی کچھ مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی جائداد یا کوئی باغ یا کچھ

زمین مقرر کی تو یہ بھی درست ہے اور جو مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر حج کرانے کو مہر مقرر کیا تو خاوند کے ذمہ حج کا خرچہ ہوگا۔

مسئلہ: عورت اگر اپنا مہر خوش دلی سے معاف کر دے تو جائز ہے اور مہر معاف ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ دباؤ ڈال کر' دھمکا کر اور تنگ کر کے مہر معاف کرا لیا تو اس معاف کرنے سے معاف نہیں ہوا۔ اب بھی اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: لڑکی کا جہیز بنانے کے لیے لڑکی کا والد یا سرپرست مہر وصول کر سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی مرد یا کسی عورت نے کسی کنواری کو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کا پردہ بکارت (Hymen) پھٹ گیا تو مجرم کے ذمے مجروح لڑکی کا مہر مثل واجب ہوگا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کسی پتھر یا کسی آلہ کے ذریعہ ایسا کیا گیا ہو۔

باب:۵

بیویوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ: جس کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مرد پر واجب ہے کہ سب کو برابر رکھے جتنا ایک عورت کو دیا ہے دوسری بھی اتنے ہی کی دعوے دار ہوسکتی ہے۔ اگر ایک کے پاس ایک رات رہا تو دوسری کے پاس بھی ایک رات رہے۔ اس کے پاس دو یا تین راتیں رہا تو اس کے پاس بھی دو یا تین راتیں رہے۔ جتنا مال' زیور' کپڑے ایک کو دیئے اتنے ہی دوسری کو بھی دے۔ البتہ اگر ایک مال دار گھرانے کی ہو اور دوسری غریب گھرانے کی ہوتو پھر ہر ایک کے حسب حال خرچہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جس کا نیا نکاح ہوا اور جو پرانی ہوچکی دونوں کا حق برابر ہے کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ: برابری فقط رات کے رہنے میں ہے دن کے رہنے میں برابری ہونا ضروری نہیں۔ اگر دن میں ایک کے پاس زیادہ رہا اور دوسری کے پاس کم رہا تو کچھ حرج نہیں اور رات میں برابری واجب ہے۔ اگر ایک کے پاس مغرب کے بعد ہی آ گیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد آیا تو گناہ ہوا۔ البتہ جو شخص رات کو نوکری میں لگا رہتا ہو اور دن کو گھر میں رہتا ہو جیسے چوکیدار' پہرے دار' اس کے لیے دن کو برابری کا حکم ہے۔

مسئلہ: صحبت کرنے میں برابری کرنا واجب نہیں ہے۔ یعنی اگر ایک کی باری میں صحبت کی ہے تو دوسری کی باری میں بھی صحبت کرے یہ ضروری نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔

مسئلہ: ایک بیوی کی باری میں رات کے وقت یعنی مغرب کے بعد سے دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔ ہاں اگر وہ بیمار ہوتو اس کی عیادت کے لیے جا سکتا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ بیمار ہو جائے اور اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی اور نہ ہوتو شوہر اس کی صحت یا موت تک اس کے پاس رہ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب شوہر ایسا بیمار ہو جائے کہ ایک بیوی کے کمرے یا گھر سے دوسری بیوی

کے کمرے یا گھر تک نہیں جا سکتا تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

- اگر شوہر خاص اپنے کمرے میں ہو تو ہر بیوی کو اس کی باری میں اپنے کمرے میں بلا لے۔
- صحت تک ایک بیوی کے کمرے یا گھر میں رہے اور جتنے دن یہاں رہا اتنے ہی دوسری کے ہاں رہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب شوہر سب کے ہاں اتنی مدت رہنے کی نیت کرے۔ ورنہ صحت کے بعد نئے سرے سے باری کرے۔

مسئلہ: ایک بیوی اپنی باری سوکن کو دے سکتی ہے۔ لیکن بعد میں اگر کسی وقت وہ دوبارہ اپنی باری جاری کرنے کا مطالبہ کرے تو جائز ہے اور اس کو باری ملے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی اپنی بیویوں میں برابری نہ کرتا رہا اور اب سمجھ آئی تو آئندہ سے برابری کرے اور سابقہ غلطی پر توبہ کرے۔

مسئلہ: ایک کی باری میں دوسری سے صحبت نہ کرے اگرچہ دن میں ہی ہو۔

مسئلہ: ایک عورت سے زیادہ محبت ہے اور دوسری سے کم تو اس میں کچھ گناہ نہیں کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

مسئلہ: سفر میں جاتے وقت برابری واجب نہیں جس کو جی چاہے ساتھ لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈال لے جس کا نام نکلے اس کو لے جائے تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ سفر میں ساتھ لے جانے کا برابری میں حساب نہ ہوگا۔

باب:٦

بیوی کا مجامعت میں حق

مسئلہ: نکاح کے بعد ایک مرتبہ مجامعت بیوی کا ایسا حق ہے جس کے لیے وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے۔ اگر نامردی (Impotency) کی بنا پر شوہر ایسا نہ کرسکے تو بیوی نکاح فسخ بھی کرا سکتی ہے۔

مسئلہ: ایک مرتبہ سے زائد میں یہ صورت ہے کہ ہر چار مہینے میں ایک مرتبہ یہ بھی بیوی کا حق ہے جو شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی رضامندی اور خوشی کے بغیر مجامعت ترک کیے پورے چار مہینے گزار دینا جائز نہیں ہے۔ پھر اس وجوب میں اختلاف ہے۔ عام قول یہ ہے کہ یہ وجوب از روئے دیانت ہے یعنی مرد کو یہ حق ادا نہ کرنے پر گناہ ہوتا ہے اگرچہ بیوی اس کے لیے قانونی چارہ جوئی نہیں کرسکتی لیکن بعض دوسرے فقہاء کا کہنا ہے کہ اس کے لیے بھی عورت عدالت کے ذریعے سے شوہر کو اس کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔ البتہ بیماری یا عارضی نامردی پیش آ جائے تو یہ اس حق کی ادائیگی میں عذر بن سکتا ہے۔

مسئلہ: بیوی کی رضامندی سے شوہر چار مہینے سے زائد مجامعت کو چھوڑ سکتا ہے لیکن پھر جب بیوی کا مطالبہ ہو تو شوہر کو اس کا مطالبہ پورا کرنا ہوگا۔

مسئلہ: بیوی سے ایک دن میں اس کی طاقت سے زائد مقدار میں مجامعت کرنا یعنی جس سے اس کو ضرر و تکلیف ہو جائز نہیں۔ اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو عورت اپنے تحمل کے بارے میں بیان دے اور اس پر قسم بھی کھائے جس پر قاضی و جج شوہر پر اس مقدار سے زائد پر پابندی لگا دے۔

مسئلہ: لڑکی اگر ابھی نابالغ ہو اور اس کا شوہر بالغ ہو چکا ہو تو اگر لڑکی کا جسم اتنا اچھا ہے کہ وہ مرد کا تحمل کرسکتی ہے تو شوہر اس کی رخصتی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ

شوہر سے متفق نہ ہو تو قاضی و جج اس لڑکی کا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ سے معائنہ کرا کر فیصلہ دے گا۔

مسئلہ: بالغہ لڑکی بھی اگر ایسے ہلکے اور کمزور جسم والی ہو کہ مرد کا تحمل نہ کر سکتی ہو تو اس کے باپ کو یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لڑکی کو شوہر کے سپرد کر دے۔

نامردی کی بناء پر فسخ نکاح کی تفصیل

نامردی اس کو کہتے ہیں کہ آلہ تناسل ہونے کے باوجود مرد جماع کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے ہو کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اگر ایسا شخص ہو کہ ایک بیوی سے جماع کرنے پر قادر ہے اور دوسری پر نہیں تو جس سے جماع پر قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص نامرد سمجھا جائے گا۔

نامرد کی زوجہ کو ان شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق اور علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق ہے۔

پہلی شرط

یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس کے نامرد ہونے کا علم نہ ہو۔ اگر نکاح سے پہلے اس کا علم تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں ہوگا۔

دوسری شرط

یہ ہے کہ شوہر نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی بیوی سے جماع نہ کر سکا ہو۔ اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد نامرد ہوا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا۔

تیسری شرط

یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے نامرد ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو۔ سکوت کو بھی رضامندی نہ سمجھا جائے گا۔

چوتھی شرط

یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی و جج عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں علیحدگی کو اختیار کر لے۔ کسی اور بات میں لگ گئی یا وہاں سے اٹھ گئی تو پھر اختیار نہ رہے گا۔

علیحدگی حاصل کرنے کا طریقہ

عورت اپنا معاملہ کسی مسلمان جج کی عدالت میں پیش کرے۔ جج واقعہ کی تحقیق کرے یعنی پہلے شوہر سے دریافت کرے۔

۱۔ اگر وہ خود اقرار کرے کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہوا تو جج اس کو علاج کی خاطر ایک شمسی سال کی مہلت دے دے۔ اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا تو عورت کو علیحدگی کا حق نہیں رہا۔ اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست دینے پر جج تحقیق کرے۔ اگر شوہر اقرار کر لے کہ وہ قادر نہیں ہوا تو جج عورت کو اختیار دے دے کہ اگر علیحدگی درکار ہو تو طلب کرو۔ عورت اگر اسی وقت علیحدگی طلب کر لے تو جج دونوں میں تفریق کر دے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائنہ شمار ہوتی ہے۔

۲۔ اگر خاوند جماع کا دعوی کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے:

(ا) اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تو مرد سے اس کے قول پر قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھا لے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو علاج کے لیے اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

(ب) اور اگر عورت باکرہ ہونے کا دعوی کرتی ہو تو اس کا معائنہ کرایا جائے گا:

(i) معائنہ ہونے پر اس کا باکرہ ہونا ثابت نہ ہو تو شوہر سے اس کے قول پر قسم لی

جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو عورت کا دعوی خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو علاج کے لیے اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

(ii) معائنہ پر وہ باکرہ ثابت ہو تو شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دی جائے گی۔

سال کی مہلت ختم ہونے پر اگر عورت پھر درخواست دے کہ اس کا شوہر ابھی تک اس سے جماع نہیں کر سکا لیکن شوہر جماع کا دعویٰ کرے تو۔

(الف) مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ تھی تو اب دوبارہ معائنہ کرایا جائے گا۔ اگر اب بھی باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

(ب) مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ نہ تھی یا اس وقت تو باکرہ تھی لیکن اب باکرہ نہ ہو تو شوہر سے اس کے قول پر حلف لیا جائے گا۔ اگر وہ حلف اٹھالے تو عورت کا مقدمہ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ حلف اٹھانے سے انکار کر دے تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

3: وہ خصی جس کو انتشار نہیں ہوتا اس کا بھی یہی حکم ہے جو نامرد کا ہے۔

مسئلہ: جس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو یا خلقتاً اتنا چھوٹا ہو کہ نہ ہونے کے برابر ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی درخواست پر تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔

★...★...★

باب: ۷

روٹی کپڑے اور رہائش کا بیان

مسئلہ: بیوی کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے۔ عورت چاہے کتنی مال دار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کے لیے گھر دینا بھی مرد کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑے کی دعوے دار ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں۔

مسئلہ: بیوی بہت چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں تو اگر مرد نے کام کاج کے لیے یا اپنا دل بہلانے کے لیے اس کو اپنے گھر رکھ لیا تو اس کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر نہ رکھا میکے بھیج دیا تو واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر شوہر چھوٹا نابالغ ہو لیکن عورت بڑی ہو تو اس کو روٹی کپڑا ملے گا۔

مسئلہ: روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مال دار ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملے گا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح کا اور اگر ایک امیر اور دوسرا غریب ہو تو درمیانہ روٹی کپڑا ملے گا یعنی جو امیری سے کم اور غریبی سے زیادہ ہو۔

مسئلہ: عورت سال میں کپڑے کے دو جوڑے لینے کی حق دار ہے ایک گرمی کا ایک سردی کا۔

مسئلہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زوجین آپس میں باہمی سمجھوتہ سے کوئی خرچہ مقرر کر لیں یا اختلاف کی صورت میں عدالت یا یونین کونسل سے مقرر کرا لیں۔

مسئلہ: عورت اگر بیمار ہے کہ گھر کا کام کاج نہیں کر سکتی یا ایسے بڑے گھر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے' کوٹنے' کھانا پکانے کا کام نہیں کر سکتی بلکہ عیب سمجھتی ہے اور وہاں

کے رواج میں لوگ اس کو گھٹیا بات سمجھتے ہیں تو عورت کو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے، مرد کے ذمہ فقط اتنا ہے کہ چولہا، چکی، کچا اناج، لکڑی کھانے پینے کے برتن وغیرہ لا دے وہ اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔

مسئلہ: تیل، کنگھی، صابن، وضو اور نہانے کا پانی مرد کے ذمہ ہے اور سرمہ مسی پان تمباکو مرد کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ: عورت کے اپنے کپڑوں کی دھلائی کے لیے دھوبی کی تنخواہ و اجرت مرد کے ذمہ نہیں۔ اپنے ہاتھ سے دھوئے اور پہنے اور اگر مرد دے دے تو اس کا احسان ہے۔

مسئلہ: دائی جنائی کی مزدوری اس پر ہے جس نے بلوایا۔ مرد نے بلایا ہو تو مرد پر اور عورت نے بلوایا ہو تو اس پر اور جو بغیر بلائے آ گئی تو مرد پر ہے۔ بالفاظ دیگر اگر مرد خود عورت کو لیڈی ڈاکٹر کے پاس ہسپتال لے گیا یا عورت سے کہا کہ وہ خود چلی جائے خرچہ وہ دے گا تو خرچہ مرد کے ذمہ ہے اور اگر عورت از خود چلی گئی تو خرچہ عورت کے ذمہ ہوگا۔

مسئلہ: جتنے زمانے تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنے زمانے کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت حج کرنے گئی تو اتنے زمانے کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ نہیں۔ البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہو تو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنا ہی پانے کی مستحق ہے جو کچھ زیادہ لگے اپنے پاس سے لگائے اور ریل اور جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی مرد کے ذمہ نہیں ہے۔

مسئلہ: عورت بیمار پڑ گئی تو بیماری کے زمانے کا روٹی کپڑا پانے کی مستحق ہے چاہے مرد کے گھر بیمار پڑے یا اپنے میکے میں، لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا پھر قدرت کے باوجود بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کا خرچ ملے گا۔

مسئلہ: اگر باپ بہت بیمار ہے اور اس کا کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے موافق وہاں روز جایا کرے۔ اگر باپ بے دین کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہیے لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے روٹی کپڑے کا حق نہ رہے گا۔

مسئلہ: جتنا مہر پہلے دینے کا دستور ہے یا پہلے دینا طے ہوا ہے وہ مرد نے نہیں دیا اس لیے عورت مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو روٹی کپڑا دلایا جائے گا اور اگر یوں ہی بے وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں ہے۔ جب جائے گی اس وقت سے دلایا جائے گا۔

مسئلہ: روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کم کا پیشگی دے دیا پھر شوہر کی وفات ہوگئی تو اب اس میں سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ عرصہ روٹی کپڑے کا خرچہ نہیں دیا اور عورت نے بھی نہیں مانگا تو اگر آپس کی رضامندی سے خرچہ مقرر کیا ہوا تھا یا عدالت وغیرہ کے ذریعے سے مقرر کرایا ہوا تھا تو عورت کو اس گزری ہوئی مدت کا خرچہ ملے گا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات نہ تھی تو نہیں ملے گا۔

رہائش ملنے کا بیان

مسئلہ: مرد کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے رہنے کے لیے کوئی ایسی جگہ دے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو بالکل خالی ہو تاکہ میاں بیوی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کر لے تو ساجھے کے گھر میں رکھنا درست ہے۔

مسئلہ: گھر میں ایک جگہ عورت کو الگ کر دے جہاں وہ اپنا مال و اسباب حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے سہے اور اس کی کنجی قفل اپنے پاس رکھے کسی اور کو اس میں دخل نہ ہو فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے تو بس حق ادا ہوگیا۔ اگر مال دار ہو تو اس حصہ میں بیت الخلاء اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہو۔

مسئلہ: جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لیے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہنے پائے فقط عورت کے قبضہ میں رہے اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ رہنے دے۔ نہ ماں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

علاج معالجہ کا خرچہ

مسئلہ: علاج معالجہ کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں کیونکہ علاج کرانا خود واجب نہیں۔ تو ایک غیر واجب چیز کا خرچہ کسی دوسرے کے ذمے کیسے لازم اور واجب کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ خرچہ مرد کے ذمہ نہیں تو اگر وہ پھر بھی عورت کو علاج کا خرچہ دے دے تو اس کا احسان ہے اور اگر وہ خرچہ نہ دے تو عورت اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر اس کے پاس اپنا مال نہ ہو اور وہ علاج کرانا چاہے تو وہ زکوٰۃ اور صدقہ لے کر علاج کرا سکتی ہے۔

متعنت کی زوجہ کا حکم

اصطلاح میں متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کو خرچہ وغیرہ نہ دے۔

ایسی عورت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے لیکن اگر بھرپور کوشش کے باوجود شوہر نہ مانے تو دو صورتوں میں عورت کو تفریق کا حق ملتا ہے۔

ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ و آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ سہولت یا دقت کے ساتھ خرچ کا انتظام تو ہو سکتا ہے لیکن شوہر علیحدہ رہتا ہو اور اس وجہ سے عورت کے معصیت میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

تفریق کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے جو

شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ کی پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو خاوند سے کہا جائے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی بغیر کسی مہلت کے طلاق واقع کر دے۔ یہ طلاق رجعی شمار ہوگی۔

عدت کے دوران میں خرچہ اور رہائش کا حکم

مسئلہ: جس عورت کو طلاق مل گئی ہو خواہ رجعی ہو یا بائنہ یا مغلظہ وہ بھی عدت تک روٹی کپڑے اور رہنے کا گھر پانے کی مستحق ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا خاوند مر گیا ہو تو چونکہ اس کو شوہر کے مال میں سے وراثت کا حصہ ملتا ہے اور باقی دوسرے وارثوں کا حق ہے اس لیے وہ مشترکہ ترکہ میں سے اپنا خرچہ لینے کی حق دار نہ ہوگی بلکہ ترکہ میں سے اس کو جو اپنا حصہ ملے گا اس میں سے خرچہ کرے۔ اگر شوہر اپنے ذاتی مکان میں رہتا تھا تو اس میں سے بیوی کو جو حصہ ملے اس میں عدت گزارے لیکن اگر وہ رہائش کے لیے ناکافی ہو تو دوسرے وارثوں پر واجب نہیں کہ وہ اپنے حصہ میں بیوی کو عدت کے ایام میں ٹھہرائیں بلکہ اگر خوشی سے اجازت دیں تو بہتر ہے ورنہ بیوہ دوسرے کسی قریب تر مکان میں عدت گزارے۔

اگر شوہر کرایہ کے مکان میں رہتا تھا اور عورت کو اس مکان کے کرایہ کی استطاعت نہ ہو تو وہ یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسرے قریب تر مکان میں جا کر عدت گزارے۔

باب:۸

ضبط ولادت

اس کے مختلف طریقے اوران کے احکام یہ ہیں۔

- منع حمل (Contraception) یعنی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ حمل نہ ٹھہرے خواہ اس کے لیے عورت گولیاں کھائے یا انجکشن لگوائے یا رحم میں چھلا رکھوائے یا مرد اپنے عضو پر غبارہ (Condom) چڑھالے۔

حکم

خاص خاص ضرورتوں کے تحت شخصی وانفرادی طور پر ایسا کرنا جائز ہے مثلاً

۱ عورت اتنی کمزور ہے کہ حمل کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔

۲ عورت کسی دور دراز کے سفر میں ہے یا دور کے پر مشقت سفر مثلاً حج کا قصد ہے۔

۳ زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہیں اور علیحدگی کا قصد ہے۔

ان سب اعذار کا خلاصہ یہ ہے کہ شخصی اور انفرادی طور پر کسی شخص کو عذر پیش آجائے تو عذر کی حد تک اس طرح کا عمل بلا کراہت جائز ہوگا۔ بغیر عذر کے یہ عمل مکروہ ہے اور اس طرح عذر دور ہو جانے کے بعد بھی اس پر مداومت مکروہ ہے۔ اگر کوئی ایسی غرض یا ایسا خود ساختہ عذر ہو جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوتو یہ عمل ناجائز ہوگا۔ مثلاً

۱ اگر لڑکی ہوگئی تو بدنامی ہوگی۔

۲ مفلسی کا ڈر ہو۔

تنبیہ: ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ضبط ولادت کی جو تحریک چلائی جاتی ہے وہ چونکہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہوگئی تو کہاں سے کھائے گی اور اس کے لیے وسائل

کہاں سے مہیا ہوں گے اس لیے یہ تحریک بھی حرام ہے اور اس فکر کے تحت ضبط ولادت کرنا بھی ناجائز ہے۔

اسقاط

جب حمل کو ایک سو بیس دن گزر جائیں تو جنین میں روح پھونک دی جاتی ہے لہٰذا اس مدت کے بعد اسقاط حمل بالکل حرام ہے اور اس کا مرتکب قتل کا مرتکب شمار ہوگا۔

اس مدت سے پیشتر یہ فعل بغیر کسی شدید قابل اعتبار عذر کے مکروہ ہے اگرچہ وہ قتل نفس نہ ہوگا۔ شرعاً قابل اعتبار عذر کی چند مثالیں یہ ہیں۔

- حمل ٹھہر گیا ہو لیکن بعض امراض کی بناء پر حمل کے بار کا تحمل نہ ہو۔
- حمل کے ظہور سے عورت کا دودھ ختم ہونے لگے اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کی اس وجہ سے کہ وہ کوئی اور دودھ قبول نہیں کرتا ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

مصنوعی بانجھ پن

ضبط ولادت کی وجہ سے مرد کوئی آپریشن کرائے یا عورت کوئی آپریشن کرائے سب ناجائز اور حرام ہے۔

اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہو جانے کے احکام

- جب حاملہ نے خود اسقاط کا کوئی طریقہ اختیار کیا ہو۔

❑ ۱ حاملہ نے شوہر کی رضامندی و اجازت کے بغیر عمداً اسقاط کیا خواہ کسی بھی قدیم و جدید طریقے سے۔ اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو عورت کی عاقلہ (یعنی اس کی برادری) پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ایک سال میں واجب الادا ہوگی۔

❑ ۲ اگر شوہر کی اجازت سے کیا تھا پھر مر گیا تو عورت کی عاقلہ پر تاوان نہ آئے گا۔

❑ ۳ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو عورت کے ذمہ میں پوری دیت اور کفارہ دونوں آئیں گے اگرچہ شوہر نے اجازت ہی کیوں نہ دی ہو کیونکہ اس صورت میں جرم ایسی جان پر ثابت ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا ہوئی اور اس میں کسی کی

اجازت کا اعتبار نہیں جب کہ اوپر کے مسئلہ میں جرم ایسی ذات پر ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا نہیں ہوئی اور اس کا زندہ پیدا ہونا مشکوک تھا کیونکہ حمل اور وضع حمل کے حالات پر خطر ہوتے ہیں۔

تنبیہ: مذکورہ بالا صورتوں میں عورت جنین اور بچے کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔

- جب کسی دوسرے نے حاملہ کے پیٹ یا پشت وغیرہ پر ضرب لگائی ہو۔
- جنین مردہ پیدا ہوا تو ضارب کی عاقلہ پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی کا تاوان آئے گا جو ایک سال میں واجب الادا ہوگا۔
- بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو ضارب کی عاقلہ پر مکمل دیت آئے گی۔
- بچہ مردہ پیدا ہوا پھر ماں مر گئی تو ماں میں دیت اور بچہ میں تاوان آئے گا۔

مسئلہ: شوہر نے بیوی کے پیٹ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر کی عاقلہ کے ذمہ تاوان آئے گا اور خود شوہر اس میں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔

باب:۹

تولید کے جدید طریقے

◆ مصنوعی تخم ریزی (Artificial Insemination)

مسئلہ: اگر منی اپنے زندہ شوہر کی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس عمل کو اختیار کیا جائے تو علاج کے طور پر جائز ہے البتہ پردے اور ستر کی پابندی ضروری ہے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ جائز اور ثابت النسب ہوگا۔

مسئلہ: بجائے شوہر کی منی کے جان بوجھ کر کسی دوسرے کی منی اس کی رضامندی سے اپنے فرج میں داخل کی تو بچہ منی والے کا نہ ہوگا بلکہ شوہر کا کہلائے گا۔ ہاں اگر شوہر اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کر دے اور گواہوں سے ثابت کر دے کہ بیوی نے کسی غیر سے مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کر لے تو پھر بچہ شوہر کا نہ ہوگا بلکہ صرف ماں کا ہوگا اور اس کا کوئی باپ نہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: شوہر وفات پا چکا ہو اور اس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو تو بیوہ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو چکا ہے۔

◆ ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Fertilisation)

اس طریقہ تولید میں انجکشن کے ذریعہ مادہ منویہ حاصل کیا جاتا ہے اور آپریشن کر کے بیوی کا بیضہ انثیٰ (Ovum) نکالتے ہیں۔ پھر ایک شیشے کی نلکی (Test Tube) میں بیضہ انثیٰ کو مردانہ نطفہ سے بار آور کیا جاتا ہے۔ جب بار آور نطفہ علقہ کے مرحلہ تک نشو ونما پا لیتا ہے تو اس کو بیوی کے رحم میں مزید پرورش کے لیے منتقل کر دیتے ہیں۔ مدت پوری ہونے پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس سارے عمل میں ستر اور پردے کا لحاظ رکھنا خاصا مشکل ہے لیکن اگر کسی نے یہ عمل کرا لیا ہو تو بچہ جائز ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جب نطفے میاں بیوی کے ہوں۔

مسئلہ: اگر شوہر کے علاوہ کسی غیر کا نطفہ استعمال کیا گیا ہو پھر خواہ جنین نے بیوی کے رحم میں ہی پرورش پائی ہو بچہ شوہر کا نہ ہوگا بلکہ جب غیر کی رضا مندی سے اس کا نطفہ استعمال ہوا ہو تو حرام کا ہوگا۔ شوہر کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قطعی طور سے معلوم ہے کہ جنین غیر شوہر کے نطفہ سے بنا ہے جب کہ مصنوعی تخم ریزی میں قطعیت سے یہ بات کہنا ممکن نہیں کہ حمل غیر کے نطفہ سے بنا ہے۔

مسئلہ: اگر نطفے تو میاں بیوی کے ہوں لیکن علقہ کو بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں منتقل کیا گیا ہو اور وہاں جنین نے پرورش پائی تو ہونے والا بچہ اگرچہ حلال ہوگا اور میاں بیوی ہی اس کے ماں باپ ہوں گے جب کہ جس کے رحم میں پرورش پائی وہ رضاعی ماں کی طرح ہوگی لیکن ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ انسانی اعضاء کا عاریت یا اجارہ کے طور پر استعمال بالکل جائز نہیں۔

◆ انسانی کلوننگ (Human Cloning)

کلوننگ (Cloning) کا لغوی معنی ہے ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا، یا پیدا کرنا۔ بالفاظ دیگر ایک شے کی ہو بہو مثل بنانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے حیاتیاتی عمل سے کسی جاندار شے کی ہو بہو مثل بنانا۔

ہو بہو مثل کا تولید کے جنسی طریقے سے حاصل ہونا ممکن نہیں صرف غیر جنسی طریقے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انسانی جسم میں دو طرح کے خلیے (Cells) ہوتے ہیں۔ جنسی خلیے اور جسمانی یعنی غیر جنسی خلیے۔ جنسی طریقہ تولید میں زنانہ و مردانہ جنسی خلیوں کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ غیر جنسی طریقہ تولید میں جس شخص کا کلون یعنی ہو بہو مثل حاصل کرنا ہو اس کا جسمانی یعنی غیر جنسی خلیہ لیتے ہیں اور مخصوص حالات بہم پہنچا کر اس کے مرکزہ میں تمام خوابیدہ کروموسومز کو فعال کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک عورت کا بیضہ انثیٰ حاصل کر کے اس میں سے اس کا مرکزہ نکال دیتے ہیں اور اس کی جگہ اس خلیے کے مرکزہ کو داخل کر دیتے ہیں جس کے خوابیدہ کروموسومز کو فعال کیا گیا ہے۔ جس شخص کے کروموسومز ہوں ان میں اس شخص کی تمام خصوصیات محفوظ

ہوتی ہیں۔ اب اس بیضہ انثیٰ کو کسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیں۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ہو بہو ان تمام خصوصیات کا حامل ہوگا جو اس شخص میں پائی جاتی تھیں جس کے کروموسومز استعمال ہوئے۔

مسئلہ: شریعت میں تولید کا حلال جنسی طریقہ متعین ہے۔ پھر جب تولید جنسی میں جائز محل یعنی بیوی سے تجاوز کر کے ناجائز اور حرام محل کو اختیار کرنا حرام ہے تو سرے سے جنسی طریقے کو چھوڑ کر غیر جنسی طریقہ تولید اختیار کرنا بطریق اولیٰ حرام ہے۔

مسئلہ: کلوننگ کے عمل میں اگر کسی اجنبی عورت کے رحم کو عاریت یا اجرت پر استعمال کیا جائے تو یہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ: انسانوں میں کلوننگ کا تجربہ ابھی تک کامیاب نہیں ہوا ہے اور قرآن پاک کی آیات کے مطالعہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کی تولید شاید کلوننگ کے طریقے سے نہ ہو سکے مثلاً قرآن پاک میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو کہا گیا۔

{وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ}

''اور اللہ نے تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آنے والے ہر انسان کی پیدائش نطفہ سے ہوگی اور اس کی تولید جنسی ہوگی (خواہ حلال رہی ہو یا حرام)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: کلوننگ کے عمل سے یہ خیال نہ ہو کہ اب تو انسان خود صورتیں دینے لگا اور مصور بن گیا کیونکہ اس میں صورت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے انسان تو اس کی نقل اور مثل یعنی Photo Copy بناتا ہے۔

تنبیہ: کلوننگ میں مرد کا جنسی خلیہ تو استعمال ہوتا ہی نہیں عورت کے جنسی خلیہ سے بھی مرکزہ نکال لیا جاتا ہے جس میں اس کے تمام کروموسومز ہوتے ہیں اس کے بعد باقی خلیہ تو محض خوراک کا ذخیرہ ہوتا ہے اس لیے کلوننگ میں نہ تو مردانہ جنسی خلیہ کام میں آتا ہے اور نہ ہی زنانہ جنسی خلیہ۔

باب ۱۰

نومولود کو دودھ پلانے کا بیان

مسئلہ: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی غذا دودھ ہوتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ زندہ رہ سکے اور نشوونما پا سکے اس کی وجہ سے ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ البتہ اگر باپ مالدار ہو اور کوئی انا یعنی دودھ پلانے والی رکھ سکتا ہو تو ماں کے دودھ نہ پلانے میں کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ: اگر ماں کے دودھ نہ اترے یا بچے کی ضرورت سے کم ہو وغیرہ اور دودھ پلانے والی کی دستیابی بھی دشوار ہو تو بچے کو پاؤڈر کا دودھ یا تازہ اس کے تحمل کے مطابق بنا کر دیا جا سکتا ہے لیکن اگر ماں کو کوئی ایسی مجبوری نہ ہو اور بلا عذر بچے کو پاؤڈر کا دودھ یا اوپری دودھ پلانا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: کسی اور کے بچے کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی بچہ بھوک سے تڑپتا ہو اور اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے وقت میں بغیر اجازت دودھ پلا دے۔

مسئلہ: عورتوں پر لازم ہے کہ وہ بلا ضرورت کسی کے بچے کو دودھ نہ پلائیں۔

دودھ پینے پلانے کی عمر

مسئلہ: زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔ دو برس کے بعد دودھ پینا پلانا حرام ہے۔ بالکل درست نہیں۔

مسئلہ: اگر بچہ کھانے پینے لگا اور اس وجہ سے دو برس سے پہلے دودھ چھڑا دیا تب بھی کچھ حرج نہیں۔

رشتہ رضاعت کب ثابت ہوتا ہے

مسئلہ: جب بچہ نے کسی اور عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی اور اس انا

کا شوہر اس بچے کا باپ ہوگیا اور اس کی تمام اولاد اس کے دودھ شریک بھائی بہن ہوگئے اور نکاح حرام ہوگیا اور جو جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

عام طور سے مجتہدین کے فتوے میں یہ حکم جب ہی ہے کہ بچے نے دو برس کے اندر ہی اندر دودھ پیا ہو۔ اگر بچہ دو برس کا ہوچکا ہے اور اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس پینے کا کچھ اعتبار نہیں نہ وہ پلانے والی ماں بنی اور نہ اس کی اولاد اس بچے کے بھائی بہن ہوئی اس لیے اگر آپس میں نکاح کردیں تو درست ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اندر بھی دودھ پیا ہو تب بھی نکاح درست نہیں۔ اس لیے اگر ابھی نکاح نہ ہوا ہو اور امام صاحب کے قول کی رعایت کی جائے تو اچھا ہے۔

مسئلہ: جب بچے کے حلق میں دودھ چلا گیا تو رشتے حرام ہوگئے چاہے تھوڑا گیا ہو یا بہت۔

مسئلہ: اگر بچہ نے چھاتی سے دودھ نہیں پیا بلکہ عورت نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی رشتے حرام ہوگئے اسی طرح اگر بچہ کی ناک میں دودھ ڈال دیا تب بھی سب رشتے حرام ہوگئے۔

مسئلہ: بچہ اور چیزیں کھانے پینے لگا ہو اور ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا ہو لیکن پھر دو سال کی عمر کے اندر کسی عورت نے اس کو اپنا دودھ پلا دیا ہو تو رضاعت ثابت ہوگی۔

مسئلہ: اگر عورت کا دودھ پانی میں یا کسی دوا میں خواہ وہ مائع ہو یا جامد ہو وغیرہ میں ملا کر بچہ کو پلایا تو دیکھو کس چیز کا غلبہ ہے۔ دودھ کا یا دوسری شے کا۔ ان میں سے جس چیز کا رنگ، بو اور مزہ غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ جس چیز کا صرف ایک وصف غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ اگر دودھ کا غلبہ ہو تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

مسئلہ: عورت کا دودھ بکری یا گائے کے دودھ میں مل گیا اور بچے نے پی لیا تو دیکھو زیادہ کون سا ہے۔ اگر عورت کا دودھ زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو سب رشتے حرام

ہو گئے اور جس عورت کا دودھ ہے یہ بچہ اس کی رضاعی اولاد بن گیا اور اگر بکری یا گائے کا دودھ زیادہ ہے تو عورت کے دودھ کا کچھ اعتبار نہیں ہو گا ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے پیا ہی نہیں۔

مسئلہ: اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا تو رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو گی خواہ دونوں دودھ برابر کی مقدار کے ہوں یا کم وبیش ہوں۔

مسئلہ: مردہ عورت کا دودھ نکال کر کسی بچے کو پلا دیا تو اس سے بھی رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ: نو سال اور اس سے زائد عمر کی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس کو کسی بچے نے پی لیا تو رضاعت ثابت ہو گی۔

مسئلہ: آیسہ کے پستانوں میں سفید یا زرد رنگ کا پانی آئے اور اسے بچہ پی لے تو رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

مسئلہ: کسی مرد کے دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

کنواری لڑکی کے پستان سے زرد پانی نکلا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔

مسئلہ: کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے جو پانی نکلے پھر وہ زرد رنگ کا ہو یا بے رنگ ہو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر بچے کی آنکھ میں یا اس کے کان میں یا اس کی پیشاب کی نالی یا پاخانے کی جگہ میں عورت کے دودھ کے قطرے یا سر اور پیٹ کے زخم میں دودھ کے قطرے ٹپکائے تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

مسئلہ: دو بچوں نے ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ آپس میں بہن بھائی نہیں بنے۔

مسئلہ: عورت نے کسی اور کے بچے کے منہ میں پستان دیا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ

دودھ اترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ حرمت رضاعت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور سے دودھ کے حلق میں پہنچنے کا یقین نہ ہوجائے۔

مسئلہ: مرد کو اپنی بیوی کا دودھ پینا حرام ہے لیکن اگر پی لیا تو بیوی حرام نہیں ہوئی کیونکہ دو برس کی عمر کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر عورت کے دودھ کا پنیر بنا دیا اور وہ بچے نے کھایا تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

حرمت رضاعت کے چند مسائل

۱ رضاعی بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ خواہ ایک ہی زمانہ میں پیا ہو یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے کئی برس کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔

۲ رضاعی باپ دادا سے اور ان کی دوسری بیوی کی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکی نے باقر کی بیوی کا دودھ پیا تو اس لڑکی کا نکاح نہ باقر سے ہوسکتا ہے اور نہ اس کے باپ دادا کے ساتھ نہ باقر کی اولاد کے ساتھ بلکہ باقر کی جو اولاد دوسری بیوی سے ہے اس سے بھی درست نہیں۔

۳ رضاعی باپ کی دوسری طلاق یافتہ بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: عباس نے خدیجہ کا دودھ پیا اور خدیجہ کے شوہر قادر کی ایک دوسری بیوی زینب تھی جس کو طلاق مل چکی ہے تو اب زینب بھی عباس سے نکاح نہیں کرسکتی کیونکہ عباس زینب کے شوہر کی اولاد ہے اور شوہر کی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ اسی طرح اگر عباس اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو وہ عورت قادر کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی کیونکہ وہ اس کا سسر ہوا۔

۴ رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: قادر کی بہن سے عباس کا نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں پھوپھی بھتیجے ہوئے چاہے وہ قادر کی سگی بہن ہو یا دودھ شریک بہن ہو۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ عباس

کی بہن سے قادر نکاح کرسکتا ہے۔

○ ۵ عباس کی ایک بہن ساجدہ ہے۔ ساجدہ نے ایک عورت کا دودھ پیا لیکن عباس نے نہیں پیا تو اس دودھ پلانے والی کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔

○ ۶ عباس کے لڑکے نے زاہدہ کا دودھ پیا تو زاہدہ کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔

○ ۷ قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں اور ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے البتہ ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

○ ۸ ایک بچی کو آبادی کی ایک عورت نے دودھ پلایا لیکن اب یہ علم نہیں کہ کس نے پلایا تو اس آبادی کا کوئی بھی مرد اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے۔

رضاعت کا ثبوت

رضاعت دو باتوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے۔ یا تو اقرار سے یا گواہوں سے۔

نکاح سے پہلے کسی مرد کا کسی عورت سے رشتہ طے ہوا۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تو ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اور سوائے اس عورت کے کوئی اور اس دودھ پینے کو بیان نہیں کرتا تو فقط اس عورت کے کہنے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان دونوں کا نکاح درست ہے۔ بلکہ جب دو معتبر اور دیندار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں دودھ پینے کی گواہی دیں تب اس رشتہ کا ثبوت ہوگا اور نکاح حرام ہوگا۔ ایسی گواہی کے بغیر ثبوت نہ ہوگا۔

لیکن اگر فقط ایک مرد یا ایک عورت کے کہنے سے یا دو تین عورتوں کے کہنے سے دل گواہی دینے لگے کہ یہ بات سچی ہوگی اور ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا تو ایسے وقت نکاح نہ کرنا چاہیے کہ خواہ مخواہ شک میں ہونے سے کیا فائدہ اور اگر اس کے باوجود کسی نے نکاح کرلیا تب بھی نکاح ہوگیا۔

نکاح کے بعد

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم

دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق کردے خواہ اس کی بیوی تصدیق کرے یا نہ کرے تو نکاح فاسد ہوجائے گا اور اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق نہ کرے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور میاں بیوی کا اکٹھے رہنا صحیح ہوگا البتہ اگر بتانے والی عورت دیندار ہو اور سچی معلوم ہوتی ہو تو نکاح ختم کرنا بہتر ہوگا۔

متفرق مسائل

مسئلہ: عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں اور اگر ڈال دیا تو اب اس دوا کا کھانا اور لگانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح دوا کے طور پر آنکھ میں یا کان میں دودھ ڈالنا بھی جائز نہیں جب کہ متبادل جائز دوا موجود ہو۔

عورتوں کے دودھ کا بینک

اس بارے میں چند اصولی باتیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

- بلا ضرورت ایک عورت کا دودھ کسی دوسرے بچے کو پلانا صحیح نہیں۔
- کوئی عورت اگر کسی دوسری عورت کے بچے کو دودھ پلائے تو اس بات کو خوب یاد رکھے یا لکھ لے بلکہ اس کو چاہیے کہ اور لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کردے۔ اس لیے جو دودھ جمع کیا جائے اس پر خوب احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ دودھ والی عورت کا نام و پتہ چسپاں ہو تا کہ بچے کے لواحقین اس سے آگاہی حاصل کرلیں۔
- انسانی دودھ کی بیع وشراء جائز نہیں۔
- اس کا متبادل آسان طریقہ یہ ہے کہ جس بچے کو ضرورت ہو اس کے لیے ایک انا اجرت پر رکھ لی جائے۔ اس سے ایک عورت کا روزگار بھی لگ جائے گا اور دودھ حاصل کرنے میں بیع وشرا کا جو عنصر لامحالہ داخل ہوگا اس کا سد باب بھی ہوسکے گا۔

مسئلہ: فاسق وفاجر یا کافر عورت کا دودھ کسی مسلمان بچے کو پلانا جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں کیونکہ اس طرح عام طور سے بچے کے اخلاق متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسی

عورت کے دودھ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔

باب ۱۱

طلاق کا بیان

طلاق یا طلاقن یا مطلقہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نکاح کے بندھن کے فی الحال توڑنے یا انجام کار توڑنے کو طلاق دینا کہتے ہیں۔

طلاق کا حکم

- مباح ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو۔
- مستحب ہے جب عورت دین کے فرائض مثلاً نماز روزہ ترک کرتی ہو یا اپنے قول وفعل سے ایذاء دیتی ہو۔

مسئلہ: فرائض کی تارک کو طلاق دینا واجب نہیں ہے۔

- واجب ہے جب شوہر کا بیوی کے ساتھ بھلے طریقے سے رہنا ممکن نہ ہو مثلاً جب شوہر نامرد ہو وغیرہ۔

تنبیہ: والد کہے کہ طلاق دے دو تو اگر والد کے ایسا حکم دینے میں کوئی دینی یا دنیوی مصلحت ہو تو طلاق دینا بہتر ہے۔ اور اگر والد نے ایسا محض خاندانوں کی باہمی رنجش کی بناء پر کہا ہے کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا یا اندیشہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں صبر نہ کر سکیں گے تو طلاق نہ دے۔

طلاق دینے کا اہل

وہ شوہر جو صاحب عقل ہو بالغ ہو اور بیدار ہو طلاق دینے کا اہل ہے۔

مسئلہ: شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر شوہر نے کہہ دیا ہو کہ تم اس کو طلاق دے دو تو وہ بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جو شوہر جوان ہو چکا ہو اور دیوانہ پاگل نہ ہو اس کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جائے گی اور جو لڑکا ابھی جوان نہیں ہوا اور دیوانہ پاگل جس کی عقل ٹھیک نہیں ان دونوں

کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی۔

مسئلہ: سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کو طلاق ہے یا یوں کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق تو اس بڑبڑانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں

- طلاق دینے کا ارادہ ہو یا نہ ہو جب شوہر طلاق کے الفاظ منہ سے نکال دے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے مثلاً شوہر کی طلاق دینے کی نیت نہ تھی لیکن بیوی کو ڈرانے کے لیے یا اس سے مذاق کی خاطر اس کو کہہ دیا کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔عدالت کے نزدیک (یعنی عدالتی قضا میں) بھی اور دیانت میں (یعنی حقیقت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک) بھی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ** یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مراد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ واقع ہوجاتی ہیں ان میں سے ایک طلاق ہے۔تو طلاق ایسی چیز ہے جو جب دی جائے خواہ طلاق کا واقعی ارادہ ہو یا نہ ہو حقیقت اور نفس الامر میں واقع ہوجاتی ہے۔اس کو اس طرح سے تعبیر کرتے ہیں کہ دیانت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہوئی اور عدالت بھی رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی اس شرعی حقیقت سے اعراض نہیں کرسکتی لہٰذا قضا میں بھی طلاق واقع ہوئی۔

- اگر شوہر کے منہ سے خطا سے طلاق کے الفاظ نکل جائیں مثلاً شوہر کہنا چاہتا تھا کہ وہ پگلی ہے اور خطا سے ''وہ طلاقن'' ہے کے الفاظ نکل گئے تو چونکہ شوہر طلاق کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا اور وہ اپنی بات میں سچا ہو تو نفس الامر میں اور دیانت میں طلاق نہ ہوگی۔لہٰذا اگر اس سے تنہائی میں یہ الفاظ نکل گئے ہوں اور خطا کو سمجھتے ہوئے اس بات کو اپنے تک محدود رکھے اور بیوی کو اس کا علم نہ ہونے دے تو درست ہے اور طلاق شمار نہ ہوگی لیکن اگر اس سے یہ الفاظ بیوی کے سامنے نکلے ہوں یا اس تک پہنچ گئے ہوں یا عدالت تک پہنچا دیئے گئے

ہوں تو چونکہ قصداً کہنا یا خطا سے کہنا ایک مخفی امر ہے جس تک براہ راست رسائی انسانوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہے اور نیت کو جاننے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کہنے والا خود بتائے لیکن یہاں یہ تہمت موجود ہے کہ آدمی نے قصداً وعمداً الفاظ کہے ہوں اور اب اپنا نقصان محسوس کر کے بات بنا دی ہو کہ الفاظ اس کے منہ سے خطا سے نکل گئے ہیں ظاہر الفاظ کے ہوتے ہوئے عدالت اس تہمت کو نظر انداز نہیں کرسکتی اس لیے وہ مجبور ہوگی کہ ظاہر الفاظ کا اعتبار کر کے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگائے اس طرح سے قضا میں یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔عورت کا معاملہ بھی عدالت کا سا ہے اس لیے وہ بھی اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی۔

- شوہر کو طلاق کے الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ الفاظ کہہ بیٹھے مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تم میرے سامنے یوں کہو "تجھے طلاق ہے" اور شوہر ایسا ہو کہ اسے ان الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو۔شوہر لاعلمی میں یہ الفاظ کہہ دے تو دیانت میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی جانب میں بیوی کو نکاح سے جدا کرنے کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن عدالت تک اگر یہ معاملہ جائے تو وہ اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی کیونکہ معنی ومطلب جاننا یا نہ جاننا مخفی امر ہے جس تک بندوں کی براہ راست رسائی ممکن نہیں اور عورت بھی معاملے کو عدالت کی طرح لے۔
- کسی نے کوئی نشہ آور شے اپنے اختیار سے محض مزے کے لیے استعمال کی جس سے اس کو نشہ آیا اور نشہ میں اس نے طلاق دی تو طلاق واقع ہوجائیگی۔ یہ نشہ آور شے خواہ شراب ہو یا افیون ہو یا ہیروئن ہو یا بھنگ ہو سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو کوئی نشہ آور شے زبردستی یا دھوکے سے کھلا دی گئی ہو اور اس نے نشہ میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور دوا مثلاً اجوائن خراسانی بلاضرورت استعمال کی اور

اس کا اثر دماغ پر ہوا اور نشہ آ گیا اور اس نشہ میں بیوی کو طلاق دی تو:
(الف) اگر استعمال کے وقت معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔
(ب) اور اگر استعمال کے وقت علم نہ تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: البتہ اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال دوا کے طور پر کیا لذت کے لیے نہیں کیا اور اس سے نشہ طاری ہوگیا اور اس حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی مباح چیز مثلاً ورق رُمان (انار کے پتوں) کے استعمال سے نشہ آ گیا اور طلاق دی تو یہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر خواب آور یا سکون کی دوا کھائی جس سے دماغ سویا سویا ہوگیا اور ہوش نہیں رہا کہ کیا کہہ رہا ہے ایسی حالت میں طلاق دی جبکہ خود دینے کا ارادہ نہ ہو تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: ایک شخص نے شراب پی جس سے اس کے سر میں درد ہوا اور درد کی شدت سے اس کی عقل قائم نہ رہی اور اس حالت میں اس نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ زوال عقل سر کے درد کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ براہ راست شراب پینے کی وجہ سے۔

غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق

غصہ کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔

- غصہ کے ابتدائی آثار ہوں۔ ہوش وحواس پورے طور پر قائم ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہو اس کو وہ جانتا بھی ہو اور اپنے قصد و ارادہ سے کہتا ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے۔
- غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو اور اس کی وجہ سے آدمی بالکل دیوانہ بن گیا ہو۔ ہوش وحواس قائم نہ رہے ہوں اور اس کو کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی کہنے میں اس کا قصد وارادہ ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔
- ان دو درجوں کے درمیان کی ایسی حالت ہو کہ ہوش وحواس اور عقل میں خلل واقع ہوجائے اور وہ شخص اتنا مغلوب ہوجائے کہ اکثر باتیں اور افعال خلاف

عادت اس سے صادر ہونے لگیں اگرچہ اتنا ہوش ہو کہ اس کو پتا چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جو شخص دہشت زدہ ہو اور اس کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ آخری دو حالتوں میں معاملہ جب عدالت میں پہنچا دیا جائے تو شوہر کو اپنی حالت ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ اگر بیوی کے سامنے طلاق دی تھی تو بیوی اس کو طلاق ہی شمار کرے یہاں تک کہ شوہر عدالت میں اپنی حالت کو گواہوں کے ذریعے ثابت کردے اور عدالت طلاق کے واقع نہ ہونے کا حکم لگا دے۔

زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا

اس سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اس کی بیوی چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا کہ تم مجھے تین طلاقیں دے دو ورنہ میں تمہیں ذبح کردوں گی اس شخص نے مجبور ہو کر اس کو طلاق دے دی بعد میں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر قصہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا طلاق واپس نہیں ہوسکتی۔ (اعلاء السنن ص ۱۸۳ ج ۱۱)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ **اَنَّهٗ اَجَازَ طَلَاقَ الْمُكْرَهِ** انہوں نے مکرہ یعنی جس پر زبردستی کی گئی ہو اس کی طلاق کو صحیح قرار دیا۔

(اعلاء السنن ص ۱۸۴ ج ۱۱)

تنبیہ ۱: اگر ڈرا دھمکا کر اور زبردستی کر کے شوہر سے طلاق لکھوائی جائے یا طلاق نامہ لکھ کر اس پر دستخط کرائے جائیں تو اس سے طلاق نہیں پڑتی جبکہ شوہر نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے ہوں۔ کیونکہ تحریر کو ضرورت کی وجہ سے قول کے قائم مقام بنایا جاتا ہے جب کہ یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ شوہر کی طلاق دینے کی مرضی نہیں ہے۔

تنبیہ ۲: اگر ڈرا دھمکا کر شوہر سے طلاق دینے کی وکالت اور نمائندگی حاصل کر لی تو یہ وکالت درست ہے اور وکیل طلاق دے دے تو طلاق نافذ ہوگی۔

معتوہ

یعنی وہ شخص جو کم فہم ہو ملی جلی باتیں یعنی کچھ صحیح اور کچھ بہکی باتیں کرتا ہو اور کام صحیح تدبیر اور طریقے سے نہ کرتا ہو۔ ایسے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

طلاق کی قسمیں

طلاق تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱ ایسی طلاق جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ نکاح کیے بغیر اس شوہر کے ساتھ عورت کا رہنا جائز نہیں۔ اگر مرد اور عورت دونوں اکٹھے رہنے پر راضی ہوں تو پھر دوبارہ سے نکاح کرنا پڑے گا۔ ایسی طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں۔

۲ وہ طلاق جس میں نکاح ایسا ٹوٹتا ہے کہ مرد و عورت دوبارہ آپس میں نکاح بھی کرنا چاہیں تو عدت کے بعد پہلے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا پڑے گا اور اس سے کم از کم ایک مرتبہ صحبت بھی ہو جس میں انزال شرط نہیں ہے۔ پھر جب دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے یا اس کی موت ہو جائے تب عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکے گا۔ ایسی طلاق کو مغلظ کہتے ہیں۔

۳ وہ طلاق جس میں نکاح فوراً نہیں ٹوٹتا۔ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد کو پشیمانی ہو تو پھر سے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ عدت کے اندر دوبارہ نکاح کئے بغیر شوہر عورت کو رکھ سکتا ہے اور پھر میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں تو درست ہے۔ اس کو رجوع کرنا کہتے ہیں اور اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں۔ البتہ اگر شوہر طلاق دے کر اس پر قائم رہا اور اس نے طلاق سے رجوع نہیں کیا تو جب طلاق کی عدت گزر جائے گی تب نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت جدا ہو جائے گی اور رجعی طلاق خود بخود بائن بن جائے گی۔

طلاق دینے کا بیان

مسئلہ: طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے۔ جب مرد نے طلاق دے دی تو پڑ گئی۔ عورت کا اس میں کچھ بس نہیں چاہے منظور کرے چاہے نہ کرے ہر طرح طلاق ہوگئی اور عورت اپنے مرد کو طلاق نہیں دے سکتی۔

مسئلہ: مرد کو فقط تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا اختیار نہیں اگر چار پانچ طلاقیں دے دیں تب بھی تین ہی طلاقیں ہوئیں۔

مسئلہ: جب مرد نے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا بس اتنا کہتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے کسی کے سامنے کہے چاہے تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے اور چاہے عورت کے ماہواری کے دن ہوں یا حمل کے ہی دن ہوں ہر حال میں طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: کسی نے ایک طلاق دی تو جب تک عورت عدت میں رہے تب تک دوسری اور تیسری طلاق دینے کا اختیار بنتا ہے۔ اگر دے گا تو پڑ جائے گی۔

مسئلہ: کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا ''اگر خدا چاہے تو تجھ کو طلاق'' اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: شوہر نے مثلاً کہا ایک طلاق دی یا میری طرف سے ایک طلاق تو اگرچہ اس میں طلاق کی صریح اضافت اور نسبت بیوی کی طرف نہیں ہے یعنی بیوی کا نام لے کر نہیں کہا کہ اس کو طلاق دی تب بھی اگر خطاب بیوی سے تھا یا اس کی طرف اشارہ تھا جو زوجہ کی طرف اضافت کے قرائن ہیں تو یہ اضافت معنویہ کافی ہے صریح اضافت ضروری نہیں اور طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اگر زوجہ کے مراد ہونے پر قرائن نہ ہوں اور شوہر بھی زوجہ کے مراد ہونے کا انکار کرتا ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: گونگا اگر لکھنا نہ جانتا ہو اور ایسا اشارہ کرے جس سے صاف طور پر طلاق ہی سمجھی جائے اس سے طلاق پڑ جاتی ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص یوں کہے کہ اس شہر کی یا اس بستی کی تمام عورتوں کو طلاق اور اس کی بیوی

بھی اس میں ہوتو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن اگر شوہر نے بیوی کو کہا کہ تیری قوم کو یا تیرے خاندان کو طلاق تو چونکہ وہ عورت اس خاندان اور قوم میں داخل ہے اس لیے اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتوں کو یا اس گھر کی عورتوں کو یا اس کمرے کی عورتوں کو طلاق اور بیوی ان میں شامل ہو تو طلاق ہوجائے گی۔

مسئلہ: فی الواقع طلاق نہ دی ہو لیکن لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ اقرار کرلیا کہ میں نے طلاق دی ہے تو اس سے عدالت کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور عورت کو علم ہو تو وہ بھی اس کو طلاق شمار کرے گی الا یہ کہ شوہر نے اس بات پر گواہ بنا لیے ہوں کہ وہ طلاق کا جھوٹا اقرار کرے گا۔

مسئلہ: ایک شخص نے دباؤ اور جبر کی وجہ سے گزشتہ زمانہ میں طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: طلاق کی نیت سے اگر بیوی کو تین ڈھیلے دیئے یا لکڑی سے تین خط کھینچ دیئے لیکن زبان سے طلاق کا صریح یا کنایہ لفظ نہیں کہا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

تنبیہ: بعض لوگ لاعلمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ حمل کے دوران یا گواہوں کے بغیر طلاق دینے سے یا تحریری طلاق وصول نہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ طلاق جب دی جائے تو ہر حالت میں واقع ہوجاتی ہے خواہ ماہواری کے ایام میں دی ہو یا حمل کے دوران میں دی ہو اسی طرح گواہ ہوں یا نہ ہوں اور بیوی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو شوہر تنہائی میں بھی طلاق دے دے تو واقع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح شوہر جب طلاق کی تحریر لکھ دے یا لکھوالے تو فقط اسی سے طلاق ہوجاتی ہے خواہ اس کے بعد وہ عورت کو تحریر بھیجے یا نہ بھیجے اور بھیجے تو عورت وصول کرے یا نہ کرے۔

تحریری طلاق

مسئلہ: طلاق لکھنے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی اور نے طلاق نامہ لکھ دیا ہو اور شوہر نے بلا جبر اس پر دستخط کردیئے ہوں تو اس سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ یہ طلاق لکھتے یا لکھواتے ہی واقع ہوجاتی ہے۔ بیوی تک طلاق نامہ پہنچنا یا بیوی کا اس کو

وصول کرنا طلاق واقع ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر یوں لکھا ہو کہ جب تجھے یہ تحریر پہنچے تجھے طلاق تو تحریر پہنچنے پر طلاق واقع ہوگی خواہ بیوی اس کو پڑھے یا نہ پڑھے اور خواہ وہ وصول کرے یا نہ کرے۔

مسئلہ: اگر محض ہوا میں یا پانی میں اپنی انگلی سے بطور اشارہ کے لکھ دیا کہ میری بیوی کو طلاق اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو طلاق نہ ہوگی۔

مسئلہ: شوہر اگر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار ہے اور عدالت کی نظر میں یہ طلاق متصور ہوگی اگرچہ کاتب نے طلاق لکھی نہ ہو کیونکہ بیوی کی طلاق وہ ہوتی ہے جو دی جا چکی ہو۔ البتہ اگر شوہر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کو طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار شمار نہ ہوگا اور کاتب جب تک لکھے گا نہیں طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: اگر طلاق تحریر کی اور ساتھ ہی زبان سے انشاء اللہ کہا یا زبان سے طلاق کہی اور ساتھ ہی انشاء اللہ لکھ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق دینے کا طریقہ

جس بیوی سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اس کو طلاق دینے کے تین طریقے ہیں۔ ایک بہت اچھا یعنی احسن، دوسرا اچھا یعنی حسن اور تیسرا بدعت اور حرام۔

۱ بہت اچھا یعنی احسن طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو پاکی کے زمانے میں (یعنی ایسے وقت جس میں عورت حیض وغیرہ سے پاک ہو) ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گزرنے تک پھر کوئی اور طلاق نہ دے۔ عدت گزرنے سے خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا لہٰذا ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں۔

۲ اچھا یعنی حسن طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔ ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے۔

۳ بدعت اور حرام طریقہ وہ ہے جو مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے خلاف ہو مثلاً تین

طلاق یکبارگی دے دے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے۔ اس آخری قسم کی سب صورتوں میں طلاق تو واقع ہوگی ہی، ساتھ ہی گناہ بھی ہوگا۔

جس عورت سے نکاح کرلیا مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے۔

الفاظ کے اعتبار سے طلاق دینے کی قسمیں

یہ دو ہیں: اول صریح دوم کنایہ۔

طلاق صریح

یہ ہے کہ شوہر ایسے لفظوں سے طلاق دے جن سے عام طور سے صرف طلاق کا معنی ہی سمجھا جاتا ہو کوئی اور معنی نہ نکلتا ہو مثلاً یوں کہے میں نے تجھے طلاق دی یا کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ غرض اس میں شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر صریح دو قسم کی ہوتی ہے اگر رجعی طلاق پڑتی ہو تو صریح رجعی اور اگر بائن طلاق پڑتی ہو تو صریح بائن۔

مسئلہ: اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے طلاق دینے کی نیت ہو چاہے نہ ہو بلکہ ہنسی اور دل لگی میں کہا ہو، ہر طرح ہوگئی اور صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے سے رجعی طلاق پڑتی ہے یعنی عدت کے ختم ہونے تک اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی نہ دو پڑیں گی نہ تین۔ البتہ اگر تین دفعہ کہے کہ تجھے طلاق ہے۔ یا یوں کہے تجھ کو تین طلاق دیں تو تین طلاقیں پڑیں گی جو طلاق مغلظ ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو طلاق دے دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلانا کام کرے گی تو طلاق دے دوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی چاہے وہ کام کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی اگرچہ ہنسی مذاق

میں کہا ہو۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس عورت کا یہ پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو اور اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور اگر اس عورت کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق دی ہو اور اسی نیت سے اب اس شوہر نے اس کو طلاقن کہہ کر پکارا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاقن نہیں کہا بلکہ پہلے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے اس کو طلاقن کہا ہے تو اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔

مسئلہ: کسی نے بجائے طلاق کے تلاک یا طلاک یا تلاغ یا طلاغ تلفظ کیا تو اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور وہ جواب میں کہے کہ ہاں یا کہے کیوں نہیں تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: شوہر اگر یوں کہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر یوں کہے تجھے لمبی چوڑی طلاق ہے یا تجھے غلیظ یا شدید طلاق ہے وغیرہ تو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس طرح کہا تجھے یہاں سے مکہ تک طلاق تو طلاق رجعی واقع ہوئی۔

مسئلہ: اگر کہا تجھے مکہ میں طلاق یا فلاں گھر میں طلاق تو فوری طلاق واقع ہوگی۔

مسئلہ: اگر کہا تجھے کل طلاق ہے تو دوسرے دن طلوع فجر ہوتے ہی طلاق ہوجائے گی اور اگر کہا تجھے رمضان میں طلاق ہے اور کسی خاص دن کی نیت نہ ہو تو رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھ کو چھوڑ دیا'' اردو میں طلاق کے لیے صریح ہے اور ایک دفعہ کہنے سے ایک طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی غلطی پر اردو میں اس طرح بھی کہتے ہیں ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا آئندہ ایسا کیا تو نہیں چھوڑیں گے'' یا صرف اتنا کہنا کہ ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا'' ان سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ یہ الفاظ نہ تو طلاق میں صریح ہیں اور نہ ہی کنایہ ہیں۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھے آزاد کردیا'' اردو میں طلاق صریح ہے

کیونکہ ہمارے علاقوں کے لوگ عورت کے لیے ان الفاظ کا استعمال صرف طلاق میں کرتے ہیں۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''توحرام ہے'' یا ''میں نے تجھ کوحرام کیا'' یہ طلاق صریح بائن ہے اس سے ایک طلاق بائن بلا نیت واقع ہوجاتی ہے۔

طلاق کنایہ

یعنی ایسے الفاظ سے طلاق دینا جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہے اور طلاق کے علاوہ دوسرا معنی بھی نکل سکتا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بیوی کو کہے میں نے تجھ کو دور کر دیا تو اس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے کر دور کر دیا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا ہمیشہ اپنے میکے میں پڑی رہ تیری خبر نہ لوں گا۔ غرض تجھے دور کر دیا یا اس قسم کے اور الفاظ کہ خود ان کے اپنے معنی تو صاف ہیں لیکن دور کرنا کس اعتبار سے مراد ہے یہ مخفی ہے اس لیے اس کو کنایہ کہتے ہیں۔

چونکہ ان الفاظ میں دو مطلب نکل سکتے ہیں اس لیے جب شوہر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تو طلاق کا معنی متعین ہوجاتا ہے اور فی الواقع اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اگر اس نے نیت نہ کی ہو تو فی الواقع طلاق نہ ہوگی۔ لیکن چونکہ دوسرے انسانوں کی نیت تک براہ راست رسائی نہیں ہوسکتی اور اس تہمت کا احتمال ہے کہ کوئی شخص اپنا نقصان محسوس کر کے طلاق کی نیت کا انکار کر دے اس لیے عدالت کے نزدیک طلاق پر دلالت کرنے والے اور قرائن ہوں گے تو ان کا اعتبار ہوگا۔ عدالت کے نزدیک اس کے تین قرائن ہیں۔

- شوہر کا نیت طلاق کی خبر دینا۔
- وہ الفاظ کہنے کے وقت شوہر کا غصہ میں ہونا۔
- وہ الفاظ کہے جانے سے پیشتر یا تو شوہر سے بیوی نے یا کسی اجنبی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو یا شوہر نے اس مجلس میں پہلے طلاق دی ہو۔ اس کو مذاکرہ طلاق کی

حالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ان قرائن سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اس قسم کے الفاظ کہے تو تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔

□ ۱ اعتدال کی حالت ہو۔

□ ۲ غصہ وغضب کی حالت ہو۔

□ ۳ مذاکرہ طلاق کی حالت ہو۔

غصہ وغضب کی حالت میں جہاں یہ احتمال ہے کہ شوہر کا طلاق دینے کا ارادہ ہو وہاں یہ بھی احتمال ہے کہ غصہ میں محض گالم گلوچ مراد ہو طلاق کی نیت نہ ہو۔ اسی طرح مذاکرہ طلاق میں یعنی طلاق کے مطالبہ پر کبھی تو شوہر طلاق دے دیتا ہے اور کبھی مسترد کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے کنایہ کے الفاظ کی بھی تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کے معنی کا بھی احتمال ہے اور طلاق کے مطالبہ کو مسترد کرنے کے معنی کا بھی احتمال ہے مثلاً کہا تو نکل جا یعنی تو نکل جا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے اور تو نکل جا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہ کر۔ اسی طرح کے الفاظ یہ بھی ہیں تو اٹھ کھڑی ہو، تو دور ہو جا، تو چلی جا۔

دوسری قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے اور گالم گلوچ کا معنی بھی نکلتا ہے مثلاً تو میرے کام کی نہیں یعنی تو بیکار ہے یا اس وجہ سے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں اس قسم کی کچھ اور مثالیں یہ ہیں۔ میں تیرا میاں نہ تو میری بیوی، نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ، میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، میں تجھ سے بیزار ہوں، میں تیرا روا دار نہیں، تو میرے کام کی نہیں رہی۔

تیسری قسم: وہ الفاظ جن میں مطالبہ مسترد کرنے یا گالم گلوچ کا معنی نہ نکلتا ہو مثلاً میں نے تجھ سے جدائی اختیار کر لی یا تیرا معاملہ تیرے حوالے ہے۔ تم اپنا دوسرا نکاح کر لو۔ تجھے میری طرف سے جواب ہے۔ میں اس کو ہرگز اپنے پاس نہ رکھوں گا میں اسے نہیں بساؤں گا۔ تو فارغ ہے۔

ضابطہ

- جب شوہر سکون اور اعتدال کی حالت میں ہو اور اس سے طلاق کا مطالبہ بھی نہ کیا جارہا ہو پھر وہ تینوں قسموں میں سے کسی بھی قسم کے الفاظ بولے تو اس کی نیت معلوم کی جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔
- جب شوہر غصہ و غضب کی حالت میں ہو تو پہلی دو قسموں کے الفاظ میں اس کی نیت پوچھی جائے گی اور تیسری قسم کے الفاظ میں اس کی نیت نہ پوچھی جائے گی اور غصہ کے قرینہ کی وجہ سے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔
- جب مذاکرہ طلاق کی حالت ہو تو صرف پہلی قسم کے الفاظ میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ میں بلا نیت طلاق واقع ہوجائے گی۔ دوسری قسم میں اس لیے کہ غصہ نہ ہونے کی وجہ سے گالم گلوچ کا احتمال نہیں رہا۔

تنبیہ:1 اسی ضابطہ کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ پہلی قسم کے الفاظ سے ہر حال میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ دوسری قسم کے الفاظ سے مذاکرہ طلاق کی صورت میں بغیر نیت کے طلاق ہوجائے گی اور باقی دو حالتوں میں نیت سے طلاق ہوگی اور تیسری قسم کے الفاظ سے حالت غضب اور مذاکرہ طلاق میں بلا نیت طلاق ہوجائے گی اور اعتدال کی حالت میں نیت سے طلاق ہوگی۔

تنبیہ:2 جہاں شوہر یہ کہے کہ اس کی طلاق کی نیت نہیں تھی وہاں اس کو اپنی اس بات پر قسم بھی کھانی ہوگی خواہ عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا ہو یا نہیں۔

کنایہ الفاظ سے متعلق ایک قاعدہ

مثلاً شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ’’تو آزاد ہے‘‘ کنایہ ہے کیونکہ اس میں نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا معنی بھی نکلتا ہے اور دوسرا معنی بھی نکلتا ہے یعنی تو گھر میں ہر طرح سے تصرف کرنے کے لیے آزاد ہے۔ لیکن اگر ارادہ طلاق کا قرینہ لفظوں میں صراحۃً موجود ہو تو پھر یہ طلاق کے لیے صریح لفظ بن جاتا ہے مثلاً یوں کہے تو میرے نکاح سے آزاد ہے تو اب یہ کنایہ نہیں بلکہ صریح طلاق ہے اور اگر عدم ارادۂ طلاق کا قرینہ موجود ہو تو پھر یہ نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنایہ ہے مثلاً یوں کہا تو آزاد ہے جو چاہے کھا پی یا

جب جی چاہے آ جا، کیونکہ باقی الفاظ سے معلوم ہو کہ شوہر کا مقصد اس کے لیے افعال کی اباحت اور ان میں اس کے اختیار کو ثابت کرنا ہے۔

مسئلہ: شوہر یہ الفاظ کہے "تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں" یا یہ کہے "مجھے تیری ضرورت نہیں" تو ان سے طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ: کنایہ الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔

طلاق صریح اور بائن سے متعلق ایک ضابطہ

- طلاق صریح رجعی کے الفاظ کہنے کے بعد پھر طلاق صریح خواہ رجعی ہو یا بائن ہو کے الفاظ کہے ہوں تو دوسری طلاق واقع ہوجاتی ہے مثلاً پہلے کہا تجھے طلاق ہے پھر دوبارہ کہا تجھے طلاق ہے یا کہا اتنے مال کے عوض تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق بھی پڑ گئی۔
- طلاق صریح رجعی کے بعد طلاق بائن کنایہ الفاظ سے دی جائے تو دوسری طلاق پڑ جاتی ہے۔
- طلاق بائن خواہ خلع کے ذریعہ سے ہو یا کنایہ سے ہو اس کے بعد طلاق صریح رجعی دی جائے تو وہ واقع ہوجاتی ہے۔
- طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے ہو یا لفظ صریح سے ہو مثلاً مال کے عوض طلاق سے ہو اس کے بعد اگر کنایہ لفظ سے طلاق بائن دی جائے تو وہ نہیں پڑتی جبکہ دوسری کو پہلی کی خبر بنانا ممکن ہو۔ ہاں اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً شوہر نے کہا تو فارغ ہے اور پھر کچھ دیر بعد کہا تو دوسری مرتبہ فارغ ہے تو چونکہ دوسری طلاق کو پہلی کی خبر بنانا ممکن نہیں ہے لہٰذا دوسری طلاق واقع ہوجائے گی۔
- طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے دی ہو پھر عدت ہی میں بائن صریح مثلاً مال کے عوض طلاق دی تو دوسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی البتہ اس صورت میں عورت کے ذمہ مال نہیں آئے گا کیونکہ مال اس وجہ سے آتا ہے

کہ عورت کو فوری خلاصی مل جائے جو کہ اس کو طلاق بائن سے پہلے ہی حاصل ہو چکی ہے۔

رخصتی سے قبل طلاق کا بیان

مسئلہ: ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی یا رخصتی تو ہوگئی لیکن خلوت صحیحہ سے پہلے ہی شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق بائن پڑی چاہے صریح لفظوں میں طلاق دی ہو یا کنایہ لفظوں میں۔ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے۔ طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

مسئلہ: شوہر نے ایسی عورت کو کہا تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق کے پہلے لفظ سے عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے اور چونکہ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی نہیں ہوتی اس لیے طلاق کے باقی دو لفظ لغو ہوئے۔

مسئلہ: البتہ اگر شوہر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے کہ تجھ کو دو طلاق یا تجھ کو تین طلاق تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں۔

مسئلہ: اگر شوہر نے خلوت صحیحہ کے بعد لیکن صحبت سے پیشتر طلاق دی تو وہ طلاق بائن ہوئی۔ خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت آئے گی۔ اس عدت میں مزید طلاق دی تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔

تین طلاق دینے کا بیان

اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے حرام ہوگئی۔ اب اگر دوبارہ سے اسی مرد سے نکاح کر لے تو یہ نکاح نہیں ہوا۔ اور عورت کو اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے۔

مسئلہ: تین طلاقیں ایک دم سے دے دیں جیسے یوں کہہ دیا تجھ کو تین طلاق، یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں جیسے ایک آج دی ایک کل ایک پرسوں یا ایک اس مہینے ایک دوسرے مہینے ایک تیسرے مہینے یعنی عدت

کے اندر اندر تینوں طلاقیں دے دیں۔ سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر روک رکھنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تین طلاقیں نہ دے فقط ایک یا دو دے جب تین طلاقیں دے دیں تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر میاں راضی ہوگیا اور رجوع کرلیا پھر دو چار برس میں کسی بات پر غصہ آیا تو ایک طلاق رجعی اور دے دی جس میں روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے پھر جب غصہ اترا تو رجوع کرلیا اور نہیں چھوڑا۔ یہ دو طلاقیں ہوچکیں، اب اس کے بعد اگر کبھی ایک طلاق اور دے دے گا تو تین پوری ہوجائیں گی اور اس کا وہی حکم ہوگا کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس مرد سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کسی نے طلاق بائن دی جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر پشیمان ہوا اور میاں بیوی نے راضی ہوکر پھر سے نکاح پڑھوالیا۔ کچھ زمانے کے بعد پھر غصہ آیا اور ایک طلاق بائن دے دی اور غصہ اترنے کے بعد پھر نکاح پڑھوالیا۔ یہ دو طلاقیں ہوئیں اب تیسری دفعہ اگر طلاق دے گا تو پھر وہی حکم ہے کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس سے نکاح نہیں کرسکتی۔

اگر مرد تین طلاقیں دے کر مکر جائے

مسئلہ: عورت نے شوہر کو خود تین طلاقیں دیتے سنا۔ بعد میں شوہر مکر جائے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہ ہوں تو عورت اگر سچی ہو تو وہ شوہر کے ساتھ نہ رہے بلکہ اگر ہوسکے تو شوہر کو کچھ مال دے کر اس سے خلاصی حاصل کرلے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو یا شوہر نہ مانے تو وہاں سے بھاگ جائے۔ اگر شوہر اپنے ساتھ رہنے اور صحبت وغیرہ پر مجبور کرے تو شوہر کو مار سکتی ہے لیکن زہر کھلا کر تاکہ قصاص نہ آئے۔

مسئلہ: تین طلاق کے بعد اگر پھر اسی مرد کے ساتھ رہنا چاہے اور نکاح کرنا چاہے تو اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ کہ پہلے کسی اور مرد سے نکاح کرکے ہم بستر ہو۔ پھر جب وہ دوسرا مرد مرجائے یا طلاق دے دے تو عدت پوری کرکے پہلے خاوند سے نکاح

کرسکتی ہے۔ اس کو حلالہ یعنی عورت کا اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہونا کہتے ہیں۔ دوسرا خاوند کیے بغیر پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اگر دوسرا خاوند تو کیا لیکن ابھی وہ صحبت بھی نہ کرنے پایا تھا کہ مرگیا یا صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پہلے مرد سے جب ہی نکاح ہوسکتا ہے کہ دوسرے مرد نے صحبت بھی کی ہو اگرچہ اس میں انزال شرط نہیں ہے۔ اس کے بغیر پہلے مرد سے نکاح درست نہیں۔

مسئلہ: اگر دوسرے مرد سے نکاح کے ایجاب وقبول کے درمیان یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا اعتبار نہیں۔ اس کو اختیار ہے چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور نکاح کے وقت یہ شرط کر کے نکاح کرنا بہت گناہ ہے۔ اس طرح ایسے نکاح پر دوسرے مرد کا اجرت لینا بھی حرام ہے۔ لیکن نکاح ہوجاتا ہے۔ تو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے طلاق دے دی یا مرگیا تو عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر دوسرا مرد نہ تو ایجاب وقبول میں چھوڑنے کی شرط کرے اور نہ ہی اجرت طلب کرے اور محض بچوں کی مجبوری کی وجہ سے یا اور کسی مجبوری کی وجہ سے کہ جس کا تدارک بڑا دشوار ہو عورت سے نکاح کر کے اور صحبت کرنے کے بعد پھر طلاق دے دے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن بلا مجبوری کے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

مسئلہ: پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت طلاق کا نوٹس بھیجنے کے بعد نوے دن کے اندر زوجین کے درمیان مصالحت ہوجانے پر طلاق اگرچہ تین ہی دی ہوں کالعدم قرار پاتی ہیں شریعت کے نزدیک یہ بات باطل ہے۔ دی ہوئی طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: تین طلاقوں کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: طلاق نامہ میں اکٹھی تین طلاقیں لکھنے والے وکیل اور اشٹام فروش اس سے گناہ گار ہوتے ہیں اور لاعلم شوہر کے ساتھ ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں واقع ہونے کے دلائل

- ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دینے کے بہتر طریقوں کو چھوڑ دیا کہ یا تو صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دیتا یا ہر ماہ میں ایک طلاق دیتا) اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔
- ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر سکوت اختیار کیا۔ (ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ) ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اس عورت کو واپس اسے دلانا چاہتے ہیں۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم خود حماقت کا ارتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو اے ابن عباس اے ابن عباس! بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لیے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ طلاق دینے کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر طلاق دینے کا غیر پسندیدہ طریقہ اختیار کیا) تو اب تمہارے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں۔ تمہاری بیوی اب تم سے بالکل جدا ہو گئی۔
- حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی فیصلہ منقول ہے۔
- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو یقینا وہ تم پر حرام ہو گئی جب تک وہ تمہارے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔ اور اسی طرح تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی

ہے۔

غرض اس بات پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ اگر شوہر ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے یا یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

ضروری وضاحت

☼ ۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا حالانکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا۔ ہم کیوں نہ ان تین کو ان پر نافذ کردیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر تین ہی نافذ کردیں۔

اس روایت سے یہ خیال کرنا کہ ایک مجلس میں دی گئی طلاقوں کے شرعی حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدل ڈالا بڑی غلطی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عہد میں عموماً ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی۔ اسی مجلس میں اگر کوئی دوسری یا تیسری بار کہتا تو وہ محض تاکید کی غرض سے کہتا تھا۔ بعد میں اسلام پھیلا اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیکن وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح محتاط نہیں تھے اور ان میں بیک وقت تین طلاق دینے کا رواج بکثرت ہوگیا اور ان کی حالت کے پیش نظر ان کے تاکید کے دعوے کو بلا شک وشبہ تسلیم کرنا مشکل تھا۔ تو پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے محتاط لوگوں سے کبھی ایسا ہوجاتا تھا تو ان کے دعوے کو تسلیم کرلیا جاتا تھا کیونکہ وہ سچے پکے لوگ تھے لیکن اب حالات کے تغیر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت کے عدالتی ضابطہ کو سامنے رکھ کر حکم دیا کہ ہم کو لوگوں کی نیت تک رسائی ممکن نہیں لہٰذا ہم نیت کا اعتبار نہیں کریں گے اور اگر کوئی تین دفعہ طلاق کا لفظ کہے گا تو ہم تین ہی شمار کریں گے۔

☼ ۲ اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے بیوی کو طلاق دیتے اور رجوع کرلیتے اور اس طرح سے بعض لوگ عورتوں کو بہت ستاتے۔ اس پر یہ

آیت اتری

{اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ} (سورہ بقرہ ۲۲۹)

''یعنی طلاق رجعی دو بار تک ہے۔ اس کے بعد عورت کو روک رکھنا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے بھلے طریقے سے...... پھر اگر اس عورت کو طلاق دی (یعنی تیسری بار) تو اب شوہر کے لیے حلال نہیں وہ عورت جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔''

اس آیت سے استدلال کرنا ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو واقع نہیں ہوتیں صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں اس مضمون سے سرے سے بحث ہی نہیں ہے۔

کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان

اس کو طلاق کا حلف یا طلاق کی قسم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ: نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو جب اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ بائن اس لیے کہ یہ طلاق رخصتی سے پہلے واقع ہو رہی ہے۔ اب بے نکاح کیے اس کو نہیں رکھ سکتا۔ اگر یوں کہا ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر دو طلاق تو دو طلاق بائن پڑ گئیں اور اگر تین طلاق کا کہا تو تینوں پڑ گئیں اور اب طلاق مغلظ ہو گئی۔

مسئلہ: نکاح ہوتے ہی جب عورت پر طلاق پڑ گئی اور شوہر نے اسی عورت سے پھر نکاح کر لیا تو اب دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر یوں کہا ہو کہ جتنی دفعہ تجھ سے نکاح کروں ہر مرتبہ تجھ کو طلاق ہے تو جب نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی۔ اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا خاوند کر کے اگر اس مرد سے نکاح کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اسی عورت سے

نکاح کرلیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا جب بھی میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس کو تین طلاق پڑ جائیں گی۔ ایسے شخص کے لیے کوئی عورت اپنے نکاح میں لانے کی یہ صورت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کردے۔ پھر جب اس کو نکاح کی خبر پہنچے تو زبان سے اجازت نہ دے ورنہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی بلکہ خبر سن کر بالکل خاموش رہے۔ البتہ تحریری اجازت دے دے یا کل مہر یا اس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے۔ تحریری اجازت یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی اس کو نکاح کی مبارکباد دے تو اس کو یوں کہے کہ میں ابھی اس پر غور کررہا ہوں خاموش بھی نہ رہے کیونکہ ایسے موقع پر خاموشی اجازت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلانا کام کرے تو تجھ کو طلاق، اگر تو میرے پاس سے جائے تو تجھ کو طلاق۔ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھ کو طلاق یا کسی اور بات کے ہونے پر طلاق دی تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی اگر نہ کرے گی تو نہ پڑے گی اور طلاق رجعی پڑے گی جس میں بے نکاح بھی روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی کنایہ لفظ کہا ہو جیسے یوں کہے اگر فلانا کام کرے تو مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق بائن پڑے گی بشرطیکہ مرد نے اس لفظ کے کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ: یوں کہا اگر فلانا کام کرے تو تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق تو جتنی طلاقیں کہیں وہ کام کرنے پر اتنی پڑیں گی۔

مثلاً شوہر نے بیوی کو یوں کہا کہ اگر تو فلاں سے (مثلاً اپنے باپ سے) ملی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ بعد میں شوہر پشیمان ہے اور بیوی کے لیے اپنے باپ سے ملے بغیر بھی چارہ نہیں تو اس سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق جو کہ بہتر ہے کہ بائنہ ہو دے دے (مثلاً یوں کہہ دے کہ تجھے ایک طلاق بائن ہے)۔ اس کے بعد عورت طلاق کی عدت گزارے۔ جب عدت مکمل ہوجائے اس وقت اپنے باپ سے

مل لے۔ اس وقت قسم پوری ہو گی لیکن منکوحہ نہ رہنے کی وجہ سے قسم ضائع ہو جائے گی۔

اس کے بعد دونوں باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں۔ نکاح کے بعد عورت اپنے باپ سے ملے گی تو مزید طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں جائے گی تو تجھ کو طلاق اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی۔ پھر عدت کے اندر اندر شوہر نے روک رکھا یا عدت گزر گئی تھی دوبارہ نکاح کر لیا تو اب پھر گھر جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

البتہ اگر یوں کہا جتنی مرتبہ اس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق یا یوں کہا ہو جب کبھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق تو اس صورت میں عدت کے اندر روک لینے یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہوگئی۔ پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اب تین طلاق کے بعد اس سے نکاح درست نہیں ۔ البتہ اگر دوسرا خاوند کر کے پھر اسی مرد سے نکاح کرے تو اب گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ شوہر نے اپنی طرف سے ایک اور طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور عدت کے بعد پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا اور اس نکاح کے بعد اب اس عورت نے وہی کام کیا تو پھر طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کر لیا ہو تو چونکہ اس وقت عورت منکوحہ نہیں ہے تو قسم ضائع ہو گی۔ اب اس نکاح کے بعد اس کام کے کرنے سے طلاق نہ پڑے گی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا تب بھی دوسری طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو روزہ رکھے تو تجھ کو طلاق تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر یوں کہا اگر تو ایک روزہ رکھے یا دن بھر کا روزہ رکھے تو تجھے

طلاق تو روزے کے ختم پر طلاق پڑے گی اگر روزہ توڑ ڈالے تو طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا جس دن تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی کیونکہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تجھ کو حیض آئے تو تجھ کو طلاق۔ اس کے بعد عورت نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق کا حکم نہ لگائیں گے بلکہ جب پورے تین دن رات خون آتا رہے تو تین دن تین رات کے بعد یہ حکم لگائیں گے کہ جس وقت سے خون آنا شروع ہوا تھا اسی وقت سے طلاق پڑ گئی تھی۔ اور اگر یوں کہا ہو جب تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھ کو طلاق تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔

مسئلہ: عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا مرد نے کہا ابھی مت جاؤ۔ عورت نہ مانی اس پر مرد نے کہا اگر تو باہر جائے تو تجھ کو طلاق تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ابھی باہر جائے گی تو طلاق پڑے گی اور اگر ابھی نہ گئی کسی اور دن گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ شوہر کا مطلب یہی تھا کہ ابھی نہ جاؤ پھر جانا۔ یہ مطلب نہیں کہ عمر بھر نہ جانا۔

مرض موت کے بیمار کے طلاق دینے کا بیان

یہاں بیمار سے وہ شخص مراد ہے جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر عورت کی عدت ختم نہ ہوئی تھی کہ اسی بیماری میں مر گیا تو شوہر کے مال میں سے جتنا بیوی کا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو ملے گا چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاق رجعی دی ہو یا بائن سب کا ایک حکم ہے۔ اگر عدت ختم ہو چکی تھی تب وہ مرا تو عورت حصہ نہ پائے گی۔ اسی طرح اگر مرد اسی بیماری میں نہیں مرا بلکہ اس سے اچھا ہو گیا تھا پھر بیمار ہو گیا اور مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی چاہے عدت ختم ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ: عورت نے طلاق بائن مانگی تھی اس لیے مرد نے طلاق بائن دے دی تو عورت میراث میں حصہ پانے کی مستحق نہیں چاہے شوہر عدت کے اندر مرے یا عدت کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر طلاق رجعی دی ہو خواہ عورت نے طلاق رجعی مانگی ہو یا طلاق بائن مانگی ہو اور عدت کے اندر شوہر مر جائے تو عورت میراث میں حصہ پائے گی۔

مسئلہ: بیماری کی حالت میں عورت سے کہا کہ تو گھر سے باہر جائے تو تجھ کو بائن طلاق ہے۔ پھر عورت باہر گئی اور طلاق بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہ پائے گی کہ اس نے خود ایسا کام کیا جس سے طلاق پڑی اور اگر یوں کہا کہ اگر تو کھانا کھائے تو تجھ کو طلاق بائن ہے یا یوں کہا اگر تو نماز پڑھے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ ایسی صورت میں اگر شوہر عدت کے اندر مر جائے تو عورت کو حصہ ملے گا کیونکہ عورت کے اختیار سے طلاق نہیں پڑی کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے۔

مسئلہ: صحت مند آدمی نے کہا کہ جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی۔

مسئلہ: تندرستی کے زمانہ میں کہا جب تیرا باپ پردیس سے آئے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ جب وہ پردیس سے آیا اس وقت شوہر بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا تو حصہ نہ پائے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تو حصہ پائے گی۔

طلاق رجعی میں رجعت کر لینے کا بیان

مسئلہ: جب کسی نے رجعی ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس کو روک رکھے پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور عورت چاہے راضی ہو یا نہ ہو اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا اس میں یہ اختیار نہیں۔

مسئلہ: رجعت کرنے یا روک رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف زبان سے

کہہ دے کہ میں تجھ کو پھر رکھے لیتا ہوں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یا یوں کہہ دے کہ میں اپنے نکاح میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا اور طلاق سے باز آیا۔ بس اتنا کہنے سے وہ پھر اس کی بیوی ہوگئی۔

مسئلہ: جب عورت کو روک رکھنا منظور ہو تو بہتر ہے کہ کم از کم دو مردوں کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے کہ شاید کبھی کچھ جھگڑا پڑے تو کوئی مکر نہ سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا اور تنہائی میں ایسا کرلیا تب بھی صحیح ہے مطلب تو حاصل ہو ہی گیا۔

مسئلہ: اگر عورت کے سامنے رجعت نہ کی بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر کی تو عورت کو رجعت کی خبر دینا مندوب ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت کی مدت ختم ہونے پر وہ لاعلمی میں کسی اور سے نکاح کرلے۔

مسئلہ: رجعت کی نیت نہ تھی لیکن زبان سے ویسے ہی کہہ دیا کہ میں نے بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھا تو اس سے بھی رجعت ہوگئی۔

مسئلہ: اگر عورت کی عدت گزر چکی تب ایسا کرنا چاہا تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب اگر عورت منظور کرے اور راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا۔ نکاح کے بغیر نہیں رکھ سکتا اگر وہ رکھے بھی تو عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی ملی ہوں جس میں مرد کو طلاق سے باز آنے کا اختیار ہوتا ہے ایسی عورت کو چاہیے کہ خوب بناؤ سنگھار کر کے رہا کرے کہ شاید مرد کا جی اس کی طرف جھک پڑے اور رجعت کرلے اور اگر مرد کا قصد رجعت کرنے کا نہ ہو (بلکہ ہو تب بھی) اس کو مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے تو کھانس کھنکار کرتے ہوئے آیا آئے تا کہ عورت اپنا بدن اگر کچھ کھلا ہو تو ڈھک لے اور شوہر کی کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے کیونکہ شرمگاہ کے اندرونی حصہ پر شہوت سے نظر کرنے سے رجعت ہو جاتی ہے اور چونکہ اس کا ارادہ رجعت کا نہیں ہے اس لیے اس کی احتیاط رکھی جائے کہ نگاہ بھی نہ پڑے۔ اور جب عدت پوری ہو چکے تو عورت کسی اور جگہ جا کے رہے۔

مسئلہ: عورت کو معلوم ہے کہ مرد اس سے شدید بغض رکھتا ہے اور رجعت کی کچھ امید نہیں تو پھر بناؤ سنگھار نہ کرے۔

مسئلہ: اگر ابھی رجعت نہ کی ہو تو اس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں اور اس عورت کو اس کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دے دیں جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرے عدت کے اندر نکاح درست نہیں۔ اور خود اسی طلاق دینے والے سے نکاح منظور ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن عورت سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا' پیار کیا یا جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں وہ پھر اس کی بیوی ہو گئی' پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس طرح کے فعل کے ساتھ رجعت میں کراہت تنزیہی ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو حیض آتا ہو اس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں جب تین حیض پورے ہو چکیں تو عدت گزر چکی۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سمجھو کہ اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت دس دن پورے ہونے پر خون بند ہوا اسی وقت عدت ختم ہو گئی اور روک رکھنے کا جو اختیار مرد کو تھا جاتا رہا چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے۔ اب بھی اپنے قصد سے باز آئے گا تو پھر اس کی بیوی بن جائے گی۔ البتہ اگر خون بند ہونے پر اس نے غسل کر لیا یا غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو گئی۔ ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار جاتا رہا۔ اب نکاح کیے بغیر نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ: جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو خواہ تنہائی ہو چکی ہو اس کو ایک طلاق دینے

سے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اس کو جو طلاق دی جائے بائن پڑتی ہے۔
مسئلہ: اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی پھر اس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو اب طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار اس کو نہیں۔

عورت کو تفویض طلاق

مسئلہ: شوہر کا اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اپنے اوپر طلاق ڈال لے یا طلاق کی نیت سے یہ کہنا کہ وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے یا یہ کہنا کہ اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں اس کو تفویض طلاق کہتے ہیں۔

مسئلہ: آخری دو الفاظ اگر شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہوں یا طلاق کے مطالبہ پر کہے ہوں تو عدالت اس کو تفویض طلاق شمار کرے گی۔

مسئلہ: جس مجلس و نشست میں شوہر نے طلاق تفویض کی ہو جب تک عورت کی وہ نشست قائم ہے وہ اپنا حق استعمال کر سکتی ہے اگرچہ وہ نشست کتنی ہی طویل ہو جائے۔(3)

مسئلہ: پانی پینے سے یا چائے پینے سے یا کوئی چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈالنے سے نشست نہیں بدلتی۔ نشست اسی صورت میں ختم ہوتی ہے اور بدلتی ہے جب عورت اٹھ جائے یا کسی اور کام میں لگ جائے۔

مسئلہ: تفویض طلاق کے بعد شوہر کو اختیار نہیں رہتا کہ وہ اپنی بات سے پھر جائے یا عورت کو اس سے منع کر دے یا اپنی بات کو فسخ کر دے۔

مسئلہ: شوہر نے کہا اپنے اوپر ایک طلاق ڈال لو لیکن عورت نے اکٹھی تین طلاقیں ڈال لیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک بھی طلاق نہ ہو گی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ: شوہر نے کہا تو اپنے آپ پر جب چاہے طلاق ڈال لے تو عورت اسی نشست میں بھی اور اس کے بعد بھی طلاق ڈال سکتی ہے لیکن صرف ایک مرتبہ۔

مسئلہ: شوہر نے کہا جب جب تو چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت کو تین طلاقیں ڈالنے تک اختیار رہے گا۔

مسئلہ: شوہر نے کہا جیسی چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت اپنے اوپر تین طلاقیں بھی ڈال سکتی ہے اور ایک یا دو بھی ڈال سکتی ہے خواہ رجعی ہوں یا بائن ہوں۔

مسئلہ: اگر تفویض ایک مدت کے لئے ہو مثلاً کہا آج کے دن تجھے اپنے بارے میں اختیار ہے تو باقی دن تک اختیار ہو گا اور اگر کہا کہ اس مہینے میں اختیار ہے تو رواں مہینہ ختم ہونے تک اختیار ہو گا۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ تک اختیار ہے تو کہنے کے وقت سے تیس دن تک اختیار ہو گا۔

مسئلہ: شوہر تفویض طلاق اپنی بیوی کے بجائے اس کے باپ کو یا کسی اجنبی شخص کو کردے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: تفویض طلاق کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو سکتی ہے۔ پھر اگر وہ شرط مدت سے خالی ہو مثلاً یوں کہا جب زید آئے تو تجھے اختیار ہو گا۔ زید آیا تو عورت کو اسی وقت خیار ہو گا جب اس کو اپنی اسی مجلس میں علم ہو جائے جس میں زید آیا۔

مسئلہ: کوئی عورت نکاح کے وقت اپنے لئے تفویض طلاق رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح نامہ میں اس کو لکھنے کے علاوہ ایجاب و قبول میں اس کو زبانی ذکر کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی پہلے خود عورت کا ولی یا وکیل عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے مسماۃ فلاں بنت فلاں تمہارے نکاح میں اس شرط پر دی کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا تو مسماۃ مذکور کو اسی وقت یا پھر کسی وقت اپنے اوپر ایک طلاق بائن ڈالنے کا اختیار ہو گا۔ اس کے جواب میں مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کیا۔ اس پر عورت کو اختیار حاصل ہو جائے گا۔

تنبیہ: عورت جب اپنا حق استعمال کرے تو یوں کہے کہ میں اپنے حق کو

استعمال کرتے ہوئے اپنے اوپر طلاق ڈالتی ہوں۔ یوں نہ کہے کہ میں شوہر کو طلاق دیتی ہوں کیونکہ اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

باب ۱۲

خلع کا بیان

اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر اپنے شوہر سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے جو میرا مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میں میری جان چھوڑ دو۔ اس کے جواب میں شوہر کہے میں نے چھوڑ دی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ البتہ اگر شوہر نے اسی مجلس میں جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا یا شوہر تو نہیں اٹھا عورت اٹھ کھڑی ہوئی تب شوہر نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دی تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ جواب و سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہئیں۔ اس طرح جان چھڑانے کو شریعت میں خلع کہتے ہیں۔

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا۔ البتہ عورت نے اگر اسی جگہ جواب نہ دیا ہو وہاں سے کھڑی ہو گئی ہو یا عورت نے قبول ہی نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ: اگر خلع کی پیشکش مرد کی جانب سے ہو تو وہ اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر خلع کی پیشکش عورت کی جانب سے ہو تو وہ مرد کے قبول کرنے سے پیشتر اپنی پیشکش واپس لے سکتی ہے۔

مسئلہ: مرد نے فقط اتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا مہر یا روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے تب بھی نکاح سے متعلق جو حق مرد کا عورت پر ہے اور نکاح سے متعلق جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہے تو وہ بھی معاف ہو گیا اور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر اس کا لوٹانا واجب نہیں۔ البتہ عدت ختم ہونے تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا۔ ہاں اگر عورت نے

کہہ دیا ہو کہ عدت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تم سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ: اور اگر اس کے ساتھ کچھ مال کا بھی ذکر کر دیا جیسے یوں کہا دو ہزار روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا پھر عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو گیا۔ اب عورت کے ذمہ دو ہزار روپے دینے واجب ہو گئے۔ اپنا مہر پا چکی ہو تب بھی دو ہزار روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی نہ پایا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہ ملے گا کیونکہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہو گیا۔

مسئلہ: اگر خلع مہر پر کیا یعنی مرد نے یوں کہا میں نے تجھ سے مہر پر خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو اگر مہر ابھی وصول نہیں کیا تھا تو ساقط ہو جائے گا اور اگر وصول کر چکی تھی تو واپس لوٹانا پڑے گا۔

مسئلہ: خلع میں اگر قصور مرد کا ہو تو مرد کو روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمہ ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے۔ اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لینا چاہیے بس صرف مہر ہی کے عوض میں خلع کرے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی خیر بے جا تو ہوا لیکن کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ: عورت خلع کرنے پر راضی نہ تھی مرد نے اس سے زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر، دھمکا کر خلع کیا تو طلاق پڑ گئی لیکن مال عورت پر واجب نہیں۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق

یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا ہو کہ ہزار روپے پر یا پانچ ہزار روپے کے عوض میں میری جان چھوڑ دے یا یوں کہا میرے مہر کے عوض میں مجھ کو چھوڑ دے اور اگر اس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا جیسے یوں کہے دو ہزار

روپے کے عوض میں مجھے طلاق دے دو تو اس کو خلع نہ کہیں گے۔ اگر مرد نے اس مال کے عوض میں طلاق دے دی تو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا نہ وہ جو مرد کے اوپر ہیں اور نہ وہ جو عورت پر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔ عورت اس کا دعویٰ کر سکتی ہے اور مرد یہ دو ہزار روپے عورت سے لے گا۔

مال کے عوض طلاق کے چند مسائل

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تین ہزار روپے کے عوض میں طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اگر قبول نہ کرے تو نہ پڑے گی اور اگر قبول کر لے تو ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ لیکن اگر جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ: عورت نے کہا تین ہزار روپے کے عوض میں مجھ کو تین طلاق دے دے۔ اس پر شوہر نے ایک ہی طلاق دی تو فقط ایک ہزار روپیہ مرد کو ملے گا اور اگر دو طلاقیں دی ہوں تو دو ہزار۔ اگر تینوں دے دے تو پورے تین ہزار روپے عورت سے دلائے جائیں گے اور سب صورتوں میں طلاق بائن پڑے گی کیونکہ مال کا بدلہ ہے۔

عدالتی یا جبری خلع

پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت جب کوئی عورت اپنی کسی پریشانی میں عدالت سے رجوع کرتی ہے اور خلع کی بنیاد پر تفریق حاصل کرنا چاہتی ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتی ہے تو یہ حکم جاری کرتی ہے کہ خلع کی بنیاد پر نکاح فسخ کیا جاتا ہے جبکہ شوہر سے خلع پر رضامندی بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ خلع زوجین کے مابین ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے اور عدالت یکطرفہ طور پر جبراً خلع نہیں کرا سکتی۔ اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت کا آگے کسی اور سے نکاح کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ اس لیے عدالت کے ذریعے خلع حاصل کرنے سے پہلے ہی کسی معتبر دارالافتاء سے مشورہ کر لیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''فقہ اسلامی'' عائلی مسائل کے صفحات 151 اور 152

دیکھئے)۔

۞۞۞

باب ۱۳۳

ایلاء یعنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا

مسئلہ: جس نے قسم کھا لی اور یوں کہہ دیا کہ خدا کی قسم اب صحبت نہ کروں گا۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا۔ قسم کھاتا ہوں کہ تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا کسی اور طرح کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ اب نکاح کیے بغیر میاں بیوی کی طرح نہیں رہ سکتے اور اگر چار مہینے کے اندر ہی اندر اس نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور صحبت کر لی تو طلاق نہ پڑے گی البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا ایسی قسم کھانے کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں۔

مسئلہ: ہمیشہ کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی اور یوں کہا خدا کی قسم چار مہینے تک تجھ سے صحبت نہ کروں گا تو اس سے ایلاء ہو گیا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار مہینے سے پہلے صحبت کر لے تو قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: اگر چار مہینے سے کم کے لیے قسم کھائی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس سے ایلاء نہ ہو گا۔ چار مہینے سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھائے تب بھی ایلاء نہ ہو گا البتہ جتنے دنوں کی قسم کھائی ہے اتنے دنوں سے پہلے پہلے صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو عورت کو طلاق نہ پڑے گی اور قسم بھی پوری رہے گی۔

مسئلہ: کسی نے فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی پھر اپنی قسم نہیں توڑی اس لیے چار مہینے کے بعد طلاق پڑ گئی اور طلاق کے بعد پھر اسی مرد سے نکاح ہو گیا تو اب اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اب کچھ نہ ہو گا۔ اور اگر ہمیشہ کے لیے قسم کھائی جیسے یوں کہہ دیا میں قسم کھاتا ہوں کہ اب تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا پھر اپنی قسم نہیں توڑی اور چار مہینے بعد طلاق پڑ گئی۔ اس کے بعد پھر اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کے بعد پھر چار مہینے تک

صحبت نہیں کی تو اب پھر دوسری طلاق پڑ گئی۔ اگر تیسری دفعہ پھر اسی سے نکاح کر لیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو تیسری طلاق پڑ جائے گی اور دوسرا خاوند کیے بغیر اس سے نکاح بھی نہ ہو سکے گا۔ البتہ اگر دوسرے یا تیسرے نکاح کے بعد صحبت کر لیتا تو قسم ٹوٹ جاتی اور پھر طلاق نہ پڑتی ہاں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوتا۔

تین طلاقیں پوری ہونے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے اور پھر اس کے طلاق دینے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرے گی تو اب ایلاء نہ رہے گا۔

مسئلہ: ہمیشہ کی قسم کھانے کے بعد چار مہینے گزر گئے اور عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو گئی۔ عدت کے بعد عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ پھر اس سے طلاق ملنے کے بعد اور عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر لیا تو ایلاء باقی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوا۔ اب پھر سے نکاح کرنے کے بعد اگر صحبت نہ کرے تو طلاق نہ پڑے گی لیکن جب صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر طلاق رجعی دے دینے کے بعد عدت کے اندر ایسی قسم کھائی تو ایلاء ہو گیا۔ اب اگر رجعت کر لے اور صحبت نہ کرے تو چار مہینے کے بعد طلاق پڑ جائے گی اور اگر صحبت کرے تو قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: خدا کی قسم نہیں کھائی بلکہ یوں کہا کہ اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہو گیا۔ صحبت کرے گا تو ابھی طلاق پڑ جائے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے کے بعد طلاق بائن پڑ جائے گی۔

مسئلہ: اور اگر یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک عمرہ ہے یا ایک روزہ ہے یا ہزار روپے خیرات ہے یا ایک قربانی ہے یا سو رکعت نماز ہے یعنی ایسی بات جو مشقت والی بھی ہو اور نذر سے لازم بھی ہو جاتی ہو۔ ان صورتوں میں بھی

ایلاء ہو گیا۔ اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہے وہ کرنا ہو گی اور کفارہ نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اور اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی نہ ہو اگرچہ لازم ہو جاتی ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ دو رکعت نماز ہے یا ایک روپیہ خیرات ہے تو ایلاء نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی تو ہو لیکن لازم نہ ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک ہزار مرتبہ وضو ہے تو اس سے بھی ایلاء نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر شوہر بیوی سے صحبت کرنے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً دونوں میں سے کوئی ایک مریض ہو یا ایک نابالغ ہو یا شوہر نامرد ہو یا مقطوع الذکر ہو یا عورت کی شرمگاہ میں دخول سے مانع کوئی رسولی ہو یا شوہر بیوی کا مدت ایلاء میں ملاپ ممکن نہ ہو مثلاً شوہر ناحق قید میں ہو اور قید خانے میں ایسا کوئی موقع نہ ہو کہ بیوی اس کے پاس چلی جائے اور شوہر اس سے صحبت کر سکے یا شوہر دور کے سفر میں ہو اور مدت ایلاء میں اس کا واپس پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس وقت ایلاء سے رجوع کی صورت یہ ہے کہ شوہر زبان سے کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا یا میں نے اپنے کہے سے رجوع کیا یا میں نے ایلاء کو باطل کیا۔ اس طرح کہنے سے مدت ایلاء ختم ہونے پر طلاق نہ پڑے گی البتہ پھر صحبت کرے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ پھر اگر ایلاء کی مدت میں کسی طرح سے صحبت کرنے پر قدرت ہو گئی تو زبانی رجوع کالعدم ہو جائے گا اور اب رجوع بالفعل صحبت کرنا ہو گی۔

باب ۱۴

ظہار

بیوی کو اپنی نسبی یا رضاعی یا سسرالی محرم عورت کہ جس سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے مثلاً یوں کہا تو مجھ پر میری ماں کی پشت یا میری بہن کے پیٹ کی طرح ہے۔ شرع میں اس کو ظہار کہتے ہیں۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے اور پاگل آدمی کے ظہار کا اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی غیر عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا تو بھی کچھ نہیں ہوا اب اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

ظہار کا حکم

یہ ہے کہ عورت رہے گی تو اسی کے نکاح میں لیکن مرد جب تک اس کا کفارہ نہ ادا کرے تب تک صحبت کرنا' شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا' منہ چومنا' پیار کرنا حرام ہے۔ جب تک کفارہ نہ دے گا تب تک وہ عورت حرام رہے گی چاہے جتنے برس گزر جائیں۔ جب مرد کفارہ دے دے تو دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کا کفارہ اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کر لی تو بڑا گناہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے اور اب سے پکا ارادہ کرے کہ اب بغیر کفارہ دیے پھر کبھی صحبت نہ کروں گا اور عورت کو چاہیے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

مسئلہ: جب تک کفارہ نہ دے تب تک دیکھنا' بات چیت کرنا حرام نہیں البتہ شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کئی بیویوں سے ایسا کہا تو جتنوں سے کہا ہے اتنے کفارے دے۔

مسئلہ: کفارے میں روزے رکھنے کی طاقت تھی اور روزے رکھنے شروع کر دیے تو

اب جب تک روزے ختم نہ ہو جائیں تب تک اس عورت سے صحبت نہ کرے۔ اگر روزے ختم ہونے سے پہلے اسی عورت سے صحبت کر لی تو اب سب روزے پھر سے رکھے چاہے دن میں اس عورت سے صحبت کی ہو یا رات میں اور چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول سے سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر روزوں کی طاقت نہ تھی اور ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانے لگا۔ اگر سب فقیروں کو ابھی نہیں کھلا چکا تھا کہ بیچ میں صحبت کر لی تو گناہ ہوا مگر اس صورت میں کفارہ دوہرانا نہ پڑے گا۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ ظہار کے دو کفارے تھے اس نے ساٹھ مسکینوں کو چار چار سیر گیہوں دے دیے اور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے دو دو سیر دیتا ہوں اس لیے دونوں کفارے ادا ہو گئے تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا۔ دوسرا کفارہ پھر دے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا دوسرا ظہار کا اس میں ایسا کیا تو دونوں ادا ہو گئے۔

مسئلہ: اگر ظہار میں چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک صحبت نہ کی اور کفارہ نہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اس سے ایلاء نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر ہمیشہ کے لیے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کر دی جیسے یوں کہا سال بھر کے لیے یا چار مہینے کے لیے تو میرے لیے ماں کی پشت کے برابر ہے تو جتنی مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک ظہار رہے گا اور اگر اس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہ دینا پڑے گا۔ عورت حلال ہو جائے گی۔

مسئلہ: ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے۔ البتہ اگر دوسری اور تیسری مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہو جانے کی نیت کی ہو نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دے۔

چند دیگر مسائل

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے تو اگر طلاق دینے کی نیت کی ہو تو طلاق پڑے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جائے گا۔ کفارہ دے کر صحبت کرنا درست ہے۔ اور اگر ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کے برابر ہے یا یوں کہا تو میرے لیے ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے مثل ہے، ماں کی طرح ہے تو دیکھو اس کا مطلب کیا ہے۔ اگر یہ مطلب لیا کہ تعظیم میں اور بزرگی میں ماں کے برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے عمر میں میری ماں کے برابر ہے تب تو اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر اس نے کہتے وقت کچھ نیت نہیں کی اور کچھ مطلب نہیں لیا یوں ہی کہہ دیا تب بھی کچھ نہیں ہوا اور اگر اس کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اس کو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اگر طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور عورت کو چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا بلکہ مطلب فقط اتنا تھا کہ اگرچہ تو میری بیوی ہے اور اپنے نکاح سے تجھے الگ نہیں کرتا لیکن اب تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کر لیا بس روٹی کپڑا لے اور پڑی رہ تو یہ ظہار ہو گیا۔

مسئلہ: اگر برابر کا لفظ نہیں کہا نہ مثل اور طرح کا لفظ کہا بلکہ یوں کہا کہ تو میری ماں ہے یا یوں کہا کہ تو میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ عورت حرام نہیں ہوئی۔ لیکن ایسا کہنا گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں یا یوں کہا کہ اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں تو اس سے بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ: کسی نے کہا تو میرے لیے سور کے برابر ہے تو اگر طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت تھی تب تو طلاق پڑ گئی اور اگر ظہار کی نیت کی تو کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر کچھ نیت نہیں کی تب بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر شوہر ظہار کرنے کے بعد کفارہ نہ دیتا ہو اور اس طرح بیوی سے صحبت نہ کرتا

ہوتو چونکہ چار مہینے میں ایک دفعہ صحبت ہونا عورت کا بعض حضرات کے نزدیک ازروئے قضا بھی حق ہے اور ازروئے دیانت تو سب کے نزدیک ہے اس لیے عورت شوہر سے مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ کفارہ ادا کرکے اس کا حق ادا کرے۔

❀ ❀ ❀

باب ۱۵

لعان کا بیان

جب کوئی شخص دارالاسلام میں اپنی زندہ بیوی پر زنا کی تہمت لگائے جس سے اس کا نکاح صحیح تھا فاسد نہیں تھا اور جس نے عمداً یا شبہ سے حرام صحبت بھی نہ کی ہو اور میاں بیوی دونوں گواہی دینے کے لائق ہوں یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے نہ معلوم کس کا ہے اور عورت چاہے کہ شوہر پر اس الزام کی وجہ سے قذف کی حد لگے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت مسلمان جج کی عدالت میں جائے اور فریاد کرے۔ عدالت میں اگر شوہر اپنے الزام کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لے تو اس کو حد قذف لگے گی اور اگر وہ اپنے الزام پر قائم رہے تو عدالت دونوں سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے اس طرح کہلائے میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس کو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ جب مرد پانچویں دفعہ کہہ چکے تو عورت چار دفعہ اس طرح کہے میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھے لگائی ہے اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ جب دونوں قسم کھالیں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا جس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور اب یہ لڑکا باپ کا نہ کہا جائے گا۔ ماں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اسی قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان نہ ہوگا۔ ہاں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی نفی کرے گا تو لعان ہوگا۔

مسئلہ: جب تک بچہ ہونے کی مبارکباد دی جاتی ہے مثلاً سات دن تک تو اگر اس مدت کے اندر شوہر نے بچے کی اپنے سے ہونے کی نفی کی تو یہ نفی مسموع ہو گی اس کے بعد

مسموع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے تو چونکہ زنا کی صریح تہمت پائی گئی لہٰذا لعان ہوگا البتہ عدالت ابھی حمل کی شوہر سے نفی کا حکم نہیں لگائے گی۔

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھالے یا تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کر لے۔ اپنے جھوٹا ہونے کے اعتراف کی صورت میں شوہر پر حد قذف لگے گی۔

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھالے لیکن عورت قسمیں کھانے پر تیار نہ ہو تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھالے یا مرد کے الزام کی تصدیق کر دے۔ محض الزام کی تصدیق پر عورت پر زنا کی حد نہیں لگے گی کیونکہ یہ اقرار نہیں ہے۔

مسئلہ: لعان کے واجب ہونے کے بعد اگر نکاح ٹوٹ جائے مثلاً زوجین کے درمیان کسی اور وجہ سے نکاح فسخ کر دیا جائے یا شوہر طلاق بائن دے دے یا شوہر مر جائے تو لعان ساقط ہو جائے گا اور طلاق بائن دینے کے بعد اگر شوہر اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لے تو لعان واپس نہ لوٹے گا۔

مسئلہ: لعان کی قسمیں پوری ہونے کے بعد لیکن زوجین میں تفریق کا حکم کیے جانے سے پہلے شوہر کے لیے بیوی سے صحبت کرنا اور اس کے دواعی کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: لعان اور جدائی کا حکم لگنے کے بعد شوہر اسی عورت سے صرف اس وقت دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب وہ تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کر لے۔

باب ۱۶

مفقود اور غائب کا حکم

مفقود یعنی لا پتہ شخص کی زوجہ کا حکم

جس عورت کا شوہر ایسا لا پتہ ہو گیا کہ اس کا کچھ اتہ پتہ نہ ہو اور عورت کے لیے خرچہ کا انتظام نہ ہو سکے یا معصیت کے خوف کی وجہ سے اس کا بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے تو اس وقت عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا فلاں شخص سے نکاح ہوا تھا۔ اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہرت کی بناء پر بھی شہادت کافی ہے۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لا پتہ ہونا ثابت کرے۔ بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سالوں میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو اس مدت کے ختم ہونے پر مفقود کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ اس کے بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن کی عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہو گا۔

تنبیہات

- بہتر ہے کہ چار سال گزرنے پر قاضی کی عدالت سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے۔
- قاضی جو چار سال کی مدت مقرر کرے گا اس کی ابتداء اس وقت سے لی جائے گی جب خود وہ تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزری ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب عورت کے لیے نفقہ اور گزارہ کا بھی کچھ انتظام ہو اور عصمت و عفت کے ساتھ یہ مدت گزارنے پر قدرت بھی ہو۔

- اگر اس کے نفقہ اور گزارہ کا انتظام نہ ہو، نہ تو شوہر نے چھوڑا ہو اور نہ ہی کسی عزیز وقریب نے یا حکومت نے کفالت کی ہو اور خود بھی محنت ومزدوری پردہ و عفت کے ساتھ کر کے اپنا گزارہ نہیں کر سکتی تو کم از کم ایک ماہ صبر و انتظار کر کے کسی مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور وہ جج تحقیق وتفتیش مکمل ہو جانے پر نکاح فسخ کر دے۔
- اگر نفقہ و گزارہ کا تو انتظام ہے مگر شوہر کے بغیر زنا و بدکاری میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ایک سال انتظار کے بعد مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ جج تحقیق وتفتیش مکمل ہونے پر نکاح کو فوری فسخ کر دے۔
- اگر دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آ جائے تو دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو واپس ملے گی۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے پورا مہر بھی ملے گا اور اس کی عدت بھی گزارنی ہو گی۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اس کا معلوم ہو لیکن وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچے وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

اس شخص کی زوجہ کے لیے جو صورت بالاتفاق صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اس کے خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ورنہ جب گزارہ اور نان ونفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ گنجائش ہے کہ وہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے۔ پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو خرچہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے خرچہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے خرچہ معاف کیا اور خرچہ سے متعلق باتوں پر حلف بھی اٹھائے۔

اس کے بعد اگر کوئی عزیز یا اجنبی اس کے خرچہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اس کے پاس دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ سے یا کسی جدید باوثوق ذریعہ سے حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو اپنے پاس بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کر دو ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اگر تم نے اِن باتوں میں سے کوئی بھی نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہو تو قاضی اس عورت کو اس غائب شخص کی زوجیت سے الگ کر دے۔ یہ تفریق طلاق رجعی شمار ہو گی۔

تنبیہ: اگر غائب تفریق کیے جانے کے بعد واپس آ جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آ جائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں اس کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد آیا ہو۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچہ دے دیا تھا تو اس کو ہر حال میں بیوی مل جائے گی اور اگر خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

باب ۱۷

اولاد کے حلالی ہونے کا بیان

مسئلہ: جب کسی شوہر والی عورت کے اولاد ہوگی تو وہ اسی شوہر کی اولاد کہلائے گی۔ کسی پر یہ شبہ رکھنا کہ یہ بچہ اس کے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلانے کا ہے درست نہیں اور اس بچہ کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر اسلام کی حکومت ہو تو ایسا کہنے والے کو کوڑے مارے جائیں گے۔

مسئلہ: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یعنی کم سے کم چھ مہینے بچہ پیٹ میں رہتا ہے پھر پیدا ہوتا ہے۔ چھ مہینے سے پہلے صحیح وسالم بچہ پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔

مسئلہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ جب تک ہو سکے تب تک بچہ کو حرامی نہ کہیں گے جب بالکل مجبوری ہو جائے تب حرامی ہونے کا حکم لگائیں گے اور عورت کو گنہگار ٹھہرائیں گے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پھر دو سال سے کم میں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بچہ اسی شوہر کا ہے اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر دو سال سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور دو برس تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی عدت ختم ہوئی اور نکاح سے الگ ہوئی۔ ہاں اگر وہ عورت اس جننے سے پہلے خود ہی اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہوگئی تو مجبوری ہے اب یہ بچہ حرامی ہے الا یہ کہ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو کیونکہ اس وقت معلوم ہوا کہ اس کا اقرار غلط تھا۔ بلکہ جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کے ہاں اگر دو برس کے بعد بچہ ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا تب بھی وہ بچہ اسی شوہر ہی کا ہے چاہے جتنے سال بعد ہوا ہو اور

ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دے دینے کے بعد عدت میں صحبت کی تھی یعنی رجوع کر لیا تھا۔ اس لیے وہ عورت اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اسی کی بیوی ہے اور دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر اس مرد کا بچہ نہ ہو تو وہ کہہ دے کہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: اگر طلاق بائن دے دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دو برس کے اندر اندر پیدا ہوا تب تو اسی شوہر کا ہوگا بشرطیکہ عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر دو برس کے بعد ہو تو وہ حرامی ہے۔ ہاں اگر دو برس کے بعد پیدا ہونے پر بھی مرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو حرامی نہ ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر غلط فہمی سے صحبت کر لی ہوگی اس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق بائن مل گئی ہو جو ابھی بالغ تو نہیں ہوئی لیکن بلوغت کے قریب قریب ہوگئی ہے۔ پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے۔ البتہ وہ لڑکی عدت کے اندر ہی یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کر لے کہ مجھے حمل ہے تو وہ بچہ حرامی نہ ہوگا اور اس صورت میں دو برس کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلائے گا اور اگر طلاق رجعی ملی ہو تو ستائیس مہینے سے کم میں پیدا ہونے سے بھی باپ ہی کا کہلائے گا۔

مسئلہ: کسی جوان عورت کا شوہر مر گیا تو مرنے کے وقت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی نہیں بلکہ شوہر کا بچہ ہے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے اب حرامی کہا جائے گا۔ البتہ اگر اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو حرامی نہ ہوگا اور اقرار جھوٹا قرار پائے گا اور اگر دو برس کے بعد پیدا ہو تب بھی حرامی ہے۔

مسئلہ: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا تو وہ شوہر کا ہے۔ اس پر بھی شبہ کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ اور یہ سمجھیں گے کہ کسی طرح سے میاں بیوی کا ملاپ ہوگیا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر کا نہ ہو تو انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: میاں پردیس میں ہے اور کئی سال گزر گئے کہ گھر نہیں آیا اور یہاں بچہ پیدا ہوگیا اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے تب بھی وہ قانون شریعت کے مطابق حرامی نہیں۔ اسی شوہر کا ہے اور یہ سمجھیں گے کہ کسی کرامت سے دونوں ایک جگہ جمع ہوگئے ہونگے۔ البتہ اگر شوہر کا نہیں ہے تو وہ خبر پا کر انکار کرسکتا ہے۔ اس پر لعان ہوگا۔

مسئلہ: شوہر نے تین طلاقیں دیں پھر حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا حرامی نہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا اور اس سے حمل ٹھہر گیا پھر اس شخص نے اسی عورت سے نکاح کرلیا۔ اگر بچہ نکاح سے چھ ماہ یا زائد پر پیدا ہوا تو شوہر کا کہلائے گا اور اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوہر اس کا اپنا ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا سے ہے تو پھر اس کا نسب ثابت مانا جائے گا۔

باب:۱۸

اولاد کی پرورش کا بیان

پرورش کا حق کس کو ہے

مسئلہ: میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور طلاق مل گئی اور گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق سب سے پہلے ماں کو ہے۔ ماں لینے پر تیار نہ ہو اور دوسرے لینے پر تیار ہوں تو پھر پرورش کا حق نانی کو پھر پڑنانی کو اس کے بعد دادی کو ہے۔ یہ نہ ہوں تو سگی بہنوں کو حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں۔ اس کی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنوں مگر جو ماں شریک بہنیں ہیں وہ پہلے ہیں پھر باپ شریک بہنیں ہیں۔ پھر خالہ اور پھر پھوپھی۔ اگر ان عورتوں میں سے کوئی نہ ہوتو پھر باپ زیادہ مستحق ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر باپ شریک بھائی پھر سگے بھائی کے لڑکے پھر باپ شریک بھائی کے لڑکے وغیرہ پھر چچا تایا پھر چچا زاد بھائی وغیرہ۔ اگر یہ مرد رشتہ دار جن کا ذکر ہوا اور جو عصبہ ہیں یعنی جن کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہیں آتا اگر نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام یعنی وہ رشتہ دار جن کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ آتا ہے ان کا حق ہے۔ ان میں مقدم ماں شریک بھائی ہے۔ پھر اس کا بیٹا ہے پھر ماں شریک چچا پھر سگا ماموں ہے۔ پھر ماں شریک ماموں ہے وغیرہ۔

مسئلہ: اگر ایک درجے میں ایک سے زیادہ افراد ہوں مثلاً ایک سے زیادہ سگی بہنیں ہیں یا ایک سے زیادہ سگے بھائی ہیں تو ان میں حقدار وہ ہوگا جو سب سے زیادہ نیک ہو پھر جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

مسئلہ: چچا زاد بھائی لڑکے کی پرورش کا حق تو رکھتا ہے لڑکی کی پرورش کا حق نہیں رکھتا کیونکہ ان میں آپس میں محرمیت نہیں ہے۔

کسی کا پرورش کا حق مندرجہ ذیل باتوں سے نہیں رہتا

○ ۱ اس سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً پرورش کرنے والی عورت اپنی ملازمت وغیرہ میں زیادہ وقت گھر سے باہر رہتی ہو اور اس سے بچہ ضائع ہوتا ہو تو اس کا حق نہیں ہوگا۔

○ ۲ پرورش کرنے کی قدرت نہ ہو۔

○ ۳ فاسق و فاجر ہو کہ اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بچہ ضائع ہوتا ہو۔

مسئلہ: اگر عورت فاسق ہو لیکن ایسا فسق ہو کہ بچہ ضائع نہ ہوتا ہو مثلاً عورت بے نمازی ہے یا ٹیلی ویژن پر بے حیائی کے مناظر دیکھتی ہے تو بچے کی سمجھداری کی عمر تک اس کو پرورش کا حق رہے گا۔

مسئلہ: اگر ایسا فسق ہو کہ جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو مثلاً زنا و بدکاری میں مبتلا ہو یا چوری ڈاکہ کرتی ہو تو اس کو حق نہ ہوگا۔

○ ۴ باپ تنگ دست ہو اور ماں مفت پرورش کرنے پر تیار نہ ہو جب کہ خالہ یا پھوپھی مفت پرورش کرنے پر تیار ہو۔

○ ۵ پرورش کرنے کا حقدار بچے کو ایسے گھر میں رکھے جس میں بچے سے بغض رکھنے والے لوگ ہوں۔

○ ۶ پرورش کرنے والی عورت اجنبی شوہر کے نکاح میں ہو۔

مسئلہ: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچے کا محرم رشتہ دار نہیں تو اب اس بچے کی پرورش کا حق ماں کو نہیں رہا۔ البتہ اگر اس بچے کے کسی محرم رشتہ دار سے نکاح کر لیا تو ماں کا حق باقی ہے۔ ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن، خالہ وغیرہ مرد سے نکاح کرلے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ: ماں کے غیر مرد سے نکاح کر لینے کی وجہ سے حق جاتا رہا تھا لیکن پھر اس مرد نے طلاق دے دی یا مر گیا تو اب پھر ماں کا حق لوٹ آئے گا اور بچہ اس کے حوالے کر

دیا جائے گا۔

پرورش کا حق کب تک

لڑکا جب تک سات برس کا نہ ہو تب تک ماں کو اس کی پرورش کا حق رہتا ہے۔ جب سات برس کا ہوگیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکے کی تعلیم و تربیت کرے۔ اورلڑکی کی پرورش کا حق نو برس کی عمر تک رہتا ہے۔ جب نو برس کی ہوگئی تو باپ لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکی کی حفاظت کرے۔ اب عورت کو روکنے کا حق نہیں۔

پرورش کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: پرورش بچے کا حق ہے لہٰذا ماں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ البتہ اگر اگلے درجے کا کوئی شخص بچے کی پرورش کرنے پر راضی ہو تو پھر ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: عورت اگر بچے کے باپ کے نکاح میں نہ ہو یا اس کی عدت میں نہ ہو تو اس کو پرورش کرنے کی اجرت لینے کا حق حاصل ہے جو اگر بچے کے پاس مال ہے تو اس میں سے ملے گی ورنہ بچے کا باپ دے گا۔

مسئلہ: بچے کی پرورش کا خرچہ یعنی جو بچے پر خرچ ہو وہ سارا باپ کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: لڑکا جب سات سال کا ہو جائے اورلڑکی جب نو سال کی ہو جائے تو باپ ان کو لے لے گا بچے کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ جس کے ساتھ چاہے رہے۔

مسئلہ: لڑکا جب بالغ ہو جائے اور سمجھ بوجھ والا ہو جائے اور اس پر امن ہو تو باپ اس کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ وہ چاہے اکیلا رہے چاہے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہے۔

ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق

مسئلہ: بچہ والدین میں سے ایک کے پاس ہو تو دوسرے کو بچے سے روزانہ ایک مرتبہ

ملنے کا اور خبر گیری کرنے کا حق ہے۔

مسئلہ: بچہ والدین کے علاوہ کسی اور کے پاس ہو تو ماں باپ دونوں کو ایک مرتبہ روزانہ ملنے کا حق ہے۔

مسئلہ: بچہ والدین میں سے کسی ایک کی پرورش میں ہو تو اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ بچے کو دوسرے سے ملانے کے لیے بھیجے بلکہ دوسرا خود آ کر مل جائے اور پرورش کرنے والا ملنے سے روک نہیں سکتا۔

مسئلہ: بچہ جب ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کو کسی دوسرے شہر لے جانا چاہے تو باپ کی اجازت کے بغیر نہیں لے جا سکتی سوائے اس صورت کے کہ ماں کا آبائی شہر کوئی دوسرا ہو اور شوہر نے اس سے اس شہر میں نکاح کیا ہو تو اب بچے کو اپنے آبائی شہر لے جا سکتی ہے۔ اسی طرح بچہ جب باپ کی پرورش میں ہو تو اس کی ماں کی اجازت کے بغیر دوسرے شہر نہیں لے جا سکتا۔

باب:۱۹

عدت کا بیان

مسئلہ: جب کسی کا شوہر طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو کچھ پابندیاں برداشت کرنا ہوتی ہیں اور اس دوران وہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح بھی نہیں کر سکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جو جی چاہے کرے۔ اس مدت گزارنے کو عدت گزارنا کہتے ہیں۔

طلاق کی عدت

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی ہو چکی ہو اور وہ شوہر کے ساتھ تنہائی میں رہ چکی ہو خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہیں اور وہ خلوت وتنہائی صحیح ہو یا نہیں اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی خواہ ایک یا دو یا تین اور خواہ رجعی ہو یا بائن ہو اس کی عدت پورے تین حیض ہیں۔

مسئلہ: جس کو طلاق ملی ہے وہ چھوٹی لڑکی ہے جس کو ابھی حیض شروع نہیں ہوئے یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہو گیا ہے ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے۔

مسئلہ: کسی نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی۔ اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینے کے بعد حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک بیٹھی رہے۔ جب تک تین حیض پورے نہ ہوں عدت ختم نہ ہو گی۔

مسئلہ: اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ طلاق ملنے کے بعد تھوڑی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ: اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس حیض کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو چھوڑ کر تین حیض اور پورے کرے۔

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کی شوہر کے ساتھ کسی قسم کی تنہائی وخلوت نہ ہونے پائی ہو اس کو طلاق مل گئی تو اس پر عدت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی عورت کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں پھر عدت کے اندر غلط فہمی میں اس سے صحبت کرلی تو اب اس غلط فہمی کی صحبت کی وجہ سے نئے سرے سے عدت واجب ہوگئی۔ اب نئے سرے سے تین حیض اور پورے کرے۔ اور اگر تین طلاقوں کے بعد یہ جانتے ہوئے کہ عورت اس کے لیے حلال نہیں اس سے صحبت کرے گا تو یہ زنا ہوگا اور اس سے عدت نئے سرے سے شروع کرنا واجب نہیں ہوگا بلکہ سابقہ عدت کو حسب معمول پورا کرلے۔

مسئلہ: غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے غلط فہمی میں صحبت کرلی پھر معلوم ہوا کہ یہ بیوی نہ تھی تو اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا ہوگا۔ (اگر شادی شدہ تھی تو اپنے شوہر کے گھر میں بیٹھے لیکن جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے نہیں تو دونوں پر گناہ ہوگا۔ اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔ اگر اسی دن حمل ٹھہر گیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت بیٹھے۔ یہ بچہ حرامی نہیں اس کا نسب ٹھیک ہے جس نے غلط فہمی سے صحبت کی ہے اس کا بچہ ہے۔

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کرلیا جیسے کسی عورت سے نکاح کیا تھا پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد وعورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کرلی پھر حال معلوم ہونے کے بعد جدائی ہوگئی تو بھی عدت بیٹھنا ہوگا۔ جس وقت سے مرد نے توبہ کرکے جدائی اختیار کی اور عورت کو کہا کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا طلاق دی اس وقت سے عدت شروع ہوگئی اور اگر ابھی صحبت نہ ہونے پائی ہو تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے صحیح خلوت بھی ہو چکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں۔ عدت جب ہی ہے کہ صحبت ہو چکی ہو۔

مسئلہ: طلاق یافتہ عورت کی عدت حیض کے حساب سے شروع ہوئی مگر تین حیض مکمل ہونے سے پہلے مثلاً دو حیض آچکنے کے بعد حیض آنا بند ہو گئے تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

1: اگر عورت سن ایاس (یعنی پچپن سال) کے لگ بھگ کو پہنچ چکی ہے تو نئے سرے سے مہینوں کے حساب سے عدت پوری کرے۔ مگر چونکہ ایاس کا حکم انقطاع حیض کے چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے لہٰذا چھ ماہ کے بعد مزید تین ماہ عدت کے ہونگے۔

2: اگر سن ایاس کے لگ بھگ کو نہیں پہنچی تو تیسرے حیض کا انتظار کرے۔ اگر کوئی بیماری ہو تو اس کا علاج کرائے۔ اگر علاج کرانے سے بھی حیض جاری نہ ہوں تو بوقت ضرورت اگر کوئی مالکی قاضی علاقے میں ہو تو اس سے ایک سال کی عدت کا فیصلہ حاصل کیا جائے اور اگر وہ میسر نہ ہو اور شدید ضرورت ہو تو عدالت کے فیصلے کے بغیر بھی ایک سال کی عدت کا فتوی دیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: معتدہ طلاق کے پیٹ میں اگر بچہ سوکھ گیا ہو تو دوا یا آپریشن کے ذریعے رحم کی صفائی کرائی جائے۔ اگر بچہ کا کوئی عضو بن چکا ہو مثلاً ہاتھ پاؤں یا انگلی وغیرہ تو اس صفائی یا اسقاط سے عدت ختم ہو گئی۔ معتدہ موت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی عضو نہ بنا ہو تو معتدہ طلاق تین حیض شمار کرے۔ اگر اسقاط اور صفائی کے بعد کم از کم تین روز خون آئے تو وہ بھی حیض شمار ہوگا۔ معتدہ وفات چار ماہ دس دن پورے کرے۔

موت کی عدت

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت بیٹھے چاہے شوہر سے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو چاہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو سب کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی اس حالت میں شوہر مرا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت بیٹھے۔ اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر مرنے سے دو چار گھڑی بعد بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ: اگر کسی کا شوہر چاند کی پہلی تاریخ میں مرا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو نہیں مرا تو ہر مہینہ تیس دن

لگا کر چار مہینے دس دن یعنی 130 دن پورے کرنا چاہئیں اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا نہ حمل ہے اور چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق مل گئ تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کرے چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ملی ہے تو ہر مہینہ تیس دن کا لگا کر تین مہینے یعنی نوے دن پورے کرے۔

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کیا تھا جیسے گواہوں کے بغیر نکاح کرلیا یا بہنوئی سے نکاح ہو گیا اور اس کی بہن بھی ابھی تک اس کے نکاح میں ہے پھر وہ شوہر مر گیا تو وہ عورت جس کا نکاح فاسد ہوا مرد کے مرنے سے چار مہینے دس دن عدت نہ بیٹھے بلکہ تین حیض تک عدت بیٹھے۔ حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک بیٹھے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیماری میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھو طلاق کی عدت بیٹھنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں۔ جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے۔ اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی طلاق کی عدت نہ گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

عورت کو شوہر کے طلاق دینے یا اس کے مرنے کی خبر نہیں ملی تو عدت کا کیا کرے

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا مگر اس کو خبر نہیں ملی۔ چار مہینے دس دن گزر چکنے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت بیٹھنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دے دی مگر عورت کو معلوم نہ ہوا بہت دنوں کے بعد خبر ملی جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گزر چکی تو اس کی بھی عدت پوری ہو گئی اب عدت بیٹھنا واجب نہیں۔

عدت والی عورت کا اپنا حمل ساقط کرانا

حمل پر چار ماہ گزرنے کے بعد اس کا اسقاط بالکل جائز نہیں کیونکہ چار ماہ پورے

ہونے پر بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس وقت اسقاط کرانا بچے کو قتل کرنا ہے۔ چار ماہ سے پہلے بھی چونکہ عدت پوری کرنے میں کوئی مجبوری نہیں ہے لہٰذا اسقاط جائز نہیں ہے۔

سوگ کرنے کا بیان

جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا مرد مر گیا ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ عورت جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے نہ کچھ بناؤ سنگھار کرے۔ یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگھار نہ کرنے اور سادہ رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا زیور پہننا' پھول پہننا' سرمہ لگانا' پان کھا کر منہ لال کرنا' مسی ملنا' سر میں تیل ڈالنا' کنگھی کرنا' مہندی لگانا' اچھے کپڑے پہننا' ریشمی اور رنگے ہوئے بھڑکیلے کپڑے پہننا یہ سب باتیں حرام ہیں۔

مسئلہ: سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: دوا کے لیے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو صاف کر ڈالے۔

مسئلہ: سر ملنا اور نہانا بھی درست ہے۔

مسئلہ: ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے جیسے کسی نے سر ملا یا اور جوں پڑ گئی تو کنگھی کر سکتی ہے۔ اور جب موٹی کنگھی سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو باریک کنگھی نہ کرے کیونکہ باریک کنگھی سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور اگر باریک کنگھی کی ضرورت ہو تو زینت کے مقصود نہ ہونے کے سبب جائز ہو گی۔

مسئلہ: سوگ کرنا اس عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو۔ نابالغ لڑکی پر واجب نہیں۔ البتہ گھر سے باہر نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کو بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس کا نکاح فاسد ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا

واجب نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کو بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے۔

مسئلہ: شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا درست ہے اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔

عدت کے دوران رہائش اور خرچہ کا حکم

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا اور رہائش شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: وفات کی عدت میں عورت کو روٹی کپڑا نہ دلایا جائے گا۔ ہاں اگر شوہر نے ترکہ چھوڑا ہے تو اس میں سے اپنا حصہ لے کر اپنا خرچہ چلائے۔

مسئلہ: اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا ہے جیسے سوتیلے لڑکے سے یا کسی اور مرد سے تعلق بنالیا اس لیے مرد نے طلاق دیدی یا عورت لا دین کافر ہوگئی اسلام سے پھر گئی اس لیے نکاح توڑ دیا گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہ ملے گا البتہ رہنے کا گھر ملے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی چلی جائے تو اور بات ہے پھر نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مرد نے ایک طلاق بائن دیدی یا تین طلاقیں دے دیں اور جس گھر میں عدت بیٹھی ہے اسی میں وہ بھی رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردہ کر کے رہے۔

میاں بیوی سفر میں ہوں اور شوہر کا انتقال ہو جائے

مسئلہ: شوہر بیوی کے ساتھ سفر میں گیا پھر راستے میں کسی شہر میں یا جس شہر میں کسی غرض سے جانا مقصود تھا اس شہر میں شوہر کی وفات ہوگئی تو

1: اگر شوہر کا گھر مکان وفات سے مسافت سفر سے کم ہو تو بیوی شوہر کے گھر میں آ کر عدت گزارے۔

2: اور اگر شوہر کا گھر مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر ہو تو اگر اس شہر میں جہاں شوہر

کی وفات ہوئی ہے عورت کے لیے عدت گزارنے کی کوئی صورت ممکن ہو تو وہیں عدت گزارے اور اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو شوہر کے گھر میں واپس آ کر عدت پوری کرے۔

عدت والی کا گھر سے باہر نکلنا

مسئلہ: طلاق کی عدت ہو یا وفات کی عورت پر لازم ہے کہ طلاق یا وفات کے وقت جس جگہ اس کی رہائش تھی اسی میں عدت گزارے۔

مسئلہ: عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں گئی تھی یا اپنی پڑوسن کے گھر گئی تھی یا کسی رشتہ دار سے ملنے گئی تھی کہ معلوم ہوا کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے یا شوہر کی وفات ہو گئی ہے تو اب فوراً وہاں سے واپس اپنے گھر آ جائے۔

معتدہ طلاق اور معتدہ وفات کے مشترکہ مسائل

مسئلہ: معتدہ اپنے گھر کے صحن میں اور جس حصہ میں چاہے جا سکتی ہے۔ البتہ ایک بلڈنگ میں اپنی رہائش کی جگہ سے دوسرے کی رہائش میں نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ کسی بیمار کی عیادت کے لئے اور کسی کی مرگ پر تعزیت کے لئے نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ حج و عمرہ کے لئے نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ اگر نکلنے پر لاچار ہو جائے تو اس وقت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے مثلاً:

i- معتدہ اتنی بیمار ہو جائے کہ ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہو محض حال کہہ کر دوا نہ مل سکتی ہو اور ڈاکٹر کو گھر پر بلانے کی استطاعت نہ ہو یا ایسی تکلیف ہو جائے کہ عورت کو ہسپتال لے جانا ضروری ہو۔

ii- مکان گرنے کا خطرہ ہو تو دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔

iii- معتدہ وفات کے والدین میں سے یا اولاد میں سے کسی کا یا بھائی بہن کا انتقال ہو جائے یا ان میں سے کوئی بہت بیمار ہو اور کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو اور وہاں جائے بغیر بہت رنج و غم ہوتا ہو تو معتدہ وفات ان وجوہات سے دن دن میں نکل سکتی

ہے۔ اور معتدہ طلاق کو ان وجوہات سے بھی حنفیہ کے نزدیک نکلنے کی اجازت نہیں لیکن اگر کسی کو اس طرف جائے بغیر بہت وحشت وغم ہو اور چین نہ آتا ہو تو مالکیہ اور حنابلہ کے قول پر نکلنے کی گنجائش ہے۔

(و معتدة الموت تخرج یوما و بعض اللیل) لتکتسب لاجل قیام المعیشة لانه لا نفقة لها حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها ان تخرج لزیارة و لا لغیرها لیلا و لا نهارا و الحاصل ان مدار الحل کون خروجها بسبب قیام شغل المعیشة فیتقدر بقدره فمتی انقضت حاجتها لا یحل لها بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتها کذا فی فتح القدیر و اقول لو صح هذا عمم اصحابنا الحکم فقالوا لا تخرج المعتدة عن طلاق او موت الا لضرورة لان المطلقة تخرج للضروری بحسبها لیلا کان او نهارا والمعتدة عن موت کذلک فاین الفرق فالظاهر من کلامهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهارا ولو کانت قادرة علی النفقة ولهذا استدل اصحابنا بحدیث فریعة بنت ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان زوجها لما قتل أتت النبی ﷺ فاستاذنته بالانتقال الی بنی خدرة فقال لها امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله فدل علی حکمین اباحة الخروج بالنهار و حرمة الانتقال حیث لم ینکر خروجها و منعها من الانتقال (البحر الرائق ص ۱۵۳ ج ۴)

ضرورت نفقہ کے علاوہ نکلنے میں اختلاف ہے (صاحب بحر جواز کے قائل ہیں)۔ اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ صورت مذکورہ میں مکان سے باہر نہ جائے لیکن جب دوا وغیرہ کا انتظام کوئی اور نہ کرے اور دوا نہ کرنے سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا خود اس عورت کو بدون علاج کے پریشانی ہو تو دوسرے (یعنی صاحب بحر کے) قول پر عمل کی گنجائش ہے۔ سخت ضرورت کی مقدار چلی جایا کرے۔ امداد الاحکام ص ۸۲۸ ج

۲)

اگر طبیب حاذق مسلم یہ تجویز کرے کہ اس بیوہ کو (جس کو شوہر کی وفات کا بہت صدمہ ہے) تخفیف غم کے لئے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو خروج من البیت جائز ہے۔ پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو مکان زوج پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ ضرورت شدیدہ اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۷ ج ۲)

و اجاز المالکیۃ و الحنابلۃ۔۔۔ ایضا للمعتدۃ مطلقاً الخروج فی حوائجھا نھارا سواء أکانت مطلقۃ ام متوفی عنھا قال طلقت خالتی ثلاثا فخرجت تجز نخلھا فلقیھا رجل فنھاھا فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال اخرجی فجذی نخلک لعلک ان تتصدقی منہ او تفعلی خیرا۔

(نسائی و ابو داؤد و الفقہ الاسلامی و ادلتہ ص ۷۲۰۰)

-v جو عدت وفات میں ہو اس کے پاس خرچہ نہ ہو اور وہ روزی کمانے کے لئے نکلنے پر مجبور ہو تو دن دن میں کام کے لئے نکل سکتی ہے اور رات اپنے گھر میں گزارے۔

-iv جو عدت وفات میں ہو اور کرائے کے گھر میں ہو اور اس کے پاس کرایہ دینے کو پیسے نہ ہوں یا سسرال میں ہو اور سسرال والے اس کو گھر میں رکھنے پر راضی نہ ہوں تو وہ دوسری جگہ جا سکتی ہے۔

-vi اگر بیوہ تنہا ہو اور کوئی اس کے ساتھ رہنے کے لئے موجود نہ ہو یا اتنے عرصہ کوئی رہنے پر تیار نہ ہو اور کسی کو دن رات کا ملازم بھی نہ رکھ سکتی ہو تو بیوہ اپنی عدت دوسری جگہ گزار سکتی ہے۔

-vii اگر مرنے والے نے کھیتی کاشت کی ہوئی ہے اور اس کے بچے چھوٹے ہیں اور ترکہ بھی تھوڑا ہے اور بیوہ کو خود بھی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ کسی کو مزدوری پر رکھ سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کھیتی کی دیکھ بھال کے لیے دن دن میں نکل سکے۔

❀ ❀ ❀

باب: ۲۰

قسم کھانے کا بیان

قسم صحیح ہونے کی شرائط

☐ ۱ قسم کھانے والا عاقل بالغ مسلمان ہو لہٰذا دیوانے کی اور بچے کی اگرچہ سمجھدار ہو اور کافر کی قسم صحیح نہیں ہوتی۔

☐ ۲ قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی استثناء نہ کیا ہو مثلاً قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ نہ کہا ہو۔ اگر یہ لفظ کہا جیسے کوئی اس طرح کہے خدا کی قسم فلاں کام انشاء اللہ نہ کروں گا تو قسم نہ ہوئی۔

انشاء اللہ کی جگہ اگر مثلاً ان الفاظ میں سے کوئی لفظ کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے: ماشاء اللہ، اگر اللہ چاہے، جو اللہ چاہے، اگر اللہ نے میری مدد کی، الا یہ کہ میرا ارادہ بدل جائے، الا یہ کہ میں دوسرے کام کو زیادہ پسند کروں وغیرہ۔

مسئلہ: استثناء کا لفظ قسم کھانے کے کچھ وقفہ اور فصل کے بعد کہا ہو تو قسم ہو جائے گی اور استثناء باطل ہو جائے گا۔

☐ ۳ قسم کے انعقاد اور بقا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ قسم کا زمانہ مستقبل میں پورا ہونا عقلاً ممکن بھی ہو خواہ عادتاً ممکن ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کام کا پورا ہونا نہ عقلاً ممکن ہو اور نہ عادتاً ممکن ہو تو قسم منعقد اور صحیح نہیں ہوتی۔ مثلاً کہا خدا کی قسم میں آج اس گلاس کا پانی ضرور پیوں گا جبکہ اس گلاس میں پانی ہی نہ تھا یا پانی تو تھا لیکن وہ دن ہی دن میں خود بخود گر گیا یا جان بوجھ کر کسی نے گرا دیا بلکہ خود قسم کھانے والے ہی نے گرا دیا ہو تو دن گزرنے پر قسم نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ پانی نہ ہونے یا پانی گر جانے کے بعد گلاس کا پانی پینا عقلاً اور عادتاً دونوں طرح محال

ہے اور ممکن نہیں ہے اور اگر وہ کام عقلاً ممکن ہو عادتاً ممکن نہ ہو تو قسم صحیح ہے مثلاً کہا خدا کی قسم میں آسمان پر چڑھ جاؤں گا میں اس پتھر کو سونے کا بنادوں گا کیونکہ یہ عقلاً ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور حضرت محمد ﷺ معراج کے موقع پر آسمانوں پر چڑھے تھے البتہ چونکہ عادتاً اس کام کو کرنا ممکن نہیں اس لیے قسم فی الفور ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں آج تمہارا قرض ضرور ادا کردوں گا حالانکہ نہ اپنے پاس رقم ہے اور نہ کوئی قرض دینے والا ملتا ہے۔ تو چونکہ ایسی حالت میں بھی ادائیگی عقلاً ممکن ہے اور عادتاً بھی محال نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی سے صدقہ زکوٰۃ ہی مل جائے یا خلاف توقع کوئی قرض دینے پر آمادہ ہوجائے تو قسم صحیح بھی ہوگئی اور فوراً نہیں ٹوٹے گی بلکہ دن گزرنے کے بعد ٹوٹے گی۔

قسم کس طرح ہوتی ہے

☼ ۱ اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے ساتھ مثلاً یوں کہا اللہ کی قسم، خدا کی قسم، رحمان کی قسم، رحیم کی قسم وغیرہ۔

☼ ۲ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ جب کہ ان کا عرف ورواج ہو مثلاً خدا کی عزت و جلال کی قسم، خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم۔

مسئلہ: اگر یوں کہا خدا گواہ ہے' یا خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں یا خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: اگر خدا کا نام نہیں لیا فقط اتنا کہہ دیا میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گا تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کہا مجھ پر اللہ کی قسم ہے تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: کہا لا الہ الا اللہ میں فلاں کام ضرور کروں گا اگر قسم کی نیت سے کہا ہو تو قسم ہوگئی۔

☼ ۳ ہر وہ شے جس کی حرمت ابدی ہے اور کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی جیسے کفر تو اس کے حلال کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر فلاں کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں، مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو، بے ایمان ہوجاؤں یا اس طرح کہا اگر فلاں کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو قسم ہوگئی۔ اس کے خلاف کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا اور ایمان نہ جائے گا لیکن ایسی قسم ہرگز نہ کھانی چاہیے۔

مسئلہ: یوں کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میں یہودی ہوں گا یا نصرانی ہوں گا یا اسلام سے دور ہوں گا تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: کہا اگر فلاں کام کروں تو میں قرآن سے یا نماز سے یا روزے سے یا قبلہ سے یا کتب سماویہ سے بری ہوں گا تو قسم ہوگئی کیونکہ ان چیزوں سے براءت کفر ہوتی ہے۔

☼ ۴ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا بھی قسم ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ یا یوں کہا فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو اس کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی لیکن یہ قسم ہوگئی۔ اب اگر کھائے گا تو کفارہ دینا ہوگا۔

☼ ۵ کسی حرام چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا بھی قسم ہے۔ مثلاً کہا آئندہ مجھ پر فلم دیکھنا حرام ہے تو قسم ہوگئی۔ اگر آئندہ کبھی شامت اعمال سے دیکھ لی تو کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: کہا یہ شراب مجھ پر حرام ہے یا فلاں کا مال مجھ پر حرام ہے اگر قسم کی غرض سے کہا ہے تو قسم ہوگئی۔

کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی

- ہر وہ شے جس کی حرمت مجبوری و لاچاری کے وقت ساقط ہوجاتی ہے۔ مثلاً شراب اور مردار اس کے حلال کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم نہیں ہوتی۔ مثلاً یوں کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میں چور یا شرابی یا زانی یا سود خور ہوں تو قسم نہیں ہوتی۔
- اللہ کی سزا اور عذاب کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: یوں کہا اگر فلاں کام کروں تو ہاتھ ٹوٹیں' دیدے پھوٹیں' کوڑھی ہو جائے' بدن پھوٹ نکلے' خدا کا غضب ٹوٹے' آسمان پھٹ پڑے' دانے دانے کا محتاج ہو جائے' خدا کی مار پڑے' خدا کی پھٹکار پڑے' مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو' قیامت کے دن خدا اور رسول کے سامنے زرد رو ہو۔ ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف کرنے سے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

- خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے رسول اللہ ﷺ کی قسم' کعبہ کی قسم' آنکھوں کی قسم' اپنی جوانی کی قسم' اپنے باپ کی قسم' اپنے بچے کی قسم' اپنے پیاروں کی قسم' تمہارے سر کی قسم' تمہاری جان کی قسم' تمہاری قسم' اپنی قسم' اس طرح قسم کھا کے پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے اور شرک کی بات ہے۔

قسم تین طرح پر ہوتی ہے

غموس (یعنی جھوٹی بات پر) قسم:

زمانہ ماضی یا زمانہ حال میں کسی کام کے اثبات یا کسی کام کی نفی پر جانتے بوجھتے جھوٹی قسم کھانا مثلاً کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا خدا کی قسم میں نے نہیں توڑا۔

حکم:

اس کا گناہ بہت زیادہ ہے اور اس کا کفارہ کچھ نہیں۔ بس خوب توبہ و استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کرائے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

لغو (یعنی غلط فہمی سے غلط بات پر) قسم:

زمانہ ماضی یا زمانہ حال کے کسی کام کے اثبات یا نفی پر قسم کھانا یہ خیال کرتے ہوئے کہ جیسے وہ کہہ رہا ہے کام اسی طرح ہوا تھا حالانکہ فی الواقع کام اس طرح نہیں ہوا تھا گویا غلط فہمی میں جھوٹی قسم کھالی جیسے کسی نے کہا خدا کی قسم ابھی فلاں آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس وقت آچکا تھا یا جیسے دور سے ایک آدمی کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ زید ہے اور کسی کے سامنے کہا خدا کی قسم میں نے زید کو دیکھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زید نہیں خالد تھا۔

حکم:

اس قسم میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔

منعقد (یعنی آئندہ کے کسی کام پر) قسم

زمانہ مستقبل میں کسی کام کو کرنے نہ کرنے یا اس کے ہونے نہ ہونے پر قسم کھائی جیسے کوئی کہے خدا کی قسم آج میں تمہاری رقم ادا کردوں گا یا کہا خدا کی قسم آج بارش ہوگی پھر اگر رقم ادا نہ کی یا بارش نہ برسی تو قسم ٹوٹ گئی۔

حکم:

جس کام پر قسم کھائی گئی ہے حکم اس کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔

- وہ کام کرنا واجب ہو یا وہ کام چھوڑنا واجب ہو مثلاً قسم کھائی کہ آج ظہر کی نماز پڑھوں گا یا آج شراب نہ پیوں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔
- وہ کام کرنا گناہ ہو یا وہ کام چھوڑنا گناہ ہو مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص کو (ناحق) قتل کروں گا یا کبھی والدین سے بات نہ کروں گا' تو قسم کو توڑنا واجب ہے۔

- وہ کام کرنا یا وہ کام چھوڑنا اولیٰ ہو مثلاً قسم کھائی کہ میں آج چاشت کی نماز پڑھوں گا یا آج کچا لہسن نہیں کھاؤں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔
- وہ کام ایسا ہے کہ اس کا مقابل کام اولیٰ ہے مثلاً قسم کھائی کہ ایک یا دو ماہ تک بیوی سے بات نہ کروں گا تو قسم کو توڑنا اولیٰ ہے۔
- وہ کام کرنا نہ کرنا یکساں ہے مثلاً قسم کھائی کہ یہ روٹی نہ کھاؤں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔

وہ تمام صورتیں جن میں قسم توڑنا واجب ہے یا اولیٰ ہے قسم توڑنے پر بہرحال کفارہ دینا ہوگا۔

قسم کے تعدد کا ضابطہ

- قسم کھانے والے نے اگر اللہ تعالیٰ کے دو نام ذکر کیے اور دوسرا نام پہلے کی صفت بن سکتا ہے۔

۱ درمیان میں عطف نہ ہو مثلاً کہا اللہ رحمن کی قسم یا اللہ رحیم کی قسم تو ایک قسم ہوئی۔

۲ اگر درمیان میں عطف ہو مثلاً اللہ اور رحمان کی قسم تو یہ دو قسمیں ہوئیں۔

- دوسرا نام پہلے کی صفت نہ بن سکتا ہو۔

۱ درمیان میں عطف نہ ہو مثلاً اللہ اللہ کی قسم تو ایک قسم ہوئی۔ ہاں اگر دو کی نیت کی ہو تو دو ہوئیں۔

۲ درمیان میں عطف ہو مثلاً اللہ اور اللہ کی قسم تو دو قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی جیسے ایک دفعہ کہا خدا کی قسم فلاں کام نہ کروں گا۔ اس کے بعد اسی مجلس میں یا کسی اور موقعے پر پھر کہا خدا کی قسم فلاں کام نہ کروں گا تو دو قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا، خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم فلاں کام ضرور کروں گا

تو یہ تین قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: دو تین کاموں کے نام لے کر ان کے نہ کرنے کی قسم کھائی تو اگر صرف نفی کو مکرر ذکر کیا اس طرح سے کہ نہ میں فلاں کام کروں گا نہ فلاں کام تو یہ دو قسمیں ہوں گی اور اگر حرف نفی کو مکرر ذکر نہیں کیا اور اس طرح سے کہا کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں گا تو ایک قسم ہوگی۔ پھر اگر ان میں سے ایک کام بھی کر لیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور دوسرا کام کرنے سے دوبارہ نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس صورت میں دو کاموں کے مجموعہ کو بے کیے چھوڑنے کی قسم کھائی اور ان میں سے ایک کام کیا تو مجموعہ بے کیے نہ چھوٹا لہٰذا قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ واجب ہوا اور آگے مزید قسم باقی نہ رہی۔

قسم کے کفارے کا بیان

مسئلہ: اگر کسی نے قسم توڑ ڈالی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقت کھانا کھلا دے یا کچا اناج دیدے۔ اور ہر فقیر کو پونے دو کلو گندم دینا چاہیے اور اگر جو دے تو اس کے دوگنے دے۔ فقیر کو کھانا کھلانے کے باقی مسائل وہی ہیں جو روزے کے کفارے میں بیان ہو چکے۔ یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دے۔ ہر فقیر کو اتنا بڑا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے جیسے چادر یا بڑا لمبا کرتہ دے دیا تو کفارہ ادا ہوگیا۔ لیکن وہ کپڑا بہت پرانا نہ ہونا چاہیئے درمیانے درجے کا ہو اور تین مہینے سے زیادہ پہنے جانے کے قابل ہو۔ لہٰذا وہ کپڑا جو اتنا پرانا یا اتنا باریک ہو کہ تین مہینے سے زائد پہنا نہ جا سکے وہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ہر فقیر کو فقط ایک ایک لنگی یا فقط ایک ایک شلوار دے دی تو کفارہ ادا نہیں ہوا البتہ اگر اس کے ساتھ کرتہ بھی ہو تو کفارہ ادا ہوگیا۔ ان دونوں باتوں میں اختیار ہے چاہے کپڑا پہنائے اور چاہے کھانا کھلائے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب مرد کو کپڑا پہنائے اور اگر کسی غریب عورت کو کپڑا پہنائے تو اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک جائے مثلاً پیروں تک لمبا کرتہ اور ایک سر کی اوڑھنی ہو جو سر اور کانوں کو ڈھانپ لے۔ اگر اتنی بڑی اوڑھنی دیدے جو گردن کو بھی ڈھانپ لے تا کہ اس سے نما

نہ بھی پڑھی جا سکے تو یہ اور اچھا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ نہ تو کھانا کھلا سکتا ہے اور نہ کپڑا پہنا سکتا ہے تو لگا تار تین روزے رکھے۔ اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کیے تو کفارہ ادا نہیں ہوا تینوں لگا تار رکھے۔ اگر دو روزے رکھنے کے بعد بیچ میں کسی عذر سے خواہ وہ حیض ہی ہو ایک روزہ چھوڑا تو اب پھر سے تینوں روزے رکھے۔

مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا اور اس کے بعد قسم توڑی تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ اب قسم توڑنے کے بعد پھر سے کفارہ دینا چاہیے۔ اور جو کچھ فقیروں کو دے چکا ہے اس کو واپس لینا درست نہیں۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ قسموں کے بہت سے کفارے جمع ہو گئے تو ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیے۔ زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیت کر جانا واجب ہے۔

3: کفارے میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مختلف کاموں کے بارے میں قسموں کے ضابطے

- قسموں کا دارومدار عرف و رواج پر ہے۔ یعنی جب ہم کوئی لفظ بولتے ہیں تو رواج میں اس کا جو معنی معروف ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے اگرچہ لغت میں یا شریعت کی اصطلاح میں اس کا اپنا معنی مقابلتاً عام تر ہو مثلاً جب کسی نے قسم کھائی کہ میں سری نہ کھاؤں گا تو لغت میں سری کا لفظ عام ہے جو گائے بکری اونٹ چڑیا اور مرغی سب کی سری کو شامل ہے۔ لیکن چونکہ رواج میں کھانے میں بکری یا گائے کی سری معروف ہے اس لیے قسم میں صرف گائے یا بکری کی سری مراد ہوگی۔ چڑیا اور مرغی کی سری مراد نہیں ہوگی لہٰذا اگر بکری کی سری کھائے گا تو قسم ٹوٹے گی اور اگر چڑیا یا مرغی کی سری کھائے گا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔
- البتہ بولے گئے لفظ عام کے کسی ایک خاص فرد کی نیت کی ہو تو قسم میں پھر وہی

فرد مراد ہوگا۔ مثلاً سری بول کر مرغی کی سری کی نیت کی ہو تو قسم میں مرغی کی سری مراد ہوگی اور مرغی کی سری کھانے سے قسم ٹوٹے گی بکری کی سری کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

- قسم کے جملہ سے جو غرض رواج میں معروف ہو قسم میں اس کا اعتبار صرف اسی وقت ہوتا ہے جب وہ لفظ کے معروف معنی کے موافق ہو اور اگر وہ غرض معروف معنی سے مختلف ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ دروازے سے باہر نہ نکلوں گا تو رواج میں اس سے جو غرض معروف ہے وہ یہ ہے کہ گھر میں رہوں گا اور کسی بھی طریقے سے باہر نہ نکلوں گا لیکن اگر یہ شخص چھت پر سے پھلانگ جائے تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ دروازے کا جو اپنا معروف معنی ہے چھت کا مفہوم اس میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے مختلف ہے۔
- جب رواج میں کسی لفظ یا جملہ کا معنی مجازی معروف ہو اور معنی حقیقی رائج نہ ہو تو قسم میں معنی مجازی مراد ہوتا ہے۔ حقیقی معنی نہیں مثلاً قسم کھائی کہ تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ رواج میں قدم نہ رکھنے کا معنی مجازی یعنی داخل نہ ہونا معروف ہے لہٰذا قسم میں وہی مراد ہوگا اور گھر کے باہر کھڑے ہو کر محض ایک قدم اندر رکھنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی بلکہ کسی بھی طریقے سے اندر داخل ہونے سے قسم ٹوٹے گی۔

گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ کبھی تیرے گھر نہ جاؤں گا۔ پھر اس کے دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا یا دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑا ہو گیا اندر نہیں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر دروازے کے اندر چلا گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر ہو گیا تب اس میں گیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر بالکل میدان ہو گیا زمین برابر ہو گئی اور

گھر کا نشان بالکل مٹ گیا یا اس کا کھیت بن گیا یا مسجد بنائی گئی یا باغ بنا لیا گیا تب اس میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گر گیا اور پھر سے بنوا لیا گیا تب اس میں گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہ جاؤں گا پھر کوٹھا پھاند کر آیا اور چھت پر کھڑا ہو گیا تو اگر چھت بغیر پردے اور دیوار کے ہو تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر پردہ اور دیوار ہو گی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ نیچے نہ اترے۔

مسئلہ: کسی نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اب یہاں کبھی نہ آؤں گا اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھا رہا تو قسم نہیں ٹوٹی بلکہ چاہے جتنے دن وہیں بیٹھا رہے۔ جب باہر جا کر پھر آئے گا تب قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا یہ کہہ کر فوراً اتار ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں اتارا کچھ دیر پہنے رہا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گا اس کے بعد فوراً اس گھر سے سامان اٹھا لے جانے کا بندوبست کرنا شروع کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں شروع کیا کچھ دیر ٹھہر گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور اگر قسم کھانے کے بعد خود تو نکل گیا اور اپنی ضرورت کا سامان نہیں نکالا تب بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اپنے گھر والوں سے قسم کھائی ہو۔ اور اگر مکان کرایہ پر ہو اور مالک مکان سے کہا ہو یا مشترکہ مکان ہو اور دیگر رہنے والوں سے قسم کھا کر کہا ہو تو اگر خود نکل جائے گا اور اپنے گھر والوں کو اور اپنے سامان کو وہیں چھوڑ دے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اب تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا تو مطلب یہ ہے کہ نہ آؤں گا تو عورت اگر ڈولی میں سوار ہو کر آئی اور گھر میں اس ڈولی پر بیٹھی رہی قدم زمین پر نہیں رکھے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھا کر کہا تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قسم نہیں ٹوٹی مرتے وقت قسم ٹوٹ جائے گی اس کو چاہیے کہ اس

وقت وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے قسم کا کفارہ دے دینا۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ فلانے کے گھر نہ جاؤں گا تو جس گھر میں وہ رہتا ہو وہاں نہ جانا چاہیے چاہے خود اس کا گھر ہو یا کرایہ پر رہتا ہو یا مانگے کا ہو اور بے کرایہ دیے رہتا ہو۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ تیرے یہاں کبھی نہ آؤں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھے اپنی کمر پر لاد کر وہاں پہنچا دے۔ اس لیے اس نے کمر پر لاد کر پہنچا دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔ البتہ اگر قسم کھانے والے نے نہیں کہا اس کے کہے بغیر کسی نے اس کو کمر پر لاد کے وہاں پہنچا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور قسم ختم بھی نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے کبھی نہ نکلوں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھ کو لاد کر نکال لے چل اور وہ لے گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کہے بغیر لاد لے گیا تو نہیں ٹوٹی۔

کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ پیوں گا پھر وہی دودھ جما کر دہی بنا لیا تو اس کے کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔

مسئلہ: بکری کا بچہ پلا ہوا تھا اس پر قسم کھائی اور کہا کہ اس بچے کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ بڑھ کر پوری بکری ہوگئی تب اس کا گوشت کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گا پھر مچھلی کھائی یا کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ لیکن اگر کسی جگہ ان چیزوں کو بھی گوشت کہتے ہوں تو ان کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گا تو اس دیس میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے نہ کھانا چاہیے نہیں تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ سری نہ کھاؤں گا تو چڑیا، بٹیر، مرغ وغیرہ پرندوں کی سری کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگر بکری یا گائے کی سری کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں قسم کھائی جو خود بعینہٖ کھائی جاتی ہے تو قسم بعینہٖ اسی چیز کے کھانے سے متعلق ہوئی اور اگر ایسی چیز کے بارے میں ہو جو عام طور پر بعینہٖ خود نہیں کھائی جاتی تو پھر قسم کا تعلق اس شے سے ہوگا جو اس چیز سے پیدا ہوتی ہے یا حاصل ہوتی ہے مثلاً قسم کھائی کہ میں اس بکری سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس کا دودھ یا اس کے دودھ سے حاصل کیا ہوا گھی بھی استعمال کیا تو قسم نہیں ٹوٹی کیونکہ بکری بعینہٖ کھائی جاتی ہے۔ لہٰذا بعینہٖ بکری مراد ہوئی اس سے حاصل ہونے والی شے مراد نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ میں یہ درخت نہ کھاؤں گا تو بعینہٖ درخت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ جب درخت بعینہٖ کھائی جانے والی چیز نہیں ہے تو قسم میں اس سے مراد درخت سے حاصل ہونے والا پھل ہوگا اور اگر اس درخت کا پھل نہ ہوتا ہو تو پھر اس درخت کی قیمت مراد ہوگی اور اس کی قیمت سے کوئی کھانے پینے کی چیز لے کر استعمال کی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: اگر یہ قسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گا تو چونکہ کچا آٹا بعینہٖ نہیں کھایا جاتا لہٰذا قسم کا تعلق کچے آٹے سے نہیں ہوگا بلکہ اس شے سے ہوگا جو آٹے سے بنائی گئی ہو تو ویسے ہی کچا آٹا پھانکنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی البتہ اگر اس کی روٹی پکا کر کھائی یا اس کا حلوا یا کچھ اور پکا کر کھایا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گا تو چونکہ گیہوں بھنوا کر کھا لیے جاتے ہیں اس لیے اگر وہ گیہوں ابال کر کھا لیے یا بھنوا کر چبا لیے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر ان کو پسوا کر روٹی کھائی یا ان کے ستو کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر یہ مطلب لیا ہو کہ ان کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہ کھاؤں گا تو ہر چیز کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ فلاں آدمی سے نہ بولوں گا۔ پھر جب وہ سو رہا تھا اس وقت سوتے میں اس سے کچھ کہا اور اس کی آواز سے وہ جاگ پڑا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر جاگتے میں

اس سے بات کی لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس تک آواز نہیں پہنچی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور فلاں بھی ان میں ہو پھر ان کو سلام کیا تو اگر سب کو سلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر سلام میں اس کی نیت نہیں کی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ باپ کی اجازت کے بغیر فلاں سے نہ بولوں گا۔ پھر باپ نے اجازت دے دی لیکن اجازت کی خبر ابھی اس کو نہیں ملی تھی کہ اس سے بول دیا اور بولنے کے بعد معلوم ہوا کہ باپ نے اجازت دیدی تھی تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے بات نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ بوڑھا ہوگیا تب بولا تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ کبھی تیرا منہ نہ دیکھوں گا تیری صورت نہ دیکھوں گا تو مطلب یہ ہے کہ تجھ سے ملاقات نہ کروں گا میل جول نہ رکھوں گا۔ اگر کہیں دور سے صورت دیکھ لی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

بیچنے اور خریدنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں فلانی چیز نہ خریدوں گا پھر کسی سے کہہ دیا کہ تم مجھے خرید دو۔ اس نے خرید کر دے دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ اپنی فلانی چیز نہ بیچوں گا پھر خود نہیں بیچی دوسرے سے کہا کہ تم بیچ دو۔ اس نے بیچ دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کرایہ پر لینے کا حکم ہے۔ اگر قسم کھالی کہ میں یہ مکان کرایہ پر نہ لوں گا پھر کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرایہ پر لے لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر قسم کھانے کا یہی مطلب تھا کہ نہ تو خود یہ کام کروں گا نہ کسی دوسرے سے کراؤں گا تو دوسرے آدمی کے کردینے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ غرض جو مطلب ہوگا اسی کے موافق سب حکم لگائے جائیں گے یا یہ کہ قسم کھانے والا بڑا افسر ہو کہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں بیچتا اور نہیں خریدتا تو اس صورت میں اگر کام دوسرے سے کہہ کر کرالیے تب بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب قسم کھانے والی عورت پردہ نشین یا امیر زادی ہو جو

اپنے ہاتھ سے خرید وفروخت نہیں کرتی۔

روزے نماز کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے بے وقوفی سے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھوں گا پھر روزہ کی نیت کرلی تو ایک لمحہ گزرنے سے بھی قسم ٹوٹ گئی پورے دن گزرنے کا انتظار نہ کریں گے۔ اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑے گا تب بھی قسم ٹوٹنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر یوں کہا کہ ایک روزہ بھی نہ رکھوں گا تو روزہ ختم ہونے کے وقت قسم ٹوٹے گی۔ جب تک پورا دن نہ گزرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آئے تب تک قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گا پھر پشیمان ہوا اور نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو جب پہلی رکعت کا سجدہ کیا اس وقت قسم ٹوٹ گئی اور سجدہ کرنے سے پہلے قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر ایک رکعت پڑھ کر نماز توڑ دے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

تنبیہ

ایسی قسمیں کھانا بہت گناہ ہے اگر ایسی بے وقوفی ہوگئی تو اس کو فوراً توڑ ڈالے اور کفارہ دے۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں ایک نماز نہیں پڑھوں گا یا فجر کی نماز نہیں پڑھوں گا تو جب دوسری رکعت پر تشہد کے بقدر بیٹھے گا اس وقت قسم ٹوٹے گی اس سے پہلے نہیں ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھوں گا تو چار رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھنے سے قسم ٹوٹے گی اس سے پہلے نہیں۔

مسئلہ: اگر قسم کھائی کہ نماز قضا نہ کروں گا پھر سو گیا اور اس سے نماز قضا ہوگئی تو اگر وقت شروع ہونے سے پہلے سویا تھا اور وقت گزرنے کے بعد آنکھ کھلی تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر وقت شروع ہونے کے بعد سویا تھا تو قسم ٹوٹ گئی۔

کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس قالین پر نہ لیٹوں گا پھر قالین بچھا کر اس کے اوپر چادر بچھائی اور لیٹا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اس قالین کے اوپر ایک اور قالین یا کوئی دری بچھائی اس کے اوپر لیٹا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر زمین پر بوریا یا کپڑا یا چٹائی' ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھانے والی عورت ہو اور وہ اپنا دوپٹہ جو اوڑھے ہوئے ہے اسی کا کونہ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی البتہ اگر دوپٹہ اتار کر بچھا لیا تب بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر اس پر دری یا قالین وغیرہ کچھ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی بچھائی اور تخت کے اوپر ایک اور تخت بچھا لیا پھر اوپر والی چارپائی اور تخت پر بیٹھا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

متفرق مسائل

مسئلہ: اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا کی قسم انار ضرور کھاؤں گا تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھا لینا کافی ہے۔ اور اگر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا کی قسم انار نہ کھاؤں گا تو انار ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا۔ جب کبھی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار' انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے لیے کہا کہ نہ کھاؤں گا تو اور بات ہے وہ نہ کھائے اس کے سوا اور منگا کر کھائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہ ماروں گا پھر غصہ میں چوٹی پکڑ کے گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے کاٹ کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اور جو دل لگی اور پیار میں کاٹا ہو تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: وہ افعال جن میں زندہ اور مردہ دونوں شریک ہوں مثلاً غسل دینا اور اٹھانا اور چھونا اور کپڑا پہنانا تو ان کی قسم حالت حیات کے ساتھ خاص نہیں ہوگی لہٰذا اگر قسم کھائی

کہ فلاں کو نہ نہلاؤں گا پھر اس کے مرجانے کے بعد نہلا یا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور وہ افعال جو حالت حیات کے ساتھ خاص ہیں مثلاً وہ افعال جو لذت یا الم یا سرور یا غم کا باعث ہوں مثلاً گالم گلوچ کرنا اور مار پیٹ کرنا وغیرہ تو ان کی قسم صرف حالت حیات کے ساتھ خاص ہوگی۔ لہٰذا اگر قسم کھائی کہ میں تجھے نہیں ماروں گا یا تجھے گالی نہیں دوں گا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کو مارا یا گالی دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: جس قسم کو اس کا وقت آنے سے پہلے پورا کرنا ممکن نہ رہے تو وہ قسم ختم ہو جاتی ہے مثلاً قسم کھائی کہ اپنا قرض کل ادا کر دوں گا پھر آج ہی قرض ادا کر دیا یا قسم کھائی کہ میں کل اس کو قتل کر دوں گا لیکن جس کو قتل کرنا تھا اس کی آج ہی موت ہوگئی تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ: زید نے کھانا کھاتے ہوئے بکر کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ بکر نے کسی رنجش کی بنا پر قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو اس قسم کا تعلق صرف اس کھانے کے ساتھ ہوگا۔ بعد میں اگر کسی اور وقت بکر نے کھانا کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح بیوی ایک وقت اپنی ماں کے ہاں جانے پر بضد تھی۔ شوہر کہتا تھا اس وقت مت جاؤ۔ بیوی کے نہ ماننے پر شوہر نے کہا اگر تو گئی تو تجھے طلاق تو اگر بیوی اس وقت نہ گئی بعد میں پھر کسی وقت گئی تو طلاق نہ پڑے گی۔ کیونکہ قسم کھانے والے کا مقصد صرف اسی وقت سے تھا۔ اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں۔

مسئلہ: کسی نے دوسرے کو کہا تمہیں خدا کی قسم ہے فلاں کام کر دو یا فلاں کام مت کرو تو اس سے متکلم یا مخاطب دونوں میں سے کسی پر قسم واقع نہیں ہوتی۔ مخاطب پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں اور نہ ہی اس کے خلاف کرنے سے کسی پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی جائز کام ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی خاطر مخاطب کے لیے اگر ممکن ہو تو اس کی تعمیل کرے۔

قسم میں عام کی تخصیص کی نیت کرنا

قسم میں لفظ عام کا استعمال کیا لیکن اس کے کسی ایسے خاص فرد کی نیت کی جو دعوے سے مختلف ہے تو اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو تو اس کی نیت معتبر ہوگی اور اگر ظالم ہو تو معتبر نہیں ہوگی۔ مثلاً زید کے پاس ایک کتاب ہے جو اس نے خالد سے خریدی ہے۔ بکر زید کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کتاب کو اس کے ہاتھ فروخت کر دے اور بکر زور آور بھی ہے جب کہ زید نایاب یا کمیاب ہونے کی وجہ سے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ زید بکر کے جبر اور زور سے بچنے کے لیے قسم کھاتا ہے کہ یہ کتاب تو خالد نے میرے پاس رکھی ہے اور یہ نیت کی کہ میرے خریدنے پر اس نے میری ملکیت پر میرے پاس رکھی جب کہ بکر کو یہ تاثر دیا کہ یہ خالد کی کتاب ہے جو اس نے میرے پاس امانت رکھی ہے تو اس طرح قسم کھانا اور نیت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں زید مظلوم ہے اور اس کی قسم سچ سمجھی جائے گی۔ اور اگر زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا قلم زید کے ہاتھ فروخت کیا تھا لہٰذا وہ اس کے سپرد کرے۔ بکر نے اگرچہ فی الواقع فروخت کیا تھا لیکن اب وہ مکر گیا اور قسم اٹھوانے پر اس نے یوں قسم کھائی کہ خدا کی قسم میرے ذمہ اس قلم کو سپرد کرنا نہیں ہے اور یہ نیت کرلی کہ ہدیہ کے طور پر سپرد کرنا میرے ذمہ نہیں ہے تو چونکہ بکر ظالم ہے اس لیے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس کی قسم جھوٹی سمجھی جائے گی۔

باب:۲۱

نذر اور منت کا بیان

نذر کی تعریف

اپنے اوپر کسی ایسی عبادت کو لازم کر لینا جو خود مقصود ہو اور جس کی جنس میں سے کسی وقت فرض یا واجب بھی ہوتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں۔

مسئلہ: عبادت مقصودہ وہ ہوتی ہے جو خود اپنی ذات کے اعتبار سے مطلوب و مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے ذریعہ کے طور پر نہ ہو جب کہ عبادت غیر مقصودہ وہ ہوتی ہے جو کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ اور واسطہ ہو۔

عبادت مقصودہ کی مثالیں

نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ، اعتکاف اور مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا۔

عبادت غیر مقصودہ کی مثالیں

مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضو، غسل، مسجد میں داخل ہونا، مصحف کو چھونا، اذان کہنا، رباط بنانا، مسجد تعمیر کرنا، میت کو کفن دینا۔

مسئلہ: نذر کے الفاظ کہنے سے نذر ہر صورت میں لازم ہو جاتی ہے خواہ نذر کی نیت ہو یا نہ ہو مثلاً کہنا کچھ چاہتا تھا لیکن زبان سے غلطی سے نذر کے الفاظ نکل گئے یا ویسے ہی ہنسی مذاق میں نذر کے الفاظ کہہ دیے تو نذر لازم ہو گئی۔ اسی طرح کہنا چاہتا تھا کہ فلاں کام ہو گیا تو ایک ہفتہ کے روزے رکھوں گا لیکن زبان سے نکل گیا کہ ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو ایک ماہ کے روزے لازم ہو گئے۔

نذر کی دو قسمیں ہیں

☐ ۱ مطلق یعنی جو مشروط نہ ہو مثلاً یوں کہا اللہ کے لیے مجھ پر ایک ماہ کے روزے

ہیں یا میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا۔ اس طرح کے الفاظ کہنے سے نذر کو پورا کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ اگرچہ الفاظ بغیر ارادہ کے نکل گئے ہوں۔

- ۲ مشروط نذر یعنی کسی کام کے ہونے پر کسی عبادت کی نذر مانی مثلاً کہا اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو تین روزے رکھوں گا۔ شرط پوری ہوجائے تو نذر کو پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

نذر کے صحیح ہونے کی شرائط

- نذر عبادت مقصودہ کی ہو عبادت غیر مقصودہ کی نہ ہو۔
- اس پر نذر سے پہلے اس عبادت کا کرنا واجب نہ ہو۔ لہٰذا اگر فرض حج کی نذر کی تو نذر نہ ہوگی۔
- وہ امر محال نہ ہو مثلاً گزشتہ دن کے روزے یا اعتکاف کی نذر کی تو نذر صحیح نہ ہوگی۔
- جتنے مال کے صدقہ کا التزام کیا ہو وہ ملکیت سے زائد نہ ہو۔

مسئلہ: یوں منت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گا یا بیس روپے خیرات کروں گا تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر یوں کہا پچاس روپے خیرات کروں گا اور اس کے پاس اس وقت فقط دس ہی روپے کی پونجی ہے تو دس ہی روپے دینا پڑیں گے۔ البتہ اگر دس روپے کے سوا کچھ مال و اسباب بھی ہے تو اس کی قیمت بھی لگالیں گے اس کی مثال یہ سمجھو کہ دس روپے نقد ہیں اور سب مال اسباب پندرہ روپے کا ہے یہ سب پچیس روپے ہوئے تو فقط پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں۔

- وہ کام بذات خود معصیت نہ ہو۔

مسئلہ: قربانی کے دن کے روزے کی نذر صحیح ہے کیونکہ یہ اپنی ذات میں معصیت نہیں بلکہ اور معنی سے معصیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض ہے۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ اگر فلاں کام ہوجائے تو فلانے مزار پر چادر چڑھاؤں گا تو یہ

نذر نہیں ہوئی۔

مسئلہ: مولیٰ مشکل کشا کا روزہ اور آس بی بی کا کونڈا یہ شرک کی باتیں ہیں اور ان کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: بڑے پیر کی گیارہویں کی منت مانی تو یہ منت اور نذر نہیں ہوئی۔ اگر شرکیہ عقیدے کے ساتھ ہو کہ وہ ہمارے کام بنوا دیں گے تو یہ خود معصیت ہے اور اگر محض ایصال ثواب ہو تو ایصال ثواب کی جنس سے کوئی واجب اور فرض نہیں ہوتا۔

- نذر کے الفاظ کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا ہو کیونکہ انشاء اللہ کہنے سے نذر باطل ہو جاتی ہے مثلاً یوں کہا اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں انشاء اللہ سو روپے صدقہ کروں گا یا میں سو روپے صدقہ کروں گا انشاء اللہ' تو نذر نہیں ہوئی۔

نذر کے بارے میں ایک اور ضابطہ

نذر کرنے والے نے اصل عبادت جس کا التزام کیا ہے صرف وہ لازم ہوتی ہے اس کے ہر وصف جس کا اس نے التزام کیا ہو لازم نہیں ہوتا مثلاً صدقہ میں روپے کی یا فقیر کی یا جگہ کی تعیین اور اسی طرح نماز میں جگہ کی تعیین اور روزے میں دن اور مہینے کی تعیین لازم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یا اللہ اگر میرا فلانا کام ہوجائے تو پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہوجائے گا پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر کام نہیں ہوا تو نہ رکھنا پڑیں گے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے پانچوں روزے ایک دم سے لگاتار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کر کے پورے پانچ کر لے دونوں باتیں درست ہیں اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک دم سے رکھنے پڑیں گے اگر بیچ میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو پھر سے رکھے۔ کیونکہ شریعت نے لگاتار روزوں کا اعتبار کیا ہے جیسے کفارے کے روزے اور رمضان کے روزے۔

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھوں گا تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص انہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگا تار رکھنا پڑیں گے چاہے محرم میں رکھے چاہے کسی اور مہینے میں سب جائز ہے اسی طرح اگر یہ کہا کہ اگر آج میرا یہ کام ہوجائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھے۔

مسئلہ: کسی نے نذر کرتے وقت یوں کہا محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو محرم کے پورے مہینے کے روزے لگا تار رکھنا پڑیں گے اگر بیچ میں حیض کی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جائیں تو اس کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے سارے روزے نہ دوہرائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینہ میں نہ رکھے کسی اور مہینہ میں رکھے لیکن سب لگا تار رکھے۔ کیونکہ محرم کے ایام لگاتار اور متصل ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر یوں کہا ایک سو روپے کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گا تو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے کی روٹی دے چاہے ایک سو روپے کی کوئی اور چیز دے یا ایک سو روپیہ نقد دیدے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا دس روپے خیرات کروں گا ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ۔ پھر پورے دس روپے ایک ہی فقیر کو دے دیے تو یہ بھی جائز ہے ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دے دیے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا دس روپے دس فقیروں پر خیرات کروں گا تو بھی اختیار ہے چاہے دس کو دے چاہے کم زیادہ کو۔

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ دس نمازیوں کو یا دس حافظوں کو کھلاؤں گا تو دس فقیروں کو کھلا دے چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ دس روپے مکہ میں خیرات کروں گا تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں جہاں چاہے خیرات کرے۔ یا یوں کہا تھا جمعہ کے دن خیرات کروں گا فلانے فقیر کو دوں گا تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو بعینہٖ وہی روپے

دینا واجب نہیں چاہے وہ دے یا اتنے ہی دوسرے دیدے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر منت مانی کہ مسجد میں نماز پڑھوں گا یا مکہ میں نماز پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی نے فقط اتنا کہا کہ میرے ذمہ نذر ہے اور کچھ نیت بھی نہیں کی تو قسم کا کفارہ دے اور اگر نیت کی تھی تو اگر روزے کی نیت کی تھی تو تین روزے رکھے اور اگر صدقہ کی نیت کی تھی تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

مسئلہ: اگر کہا اللہ کے لیے میرے ذمہ فقراء کو کھانا کھلانا ہے تو دس فقیروں کو دو وقت کھانا کھلائے۔

مسئلہ: اگر کہا میرا فلاں کام ہوگیا تو بچوں میں پانچ سیر مٹھائی تقسیم کروں گا تو کل مٹھائی فقیروں میں تقسیم کرے خواہ بچے ہوں یا بڑے ہوں۔ اگر اس میں سے کچھ مالداروں کو یا ان کے بچوں کو دے دی تو ان کے لیے وہ کھانی جائز ہے۔ لیکن جتنی ان کو دی ہے اتنی ہی اور خرید کر فقراء میں تقسیم کرنی ہوگی۔

نذر کے چند مسائل

مسئلہ: کسی نے منت مانی کہ میری کھوئی ہوئی چیز مل جائے تو میں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی چاہے ایک دم سے آٹھوں رکعتوں کی نیت باندھے یا چار چار کی نیت باندھے یا دو دو کی' سب اختیار ہے اور اگر چار رکعت کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنا ہوں گی۔ الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی اگر تین کی منت کی تو پوری چار۔ اگر پانچ کی منت کی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے۔ اسی طرح آگے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر یوں منت مانی کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا تو اگر دل میں کچھ خیال ہے کہ

ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گا تب تو اس طرح کھلا دے اور اگر کچھ خیال نہیں تو دو وقت دس مسکین کو کھلا دے اور اگر کچا اناج دے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کچھ خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گا تو اسی قدر دے اور اگر کچھ خیال نہ تھا تو ہر ایک کو اتنا دے جتنا صدقہ فطر میں بیان ہوا ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا اگر میرا بیٹا اچھا ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا یا یوں کہا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منت ہوگئی اگر یوں کہا کہ قربانی کروں گا تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں جتنا خود کھائے یا امیروں کو دیدے اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی پر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کر دے۔

مسئلہ: یوں منت مانی تھی کہ جب میرا بیٹا آئے گا تو دس روپے خیرات کروں گا پھر آنے کی خبر پا کر اس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کر دیے تو منت پوری نہیں ہوئی آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ کلمہ پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ اللہ اکبر پڑھوں گا تو منت ہوگئی اور پڑھنا واجب ہوگیا کیونکہ بعض صورتوں میں ان کا پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: یہ نذر مانی کہ ہزار دفعہ سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھوں گا یا ہزار دفعہ لاحول پڑھوں گا تو منت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں کیونکہ ان کا پڑھنا کبھی واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: منت مانی کہ دس قرآن مجید پڑھوں گا یا ایک پارہ پڑھوں گا تو منت ہوگئی۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ فلاں مسجد جو ٹوٹی ہوئی ہے اس کو بنوا دوں گا یا فلاں پل تعمیر کروا دوں گا تو یہ منت بھی صحیح نہیں اور اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا تو منت پوری کرنے کے لیے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے خود بیٹے کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: نذر مانی کہ اگر یہ بیماری دور ہوگئی تو اتنا صدقہ کروں گا۔ بیماری بظاہر ختم ہوکر پھر لوٹ آئی تو ابھی نذر پوری کرنا واجب نہیں۔

نذر یا قسم

مسئلہ: اگر ایسے کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کو چاہتا اور تمنا کرتا ہو کہ یہ کام ہوجائے جیسے یوں کہے اگر میں اچھا ہو جاؤں تو ایسا کروں۔ اگر میرا بھائی خیریت سے آجائے تو ایسا کروں۔ اگر میرا بیٹا مقدمہ سے بری ہوجائے یا نوکر ہو جائے تو ایسا کروں تو جب وہ کام ہوجائے منت پوری کرے۔ اور اگر ایسے کام پر منت مانی جس کو کرنا نہیں چاہتا اور اس طرح کہا کہ اگر میں تجھ سے بولوں تو دو روزے رکھوں۔ یا یہ کہا کہ اگر آج میں نماز نہ پڑھوں تو ایک سو روپیہ خیرات کروں پھر اس سے بول دیا یا نماز نہ پڑھی تو اختیار ہے۔ چاہے قسم کا کفارہ دیدے اور چاہے روزے رکھے اور ایک سو روپیہ خیرات کرے کیونکہ یہ ظاہری صورت میں تو نذر ہے جبکہ معنی کے اعتبار سے قسم ہے کیونکہ غیر مطلوب کام پر قسم بھی اسی لیے کھائی جاتی ہے کہ اس کام سے بچ سکے۔

غیر اللہ سے نذر

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منت اور نذر ماننا مثلاً یوں کہنا اے بڑے پیر اگر میرا کام ہوجائے تو میں تمہاری یہ بات کروں گا یا قبروں اور مزاروں پر جانا اور وہاں منت ماننا شرک ہے اور ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔

باب: ۲۲

وقف کا بیان

اپنی جائیداد کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر روک رکھنے اور جس پر چاہے اس کی منفعت صرف کرنے کو وقف کرنا کہتے ہیں۔

وقف کن چیزوں میں ہوتا ہے

- جائیداد غیر منقولہ۔
- اشیائے منقولہ۔
  - ۱ ہتھیار اور گھوڑے۔
  - ۲ جائیداد غیر منقولہ کے ضمن میں اشیائے منقولہ کا وقف۔
  - ۳ دیگر اشیائے منقولہ مگر اس شرط سے کہ ان کو وقف کرنے کا رواج اور تعامل ہو مثلاً جنازے کی چار پائی' جنازے کی چادر' مصاحف' کتابیں اور روپیہ پیسہ وغیرہ۔

وقف کن الفاظ سے ہوتا ہے

وقف اس طرح کے الفاظ سے ہوتا ہے:

میری یہ جائیداد مساکین پر ہمیشہ کے لیے وقف ہے۔ یا میری یہ جائیداد اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ کے واسطے وقف ہے۔ ہمیشہ کا لفظ نہ بھی استعمال کریں تب بھی وقف ہوجاتا ہے کیونکہ وقف تو ہوتا ہی وہ ہے جو ابدی اور دائمی ہو۔ اس طرح یوں کہے کہ میری جائیداد خیر کے کام میں وقف ہے یا فقط یوں کہے میری جائیداد وقف ہے تو اس سے بھی وقف ہوجاتا ہے۔ اور اگر وقف کا لفظ بھی استعمال نہ کرے اور یوں کہے اس مکان کا کرایہ ہمیشہ مساکین کے واسطے ہے تو اس سے بھی وقف ہو گیا۔

وقف کی شرائط

- وقف کرنے والا عاقل بالغ ہو۔

✹ وقف کرنے والا وقف کرنے کے وقت جائیداد کا پکا مالک ہو اگرچہ بیع فاسد سے ہو۔

مسئلہ: اگر غاصب نے غصب شدہ جائیداد وقف کی تو وقف صحیح نہ ہوگا اگرچہ بعد میں وہ مالک سے خرید ہی لے۔ اگر وقف کرنا چاہتا ہے تو خریدنے کے بعد نئے سرے سے وقف کرے۔

✹ مسلمان کے وقف کے لیے یہ شرط ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ ثواب کا کام ہو۔

مسئلہ: ذمی اگر ایسا وقف کرے جو ہمارے اور ذمیوں دونوں کے نزدیک ثواب کا کام ہو مثلاً فقراء پر وقف ہو یا مسجد قدس (بیت المقدس) پر وقف ہو تو اس کا وقف صحیح ہے اور اگر ایسا کام ہے جو صرف ہمارے نزدیک نیکی کا ہے مثلاً حج وعمرہ کے لیے وقف کرنا یا ایسا کام ہو جو صرف ذمیوں کے نزدیک کارِ خیر ہے مثلاً گرجے، مندر پر وقف کرنا تو یہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر اپنے اعتقاد میں مسجد کی تعمیر کو نیکی اور ثواب کا کام سمجھے اور اس طرح مسجد یا اس کی تعمیر کے لیے چندہ دے تو اس کا چندہ لینا درست ہے۔ لیکن اگر بعد میں اس کا مسلمانوں پر احسان رکھنے کا اندیشہ ہو تو اس سے چندہ نہ لیا جائے۔

مسئلہ: مرتد وقف کرے تو وہ صحیح نہیں۔ اگر مسلمان نے فقراء پر کچھ وقف کیا پھر العیاذ باللہ مرتد ہو گیا تو وہ وقف باطل ہو جاتا ہے۔

✹ وقف نقد اور غیر مشروط ہو۔

مسئلہ: وقف مشروط ہو مثلاً یوں کہا اگر میں نے فلاں سے بات کی تو میری جائیداد وقف ہے تو یہ وقف صحیح نہیں۔

مسئلہ: وقف کے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر میں چاہوں گا تو اس کو ختم کر دوں گا تو یہ وقف صحیح نہیں۔

✹ وقف موت کے بعد کی طرف منسوب نہ ہو۔ مثلاً اگر یوں کہا میرے مرنے پر

میرا مکان فقراء پر وقف ہوگا تو یہ فی الحال وقف نہ ہوگا بلکہ وقف کی وصیت ہوگی جس سے دیگر وصیتوں کی طرح رجوع بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر کہا میرا مکان کل کے دن وقف ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا اور آج ہی وقف ہو جائے گا۔

- وقف کی جانے والی جائیداد متعین ہو اور معلوم ہو۔

مسئلہ: اگر کہا میری اس زمین کا ایک حصہ وقف ہے تو یہ وقف صحیح نہیں اگرچہ بعد میں اس حصہ کو بیان کردے۔

مسئلہ: اگر درخت لگی زمین وقف کی لیکن درختوں کا استثناء کیا تو وقف صحیح نہیں کیونکہ جب درخت اپنے موقع سمیت مستثنیٰ ہوئے تو باقی زمین مجہول اور غیر متعین رہ گئی۔

مسئلہ: اگر کہا اس زمین میں میرا حصہ وقف ہے تو وقف صحیح ہوگیا۔ البتہ مسجد اور قبرستان میں وقف مشاع جائز نہیں۔ ان میں وقف صحیح ہونے کے لیے تقسیم ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مشترکہ جائیداد ہو اور تمام شریک اس کو وقف کردیں اور ایک ہی وقت میں متولی کو قبضہ دیدیں تو وقف صحیح ہوگا۔

- وقف ابدی اور دائمی ہو وقتی و عارضی نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کہا میرا مکان ایک ماہ کے لیے یا ایک سال کے لیے فقراء پر وقف ہے اس کے بعد پھر میں اس کا مالک ہوں تو یہ وقف صحیح نہیں۔

مسئلہ: اگر خاص معین شخص پر وقف کیا اور یوں کہا کہ زید پر وقف ہے تو وقف صحیح نہیں کیونکہ صرف زید پر وقف عارضی ہوسکتا ہے ابدی اور دائمی نہیں اس لیے کہ زید کچھ عرصہ بعد مرجائے گا۔ البتہ اگر یوں کہا کہ زید پر وقف صدقہ ہے تو وقف صحیح ہوگا اور زید کی وفات کے بعد دیگر فقراء پر وقف ہوگا۔

مسئلہ: البتہ اگر کسی خاص مسجد پر وقف کیا کہ اس کی آمدنی مسجد پر خرچ کی جائے تو جائز ہے کیونکہ مسجد ابدی ہوتی ہے۔

- وقف میں خیار شرط نہ ہو۔

مسئلہ: مسجد کے علاوہ کسی اور وقف میں اپنے لیے خیار شرط رکھا یعنی یوں کہا میں یہ

جائیداد وقف کرتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ چاہوں تو وقف واپس لے لوں تو یہ وقف صحیح نہیں اگرچہ تین دن کے بعد وقف کو پختہ کر دے۔ لہٰذا اگر وقف کرنا ہوتو نئے سرے سے خیارشرط کے بغیر وقف کرے۔

مسئلہ: مسجد کے وقف میں خیارشرط رکھا ہوتو مسجد کا وقف ہوجائے گا اور خیارشرط باطل ہوگا۔

وقف کیسے لازم اور مکمل ہوتا ہے

- مسجد میں وقف اس سے لازم ہوتا ہے کہ مسجد ہر اعتبار سے مالک کی ملکیت سے نکل جائے اور واقف کی اجازت کے بعد اس میں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جائے اگرچہ ایک آدمی ہو جس نے اذان کہی اور امامت بھی اس نے کرائی کوئی اور نہ آیا تو اس کی تنہا ادائیگی جماعت کی مثل ہوگی۔

مسئلہ: مالک مسجد متولی کے سپرد کر دے اس سے بھی وقف مکمل ہوجاتا ہے اور نماز کے بغیر بھی وہ مسجد ہوجائے گی۔

مسئلہ: غیر وقف شدہ مملوک دکانیں ہوں ان کے اوپر مسجد بنائی جائے تو وہ شرعی اور وقف مسجد نہ ہوگی۔

اگر نیچے مسجد بنائے لیکن اس کے اوپر کی دکانیں وغیرہ مملوک ہوں وقف نہ ہوں تو مسجد بھی وقف نہ ہوگی۔

- مسجد کے علاوہ وقف میں صرف یہ کہنے سے کہ یہ جگہ وقف ہے وقف لازم ہوجاتا ہے۔

وقف کا حکم

وقف مکمل اور لازم ہونے کے بعد نہ تو مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے نہ وہ کسی اور کی ملکیت میں دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی عاریت اور دَین کے طور پر کسی کو دیا جاسکتا ہے۔

متولی وقف کی معزولی

مسئلہ: متولی وقف خواہ وہ خود وقف کرنے والا ہو یا اس کے علاوہ ہو اگر امانت دار نہ

رہے یا انتظام کرنے سے عاجز ہو یا اس کا فاسق و فاجر ہونا واضح ہوجائے تو اس کو معزول کر دیا جائے گا اگرچہ وقف میں اس کو معزول نہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

مسئلہ: متولی اگر وقف کو آباد نہ کرے یا کل وقف کو یا اس کے کچھ حصے کو فروخت کر دے یا جانتے بوجھتے اس میں کوئی ناجائز تصرف کرے تو اس کو معزول کیا جائے۔

مسئلہ: متولی کو کسی خیانت یا کوتاہی کی بنا پر معزول کیا گیا لیکن پھر اس نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کو دوبارہ متولی بنایا جاسکتا ہے۔

اراضی وقف کو اجارہ طویلہ پر دینا

اراضی وقف کو آباد کرنے اور ان سے معتدبہ فائدہ اٹھانے کا کوئی ذریعہ اس کے علاوہ نہ ہو کہ کرایہ دار یا مزارع کو بطور پٹہ دوامی دے دی جائیں اور ان کو حق قرار دیا جائے تو ان زمینوں کو اس طرز پر اجارہ پر دینا اور ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ ان کا قبضہ تسلیم کر لینا ان شرطوں سے جائز ہے۔

☼ ۱ وہ اس زمین کی اجرت مثل ہمیشہ ادا کرتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے معاملہ میں طے شدگان کو دائمی قرار نہ دیا جائے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اگر اراضی کی اجرت کا رائج نرخ بڑھتا رہے تو کرایہ دار و مزارع کو رائج نرخ کے مطابق اجرت ولگان دینا پڑے گا۔

تنبیہ

البتہ اجرت مثل میں زمین کی موجودہ حالت جو کاشتکار یا کرایہ دار کے عمل سے پیدا ہوئی ہے کا اعتبار نہ ہوگا۔ مثلاً زمین کو ہموار کر لیا گیا اور کنویں وغیرہ سے پانی کا انتظام کر لیا یا افتادہ زمین پر مکان یا دکان تعمیر کر لی گئی تو اس حالت کا اعتبار اجرت مثل میں نہ کیا جائے گا بلکہ زمین کی اصلی حالت جس پر کاشتکار یا کرایہ دار کے حوالہ کی گئی تھی اس کا اعتبار ہوگا مثلاً جس افتادہ زمین کا لگان معاملہ کے وقت سو روپیہ تھا اگر ویسی حالت وصنعت کی زمین کا کرایہ آج ڈیڑھ سو روپیہ ہوگیا تو کاشتکار و کرایہ دار کو اس کی پابندی لازمی ہوگی اور سو کے بجائے ڈیڑھ سو روپے دینے ہوں گے۔

☼ ۲ وہ زمین کو تین سال تک معطل نہ چھوڑیں۔

☼ ۳ اس میں وقف کا کوئی ضرر محسوس نہ کیا جائے مثلاً یہ کہ اجارہ پر لینے والا بدمعاملہ شخص ہو یا مفلس شخص ہو یا اس سے وقف پر ناجائز قبضہ وغلبہ کا اندیشہ ہو۔

حق قرار سے کیا مراد ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ کرایہ دار کو یقین دلایا گیا ہو کہ یہ جائیداد اس کے قبضہ سے نکالی نہ جائے گی۔ اس یقین دہانی پر کاشتکار اپنا روپیہ اور محنت صرف کر کے زمین کو ہموار کرتا ہے اور کنواں وغیرہ بناتا ہے یا کرایہ دار اس میں کوئی تعمیر وغیرہ قائم کرتا ہے۔ اس دائمی حق کو حق قرار کہتے ہیں۔ اگر پٹہ پر لینے والا شرائط کی پابندی کرے تو اس کا حق دائمی قرار پاتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مگر یہ انتقال بحیثیت ملک نہیں بلکہ بحیثیت استحقاق ہے۔ اولاد میں اگر لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو یہ استحقاق صرف لڑکوں کو ملتا ہے۔ نرینہ اولاد نہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ حق ساقط ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کو ملتا ہے۔ اگر لڑکی بھی نہ ہو تو بھائی کو اور بھائی نہ ہو تو بہن کو اور بہن بھی نہ ہو تو ماں کو یہ استحقاق ملتا ہے۔

مسئلہ: متولی وقف کو اس کی پابندی اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ کاشتکار یا کرایہ دار سے مذکورہ شرائط میں سے کسی کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو اور جب کسی وقت کسی شرط کی خلاف ورزی ہونے لگے تو متولی وقف کے لیے ناجائز اور حرام ہے کہ وہ اراضی کو اس کاشتکار یا کرایہ دار کے قبضے میں چھوڑے رکھے۔

وقف کو غصب کرنا

مسئلہ: اگر کسی وقف شدہ مکان یا اراضی پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو اس کے واجب کرایہ کا تاوان غاصب کو دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی وقف شدہ مکان پر مثلاً قبضہ تو نہیں کیا لیکن وہاں جانے کا راستہ ناجائز طور پر بند کر دیا جس کی وجہ سے اس مکان کو کسی نے کرایہ پر نہ لیا تو اتنے عرصہ کا تاوان راستہ بند کرنے والے کے ذمہ آئے گا۔

وقف کوتبدیل کرنا

وقف میں ایک زمین کو دوسری زمین سے بدلنا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین خریدنا بعض صورتوں میں جائز ہے جب کہ وقف میں اس کو تبدیل کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

تبدیل کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

- واقف نے اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے تبدیل کرنے کی شرط کی ہو۔ اس صورت میں تبدیل کرنا جائز ہے۔
- واقف نے تبدیل کرنے کی شرط تو نہ کی ہو پھر خواہ تبدیل نہ کرنے کی شرط کی ہو یا اس سے سکوت کیا ہو:

(i) مگر وقف سے نفع اٹھانا سرے سے ممکن ہی نہ ہو یا اس سے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو قاضی یا محکمہ کی رائے اور اجازت سے تبدیل ہوسکتا ہے۔

(ii) نفع بھی فی الجملہ ہو لیکن تبدیل کرنے میں زیادہ نفع نظر آتا ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: واقف نے تبدیل کرنے کی شرط کی ہو تو ایک دفعہ تبدیل کرنے سے شرط پوری ہوجاتی ہے اس لیے آئندہ مزید تبدیلی نہیں ہوسکتی الا یہ کہ واقف نے بتکرار تبدیل کرنے کی شرط کی ہو۔

سونے چاندی یا روپے پیسے کا وقف

ان کا وقف صحیح ہے۔ البتہ چونکہ وقف میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع سے فائدہ اٹھایا جائے اس لیے اصل مال کو خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس کو تجارت میں لگا کر اس کے نفع کو خرچ کریں یا اس سے کوئی شے خرید کر اس کے منافع کو فقیر پر خرچ کریں۔

وقف کے منافع وقف نہیں ہوتے

مسئلہ: اگر وقف کے منافع سے کوئی مکان یا دکان وقف کے مصالح کے لیے خریدی

جائے تو وہ وقف نہیں ہو جاتی۔

مسئلہ: وقف کی آمدنی اور منافع سے جو رقم مستحق کو دی گئی ہو وہ اس کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اگر بقدر نصاب ہو جائے تو اس پر زکوۃ بھی واجب ہوتی ہے۔

واقف کا تاحیات جائیداد کی آمدنی اپنے لیے مقرر کرنا

واقف کو منافع وقف سے تاحیات خود اپنی ذات کے لیے یا اپنی اولاد کے لیے انتفاع کی شرط ٹھہرانا جائز ہے۔

مسئلہ: اس لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں اپنا یہ مملوکہ مکان فلاں مسجد پر وقف کرتا ہوں اس شرط سے کہ تاحین حیات میں یا میری اولاد اس مکان کا کرایہ خود استعمال کرے گی اور وفات کے بعد اس مسجد کا متولی مکان کا کرایہ وصول کر کے مسجد کے مصارف میں خرچ کرے۔

کسی جائیداد یا اس کی آمدنی کو اپنی اولاد پر وقف کرنا

یہ بھی جائز ہے اور اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکوں کو لڑکیوں سے دوگنا دے۔ دوسرے یہ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دے۔

مسئلہ: اس طرح کا وقف اپنی نسل در نسل کے لیے بھی کر سکتا ہے۔

وقف مسجد کے دیگر احکام

مسئلہ: اگر اس زمین کو جو مسجد کی تعمیر کے واسطے خریدی تھی ابھی وقف نہیں کیا تھا تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے لیے کوئی دوسری زمین خرید سکتے ہیں اور اگر نئی مسجد کی تعمیر کا ارادہ ختم ہو جائے تو اس قیمت کو کسی اور مسجد کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر مسجد کی کمیٹی یا انتظامیہ نے کسی جگہ مسجد بنانے کی نیت سے چندہ کی رقم سے کوئی جگہ خرید کر قبضہ کر لی ہو تو اس کو تبدیل نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: جو روپیہ کسی خاص مسجد کی تعمیر کے لیے ہو اور وہ مسجد تعمیر نہ ہو تو دوسری مسجد میں وہ روپیہ صرف کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: مسجد کے چندہ سے کسی مسجد کو عمدہ بنانے کی غرض سے منہدم کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کے گر جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اور اگر منہدم ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کا گرا دینا جائز ہے۔ البتہ اگر اہل محلہ اپنے ذاتی مال سے قابل استعمال مسجد کو گرا کر زیادہ مضبوط اور عمدہ مسجد بنائیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسجد اس طرح بنائی کہ نیچے دکانیں یا تہہ خانہ وغیرہ بنا کر ان کی چھت پر مسجد کا صحن یا مسجد کی کوئی عمارت ہے تو یہ اس شرط پر جائز ہے کہ نیچے کی دکانیں مسجد کے لیے وقف ہوں اور ان کی آمدنی مسجد کے مصالح میں صرف ہو اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ مسجد کی چھت پر کوئی مکان مسجد کی مصالح کی غرض سے مثلاً امام کی رہائش کے لیے بنا دیا جائے۔ ان دونوں صورتوں میں اس مسجد کی مسجدیت میں کوئی خلل نہ آئے گا۔

اس صورت میں نیچے کی دکانیں اور اوپر کا مکان وغیرہ مسجد میں داخل نہ ہوگا اور اسی بنا پر ان کو کرایہ پر دینا' ان میں تجارت کرنا' غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض و نفاس والی عورت کا ان میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہوگا۔

تنبیہ:

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ صورت صرف اسی وقت ہوسکتی ہے کہ مسجد بنانے کے وقت بنانے والے نے پہلے ہی اوپر کے مکان یا نیچے کے تہہ خانہ یا دکان وغیرہ کو مسجد سے جدا قرار دے کر اس کو کرایہ پر دینے اور اس کو مسجد پر وقف کرنے کی نیت کر لی ہو۔ ورنہ اگر مسجد بنا دی گئی تو پھر بعد میں اس کے نیچے کوئی دکان یا اوپر کرایہ کے لیے مکان بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ مسجد کے اوپر آسمان تک اور نیچے زمین کی انتہا تک سب کا سب قیامت تک کے لیے مسجد ہے۔ اس میں کسی حصہ کو اب مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

مسئلہ: مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے علیحدہ کر کے کوئی اور چیز بنانا ہرگز جائز نہیں اگرچہ مصالح مسجد کے متعلق ہوں مثلاً امام کے لیے مکان بنانا یا مسجد کے لیے وضو خانہ یا غسل

خانہ بنانا۔ وہ جگہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ اگر کسی نے بنا دی تو واجب ہے کہ اس کو منہدم کر کے اس جگہ کو مسجد میں شامل کر دے۔ البتہ اگر مسجد قرار دینے سے پہلے اس کے اوپر یا نیچے امام کے لیے مکان یا کرایہ کی دکانیں بنا دی جائیں تو جائز ہے۔ لیکن جب اول تعمیر کے وقت مسجد بن گئی تو پھر اس کا نکالنا مسجد سے جائز نہیں۔ اور اگر مسجد بنانے والا یہ بھی کہے کہ میری نیت پہلے ہی سے اس جگہ کو علیحدہ کرنے کی تھی تب بھی اس کی بات مانی نہیں جائے گی۔

مسئلہ: مسجد کی دیوار پر اپنی مملوکہ دکان یا مکان کی چھت کی کڑیاں یا گاڈر رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ: عام راستہ اور گزرگاہ ہو تو اس کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کرنا تین شرطوں سے جائز ہے۔

- ◆ وہ راستہ حکومت کی باقاعدہ منصوبہ بندی میں شامل نہ ہو۔
- ◆ مسجد میں تنگی ہو۔
- ◆ راستہ گزرنے والوں کا نقصان اور حرج نہ ہو۔

مسئلہ: بستی میں صرف ایک مسجد ہو یا مسجدیں تو اور بھی ہیں لیکن کوئی مسجد ایسی ہے جس کی ضرورت غیر معمولی ہے مثلاً مسجد حرام یا مسجد نبوی وغیرہ' ایسی مسجد کی توسیع نہایت ضروری ہو تو مسجد کے پڑوس میں جو زمین یا مکان یا دکان ہو اس کو قیمت کے عوض میں زبردستی بھی لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مسجد ویران اور منہدم ہو جائے اور وہاں کوئی محلہ بھی باقی نہ رہے جس سے اس کی آبادی کی آئندہ توقع ہو بلکہ وہ محض مسمار پڑی ہو تو ایسی صورت میں بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ اس مسجد کا سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگا دیا جائے اور اس جگہ کو محفوظ اور محترم رکھا جائے اس لیے کہ وہ قیامت تک مسجد ہی ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک اس وقت بھی اس کا منتقل کرنا جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کی کوشش کریں تاکہ اس طرف سے گزرنے والے مسلمان

اس میں نماز پڑھا کریں۔

مسئلہ: حرام مال مسجد کے کاموں میں لگانا جائز نہیں خواہ وہ مسجد کے بیت الخلاء ہی ہوں۔

مسئلہ: مسجد کے کسی سامان کی ضرورت نہ رہے تو اگر توقع ہو کہ آئندہ اس مسجد کے کام میں آسکے گا تو اس کو محفوظ رکھا جائے اور اگر آئندہ کام میں آنے کی توقع نہ ہو یا پڑے پڑے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کرکے قیمت کو مسجد کے دوسرے مصارف میں استعمال کیا جائے۔

مسئلہ: اگر کسی مسجد میں ضرورت سے زیادہ اتنا مال جمع ہوجائے کہ آئندہ بھی اتنے مال کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی تو زائد مال کو دوسری مساجد کی مرمت اور ضروریات میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ مساجد کے علاوہ دیگر ضروریات عامہ مثلاً مدارس اور رفاہ عام میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد کی دریاں وغیرہ رکھنے کے لیے چھوٹی سی کوٹھری بنالی جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کی دری وغیرہ گھر میں یا حجرہ میں لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک مسجد کا سامان مثلاً لوٹے، صفیں، دریاں وغیرہ دوسری مسجد میں عاریتاً لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد کے دریا برد ہونے کا خوف ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا نہ ہو تو مسجد کو خود گرانا جائز نہیں۔

اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا ہو اور خوف ہے کہ مسجد کے خود گرنے کے وقت مسجد کے ملبے کو منتقل کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو اس نیت اور اعلان کے ساتھ خود گرا سکتے ہیں کہ اگر مسجد کی جگہ دریا برد ہوگئی تو اس ملبہ سے نئی آبادی میں مسجد بنالیں گے اور اگر جگہ سالم رہی تو پھر اصلی جگہ میں دوبارہ تعمیر کردیں گے۔

مسئلہ: چندہ دہندگان کی اجازت سے مسجد کے روپیہ میں مسجد کے لیے تجارت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مقرر ہے اس میں کنواں کھودنا جائز نہیں۔

البتہ اگر پہلے کھودا ہوا ہو تو اس کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔

مسجد کی ہیئت اور شکل وصورت

مسئلہ: ○ ۱ منبر محراب میں دائیں طرف ہونا چاہیے۔ منبر کا تین درجہ کا ہونا مستحب ہے لیکن ضروری نہیں۔ تین درجے نہ ہوں کم و بیش ہوں اور غرض حاصل ہو جائے کہ خطبہ اونچی جگہ پر ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

○ ۲ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد کی چھت پر کچھ جگہ بلند کر دی گئی تھی جس پر کھڑے ہو کر اذان کہی جاتی تھی۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ مینار پر چڑھ کر اذان دی گئی۔

○ ۳ مسجد میں محراب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسجد کے شرعی ہونے کا معاملہ ہے اس میں تو کسی دیوار اور چھت کی بھی ضرورت نہیں۔ کھلی زمین بھی مسجد شرعی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب مسجد کی تعمیر کی جائے تو اس کی ہیئت و شکل میں دو باتیں ضروری ہیں:

- ♦ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے مشابہ نہ ہو۔ کسی مسجد کی تعمیر مندر یا گرجے وغیرہ کی مخصوص شکل یا اس کے مشابہ صورت میں کرنا بالکل حرام ہے۔ جو مسجد ایسی بنا دی گئی ہو اس کو توڑ کر اس مشابہت کو دور کرنا واجب ہے۔
- ♦ مساجد کی معروف ہیئت و شکل پر ہو جس کو عام لوگ دور سے دیکھ کر ہی مسجد سمجھ جائیں۔ یہ اس سے ہوگا کہ مسجد میں گنبد و مینار ہوں اور محراب ہو۔

اگر کوئی مسجد دوسری عمارتوں کے مشابہ بنا دی گئی ہو تو اصل تعمیر کو توڑے بغیر جس قدر اس کو مساجد کے ہم شکل بنایا جاسکتا ہو وہ اصلاح ضروری ہے۔

مسجد کے آداب و احکام

تنبیہ: مسجد کی چھت تمام احکام میں مسجد کے برابر محترم ہے۔ اس پر پیشاب پاخانہ کرنا اور حائضہ وجنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسجد میں نقش ونگار بنانا

مسئلہ: مسجد کی دیواروں اور چھت وفرش میں رنگ برنگ کے بیل بوٹے بنانا جونماز میں خیال کو منتشر کرتے ہوں مکروہ ہے اور بالخصوص محراب میں اور قبلہ کی دیوار میں زیادہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: بے حد زینت اور گل کاریاں مذموم ومکروہ ہیں۔ البتہ اگر گچ اور چونے اور سیمنٹ وغیرہ کے نقش بنا لیے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کا اپنا استعمال مسجد کی مضبوطی کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن اس کا بھی ترک کرنا اولیٰ ہے اور اس کے بجائے فقراء و مساکین پر یا مدارس پر یا جہاد پر مال خرچ کیا جائے۔

مسئلہ: چونے اور گچ سیمنٹ وغیرہ کے بیل بوٹے بنوانا بھی اس وقت جائز ہے جب بنوانے والا ان کو اپنے مال سے بنوا رہا ہو۔ لیکن اگر وقف یا چندہ سے مسجد بنائی جائے تو جب تک وقف کرنے والا یا چندہ دینے والے اس کی اجازت نہ دیں اس وقت تک ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر مہتمم نے چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر بنائے تو تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ: مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن پاک کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ہے۔

مسجد میں خوشبو اور بدبو سے متعلق احکام

مسئلہ: مسجد میں لوبان عود وغیرہ کی دھونی دینا اور اگر بتیاں جلانا سنت ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے کوئی بدبو دار چیز کھائی ہو مثلاً کچا لہسن پیاز کھایا ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا اس وقت تک مکروہ تحریمی ہے جب تک بدبو اپنے منہ سے دور نہ کرلے۔

مسئلہ: حقہ، سگریٹ پینے والے اور تمبا کو نسوار کھانے والے کا بھی تمام چیزوں میں یہی حکم ہے۔ جب تک تمبا کو اور سگریٹ کی بدبو دور نہ کرے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کے کپڑوں میں پسینہ کی بدبو یا کسی اور چیز کی بدبو خوب رچ بس گئی ہو جیسے مزدوروں کے کپڑوں میں ہوتی ہے تو جب تک وہ بدبو دار کپڑے علیحدہ نہ کرے

مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔
مسئلہ: مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں۔

مسجد کی صفائی سے متعلق احکام

مسئلہ: مسجد میں نجاست کا داخل کرنا جائز نہیں اور اسی لیے ناپاک تیل کو مسجد میں جلانا جائز نہیں اگرچہ مسجد سے باہر اس کا جلانا جائز ہے۔ اسی طرح جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔
مسئلہ: مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو لے جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر مسجد کے نجس ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔
مسئلہ: جوں، کھٹمل وغیرہ مار کر مسجد میں ڈال دینا مکروہ ہے۔
مسئلہ: مسجد میں پیشاب، پاخانہ کرنا حرام ہے جبکہ اس کو کسی برتن میں لیا جائے۔ اسی طرح خون کا عطیہ بھی مسجد میں لینا حرام ہے۔
مسئلہ: مسجد میں وضو کرنا اور کلی کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ مستعمل پانی کسی برتن اور تسلے میں جمع کرتا رہے۔ البتہ معتکف کے لیے جائز ہے کہ مسجد میں وضو کرے یا پیر دھوئے اور مستعمل پانی کسی برتن میں اس طرح سے جمع کرتا رہے کہ مستعمل پانی مسجد میں نہ گرے ورنہ اس کے لیے بھی جائز نہیں۔
مسئلہ: مسجد میں جماع کرنا حرام ہے۔
مسئلہ: اگر مسجد کی چھت یا دیوار وغیرہ میں چمگادڑ یا اور کوئی پرندہ گھونسلا بنالے تو اس کا گرا دینا جائز ہے۔ البتہ اگر انڈے بچوں کے زمانے میں کچھ انتظار کرے تو بہتر ہے۔
مسئلہ: مسجد محلہ میں جماعت نہ ہوتی ہو اور آدمی کہنے سے بھی جمع نہ ہوتے ہوں تب بھی محلہ کی مسجد کا یہی حق ہے کہ وہاں نماز پڑھے اگرچہ تنہا پڑھے۔

مسجد میں دنیا کے مباح کام

اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو کام نہ طاعت ہو نہ معصیت ہو بلکہ مباح ہو خاص اس کے لیے مسجد میں جانا مکروہ ہے اور اگر پہلے سے مسجد میں حاضر ہے اور اتفاقاً اس مباح کی حاجت پیش آئی اور محض اس کی نیت سے مسجد میں نہیں گیا تھا بلکہ عبادت یا درس کے لیے گیا تھا اور وہاں اس مباح کو بھی کر لیا جبکہ وہ کام کثیر نہ ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دنیوی باتیں کرنے ہی کی غرض سے مسجد میں جائے اور وہاں جا کر دنیا کی باتیں کرے تو یہ بالکل جائز نہیں اگرچہ باتیں جائز اور مباح ہوں۔

مسئلہ: اگر صرف باتیں کرنے کی غرض سے مسجد میں نہ بیٹھے بلکہ عبادت مثلاً نماز اور ذکر کے لیے مسجد میں بیٹھا ہو پھر کوئی دنیا کی جائز بات کر لی جس میں کوئی معصیت اور گناہ کی بات نہ ہو تو گنجائش ہے لیکن زیادہ نہ ہونی چاہئیں صرف ضرورت کی ہوں۔

مسئلہ: مسجد میں نکاح کے علاوہ خرید وفروخت اور دیگر معاملات کرنا ناجائز ہے۔ البتہ معتکف کے لیے بقدر حاجت خرید وفروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ فروخت کا سامان مسجد میں داخل نہ کرے۔

مسئلہ: مسجد میں اشعار پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر اشعار نصیحت و وعظ کے ہوں یا نبی ﷺ کی مدح ونعت کے ہوں یا حقانیت اسلام کے متعلق ہوں تو ان کو مسجد میں پڑھنا اس شرط سے جائز ہے کہ نمازیوں کو اور ذکر وتلاوت کرنے والوں کو اس سے تشویش نہ ہو۔

مسئلہ: مسجد میں کھانا کھانا اور سونا جائز نہیں لیکن مسافر اور معتکف کے لیے جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی کو اگر ضرورت ہو تو وہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو اور کچھ عبادت کر کے پھر اپنے کھانے اور سونے کی ضرورت پوری کرے۔

مسئلہ: مسجد میں دستکاری کرنا بھی ناجائز ہے مثلاً کپڑا سینا' ٹوپی وغیرہ بننا' زیور کا جڑاؤ کرنا وغیرہ، غرض ہر قسم کی دستکاری مسجد میں ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ حدیث' تفسیر اور فقہ کے مسائل بھی اجرت پر لکھنا مسجد میں ناجائز ہے۔

مسئلہ: بچوں کو قرآن شریف وغیرہ اجرت لے کر مسجد میں پڑھانا ناجائز ہے۔ جبکہ جگہ کی مجبوری نہ ہو۔

مسئلہ: البتہ اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر دستکاری کرتا ہے تا کہ مسجد کی حفاظت بھی کرے اور مسجد کی حفاظت کی اس کے علاوہ صورت نہ ہوتو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے اور نکاح کے بعد چھوارے اچھالے نہ جائیں بلکہ لوگوں کے سامنے رکھ دیے جائیں۔

مسئلہ: کسی مصیبت کی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے مثلاً اپنے کسی عزیز کے مرنے پر مسجد میں جا کر بیٹھنا تا کہ لوگ تعزیت کے لیے آئیں تو یہ مکروہ ہے۔ البتہ مسجد میں نماز کے لیے گیا اور وہاں کسی نے تعزیت کر لی تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں سوال کرنا مطلقاً منع ہے اور کسی کے سوال پر اس کو دینا بعض کے نزدیک علی الاطلاق ناجائز ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس وقت ناجائز ہے جب سوال کرنے والا نمازیوں کی گردنیں پھلانگتا ہو اور ایذاء پہنچاتا ہو یا شور کرتا ہو۔

مسئلہ: مسجد میں ٹہلنا اور ورزش کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں گم شدہ چیز کے لیے اعلان کرنا ناجائز ہے البتہ اگر مسجد ہی میں کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اس کو وہاں کے لوگوں سے دریافت کر سکتا ہے۔

مسئلہ: گمشدہ بچے کا مسجد سے اعلان کرنے کی انسانی مجبوری کی وجہ سے گنجائش ہے۔ لیکن اس کے لیے بہتر ہے کہ علاقے والے چندہ کر کے ایک لاؤڈ سپیکر شرعی مسجد کی حدود سے باہر لگالیں اور اس میں ایسا اعلان کریں۔

مسئلہ: مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا فی نفسہ جائز ہے اگر پاک ہو۔ مگر چونکہ عرف و رواج میں یہ خلاف ادب ہے اس لیے مناسب نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں آواز دار گھنٹہ رکھنا جائز ہے۔ لیکن ایسا گھنٹہ رکھنا جس میں کچھ وقت کے لیے موسیقی بجے جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں سحری و افطاری کے لیے سائرن بجانا جائز ہے۔ اسی طرح جب سائرن کی سہولت نہ ہو اور ضرورت ہو تو سحری و افطاری کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے طبل و ڈھول بجایا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی مملوکہ مکان کی کھڑکی یا دروازہ ہوا کے لیے مسجد میں کھولنا مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۔ جس دیوار میں کھولے وہ اپنی مملوک ہو۔

۲۔ اس کو آمدورفت کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

۳۔ گھر کا شور یا دھواں یا گرد و غبار مسجد میں نہ جائے جس سے مسجد اور نمازیوں کا نقصان اور حرج ہو۔

مسئلہ: مسجد کے دروازے کو قفل لگانا ناجائز ہے۔ اگر مسجد کے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو کسی آدمی کے ذریعہ سے حفاظت کی جائے لیکن اگر حفاظت کی کوئی اور صورت نہ ہو تو پھر اس طرح قفل لگانا جائز ہے کہ نمازوں کے اوقات میں کھول دیا جائے۔

مسئلہ: مسجد کو بغیر عذر کے راستہ بنا لینا مکروہ ہے اگر کسی عذر سے گزرنا پڑے تو ہر روز ایک مرتبہ نماز تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ: کافر اگرچہ جنبی ہو کسی بھی مسجد میں حتیٰ کہ مسجد حرام میں بھی داخل ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لیے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں اور اگر اس لیے دیا ہے کہ طلبہ یا دیگر لوگ اپنے گھروں میں لے کر جا کر پڑھ سکیں تو پھر اپنے گھروں کو لے جانے کی اجازت ہوگی۔

قبرستان کے احکام

مسئلہ: عام قبرستان وقف ہوتا ہے۔

مسئلہ: قبر پر پتھر لگانے سے وہ پتھر وقف نہیں ہوتا بلکہ لگانے والے کی ملک رہتا ہے۔

مسئلہ: عام وقف قبرستان میں اگر کسی نے پھل دار درخت لگائے تو

☼ ۱ اگر اس نے وقف کی نیت سے لگائے تو اس وقف کا جو مصرف ہے وہی ان درختوں کا مصرف ہے۔

☼ ۲ اگر اس نیت سے لگائے کہ وہ خود ان کا مالک رہے گا تو وہ اس کی ملک ہیں اور

دوسروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر ان کو اپنے استعمال میں لائیں۔ البتہ قبرستان کے متولی یا عام مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اس شخص کو مجبور کریں کہ وہ ان درختوں کو اکھاڑ لے اور قبرستان کی زمین خالی کر دے۔

مسئلہ: جو قبرستان وقف ہو اس کے خودرو درخت بھی وقف ہیں۔

مسئلہ: جب ظن غالب میں اموات کا مٹی ہو جانا متعین ہو جائے اور بہت پرانا ہونے کی وجہ سے مردوں کو اس میں دفن کرنا اب ممکن نہ رہے تو اگر وہ زمین مملوکہ ہو تو مالک کی اجازت سے اس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے اور اگر زمین وقف ہو تو اس کو کسی دوسرے وقف مثلاً مسجد یا مدرسہ میں تبدیل کرنا جائز ہے۔

تنبیہ: اگر ظن غالب میں باہم اختلاف ہو جائے تو ان لوگوں کا قول لیا جائے گا جو اس کام میں بصیرت اور تجربہ رکھتے ہوں اور گورکنی کا کام کرتے ہوں۔ ان کے نزدیک عام طور سے جتنی مدت میں میت کے اجزاء مٹی ہو جاتے ہیں اس مدت کے بعد قبور کی حیثیت اور احکام ختم ہو جائیں گے۔ اگر اتفاق سے کسی قبر میں کوئی سالم لاش یا ہڈیاں نکل آئیں تو وہ مذکور حکم کے منافی نہیں کیونکہ ایسے واقعات نادر ہوتے ہیں اور نوادر پر احکام دائر نہیں ہوتے۔

مسئلہ: اگرچہ خود قبر بھی عام طور سے محل نجاست ہوتی ہے کیونکہ میت کا خون پیپ وغیرہ اس میں ملی ہوتی ہے اور فقہاء نے قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قبریں محل نجاست ہیں لیکن اس کے باوجود حکم ہے کہ قبرستان کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ لہٰذا اپنے اختیار سے وہاں نجاست اور گندگی ڈالنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: چوپایوں کو قبرستان میں چرنے کے لیے نہ چھوڑا جائے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبروں کو روندیں گے بھی اور وہاں پیشاب اور گوبر کی نجاست بھی پھیلائیں گے۔

عیدگاہ اور جنازہ گاہ

مسئلہ: ان میں صفیں متصل نہ بھی ہوں تب بھی مسجد کی طرح اقتداء درست رہے گی۔ اس

حکم کے علاوہ دیگر احکام میں مسجد سے مختلف ہے۔

مسئلہ: ان میں جنبی اور حائضہ وغیرہ داخل ہو سکتے ہیں لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ یہ لوگ ان میں داخل ہونے سے پرہیز کریں۔

مسئلہ: ان میں پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز نہیں الا یہ کہ آبادی بڑھ جانے کے بعد وہ ناکافی ہونے کے باعث عیدگاہ کے طور پر استعمال نہ ہوسکتی ہو اور ظالم لوگوں کا اس پر ناجائز قبضہ کرنے کا اندیشہ ہوتو اس کو مسجد میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: عیدگاہ یا جنازہ گاہ میں کھیلنا کودنا جائز نہیں۔

باب ۲۳

متفرق مسائل

حرام وحلال کا ضابطہ

شریعت میں کسی شے کے استعمال کے منع اور حرام ہونے کی وجہیں چار ہیں:

- نجاست جیسے پیشاب پاخانے مردار وغیرہ میں۔
- مضر ہونا جیسے سنکھیا میں۔
- استخباث (گھناؤنا پن) یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا جیسے کیڑے مکوڑوں اور حشرات میں۔
- نشہ لانا

جمادات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ مضر ہوں یا نشہ لانے والے ہوں۔ استخباث جمادات میں نہیں ہوتا۔

اور اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا نشہ آور شے میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مٹی کھانے میں جہاں نقصان ہو جائز نہیں ہے اور جہاں نقصان نہ ہو جائز ہے جیسے حمل کی حالت میں تھوڑی سی صاف مٹی یا ملتانی مٹی کھا لینا کہ عورت طبعاً اس پر مجبور ہوتی ہے جائز ہے ہاں اتنی نہ کھائے جس سے نقصان ہو۔ پان میں چونا زیادہ کھانا جو دانتوں کو خراب کرے یا کوئی اور نقصان کرے جائز نہیں تھوڑی مقدار میں جائز ہے۔

نباتات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ مضر ہوں یا نشہ لانے والے ہوں۔ مضر میں ممانعت کی وجہ ضرر ہے جب ضرر نہ رہے تو اس کے استعمال میں کچھ بھی حرج نہیں ہے جیسے جمال گوٹہ کچلہ وغیرہ کہ ماہر طبیب کی رائے سے ان کا استعمال بلا تکلف جائز ہے۔

حیوانات

مسئلہ: جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں کیونکہ حدیث میں صراحت کے ساتھ ان سے منع کیا گیا ہے۔

مسئلہ: جن پرندوں کی غذا فقط مردار اور گندگی ہے تو چونکہ ان کا گوشت خالص حرام سے بنا ہے اس لیے طبیعت عادۃ اس سے گھن کرتی ہے۔ اس استخباث کی وجہ سے ان کا کھانا حرام ہے مثلاً گدھ وغیرہ۔

مسئلہ: جن پرندوں کی غذا فقط دانہ دنکا ہے وہ سب حلال ہیں۔

مسئلہ: وہ پرندے جو دانہ دنکا بھی کھاتے ہیں اور گندگی و مردار بھی چگ لیتے ہیں مثلاً کھلی پھرنے والی مرغی اور عام شہری کوا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حلال ہیں۔ ہاں کوئی شخص عادت نہ ہونے کی بنا پر نہ کھائے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: بجو، گوہ، کچھوا، بھڑ وغیرہ چونکہ حشرات میں سے ہیں اس لیے حرام ہیں۔

مسئلہ: جو گوشت کوئی ہندو یا عیسائی بیچتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے اس سے خرید کر کھانا درست نہیں۔ البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دوسرا کوئی اس کی جگہ پر بیٹھ گیا تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: دودھ کا پنیر بنانے میں ایک چیز استعمال کی جاتی ہے جس کو عربی زبان میں انفحہ کہا جاتا ہے۔ یہ جانور کے معدہ سے نکالی جاتی ہے۔ اس کو دودھ میں شامل کرنے سے دودھ جم جاتا ہے۔ اب اگر یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن وہ جانور جو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو اس کے انفحہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اس کو پاک قرار دیتے ہیں جب کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس کو ناپاک کہتے ہیں۔

یورپ اور دوسرے غیر اسلامی ملکوں سے جو پنیر آتا ہے اس میں غیر مذبوح جانور کا

انفحہ استعمال ہونے کا احتمال غالب ہے لیکن اس کے استعمال کی گنجائش ہے اگرچہ پرہیز بہتر ہے۔ البتہ جس میں خنزیر سے حاصل کردہ انفحہ کا استعمال ہو وہ قطعاً حرام اور نجس ہے۔

خضاب کا استعمال

مرد ہو یا عورت اس کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال جائز نہیں البتہ اس کے علاوہ اور رنگ جائز ہیں خواہ وہ سیاہی مائل ہوں لیکن بالکل سیاہ نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

دین سے پھر جانا

مسئلہ: جب اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی رسول کی کچھ تحقیر کی یا شریعت کی بات کو برا جانا یا کفر کی بات پسند کی ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ مثلاً:

☼ ۱ کسی نے کہا اٹھو نماز پڑھو جواب دیا کون اٹھک بیٹھک کرے یا کسی نے روزے رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے یا کہا روزہ تو وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو۔

☼ ۲ کسی کو گناہ کرتے دیکھ کر کہا تو خدا سے ڈرتا نہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں نہیں ڈرتا۔

☼ ۳ کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا کام کرتا ہے جواب دیا ہاں نہیں ہوں۔

☼ ۴ کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اس لیے تمنا کر کے کہا کہ ہم بھی کافر (یا مثلاً عیسائی یا ہندو) ہوتے تو اچھا تھا۔

☼ ۵ کسی کا بچہ مرگیا اس نے یوں کہا یا اللہ یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا مجھے کیوں ستایا۔

☼ ۶ کسی نے یوں کہا اگر خدا بھی مجھ سے کہے تب بھی یہ کام نہ کروں۔

اس قسم کی تمام باتوں سے کہنے والا آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہنسی دل لگی میں بھی کفر کی بات کہے دل سے نہ کہے تب بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: امریکہ و یورپ میں رہنے والے کے لیے اپنے بارے میں قادیانی ہونے کا اقرار واظہار کرنا یہ بھی کلمہ کفر ہے۔ دنیوی فائدے کے لیے کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا بہت ہی خطرناک بات ہے۔ کیا پتا یہ کہتے ہی موت آ جائے توبہ بھی نہ کر سکے۔

اسی طرح سے بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ لکھ کر دینا بھی خطرناک بات ہے۔

مسئلہ: اگر شامت اعمال سے کبھی ایسی بات ہو گئی تو فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور اپنے ایمان کی تجدید کرتے ہوئے کلمہ پڑھنا چاہیے اور نکاح کی بھی تجدید کرنی چاہیے جس کی صورت یہ ہے کہ گھر کے دو مردوں کو سامنے بٹھا کر میاں بیوی باہم ایجاب و قبول کر لیں اور کم سے کم شرعی مہر بھی مقرر کر لیں۔ اگر کوئی نکاح کا خطبہ بھی پڑھ لے تو بہت اچھا ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا کے لیے یہ تدبیر سوچے کہ خود کلمہ کفر کہہ لے کہ اس سے ایمان جاتا رہے گا اور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔ پھر بعد میں وہ تجدید ایمان کر لے لیکن نکاح کسی اور سے کر لے تو یہ تدبیر باطل ہے کیونکہ اگر ملک میں اسلامی قانون ہو تو حکومت اور عدالت خود پابند ہو گی کہ عورت سے تجدید ایمان کروا کر اس کے نکاح کی تجدید اس کے شوہر سے ہی کرائے۔

اور اگر اسلامی قانون نہ ہو تو وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہ ہو گی البتہ احتیاطاً اس کو اپنے شوہر کے ساتھ ہی نکاح کی تجدید کرنی ہو گی۔

باب ۲۴

بیچنے اور خریدنے کا بیان

مسئلہ: جب ایک شخص نے کہا میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچ دی اور دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو وہ چیز بک گئی اور جس نے خریدی ہے وہی اس کا مالک بن گیا۔ اب اگر بیچنے والا یہ چاہے کہ میں نہ بیچوں اپنے پاس ہی رہنے دوں یا خریدار چاہے کہ میں نہ خریدوں تو کچھ نہیں ہوسکتا ہے بیچنے والے کو دینا پڑے گا اور خریدار کو لینا پڑے گا اور اس بک جانے کو یعنی مال کا مال سے تبادلہ کرنے کو بیع کہتے ہیں۔

مسئلہ: ایک نے کہا میں نے یہ چیز دو روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی۔ دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے یا یوں کہا میں اتنی قیمت پر راضی ہوں یا یوں کہا اچھا میں نے لے لی تو ان سب باتوں سے وہ چیز بک گئی۔ اب نہ تو بیچنے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ دے اور نہ لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ خریدے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں طرف سے یہ بات چیت ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوئی ہو۔

اگر ایک نے کہا میں نے یہ چیز چار روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی اور دوسرا چار روپے کا سن کر کچھ نہیں بولا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور سے مشورہ کرنے چلا گیا یا اور کسی کام سے چلا گیا اور جگہ بدل گئی تب اس نے کہا اچھا میں نے چار روپے میں خرید لی تو ابھی وہ چیز نہیں بکی۔ ہاں اگر اس کے بعد وہ بیچنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے دے دی یا یوں کہے اچھا لے لو تو البتہ بک جائے گی اسی طرح اگر وہ بیچنے والا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی کام کو چلا گیا تب دوسرے نے کہا میں نے لے لی تب بھی وہ چیز نہیں بکی۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک ہی جگہ دونوں طرف سے بات چیت ہوگی تب وہ چیز بکے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یہ چیز ایک روپے میں دیدو دوسرے نے کہا میں نے دے دی اس سے بیع نہیں ہوئی البتہ اس کے بعد اگر خریدار نے پھر کہہ دیا کہ میں نے لے لی تو

بک گئی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یہ چیز میں نے ایک روپے میں لے لی دوسرے نے کہا لے لو تو بیع ہو گئی۔

مسئلہ: کسی نے کسی چیز کی قیمت چکا کر اتنی رقم دوسرے کے ہاتھ پر رکھی اور وہ چیز اٹھالی اور دوسرے نے خوشی سے وہ رقم لے لی۔ پھر نہ تو اس نے زبان سے کہا کہ میں نے اتنی قیمت پر یہ چیز بیچی اور نہ دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدی تو اس لین دین ہوجانے سے بھی چیز بک جاتی ہے اور بیع درست ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: بغیر پوچھے امرود والے کی ٹوکری میں سے بڑے بڑے چار امرود نکالے اور دس روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور اس نے خوشی سے روپے لے لیے تو بیع ہو گئی اگرچہ زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا ہو۔ اس طرح کی بیع کو بیع تعاطی یا بیع معاطاۃ کہتے ہیں (یعنی خاموش لین دین والی بیع)۔ اس سے متعلق یہ دو مسئلے اور ہیں۔

مسئلہ: بائع اور خریدار ایک شے کے دام (یعنی قیمت) پر متفق ہوجائیں۔ پھر خریدار بائع کی رضامندی کے ساتھ بغیر دام دیے وہ شے لے کر چلا جائے یا خریدار دام ادا کردے اور اس وقت وہ شے لیے بغیر چلا جائے تو یہ سودا بھی صحیح ہے اور بیع لازم ہوگئی یہاں تک کہ اب ان میں سے کوئی بھی سودے سے نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ: خریدار کو ایک بازار والوں کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ جب خریدار کے دیئے ہوئے پیسوں پر راضی نہ ہوں تو وہ یا تو پیسے واپس کردیتے ہیں یا اپنی شے کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں ورنہ وہ اس دام (قیمت) پر راضی ہوتے ہیں اور محض خریدار کی دلجوئی کے لیے خریدار کے پیچھے چلاتے ہیں کہ مجھے منظور نہیں اور میں نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں کہ خریدار کوئی شے لے اور بائع کو پیسے دے اور بائع کہے میں اتنے میں نہیں دیتا تو بیع نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے موتیوں کی ایک لڑی کے بارے میں کہا یہ لڑی دس روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی۔ اس پر خریدنے والے نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے لے لیے یا یوں

کہا آدھے موتی میں نے خرید لیے تو جب تک وہ بیچنے والا اس پر راضی نہ ہو بیع نہیں ہوگی کیونکہ بیچنے والے نے پوری لڑی کا سودا کیا ہے تو جب تک وہ راضی نہ ہو لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس میں سے کچھ لے اور کچھ نہ لے۔ اگر لے تو پوری لڑی لینا پڑے گی۔ ہاں اگر بیچنے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ ہر موتی ایک ایک روپے میں ہے، اس پر خریدار نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے خریدے تو پانچ موتی بک گئے۔

مسئلہ: کسی کے پاس چار چیزیں ہیں قلم، دوات، کاپی، پنسل۔ اس نے کہا یہ سب میں نے بیس روپے میں بیچیں۔ اس کی منظوری کے بغیر خریدنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعضی چیزیں لے لے اور بعضی چھوڑ دے کیونکہ بیچنے والا سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتا ہے ہاں البتہ اگر وہ ہر چیز کی قیمت الگ الگ بتاوے تو اس میں سے ایک آدھ چیز بھی خرید سکتا ہے۔

مسئلہ: بیچنے اور خریدنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اس کو صاف کر لے کوئی بات ایسی گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا پڑے۔ اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانی چاہیے۔ اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہ ہوگی تو بیع صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے دس روپے کی کوئی چیز خریدی اب بائع (یعنی بیچنے والا) کہتا ہے پہلے تم روپے دو تب میں چیز دوں گا اور یہ کہتا ہے کہ پہلے تم چیز دو تب میں روپے دوں گا۔ تو پہلے خریدار سے دام دلوائے جائیں گے جب یہ دام دے دے تب بائع سے وہ چیز دلوائیں گے دام کے وصول پانے تک اس چیز کے نہ دینے کا بائع کو اختیار ہے۔ اور اگر دونوں طرف سونا چاندی ہے یا دونوں طرف غلہ ہے جیسے اشرفی کے بدلے چاندی لیں یا گندم کے بدلے چاول لیں اور دونوں میں یہی جھگڑا آن پڑے تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ہی وقت میں تم اس کے ہاتھ پر رکھو اور وہ تمہارے ہاتھ پر رکھے۔

مسئلہ: جس طرح زبان سے یا محض لین دین سے سودا ہو جاتا ہے اسی طرح تحریر کے ذریعے دونوں خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے کر لیں تو اس سے بھی سودا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ٹیلی فون پر بھی سودا کیا جائے تو صحیح ہے۔

مسئلہ: جو شخص کوئی گھر فروخت کرے تو اس کی دیوار چھت سب بیع میں داخل ہوں گی اگرچہ ان چیزوں کا علیحدہ علیحدہ نام نہ لیا ہو۔ اسی طرح جس شخص نے کوئی زمین بیچی تو اس میں جتنے بھی درخت کھڑے ہیں خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے' پھلدار ہوں یا بے پھل کے، سب بیع میں آجائیں گے۔ اگرچہ کھل کر ان کا نام نہ لیا جائے۔ البتہ اگر فروخت کرنے والا صریح الفاظ سے کہہ دے کہ گھر کی دیواریں یا چھت یا زمین کے درختوں کو ہم فروخت نہیں کرتے اس صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے، صرف زمین فروخت میں رہے گی۔

مسئلہ: ایک درخت بیچا جس میں پھل لگ رہا ہے تو اگر فروخت میں پھل کا بھی ذکر کیا ہو تب تو پھل بیع میں داخل ہو کر خریدار کا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا ذکر نہیں کیا تو بدستور بیچنے والے کا رہے گا۔ اسی طرح زمین میں کھیتی کھڑی ہے اور وہ زمین فروخت کردی تو اگر سودے میں کھیتی کا بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا تب تو وہ شامل ہوگی اور اگر اس کا کچھ ذکر نہیں کیا تو وہ بیچنے والے کی رہے گی۔ البتہ اس صورت میں بیچنے والے سے کہا جائے گا کہ وہ اپنا پھل اتار کر درخت کو اور کھیتی کاٹ کر خالی زمین کو خریدار کے سپرد کردے۔

باب ۲۵

سودا معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ: اناج غلہ وغیرہ سب چیزوں میں اختیار ہے چاہے تول کے حساب سے لے اور یوں کہہ دے کہ سو روپے میں بیس کلو گندم میں نے خریدی اور چاہے بغیر تول کے سودا کر کے لے لے اور یوں کہہ دے کہ گندم کی یہ ڈھیری میں نے سو روپے میں خریدی پھر اس ڈھیری میں چاہے جتنی گندم نکلے سب خریدار کی ہے۔

مسئلہ: کیلے، مالٹے وغیرہ میں بھی اختیار ہے کہ گنتی کے حساب سے لے لے یا ویسے ہی ڈھیر کا سودا کر کے لے لے۔ اگر ایک ٹوکری کے سب مالٹے پچاس روپے میں خرید لیے اور ان کی گنتی کچھ معلوم نہیں کہ کتنے ہیں تو بیع درست ہے اور سب مالٹے خریدار کے ہیں چاہے کم نکلیں چاہے زیادہ۔

مسئلہ: کوئی شخص بیر وغیرہ کوئی چیز بیچنے آیا اس سے کہا کہ پانچ روپے میں اس اینٹ کے برابر تول دو اور وہ بھی اس اینٹ کے برابر تول دینے پر راضی ہو گیا اور اس اینٹ کا وزن دونوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تو یہ بیع بھی درست ہے۔

مسئلہ: مالٹے وغیرہ کا پورا ٹوکرا ایک سو روپے میں اس شرط پر خریدا کہ اس میں چار سو مالٹے ہیں پھر جب گنے گئے تو اس میں صرف تین سو نکلے۔ لینے والے کو اختیار ہے چاہے لے لے چاہے نہ لے۔ اگر لے گا تو پورا ایک سو روپیہ دینا نہ پڑے گا بلکہ ایک سیکڑے کے دام کم کر کے صرف پچھتّر روپے دے اور اگر ساڑھے تین سو نکلیں تو ساڑھے ستاسی روپے دے۔ غرض کہ جتنے مالٹے کم ہوں اتنے دام بھی کم ہو جائیں گے اور اگر اس ٹوکرے میں چار سو سے زیادہ مالٹے ہوں تو جتنے زیادہ ہیں وہ بیچنے والے کے ہیں خریدار کو چار سو سے زیادہ لینے کا حق نہیں۔ ہاں اگر پورا ٹوکرا خرید لیا اور کچھ مقرر نہیں کیا کہ اس میں کتنے مالٹے ہیں تو جو کچھ نکلے سب خریدار کا ہے چاہے کم نکلیں

اور چاہے زیادہ۔

مسئلہ: دوپٹہ یا پلنگ پوش یا چادر وغیرہ کوئی ایسا کپڑا خریدا کہ اگر اس میں سے کچھ پھاڑ لیں تو اس کام کا نہیں رہتا اور خرید کے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ یہ دوپٹہ تین میٹر کا ہے پھر جب ناپا تو کچھ کم نکلا تو جتنا کم نکلا ہے اس کے بدلے میں دام (پیسے) کم نہ ہوں گے بلکہ جتنے دام طے ہوئے ہیں وہ پورے دینا پڑیں گے۔ ہاں کم نکلنے کی وجہ سے بس اتنی رعایت کی جائے گی کہ دونوں طرف سے پکی بیع ہوجانے کے باوجود خریدار کو اختیار ہے لے چاہے نہ لے۔ اور اگر کچھ زیادہ نکلا تو وہ بھی خریدار کا ہے اور اس کے بدلے میں دام کچھ زیادہ دینا نہ پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے رات اندھیرے میں دو ریشمی ازار بند دس روپے کے لیے۔ جب صبح کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ان میں سوتی ہے تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہوئی نہ ریشمی کی نہ سوتی کی کیونکہ دو ریشمی ازار بند کا سودا ہوا تھا لیکن ایک کے سوتی ہونے کی وجہ سے سودے میں تفریق ہوگئی۔ اسی طرح اگر دو انگوٹھیاں شرط کر کے خریدیں کہ دونوں کا نگ فیروزہ کا ہے پھر معلوم ہوا کہ ایک میں فیروزہ نہیں کچھ اور ہے تو دونوں کی بیع ناجائز ہے اب اگر ان میں سے ایک کا یا دونوں کا لینا منظور ہو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ خریدار بیچنے والے سے پھر سے بات چیت کر کے خریدے۔

قیمت کے معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ: کسی نے مٹھی بند کر کے کہا کہ جتنے روپے ہمارے ہاتھ میں ہیں ان کی فلانی چیز دے دو اور معلوم نہیں کہ ہاتھ میں ایک روپیہ ہے یا دو تو ایسی بیع درست نہیں۔

مسئلہ: کسی شہر میں دو ملکوں کے روپے چلتے ہیں تو یہ بھی بتا دے کہ فلانے روپے کے بدلہ میں یہ چیز لیتا ہوں۔ اگر کسی نے یہ نہیں بتایا فقط اتنا ہی کہا کہ میں نے یہ چیز ایک روپے میں بیچی۔ دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو دیکھو کہ وہاں کس روپے کا زیادہ رواج ہے جس روپے کا رواج زیادہ ہو وہی روپیہ دینا پڑے گا اگر دونوں کا رواج برابر ہو تو بیع

درست نہیں رہی بلکہ فاسد اور خراب ہوگئی۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ میں کچھ پیسے ہیں اور اس نے مٹھی کھول کر دکھلا دیا کہ اتنے پیسوں کی یہ چیز دے دو اور اس نے وہ پیسے ہاتھ میں دیکھ لیے اور وہ چیز دے دی لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ ہاتھ میں کتنے ہیں تب بھی بیع درست ہے۔ اسی طرح پیسوں کی ڈھیری سامنے میز پر رکھی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیچنے والا اتنے داموں میں چیز بیچ ڈالے اور یہ نہ جانے کہ کتنے پیسے ہیں تو بیع درست ہے۔ غرض کہ جب اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ اتنے پیسے ہیں تو ایسے وقت اس کی مقدار بتانا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر اس نے آنکھ سے نہیں دیکھا تو ایسے وقت مقدار کا بتانا ضروری ہے جیسے یوں کہے دس روپے میں ہم نے یہ چیز لی۔ اگر دام نہ دیکھنے کی صورت میں اس کی مقدار مقرر اور طے نہیں کی تو بیع فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا آپ یہ چیز لے لیں قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے جو دام ہوں گے آپ سے واجبی لے لیے جائیں گے۔ میں بھلا آپ سے زیادہ لوں گا؟ یا یہ کہا کہ آپ یہ چیز لے لیں میں بازار سے پوچھ کر جو کچھ قیمت ہوگی پھر بتادوں گا یا یوں کہا اِسی طرح کی چیز فلاں نے لی ہے جو دام انہوں نے دیے ہیں وہی دام آپ بھی دے دیجئے گا یا اس طرح کہا کہ جو آپ کا جی چاہے دے دیجئے گا میں ہرگز انکار نہ کروں گا یا کہا جو کچھ دے دو گے لے لوں گا یا اس طرح کہا کہ بازار سے پوچھوا لو جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا یا یوں کہا فلاں کو دکھا لو جو قیمت وہ کہہ دیں تم دے دینا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔ البتہ اگر اسی جگہ قیمت صاف معلوم ہوگئی اور جس گنجلک کی وجہ سے بیع فاسد ہوئی تھی وہ گنجلک جاتی رہی تو بیع درست ہوجائے گی۔ اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد یا اس نشست کے بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی۔ البتہ اس صاف ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے بیع کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: کوئی دکاندار مقرر ہے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اس کی دکان سے آجاتی ہے آج ایک کلو چھالیہ منگالی کل دو کلو گھی آ گیا۔ کسی دن پاؤ بھر تیل وغیرہ لے لیا اور قیمت

کچھ نہیں پوچھوائی اور یوں سمجھے کہ جب حساب ہوگا تو جو رقم بنے گی دے دی جائے گا یہ درست ہے۔ اسی طرح عطار کی دکان سے دوا کا نسخہ بنوا کر منگا یا اور قیمت دریافت نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ تندرست ہونے کے بعد جو کچھ دام ہوں گے دے دیے جائیں گے یہ بھی درست ہے اس کو بیع استجرار کہتے ہیں۔ اور اگرچہ اس معاملہ میں بھی سودے کے وقت قیمت معلوم نہیں لیکن لوگوں کی ہر وقت کی ضرورت کی وجہ سے شریعت نے اس کی گنجائش دی ہے۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ ہے اس نے کہا کہ اس روپیہ کی یہ چیز ہم نے لی تو اس کو اختیار ہے چاہے وہی روپیہ دے چاہے اس کے بدلے کوئی اور روپیہ دے۔

مسئلہ: کسی نے کوئی صندوق بیچا (جس میں تالا جڑا ہو) تو اس کی چابی بھی بک گئی۔ چابی کے دام الگ نہیں لے سکتا اور نہ ہی چابی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

نیلام: اگر کوئی شخص کسی چیز کو نیلام کر کے بیچے یعنی کئی خریدار ہوں اور ان میں جو زیادہ قیمت لگائے اسے وہ سودا دے دے تو جائز ہے۔

باب ۲۶

ادھار لینے کا بیان

مسئلہ: کسی نے اگر کوئی سودا ادھار خرید ا تو یہ بھی درست ہے لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ کچھ مدت مقرر کر کے کہہ دے کہ پندرہ دن میں یا مہینہ بھر میں یا چار مہینے میں تمہارے پیسے دوں گا۔ اگر کچھ مدت مقرر نہیں کی فقط اتنا کہہ دیا کہ ابھی دام نہیں ہیں پھر دے دوں گا۔ سو اگر یوں کہا ہے کہ میں اس شرط سے خرید تا ہوں کہ دام پھر دوں گا تو بیع فاسد ہو گئی۔ اور اگر خرید نے کے اندر یہ شرط نہیں لگائی خرید کر کہہ دیا کہ دام پھر دوں گا تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر نہ خرید تے وقت کچھ کہا نہ خرید کر کچھ کہا تب بھی بیع درست ہو گئی۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس چیز کے دام ابھی دینا پڑیں گے۔ ہاں اگر بیچنے والا کچھ دن کی مہلت دے دے تو اور بات ہے لیکن اگر مہلت نہ دے اور ابھی دام مانگے تو دینا پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے خرید تے وقت یوں کہا کہ فلانی چیز ہم کو دے دو جب پیسے آئیں گے تب دام لے لینا یا یوں کہا جب میرا بھائی آئے گا تب دے دوں گا یا یوں کہا جب کھیتی کٹے گی تب دے دوں گا یا دکاندار نے اس طرح کہا کہ تم لے لو جب جی چاہے دام دے دینا یہ بیع فاسد ہو گئی بلکہ کچھ نہ کچھ مدت مقرر کر کے لینا چاہیے اور اگر خرید کر ایسی بات کہہ دی تو بیع ہو گئی اور سودے والے کو اختیار ہے کہ ابھی دام مانگ لے۔

مسئلہ: نقد داموں پر ایک سو روپیہ کی بیس کلو گندم بکتی ہے۔ مگر کسی کے ادھار لینے کی وجہ سے دکاندار نے اس کو سو روپیہ کی پندرہ کلو گندم دی تو یہ بیع درست ہے مگر سودے کے وقت معلوم ہو جانا چاہیے کہ ادھار خرید رہا ہے۔

مسئلہ: یہ حکم اس وقت ہے جب خریدار سے سودا کرتے وقت پوچھ لیا ہو کہ نقد لو گے یا ادھار۔ اگر اس نے نقد کہا تو بیس کلو دے دیے اور اگر ادھار کہا تو پندرہ کلو دے دیے۔

اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لو گے تو ایک سو روپیہ کے بیس کلو ہوگی اور ادھار لو گے تو پندرہ کلو ہوگی اور خریدار نے صرف اتنا کہا کہ دے دو تو یہ بیع جائز نہیں۔

نوٹ: ایک چیز ہے دکاندار کا بھاؤ اور نرخ بتانا کہ نقد کا نرخ یہ ہے اور ادھار کا یہ ہے اس پر اگر خریدار کہے اچھا دے دو اور دکاندار نکال دے یا تول وغیرہ کر کے دے دے تو یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ اس سودے میں معلوم نہیں کہ قیمت کتنی طے ہوئی نقد والی ہوئی یا ادھار والی۔ قیمت کے غیر معلوم اور مجہول رہ جانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب خریدار کہے اچھا دے دو تو دکاندار اس سے پوچھ لے کہ نقد لے رہے ہو یا ادھار لے رہے ہو یا خریدار خود ہی اس طرح کہے کہ مجھے نقد دے دو یا کہے کہ مجھے ادھار دے دو۔ اس وقت قیمت مجہول نہ رہے گی۔

مسئلہ: ایک مہینے کے وعدے پر کوئی چیز خریدی پھر ایک مہینہ ہو چکا، تب کہہ سن کر کچھ اور مدت بڑھوالی کہ پندرہ دن کی مہلت اور دے دو تو تمہارے دام ادا کر دوں اور وہ بیچنے والا بھی اس پر رضامند ہو گیا تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہ ہو تو ابھی مانگ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب اپنے پاس پیسے موجود ہوں تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا۔ اس وقت نہیں اس وقت آنا ابھی کھلے پیسے نہیں ہیں، جب کھلے پیسے ہوں گے تب دام ملیں گے۔ یہ سب باتیں حرام ہیں جب وہ مانگے اسی وقت روپیہ کھلوا کر دام دے دینا چاہیے۔ ہاں البتہ اگر ادھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اتنے دن کے بعد دینا واجب ہوگا اب وعدہ پورا ہونے کے بعد ٹالنا اور چکر لگوانا جائز نہیں ہے لیکن اگر خریدار کے پاس واقعی پیسے نہیں ہیں، نہ کہیں سے بندوست کر سکتا ہے تو مجبوری ہے جب روپیہ آئے اس وقت نہ ٹالے۔

قرض یا دین ہو اور چاندی کے مقابلے میں روپے کی قیمت متغیر ہو جائے:

زید نے بکر سے ایک شے ایک ہزار روپے میں مثلاً چھ ماہ کے ادھار پر خریدی۔

اس وقت ایک ہزار روپے کی دس تولہ چاندی آتی تھی۔ چھ ماہ بعد جب ادائیگی کا وقت آیا تو اس وقت چاندی مہنگی ہوگئی اور ایک ہزار میں آٹھ تولہ ملنے لگی۔ تو اب بکر زید سے بجائے ایک ہزار روپے کے (جس کی اب آٹھ تولہ چاندی آتی ہے) دس تولہ چاندی لے سکتا ہے کیونکہ سونا چاندی ثمن خلقی (یعنی قدرتی کرنسی) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اس اہم غرض سے کیا ہے کہ یہ اشیاء کی مالیت کے لیے معیار کا کام کریں اور روپے پیسے ان کے متبادل ہیں تو روپے پیسوں کی مالیت معلوم کرنے کے لیے سونا چاندی معیار ہیں۔

البتہ اگر بکر چاہے کہ وہ زید سے بجائے ایک ہزار کے بارہ سو روپے لے لے تو ایسا نہیں کرسکتا اور روپوں میں اپنا قرض واپس لے گا تو صرف ہزار ہی لے گا۔

اسی طرح اگر چاندی سستی ہوجائے اور ایک ہزار میں بجائے دس تولہ کے بارہ تولہ ملنے لگے تو بکر کو حق ہے کہ وہ زید کو ایک ہزار روپے نہ دے بلکہ صرف دس تولہ چاندی دے۔ یہی حکم ہر قسم کے قرض میں ہے۔

باب ۲۷

بیع وشراء میں چند خیار

● خیار شرط یعنی پھیر دینے (سودا واپس کر دینے) کی شرط کر لینے کا بیان

تنبیہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خیار شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور انہیں کے قول کو مجلہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

مسئلہ: خریدتے وقت یوں کہہ دیا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن یا اور زائد مدت تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے جی چاہے گا لیں گے نہیں تو پھیر دیں گے (یعنی سودا واپس کر دیں گے) تو یہ درست ہے جتنے دن کا اقرار کیا ہے اتنے دن تک اختیار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے۔

مسئلہ: کسی نے کہا کہ تین دن تک مجھ کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے پھر تین دن گزر گئے اور اس نے کچھ جواب نہ دیا نہ وہ چیز پھیری تو اب وہ چیز لینی پڑے گی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر بیچنے والا لحاظ کر کے پھیر لے تو خیر پھیر دے۔ بائع کی رضامندی کے بغیر نہیں پھیر سکتا۔

مسئلہ: اسی طرح بیچنے والا کہہ سکتا ہے کہ تین دن تک یا پانچ دن تک مجھ کو اختیار ہے اگر چاہوں گا تو اتنے دن کے اندر پھیرلوں گا یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے پھیر دینے کا اختیار ہے۔ پھر دوسرے دن آیا اور کہہ دیا کہ میں نے وہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب وہ اختیار جاتا رہا اب نہیں پھیر سکتا بلکہ اگر اپنے ہی گھر میں آ کر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی

اب نہ پھیروں گا تب بھی اختیار جاتا رہا۔ اور جب بیع کا توڑنا اور پھیرنا منظور ہو تو بیچنے والے کے سامنے توڑنا چاہیے اس کی پیٹھ پیچھے توڑنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا تین دن تک میرے باپ کو اختیار ہے اگر کہے گا لے لوں گا نہیں تو پھیر دوں گا تو یہ بھی درست ہے اب تین دن کے اندر وہ یا اس کا باپ پھیر سکتا ہے اور اگر خود وہ یا اس کا باپ کہہ دے کہ میں نے لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: کسی نے تین دن تک پھیر دینے کی شرط ٹھیرالی تھی پھر وہ چیز اپنے گھر میں استعمال کرنی شروع کردی جیسے پہننے کی چیز تھی اس کو پہن لیا یا بچھانے کی چیز تھی اس کو بچھانے لگا تو اب پھیر دینے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: ہاں اگر استعمال صرف دیکھنے کے لیے ہوا ہے تو پھیر دینے کا حق ہے مثلاً سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کرتہ ٹھیک بھی آتا ہے یا نہیں ایک مرتبہ پہن کر دیکھا اور فوراً اتار دیا یا چادر کی لمبائی چوڑائی اوڑھ کر دیکھی یا دری کی لمبائی چوڑائی بچھا کر دیکھی تو بھی پھیر دینے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے دکاندار سے کہا یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو میں نے سو روپے میں اس کو خرید لیا۔ یہاں چونکہ اختیار خریدار نے رکھا ہے اس لیے قبضہ کیے ہوئے کپڑے میں ابھی تک بائع کی ملکیت ہے۔ اب اگر وہ کپڑا خریدار کے پاس قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو خریدار کو اگر ویسا ہی کپڑا ملتا ہو تو اس کو کپڑا دینا ہوگا اور اگر ویسا نہ ملتا ہو تو اس کی بازاری قیمت دینی ہوگی اور اگر خریدار نے خود استعمال کر کے اس کو ضائع کر دیا تو اس کو آپس میں طے شدہ قیمت دینی ہوگی۔ خریدار کا کپڑے پر قبضہ سودے کے طور پر ہوا ہے (یعنی مقبوض علیٰ سوم الشراء ہے)۔

مسئلہ: اگر خریدار آپس میں طے شدہ قیمت کا ذکر کئے بغیر یوں کہے، یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو خرید لیا دکاندار نے کہا لو یہ کپڑا تمہیں سو روپے میں دیا لیکن خریدار نے کہا نہیں پہلے میں اس کے بارے میں غور کرلوں پھر اگر خریدار کے پاس وہ کپڑا کسی قدرتی آفت سے ہلاک ہوا تو خریدار کو کچھ تاوان نہ دینا پڑے گا کیونکہ اس صورت میں قبضہ امانت کا تھا (یعنی مقبوض علیٰ وجہ النظر ہے)۔

مسئلہ: جو کپڑا ہاتھ سے بنا جاتا ہے تو عام طور سے وہ بعینہٖ ایک دوسرے کی مثل نہیں ہوتا اور ایک ہی کپڑے کے مختلف تھانوں اور چادروں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی اچھا کوئی درمیانہ اور کوئی ہلکا۔ ایسی حالت میں کسی خریدار نے دو یا تین چادریں لیں اور کہا کہ ان میں سے ایک لے لی ہے لیکن تین دن تک ہم کو اختیار ہے کہ اس میں سے جو پسند ہوگی اس کو طے شدہ قیمت پر رکھ لیں گے تو یہ درست ہے اور اس کو خیار تعیین کہتے ہیں۔ چونکہ ہاتھ کے کام میں عام طور سے تین ہی درجے ہوتے ہیں اس لیے تین سے زائد تھانوں یا چادروں میں اجازت نہیں۔

مسئلہ: جو کپڑا مشین پر بنا جاتا ہے اس میں ایک کوالٹی کا ہر تھان بالکل ایک جیسا اور ہر چادر بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ مشین کے بنے ہوئے مختلف کوالٹی یا ڈیزائن کے چند کپڑے لیے کہ ان میں سے ایک لے لیا ہے اور ان میں سے ایک کا انتخاب تین دنوں تک کرلیں گے تو یہ درست نہیں بلکہ سب کو علیٰ وجہ النظر لے یعنی دیکھنے کے لیے بطور امانت لے یا سب کو علیٰ سوم الشراء یعنی سودے کے طور پر لے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

● خیار رویت یعنی بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز بے دیکھے ہوئے خرید لی تو یہ بیع درست ہے لیکن جب دیکھے تو اس کو اختیار ہے پسند ہو تو رکھے نہیں تو پھیر دے۔ اگرچہ اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو۔ اور جیسی ٹھہرائی تھی ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: کسی نے بے دیکھے اپنی چیز بیچ ڈالی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھنے کے بعد اختیار فقط لینے والے کو ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی سبزی فروش مٹر کی پھلیاں بیچنے کو لایا، اس میں اوپر تو اچھی اچھی تھیں ان کو دیکھ کر پورا ٹوکرا لے لیا لیکن نیچے خراب نکلیں تو اب بھی عیب کی وجہ سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے البتہ سب پھلیاں یکساں ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے پھیرنے کا اختیار نہ رہے گا۔

مسئلہ: امرود یا انار یا مالٹا وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب یکساں نہیں ہوا کرتیں تو جب

تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے تھوڑے کے دیکھ لینے سے اختیار نہیں جاتا۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز کھانے پینے کی خریدی تو اس میں فقط دیکھ لینے سے اختیار نہیں جائے گا بلکہ چکھنا بھی چاہیے اگر چکھنے کے بعد ناپسند ٹھہرے تو پھیر دینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: بہت زمانہ ہو گیا کہ کوئی چیز دیکھی تھی اب آج اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں۔ پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسی دیکھی تھی بالکل ویسا ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر اتنے دنوں میں کچھ فرق ہو گیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

● خیار عیب یعنی سودے میں عیب نکل آنے کا بیان

مسئلہ: جب کوئی چیز بیچے تو واجب ہے جو کچھ اس میں عیب وخرابی ہو سب بتا دے نہ بتانا اور دھوکہ دے کر بیچنا حرام ہے۔

مسئلہ: جب خرید چکا تو دیکھا اس میں کوئی عیب ہے، جیسے تھان کو چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا چادر میں کیڑا لگ گیا ہے یا اور کوئی عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لے لے، چاہے پھیر دے لیکن اگر رکھ لے تو پورے دام دینا پڑیں گے، اس عیب کے عوض میں کچھ دام کم کرنا درست نہیں البتہ اگر دام کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہو جائے تو کم کر کے دینا درست ہے۔

مسئلہ: کسی نے کوئی تھان خرید کر رکھا تھا کہ کسی بچے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے۔ جا بجا چوہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو نہیں پھیر سکتے کیونکہ ایک اور عیب تو اس کے ہاں ہو گیا البتہ اس عیب کے بدلے میں جو کہ بیچنے والے کے گھر کا ہے دام کم کر دیئے جائیں گے۔ اس کے لیے اسے ایسے لوگوں کو دکھایا جائے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں اور جو وہ تجویز کریں اتنا کم کر دو۔ البتہ اگر بیچنے والا راضی ہو تو وہ تھان واپس بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کپڑا قطع کر چکا تب عیب معلوم ہوا تب بھی پھیر نہیں سکتا۔ البتہ دام کم کر دیئے جائیں گے لیکن اگر بیچنے والا کہے کہ میرا قطع کیا ہوا دے دو اور اپنے سب

دام لے لو میں دام کم نہیں کرتا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے، خریدنے والا انکار نہیں کرسکتا۔ اگر قطع کر کے سی بھی لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے دام کم کر دیئے جائیں گے اور بیچنے والا اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: اور اگر خریدار نے کپڑے میں کوئی ایسا عمل کیا جس سے کپڑے میں کوئی زائد چیز تو نہیں لگتی لیکن بائع کو واپس دینے پر قادر نہ رہے تو خریدار اپنے عمل کی وجہ سے دام کم نہیں کرا سکتا مثلاً خریدار نے وہ کپڑا بیچ ڈالا یا اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرنے اور پہنانے کی نیت کر کے قطع کر لیا جس کی وجہ سے وہ کپڑا خریدار کی ملکیت سے نکل گیا۔ پھر اس میں عیب نکلا تو اب دام کم نہیں کئے جائیں گے اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے قطع کیا اور پھر عیب نکلا تو چونکہ بالغ اولاد کو قبضہ دیئے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوا اور کپڑے میں خریدار کی ملکیت باقی رہی لہٰذا اب دام کم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ: کسی نے فی انڈا دو روپے کے حساب سے کچھ انڈے خریدے جب توڑے تو سب گندے نکلے تو سارے دام پھیر سکتا ہے اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اگر بعضے گندے نکلے بعضے اچھے تو گندوں کے دام پھیر سکتا ہے اور اگر کسی نے بیس روپے درجن کے حساب سے مثلاً دو سو انڈے خرید لیے اور ان میں کچھ خراب نکلے تو دیکھو کتنے خراب نکلے اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب کے دام حساب سے پھیر لے۔ البتہ اگر بیچنے والا سو میں چار پانچ یا ایک دو بھی خراب نکلیں واپس لے لیتا ہے تو خریدار کے واپس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: کھیرا، ککڑی، خربوزہ، بادام، اخروٹ وغیرہ کچھ خریدا۔ جب توڑے اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھو کہ کام میں آسکتے ہیں یا بالکل نکمّے اور پھینک دینے کے قابل ہیں۔ اگر بالکل خراب اور نکمّے ہوں تب تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی اپنے سب دام پھیر لے اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو ان خراب کے جتنے دام بازار میں لگیں اتنے دیئے جائیں پوری قیمت نہ دی جائے گی۔

مسئلہ: اگر سو بادام میں چار، پانچ ہی خراب نکلے تو کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے

مجلس نشریات اسلام

تو جتنے خراب ہیں ان کے دام کاٹ لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: سو روپیہ کے پندرہ کلو گیہوں خریدے یا سو روپیہ کا ڈیڑھ کلو گھی لیا۔ اس میں سے کچھ تو اچھا نکلا اور کچھ خراب نکلا تو یہ درست نہیں ہے کہ اچھا اچھا لے لے اور خراب خراب پھیر دے، بلکہ اگر لے تو سب لینا پڑے گا اور پھیرے تو سب پھیرے، ہاں البتہ اگر بیچنے والا خود راضی ہو جائے کہ اچھا اچھا لے لو اور جتنا خراب ہے، وہ پھیر دو تو ایسا کرنا درست ہے، لیکن اس کی مرضی کے بغیر نہیں پھیر سکتا۔

مسئلہ: عیب نکلنے کے وقت پھیر دینے کا اختیار اسی وقت ہے جب عیب دار چیز کے لینے پر کسی طرح رضامندی ثابت نہ ہوتی ہو اور اگر خریدار اسی کے لینے پر راضی ہو جائے تو اب اس کا پھیرنا جائز نہیں۔ البتہ بیچنے والا خوشی سے پھیر لے تو پھیرنا درست ہے جیسے کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی، جب گھر آئی تو معلوم ہوا کہ یہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے، پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ خیر ہم نے عیب دار ہی لے لی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا اور اگر زبان سے نہیں کہا لیکن ایسے کام کئے جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے جیسے اس کی دوا علاج کرنے لگا، تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: بکری کا گوشت خریدا پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے تو پھیر سکتا ہے۔

مسئلہ: موتیوں کا ہار یا اور کوئی زیور خریدا اور کسی وقت اس کو پہن لیا یا جوتہ خریدا اور پہنے پہنے چلنے پھرنے لگا تو اب عیب کی وجہ سے پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر اس وجہ سے پہنا ہو کہ دیکھوں پاؤں میں آتا ہے یا نہیں اور پاؤں کو چلنے میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی تو اس آزمائش کے لیے ذرا دیر کے پہننے سے کچھ حرج نہیں اب بھی پھیر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھا یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اسی طرح اور سب چیزوں کا حکم ہے کہ اگر اس سے کام لینے لگے تو پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ ہاں عیب کی وجہ سے جو اس کی قیمت میں کمی ہوئی ہے اتنے دام واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ: بیچتے وقت بیچنے والے نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال لو، اگر اس میں کچھ عیب نکلے

یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں۔ اس کہنے پر بھی خریدار نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اس میں نکلیں پھیرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے۔ اس کہہ دینے کے بعد عیب کا بتانا واجب نہیں ہے۔

باب ۲۸

بیع باطل، فاسد اور مکروہ کا بیان

بیع کی تعریف

باہمی رضا مندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ کو بیع کہتے ہیں۔

مال: اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہو اور ضرورت کے وقت کے لیے اس کی ذخیرہ اندوزی کی جاسکے۔ کبھی تو کوئی شے تمام انسانوں کے نزدیک مال ہوتی ہے۔ مثلاً گندم اور کبھی صرف بعض لوگوں کے نزدیک مال ہوتی ہے، جیسے شراب۔

مال متقوم اور مال غیر متقوم

مال اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح ہو تو وہ مال متقوم کہلاتا ہے اور اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح نہ ہو تو اس کو مال غیر متقوم کہتے ہیں مثلاً شراب مال ہے کیونکہ بعض دین سماوی والے مثلاً عیسائی اس کو مال سمجھتے ہیں لیکن چونکہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لیے وہ مال غیر متقوم ہے۔

بیع باطل

یہ وہ بیع ہوتی ہے جو اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے ہی صحیح نہ ہو اور شرع میں بالکل لغو اور غیر معتبر ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا شے کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ شے اب تک بیچنے والے کی ملک میں رہی۔ اس لیے خریدنے والے کو نہ تو اس کا کھانا یا استعمال کرنا جائز ہے، نہ کسی کو دینا جائز ہے اور نہ ہی، کسی طرح اپنے کام میں لانا درست ہے۔

بیع کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

- عدم رضامندی: مثلاً فریقین خرید وفروخت تو کریں لیکن ساتھ میں یہ کہہ دیں کہ ہم ویسے ہی جھوٹ موٹ بیع کررہے ہیں۔ اسی طرح اگر پہلے سے جھوٹ موٹ کرنے کا طے کرلیا ہو پھر لوگوں کے سامنے بیع کرلی تو حکم کے اعتبار سے یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں خریدار کو ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔
- عدم مالیت جیسے مردار کی بیع کیونکہ مردار کسی کے نزدیک بھی مال نہیں۔
- عدم وجود جیسے درختوں پر پھل پھول کچھ نہ لگا ہو اس کی بیع کرنا۔
- وجود کا غیر یقینی ہونا جیسے انڈے میں موجود چوزے کی بیع۔
- مال کا غیر متقوم ہونا مثلاً خمر یا خنزیر کی بیع جب کہ مسلمان یہ بیع کرے۔
- شے میں ملکیت کی صلاحیت نہ ہونا جیسے آزاد آدمی جب کوئی اس کی بیع کرے۔
- شے میں بائع یا عاقد کی ملکیت نہ ہونا جیسے غاصب غصب شدہ شے کو خود اپنے لیے فروخت کرے۔
- عدم عاقد: یعنی دو سودا کرنے والوں کا نہ ہونا یا ان میں عقد کرنے کی اہلیت کا نہ ہونا مثلاً ایک ہی شخص بائع اور خریدار دونوں کی نمائندگی کرے اور یوں کہے کہ فلاں کی یہ شے میں نے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا اگر خود فروخت کرنے والا ہے اور خریدار کا نمائندہ ہے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی یہ شے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا خود اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں نے یہ شے بیچی اور میں نے یہ شے اتنے میں خریدی وغیرہ یا سودا کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہو یا ناسمجھ بچہ ہو جس کو خرید وفروخت کی کچھ سمجھ نہ ہو۔
- بیع کا حقیقتاً نفع سے خالی ہونا جیسے چاندی کی ایک ڈلی کو ہم وزن اور وصف میں یکساں ایک ڈلی کے بدلہ میں فروخت کرنا۔ البتہ اگر وصف جدا جدا ہوں تو بیع جائز ہے۔
- مبیع (یعنی بیچی ہوئی شے) کا نہ ہونا جیسے مبیع کا ذکر کئے بغیر یوں کہے کہ میں نے

ہزار روپے میں سودا خریدا۔

مسئلہ: آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کو اپنے کام میں لانا بھی درست نہیں۔ انسانی بالوں پر مشتمل وگ (Wig) یا انسانی بالوں کے گنجے سر پر استعمال کے لیے یا کسی اور صورت میں ان کو خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: خون کی بیع جائز نہیں خواہ انسان کا ہو یا کسی جانور کا ہو، لیکن اگر کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور خون بلا قیمت نہ ملتا ہو تو ایسی حالت میں مریض کے لیے قیمت دے کر خون حاصل کرنا جائز ہے، مگر خون دینے والے کے لیے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

مسئلہ: کوئی مرغی یا بکری گائے وغیرہ مرگئی تو اس کی بیع حرام اور باطل ہے۔ بلکہ اس مردہ چیز کو کسی کافر کو کھانے کے لیے دینا بھی جائز نہیں۔ اس کی کھال اتروا کر اور دباغت دے لینے کے بعد کھال کو بیچنا اور اپنے کام میں لانا جائز ہے۔

مسئلہ: جانور کے تھن میں جو دودھ بھرا ہوا ہے دوہنے سے پہلے اس کا بیچنا باطل ہے۔ پہلے دوہ لے پھر بیچے۔

مسئلہ: بھیڑ دنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لے تب تک بالوں کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے، کیونکہ کٹنے سے پہلے ان کی حیثیت جانور کے محض وصف کی ہے اس لیے وہ فی ذاتہ غیر متقوم ہیں۔

مسئلہ: بچوں کے کھیل کے لیے مٹی یا پلاسٹک یا کسی بھی چیز کی بنی ہوئی گڑیاں اور مورتیاں خریدے تو یہ بیع باطل ہے۔ شریعت کے نزدیک ان کھلونوں کی کچھ قیمت نہیں لہٰذا اس کے کچھ دام نہ دلائے جائیں گے اور اگر کوئی توڑ دے تو کچھ تاوان بھی دینا نہ پڑے گا۔ ایسے کھلونوں کا بنانا بھی حرام ہے۔

بیع فاسد

جب بیع اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے تو ہو جاتی ہے لیکن وصف کے اعتبار

سے اس میں خلل آجائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے جب تک خریدنے والے کے قبضہ میں نہ آجائے تب تک وہ خریدی ہوئی شے اس کی ملک میں نہیں آتی اور جب قبضہ کرلیا تو ملک میں آ گئی۔ لیکن حلال طیب نہیں۔ اس لیے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بیع کو برقرار رکھا جائے اور اس میں گناہ بھی ہے لہٰذا اصل یہ ہے کہ ایسی بیع کرنے والے اس کو ختم کرکے صحیح اور شرعی طریقے سے ازسرنو بیع کریں۔

بیع کے فاسد ہونے کی وجہیں

● بیع میں نزاع اور جھگڑے کا احتمال ہو جو مندرجہ ذیل وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔

☼ ۱ مبیع کو خریدار کے سپرد کرنا بائع کی قدرت میں نہ ہو مثلاً بھاگے ہوئے جانور کی بیع، البتہ جو شخص یہ کہتا ہو کہ وہ بھاگا ہوا جانور میرے پاس ہے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح ہے۔

☼ ۲ اس کے سپرد کرنے میں ضرر و نقصان ہو جیسے چھت میں لگے ہوئے معین شہتیر کی بیع کیونکہ اس کو نکال کر سپرد کرنے میں چھت کو نقصان پہنچتا ہے۔

☼ ۳ مبیع کی ذات غیر معین رہے مثلاً یوں کہا کہ ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا فروخت کیا۔

☼ ۴ وصف کے اعتبار سے مبیع غیر معین رہے جیسے بھیڑ کی پشت پر لگی ہوئی اون فروخت کی تو اون کو کہاں سے کاٹا جائے اور اس کی مقدار کتنی ہو اس میں جھگڑے کا احتمال ہے۔

● بعض امور لازمہ کا ترک ہونا۔

○ ۱ ثمن (یعنی طے کردہ قیمت) کا غیر متقوم ہونا جیسے گندم کو شراب کے عوض فروخت کیا۔

○ ۲ بیع میں ثمن کی ادائیگی کے لیے ایسی مدت مقرر کرنا جو متعین نہ ہو مثلاً یہ کہ جب

گندم کٹے گی اس وقت ادائیگی کریں گے۔ حالانکہ اس میں تقدیم و تاخیر ہوجاتی ہے۔

- اس میں ربا اور سود کا شبہ ہو جیسے ایک شے پانچ سو روپے میں فروخت کی اور ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہی شے واپس چار سو میں خرید لی۔ اب اس شخص کے پاس اپنی شے بھی واپس آئی اور سو روپے بھی زائد آئے اور چونکہ ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا اس لیے قرض کے معاملہ پر سو روپے زائد ملے۔
- ایجاب وقبول کا طریقہ شریعت کے مخالف ہو مثلاً دونوں میں سے ایک بغیر دیکھے بھالے اور بغیر سوچے سمجھے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگا دے اور اس کو بیع سمجھیں۔ یا دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے حالانکہ دوسرے کے کپڑے کو دیکھا تک نہ ہو یا خریدار جو شے لینا چاہتا ہے اس پر کنکری ڈال دے۔ ایام جاہلیت میں عربوں میں خرید وفروخت کے یہ طریقے رائج تھے اور سمجھتے تھے کہ ان سے بیع لازم ہوجاتی ہے۔ پہلے طریقے کا نام ملامسہ دوسرے کا منابذہ اور تیسرے کا القاء حجر تھا۔ حدیث میں ان سے منع کیا گیا۔
- ایسی شرط لگانا جو عقد کا تقاضا نہ ہو اور اس سے مراد ایسی شرط ہے جس میں کسی ایک کا نفع ہو۔
  - خریدار کا نفع ہو مثلاً اس شرط پر کپڑا خریدا کہ بائع اس کو خریدار کے لیے سی کر بھی دے یا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو قرض بھی دے۔
  - بائع کا نفع ہو مثلاً بائع اس شرط پر مکان فروخت کرے کہ وہ اس میں ایک مہینہ سکونت رکھے گا۔
  - مبیع جبکہ وہ انسان ہو اس کا نفع ہو مثلاً اس شرط پر غلام فروخت کیا کہ وہ خریدار کی خدمت نہیں کرے گا۔
  - اجنبی شخص کا فائدہ ہو مثلاً اس شرط پر ایک شے کو فروخت کیا کہ خریدار آگے وہ

شے اس اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا یا اس اجنبی کو قرض دے گا۔

مسئلہ: بیع میں ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا کرتا ہو جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع میں ملکیت خریدار کی ہوگی یا ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا تو نہ کرتا ہو لیکن اس میں کسی کا نفع نہ ہو مثلاً یہ شرط کرنا کہ خریدار خریدی ہوئی شے کو آگے فروخت نہ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: ایسی شرط جس سے بیع فاسد ہوتی ہے اگر فریقین عقد سے پیشتر وہ شرط طے کرلیں اور پھر عقد میں اس شرط کا ذکر نہ کریں تو بیع صحیح ہوگی مثلاً پہلے یہ طے کرلیا کہ اگر زید بکر سے یہ سامان خریدے گا تو بکر زید کو دس ہزار روپیہ قرض دے گا۔ پھر زید نے بکر سے سامان خریدا لیکن سودا کرتے ہوئے قرض کی شرط ذکر نہیں کی تو بیع صحیح ہوگی۔ کیونکہ عقد میں ذکر نہ ہونے کی وجہ سے قانون کی نظر میں وہ شرط مفقود ہے اور نہ تو زید قرض لینے کا قانونی حق رکھتا ہے اور نہ ہی بکر قانوناً قرض دینے کا پابند ہوتا ہے۔

مسئلہ: کسی کمپنی کے حصص خریدتے ہوئے وہ شرائط جو کمپنی کے میمورنڈم (Memorandum) میں لکھی ہوتی ہیں ان کا اطلاق عقد کے وقت ہی معتبر ہے، کیونکہ ان شرائط کو قانوناً معتبر سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس میں جو ناجائز شرائط درج ہوں گی وہ معاملہ کو فاسد کردیں گی۔

مسئلہ: یہ بات عقد میں ذکر ہو کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہوجائے گا تو بیع فاسد ہوجائے گی اور اگر بیع ہوجانے کے بعد اس کو ذکر کیا تو بیع صحیح ہوگی البتہ شرط لغو ہوگی۔

مسئلہ: بیعانہ کرتے وقت جو یہ شرط طے کرتے ہیں کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہوجائے گا اور اگر بائع اپنے سودے سے پھر گیا تو وہ خریدار کو بیعانہ کی دگنی مقدار واپس کرے گا تو یہ شرط ناجائز ہے۔ نہ بائع بیعانہ ضبط کرسکتا ہے اور نہ ہی خریدار دوگنی مقدار لے سکتا ہے۔ خریدار اگر بیع کے فسخ پر راضی ہے تو وہ صرف اپنا بیعانہ واپس لے سکتا ہے اور اگر فسخ کرنے پر راضی نہیں تو عدالت کے ذریعے سے خریدی

ہوئی شے وصول کرنے کا حقدار ہے۔

مسئلہ: جو شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہو لیکن اس کا عام رواج ہو جائے (بشرطیکہ ایسی شرط کی کسی حدیث میں صریح ممانعت نہ آئی ہو) تو اس کی شرط کرنا جائز ہے جیسے بازار سے موٹر سائیکل خریدی اور چونکہ رواج ہے کہ کمپنی یا اس کا ڈیلر چھ مہینے کی مفت سروس اور گارنٹی مہیا کرتے ہیں اس لیے خریدار نے خریدنے میں یہ شرط لگائی کہ اس کو بھی یہ سہولت دی جائے گی تو یہ جائز ہے اور اس سے سودا فاسد نہیں ہوگا۔

مسئلہ: کچھ اناج، گھی، تیل وغیرہ دس روپے کا کلو یا اور کچھ نرخ طے کر کے خریدا تو دیکھو کہ اس بیع ہونے کے بعد (۱) اس نے تمہارے یا تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے یا (۲) تمہارے اور تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے نہیں تولا بلکہ کہا تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیج دیتے ہیں یا (۳) پہلے سے الگ تولا ہوا رکھا تھا۔ اس نے اسی طرح اٹھا دیا۔ پھر نہیں تولا۔ یہ تین صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ گھر میں لا کر اب اس کا تولنا ضروری نہیں ہے بغیر تولے بھی اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ سب صحیح ہے اور دوسری اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک خود تول نہ لے تب تک اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں۔ اگر بغیر تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہوگئی، پھر اگر تول بھی لے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں بائع اور خریدار کے صاع یعنی (تول و) پیمائش جاری نہ ہو جائیں۔ اور آدمی بائع و خریدار اس وقت بنتا ہے جب وہ سودا کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ بائع یا خریدار نہیں بنتا۔

مسئلہ: بیچنے سے پہلے بائع نے تول کر تم کو دکھایا اس کے بعد تم نے خرید لیا اور پھر دوبارہ اس نے نہیں تولا تو اس صورت میں بھی خریدنے والے کو پھر تولنا ضروری ہے بغیر تولے کھانا اور بیچنا درست نہیں اور بیچنے سے پہلے اگرچہ اس نے تول کر دکھا دیا ہے لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ: قبضہ کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس چیز کو خریدار سے لے کر اپنی جگہ پر

لے آئے بلکہ اتنا بھی کافی ہے کہ بائع کے گودام میں یا دکان پر چلا جائے اور بائع اس کے لیے سامان علیحدہ کر کے اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا سامان ہے اٹھا لو۔ یہ قبضہ ہو گیا پھر چاہے خریدار وہیں بائع کے گودام میں بطور امانت رکھی رہنے دے۔ اسی طرح اگر خریدار خود نہ جائے اپنے وکیل اور ملازم کو بھیج دے اور بائع اس کے سامنے سامان الگ کر کے رکھ دے اور اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا ہے اس کو اٹھا لو تو اس سے بھی خریدار کا قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر خریدار کسی دوسرے شہر سے سامان منگوا رہا ہے اور وہ ٹرانسپورٹر کو اپنا وکیل بنا دے تو ٹرانسپورٹر کا قبضہ خریدار کا قبضہ قرار پائے گا لیکن اس صورت میں اگر سفر کے دوران میں سامان ہلاک وضائع ہو گیا تو خریدار اس کا ذمہ دار ہو گا۔

یہ مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے جبکہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اشیاء میں قبضہ سے پیشتر بھی فروخت جائز ہے۔ اول تو اسی کی کوشش کرنی چاہیے کہ قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے لیکن جہاں عام رواج کی بنا پر اس پر عمل کرنا دشوار ہو تو ان دو اماموں کے قول کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں کو چھوڑ کر اور چیزوں میں قبضہ سے قبل فروخت کرنے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: بیرون ملک سے مال منگوایا ہے یا کسی دوسرے شہر سے منگوایا ہے لیکن ابھی اپنے شہر میں نہیں پہنچا تو اس کو فروخت نہ کیا جائے کیونکہ ابھی اس کو خریدار کے سپرد کرنے کی قدرت بائع کو حاصل نہیں ہے۔ البتہ خریدنے کے خواہشمند لوگوں سے وعدہ کر لیا جائے کہ جب مال پہنچے گا تو اس نرخ پر مہیا کر دیں گے اور مال آنے پر سودا کیا جائے تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: جس زمین پر کوئی دوسرا قوت والا شخص قابض ہو اور مالک کے پاس اس کو بے دخل کرنے کی قدرت نہیں تو اس حالت میں زمین (یا مکان) کا فروخت بھی صحیح نہیں۔ پہلے اس کو خالی کروائے پھر اس کو فروخت کرے۔

بیع مکروہ

اس میں بیع ہوتو جاتی ہے لیکن حقیقت بیع سے خارج کسی وجہ سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی پہلی اذان کے وقت سے بیع مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے جمعہ کے لیے سعی میں خلل آتا ہے۔ البتہ اگر جمعہ کے لیے جاتے ہوئے چلتے چلتے دو آدمی کوئی سودا کرلیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اس سے کچھ خلل نہیں آتا۔

مسئلہ: جب کسی شے کی اصل قیمت لگائی جا چکی ہو پھر کوئی ایسا شخص جس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ دام بڑھا کر لگائے تاکہ دوسرے اس کو زائد داموں میں خریدنے پر آمادہ ہو جائیں، یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: جب بائع اور خریدار کے درمیان ایک شے کی قیمت پر اتفاق ہو جائے اس کے بعد کوئی شخص اپنے دام لگائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: شہر کے بیوپاری آنے والے غلہ کو شہر سے باہر جا کر راستے ہی میں خرید لیں تاکہ زائد قیمت پر شہر والوں کے ہاتھ فروخت کریں جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو۔

مسئلہ: شہر کے بیوپاری باہر جا کر غلہ لانے والوں کو دھوکہ دیں کہ شہر کے نرخ گرے ہوئے ہیں اور اس طرح خود ان سے سستے داموں خرید لیں اور غلہ والوں کو شہر کے اصل نرخ کا علم ہی نہ ہو۔

مسئلہ: جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو شہر کا کوئی بیوپاری زیادہ قیمت کے لالچ میں غلہ دیہات والوں یا کسی دوسرے علاقہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے۔

مسئلہ: شہری دیہات والوں کے لیے دلال اور آڑھتی بن جائیں اور زیادہ آڑھت اور کمیشن کی خاطر مہنگے داموں غلہ فروخت کریں جبکہ اگر دیہات والے خود غلہ فروخت کرتے تو سستا فروخت کرتے۔ تو شہر والوں کا ایسا کرنا مکروہ ہے البتہ اگر آڑھتی اور ایجنٹ صحیح داموں میں فروخت کریں تو کوئی حرج اور کراہت نہیں۔

مسئلہ: کسی کو پہلے تم نے کچھ رقم بطور قرض دی یا کسی وجہ سے اس کے ذمے تمہاری کچھ رقم

آتی ہو اب تم اگر اس شخص سے تھوڑا تھوڑا سودا لے کر رقم کٹواتے رہو تو یہ جائز نہیں ہے مکروہ ہے۔ اور سودے میں جو کچھ رعایت قرض کے سبب سے کراؤ گے وہ سود ہو گی۔

البتہ اگر سودا کیا اور بائع کو پیشگی رقم دے دی مثلاً قصاب سے تین ہزار روپے کا گوشت لینا طے ہوا اور اس کو وہ رقم پیشگی ادا کر دی پھر اس سے روز ایک کلو بکری کا گوشت لینے لگے اور پیشگی ادائیگی کی وجہ سے قصاب نے گوشت کے نرخ بجائے سو روپے کے نوے روپے لگائے تو کثرت رواج کی بنا پر امام شافعیؒ کے قول کے مطابق یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ: لوہے تانبے اور پیتل کی انگوٹھی اور مردانہ وضع کی سونے کی انگوٹھی بنانا اور ان کی خرید وفروخت مکروہ اور ناجائز ہے کیونکہ جس چیز کا استعمال ناجائز ہے اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہوتی ہے۔

باب ۲۹

متفرقات

باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں

- جب تک پھول پھل کی صورت نہ اختیار کرلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔
- پھل آنے کے بعد خواہ وہ انسان یا حیوان کے لیے قابل انتفاع ہو یا نہ ہو اس کی بیع جائز ہے۔
- کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو اس میں اختلاف ہے۔ جواز راجح ہے۔
- پورا پھل نکلنے کے بعد بیع بالاتفاق جائز ہے۔
- بیع صحیح ہونے کے بعد بائع نے خریدار کو پھل درخت پر چھوڑنے کی صراحۃً یا دلالتاً اجازت دے دی تو پھل حلال رہے گا۔

مسئلہ: خربوزہ، تربوز وغیرہ کا حکم بھی مثل پھلوں کے ہے۔

خودرو گھاس کی بیع

کسی کی زمین میں خود بخود گھاس اگی، نہ اس نے لگائی نہ اس کو پانی دے کر سینچا تو یہ گھاس بھی کسی کی ملک نہیں جس کا جی چاہے کاٹ لے اور جو کاٹے وہی اس کا مالک بن جاتا ہے۔ بغیر کاٹے نہ اس کا بیچنا درست ہے اور نہ کسی کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہے۔ البتہ اگر پانی دے کر سینچا اور دیکھ بھال کی ہو تو اس کی ملک ہو جائے گی۔ اب بغیر کاٹے بیچنا بھی جائز ہے۔

تالاب میں مچھلی کی ملکیت

تالاب میں مچھلی کے مملوک ہونے یا نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

- مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مچھلی اور اس کی نسل سب اس چھوڑنے والے کی مملوک ہیں دوسرے کو بغیر اجازت پکڑنا درست نہیں ہے۔
- خود مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تو تالاب میں نہیں چھوڑی لیکن تالاب میں نہر سے مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر کی ہے یا آ جانے کے بعد ان کے روک لینے کا کوئی خاص انتظام کیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کی تدبیر اور انتظام کرنے سے بھی مچھلیاں اس شخص کی ملک بن جاتی ہیں۔
- مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر مچھلیاں پیدا ہو گئیں یا نہر سے آ گئیں نہ ان کے جمع کرنے کا کوئی اہتمام کیا اور نہ ان کے روک دینے کا کوئی انتظام کیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ پکڑنے سے قبل مچھلی کسی کی ملک نہ ہوگی۔

تالاب میں مچھلی کی بیع کا جواز وعدم جواز

جن صورتوں میں مچھلی داخل ملک ہی نہیں ہوئی اس میں تو پکڑے بغیر مچھلی کی بیع کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور جن صورتوں میں داخل ملک ہوگئی اس میں دیکھنا چاہیے۔ اگر پکڑنے کے لیے کچھ حیلہ وتدبیر کی ضرورت ہے تب بھی بیع جائز نہیں کیونکہ پکڑے بغیر اس کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں اور اگر بلا کسی تدبیر کے پکڑنا آسان ہو تو بیع جائز ہے مثلاً کسی چھوٹے گڑھے یا چھوٹے سے تالاب میں ہو کہ ہاتھ ڈال کر پکڑ سکتا ہے۔

قسطوں پر خرید وفروخت

مسئلہ: قسطوں پر خرید وفروخت کی فقط اتنی صورت کہ بائع اپنا سامان خریدار کو اسی وقت دے دے جبکہ خریدار اس سامان کی قیمت یکمشت نقد نہ دے بلکہ طے شدہ قسطوں میں ادا کرے تو یہ خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ: قسطوں پر فروخت کرنے والا جب بتائے کہ نقد اتنے میں اور ادھار یعنی

قسطوں میں اتنے میں تو یہ بائع کی طرف سے بھاؤ بتائے گئے۔ اب اگر خریدار وضاحت کردے کہ میں قسطوں پر لیتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہوگی اور اگر خریدار نے فقط اتنا کہا کہ میں نے یہ سامان خریدا تو قیمت مجہول رہی لہٰذا بیع فاسد ہوئی۔

مسئلہ: قسطوں پر سودا کرتے وقت عام طور سے یہ شرط ذکر کی جاتی ہے کہ اگر خریدار نے ایک یا دو قسطیں بروقت ادا نہ کیں تو اس کو زائد رقم یعنی جرمانہ ادا کرنا ہوگا تو یہ شرط جائز نہیں ہے کیونکہ زائد رقم سود بنتی ہے اور سودا کرتے وقت ایسی شرط لگانے سے سودا بھی فاسد ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح قسطوں پر خرید وفروخت میں یہ شرط کرنا کہ اگر تمام قسطیں ادا نہ کیں تو فروخت کیا ہوا سامان بھی واپس لیا جائے گا اور ادا شدہ قسطیں بھی ضبط کرلی جائیں گی یہ شرط فاسد ہے جس سے سودا بھی فاسد ہوتا ہے۔

مسئلہ: قسطوں پر بیع میں یہ شرط کرنا جائز ہے کہ اگر خریدار مقررہ وقت پر قسط ادا نہ کرسکا تو اس کو باقی اقساط فی الفور ادا کرنی ہوں گی۔

اگر یہ معاملہ اس طرح ہوا ہو کہ بائع نے کہا ادھار لینے کی صورت میں قیمت دس ہزار ہوگی جو ماہانہ قسطوں میں وصول کی جائے گی۔ اس صورت میں خریدار اگر وقت سے پہلے ادائیگی کردے تو قیمت میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

اور اگر یہ معاملہ مرابحہ کے طور پر ہوا ہو مثلاً بائع نے کہا ہو کہ یہ شے میں نے آٹھ ہزار روپے میں خریدی ہے اور ایک سو روپے ماہانہ نفع کے حساب سے یہ شے دو سال کی ماہانہ اقساط پر تمہارے ہاتھ دس ہزار چار سو میں فروخت کی، خریدار اگر کسی بھی وقت باقی قسطیں فی الفور ادا کردے تو باقی مہینوں کا نفع ساقط ہوجائے گا۔

دین کی ادائیگی میں ایک معاملہ

مسئلہ: آج کل بعض تاجر دین موجل میں (یعنی اس دین میں جس کی ادائیگی کی تاریخ ابھی نہیں آئی) یہ معاملہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کے کچھ حصے کو اس شرط پر چھوڑ دیتے

ہیں کہ مدیون باقی دین فی الحال ادا کردے۔ مثلاً زید پر خالد کا ایک ہزار روپیہ دین ہو جس کی ادائیگی دو ماہ بعد کرنی ہے۔ اب خالد زید سے کہتا ہے کہ میں سو روپے دین کے چھوڑتا ہوں بشرطیکہ تم نو سو روپے فی الحال ادا کردو۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ضَعْ وَ تَعَجَّلْ (کچھ چھوڑ دو اور باقی وقت سے پہلے وصول کرلو) کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ معاملہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ کثیر دین کو قلیل نقد کے عوض میں فروخت کررہا ہے۔

مسئلہ: دین موجل میں کمی اگر تعجیل کے ساتھ مشروط نہ ہو اور دائن بغیر شرط کے دین کا کچھ حصہ ساقط کردے اور مدیون بغیر کسی شرط کے دین جلدی ادا کردے تو جائز ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں خالد زید سے کہتا ہے کہ لو میں نے سو روپے چھوڑ دیئے اب اگر تم باقی رقم فوراً ادا کردو تو تمہاری مہربانی ہے اور زید نو سو فوراً ادا کردے تو صحیح ہے۔

مسئلہ: دین کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو تو اس وقت اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ دائن اپنا کچھ دین چھوڑ دے اور باقی وصول کرلے۔ اسی طرح قرض جس کو لوگ عام طور سے قرض حسنہ کہتے ہیں یعنی مقروض نے قرض خواہ سے رقم وصول کی ہو اس میں بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

شیئرز (Shares) کی حقیقت

اولاً تو یہ شرکت املاک ہے اور پھر عقد اجارہ ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے تو ابتدائی چند سرمایہ دار (جو ترقی دینے والے حصہ دار کہلاتے ہیں) ایک سکیم مرتب کرکے اور قواعد وضوابط متعین کرکے متعلقہ سرکاری محکمہ سے اپنی رجسٹریشن کراتے ہیں۔ اسی طرح کسی معتبر بینک سے یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے کہ اگر (عوام سے) پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہوسکے تو بینک اتنے اتنے حصے خریدنے کو تیار رہے۔ رجسٹریشن کے بعد اشتہار کے ذریعے کمپنی میں شیئرز (حصص) کی صورت میں شرکت کی کھلی اور عمومی پیشکش کی جاتی ہے۔ کبھی پہلے سے موجود کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے عوام کو سرمایہ کاری

کی کھلی پیشکش کرتی ہے خواہشمند لوگ اپنی اپنی قوت کے مطابق کم یا زیادہ حصے خریدتے ہیں۔ اس طرح سے حصص کے خریداروں اور ابتدائی سرمایہ کاری کرنے والوں کا سرمایہ مل کر مشترکہ ہو جاتا ہے اور شرکت املاک کی صورت بن جاتی ہے۔ بظاہر تو یہ حصص کی خرید ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ مختلف لوگوں کا اپنے سرمایہ کو اکٹھا کرنے کی صورت ہے۔

کمپنی کے ڈائریکٹران اس سرمایہ میں کاروبار کرتے ہیں اور اس کام پر اجرت وصول کرتے ہیں جو کمپنی کے اخراجات کی مد میں شمار ہوتی ہے۔ تمام اخراجات نکال کر جو نفع ہوتا ہے وہ شیئر ہولڈرز (یعنی اصحاب حصص) پر ان کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کو مثلاً دس دس روپے کے حصص کی صورت میں لیا جاتا ہے اور نفع کو کل حصص پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کمپنی کے ڈائریکٹران کمپنی کے لیے اپنی جو خدمات فراہم کرتے ہیں اس پر تنخواہ یا اجرت وصول کرتے ہیں اور اپنے سرمایہ پر فی حصہ نفع میں دوسرے حصہ داروں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ شرعاً اجارہ (یعنی اجرت پر کام کرنے) کی صورت ہے اور اگرچہ عرف عام میں اس کو شرکت کہا جاتا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے یہ معاملہ شرکت کا نہیں بلکہ اجارہ کا ہے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم

کمپنیوں میں عام طور سے دو خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

- ڈائریکٹران وغیرہ کی اجرتیں مجہول ہوتی ہیں، یعنی معاملہ کرتے ہوئے علم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اجرت وصول کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی بنیادی تنخواہیں متعین ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے بھتوں اور (Allowances) (الاؤنسز) کی مقدار پہلے سے متعین نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بھی اجرت ہی کا حصہ ہیں۔ لہٰذا ان کی مقدار کے مجہول ونامعلوم رہنے سے کل تنخواہ واجرت مجہول رہ جاتی ہے جو عقد اجارہ کے صحیح ہونے کے منافی ہے اور مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ

یہ جہالت اتنی معمولی بھی نہیں ہوتی کہ اس کو نظر انداز کیا جا سکے۔

- کمپنی کے ڈائریکٹران اور اصحاب حصص کے درمیان جو عقد اور اجارہ طے پاتا ہے اس میں ایک شرط فاسد بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کمپنی کے ڈائریکٹران کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کمپنی کے لیے قرضہ لے سکتے ہیں اور اس پر سودا کر سکتے ہیں یہ بات چونکہ ڈائریکٹران کے اختیارات کے بیان میں اور کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن (Memorandum of Association) میں مذکور ہوتی ہے لہٰذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو وہ اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے اور چونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے لہٰذا فاسد ہے جس سے عقد اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

مزید دو مفاسد

- کمپنی جو سود کی ادائیگی کرے گی چونکہ وہ شیئر ہولڈرز کی جانب سے ہوگی لہٰذا ان پر بھی سود دینے کی معصیت لازم آئے گی۔
- اگر کوئی شیئرز ہولڈر یہ چاہے کہ ان خرابیوں سے بچنے کے لیے اپنے حصص واپس کر دے تو وہ کمپنی کو تو حصص واپس نہیں کر سکتا، یعنی دوسرے لفظوں میں وہ کمپنی سے اپنا عقد اجارہ ختم نہیں کر سکتا بلکہ اس کے پاس فقط ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اپنے حصص کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے اور وہ خریدار کمپنی کے ڈائریکٹران کے ساتھ فاسد اجارہ کرے۔ گویا معصیت سے نکلنے کی بس یہی صورت ہے کہ کسی دوسرے کو اس معصیت میں مبتلا کر دے۔

حاصل حکم

ان مذکورہ خرابیوں کی صورت میں شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے البتہ اگر کہیں یہ خرابیاں نہ ہوں تو پھر جائز ہے۔

جس کے پاس حرام مال ہو یا حرام طریقے سے کمایا ہو

حرام طریقے سے مال کمانا حرام ہے لہٰذا ایسے ناجائز ذرائع مثلاً بینک اور انشورنس کی ملازمت یا فلم، ٹیلی وژن، تصویر سازی، ویڈیو اور گانے بجانے کے آلات کے ذریعے مال حاصل کرنے کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی نے مذکورہ بالا حرام ذرائع سے یا رشوت یا غصب یا سود کے ذریعے سے مال حاصل کرہی لیا ہو تو ضروری ہے کہ وہ مال اصل مالک کو واپس کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر اس کو صدقہ کردے اور اگر بالفرض اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا ہو تو اتنی ہی رقم صدقہ کرنا اس پر لازم رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس حرام پیسے ہوں اور وہ دکاندار کے پاس آ کر کہتا ہے کہ ان پیسوں کے عوض مجھے یہ سامان دے دو تو خریدا ہوا مال بھی حرام ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے وہ پیسے اولاً دکاندار کو دیئے اور پھر دکاندار سے ان کے عوض کوئی سامان خریدا تو خریدا ہوا مال حرام ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں صراحت کی وجہ سے خریدا ہوا سامان حرام مال کا بدل بنا، لہٰذا حرام ہوا۔

البتہ چونکہ آجکل حرام کی کثرت ہے اس لیے یہ گنجائش ہے کہ اگر پیسوں کی طرف اشارہ کئے بغیر دکاندار سے سامان خریدے اور پھر وہ پیسے قیمت کے طور پر دے دے تو خریدا ہوا سامان خریدار کے لیے حرام نہ ہوگا اور دکاندار کے لیے اس کی دی ہوئی قیمت حرام نہ ہوگی کیونکہ جب خریدار نے حرام مال کی صراحت نہیں کی تو سودا خریدار کے ذمے قرض کے بدلے میں ہوا ہے، البتہ گاہک کے ذمے ہوگا کہ وہ قیمت کے بقدر اور مال صدقہ کرے۔ مثلاً ایک شخص نے رشوت میں سو روپے لیے اور دکاندار سے ان روپوں کے ذکر کے بغیر یا ان کی طرف اشارہ کئے بغیر پھل خریدا۔ اور وہ سو روپیہ اس پھل کی قیمت میں دے دے۔ تو گنجائش کی وجہ سے یہ پھل اس کے لیے حرام نہ ہوگا لیکن اس کے ذمے ہوگا کہ وہ جائز طریقے سے مزید سو روپے حاصل کرکے ان سو روپوں کے بدلے میں صدقہ کرے۔

اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کی جائز ملازمت کی جس سے دوسرے کی کسی برائی

کی اعانت نہ ہوتی ہو اور دوسرے نے حرام روپیہ سے اس کو اجرت دی تو ملازم کے لیے اجرت لینا جائز ہے لیکن مالک پر لازم ہوگا کہ اس نے جتنی اجرت دی ہے اس کے بقدر جائز آمدنی میں سے صدقہ کرے۔

بیع بالوفا

اس کی مختلف صورتیں ہیں:

۱۔ زید اپنی زمین بکر کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کرے کہ جب وہ بکر کو قیمت واپس کرے گا تو بکر اس کو زمین واپس کر دے گا۔

۲۔ زید اپنی زمین بکر کے ہاتھ فروخت کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ زمین تمہارے ہاتھ اس قرض کے عوض فروخت کی جو تمہارا میرے ذمہ میں واجب ہے اس شرط سے کہ جب میں تمہارا قرض اتار دوں تو یہ زمین میری ہوگی۔

بیع بالوفاء اصول شرعیہ کے لحاظ سے ناجائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشروط بیع سے منع فرمایا ہے۔ مگر چونکہ مشروط بیع کے ناجائز ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بعض صورتوں میں مشروط بیع جائز ہے۔ اس لیے فقہائے متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے بیع بالوفاء کو جائز کہا تاکہ اس طرح سود سے بچ جائے اور اس کی بہتر صورت وہ یہ بتاتے ہیں:

۳۔ زید بکر کے ہاتھ اپنی زمین فروخت کرے اور ایجاب وقبول میں مذکور شرط نہ لگائے۔ ایجاب وقبول ہو جانے کے بعد زید بکر سے علیحدہ سے مستقل وعدہ لے لے کہ ایک مدت کے بعد جب میں تم کو قیمت واپس کروں تو تم یہ زمین مجھے واپس دے دینا یا مجھے واپس فروخت کر دینا۔

متقدمین فقہاء کے نزدیک تو یہ تیسری صورت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اصل مقصود یہ ہے کہ بائع کو قرض مل جائے یا قرض پہلے سے ہو تو مہلت مل جائے۔ اور چونکہ قرض یا مہلت بغیر نفع لیے کوئی نہیں دے رہا اس لیے بیع کا تو محض نام ہے صرف

اس غرض سے کہ مرہون زمین کے منافع خریدار یعنی قرض دینے والے کے لیے جائز ہو جائیں اور اگر بیع بھی کہا جائے تب بھی یہ شرط فاسد کے ساتھ مشروط ہے اور اگرچہ لفظوں میں اس معاہدہ کو بیع کے ایجاب وقبول سے جدا کر دیا گیا ہے تاہم جانبین کا مقصود تو یہی ہے کہ بیع میں یہ شرط داخل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری اگر وعدہ خلافی کرے تو آپس میں جھگڑا پڑ جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ راجح اور صحیح اصول مذہب کی بناء پر حکم یہی ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے البتہ اگر صحیح معنی میں اضطرار ہو تو بعض متاخرین کے فتوے پر عمل کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ یہ مسلم ضابطہ ہے کہ لاچاریاں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مگر اضطرار اور لاچاری صرف بائع یعنی مالک زمین کے حق میں متصور ہو سکتا ہے مشتری یعنی روپے والے کو کوئی لاچاری نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا معاملہ کرے۔ (امداد الفتاوی و امداد الاحکام)

بیع عینہ

اس کی دو بڑی ممکنہ صورتیں اور چند ذیلی صورتیں ہیں:

ا۔ زید نے بکر سے ایک ہزار روپے قرض مانگے۔ بکر نے کہا میں تمہیں قرض نہیں دیتا البتہ وہ سامان جس کی نقد قیمت ایک ہزار ہے تمہارے ہاتھ بارہ سو روپے میں ادھار فروخت کرتا ہوں۔ تم اس کو ایک ہزار روپے میں فروخت کر کے اپنا کام چلاؤ۔ زید اس پر راضی ہو کر بکر سے سامان بارہ سو میں ادھار خریدتا ہے۔ اب آگے اس میں تین ذیلی صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زید وہ مال خود بکر کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں نقد فروخت کرتا ہے۔

(ب) باہمی تجویز سے زید وہ مال ایک تیسرے شخص خالد کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں فروخت کرتا ہے اور پھر خالد سے بکر ایک ہزار روپے میں نقد خرید لیتا ہے۔ بکر خالد کو قیمت کے ایک ہزار روپے دیتا ہے اور خالد زید کو ادا کر دیتا ہے۔ اس طرح سے زید

کو ایک ہزار روپے مل جاتے ہیں اور بکر کے اس کے ذمہ بارہ سو روپے بن جاتے ہیں۔

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں اور یہی وہ صورتیں ہیں جن کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بیع کا میرے دل پر ایسا بوجھ ہے جیسے پہاڑوں کا، یہ ایک مذموم معاملہ ہے جو سود خوروں نے گھڑ لیا ہے۔

(ج) زید وہ مال ایک تیسرے شخص کو نقد ہزار روپے میں فروخت کر دے۔ اس تیسرے شخص سے بکر کا خریدنا طے نہ ہو۔

یہ صورت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور غالباً امام محمدؒ کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے کیونکہ سامان جب تک پہلے بائع کے پاس لوٹ کر نہ آئے اس کو عینہ نہیں کہا جاتا۔

۲۔ زید نے بکر سے قرض نہیں مانگا بلکہ براہ راست اس سے کوئی شے ادھار پر بارہ سو روپے میں خریدی۔ آگے اس کی دو ذیلی صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زید نے وہی شے بکر کے ہاتھ ایک ہزار میں نقد فروخت کی۔ یہ صورت ناجائز ہے اگرچہ شے کی قیمت گر بھی گئی ہو۔

(ب) زید نے وہی شے خالد کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں نقد فروخت کی اور بکر نے خالد سے خریدنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ یہ صورت جائز ہے۔

سٹہ

ایک شکل یہ ہے کہ مثلاً ایک مہینے کے ادھار پر سونے کی ایک مخصوص مقدار مثلاً دس تولے کا سودا کر لیا جاتا ہے۔ خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا۔ جب قیمت کی ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ خرید کے دن اور ادائیگی کے دن کے سونے کے نرخوں میں جو فرق (Difference) ہوتا ہے اس کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔ مثلاً خرید کے دن سونے کا نرخ پانچ ہزار روپے تولہ تھا۔ ادائیگی کے دن پانچ ہزار ایک سو روپے تولہ ہو گیا تو خریدار بائع سے ایک سو روپے فی تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے وصول کر لے گا اور اگر نرخ گر کر چار ہزار نو سو رہ گیا تو

خریدار بائع کو ایک ہزار روپے دے گا۔

نہ تو مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ ہی بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق (Difference) آتا ہے اس کا لین دین کر لیتے ہیں۔

کاروبار کی یہ شکل بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

اسی طرح کا سٹہ سٹاک ایکسچینج یا دوسری کمپنیوں کے ذریعے دیگر اجناس میں بھی ہوتا ہے۔ ایسے سودے کو جس میں سامان پر قبضے کے لیے کوئی آئندہ تاریخ مقرر ہو جاتی ہے، انگریزی میں (Future Sale) کہتے ہیں۔ اس میں عام طور سے جنس کا لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ قبضے کی تاریخ سے پیشتر ہی یا اس تاریخ پر بائع سے واپس سودے کا معاملہ کر لیتے ہیں اور نفع یا نقصان برابر کر لیتے ہیں۔ مثلاً یکم دسمبر کو معاملہ طے ہوا کہ یکم جنوری کو ایک لاکھ روپے کے عوض کپاس کی سو گانٹھیں دینی ہوں گی۔ مدت پوری ہونے کے وقت اگر قیمت ایک لاکھ دس ہزار ہوگئی تو بائع خریدار کو دس ہزار روپے دے کر معاملہ صاف کر لے گا اور اگر اس وقت قیمت نوے ہزار ہوگئی تو بائع خریدار سے دس ہزار لے کر معاملہ صاف کر لے گا۔

یہ بھی بالکل ناجائز شکل ہے۔

باب ۳۰

حقوق کی اقسام اور ان کے احکام

حقوق خواہ شریعت سے ثابت ہوں یا عرف ورواج سے' ان کی دو بڑی قسمیں ہیں:

- وہ حقوق جو محض دفع ضرر کے لیے ہوں مثلاً حق شفعہ اور بیوی کی باری کا حق۔
یہ اصالتاً ثابت ہونے والا حق نہیں ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ بائع اور خریدار نے باہمی رضامندی سے جب غیر منقولہ جائیداد کی بیع کی تو کسی تیسرے شخص کو ان دونوں کے درمیان مداخلت کا حق حاصل نہیں لیکن شریعت نے شریک جائیداد، شریک حقوق جائیداد اور پڑوسی کو دفع ضرر کے لیے حق شفعہ دیا ہے۔
اسی طرح شوہر کی باری میں بیوی کا حق شریعت نے اس سے دفع ضرر کے لیے مقرر کیا ہے ورنہ شوہر کو اختیار ہوتا کہ اپنی کسی بھی بیوی سے جب چاہے متمتع ہو اور اس کے ساتھ رات گزارے۔

ان حقوق کا حکم یہ ہے کہ کسی طور سے ان کا عوض لینا جائز نہیں، نہ فروختگی کے ذریعہ اور نہ صلح ودستبرداری کے ذریعہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صاحب حق اپنا حق کسی دوسرے کو دینے پر راضی ہوگیا تو یہ ظاہر ہوگیا کہ اس کے حق نہ ہونے سے اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔ اور جب ضرر ثابت نہیں تو اس کو دفع کرنے کا حق بھی نہ ہوگا کہ جس کا عوض لیا جاسکے۔

- وہ حقوق جو دفع ضرر کے لیے نہیں ہیں بلکہ اصالتاً ثابت ہیں۔ ان کی پھر مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱ وہ حقوق جو فی الحال ثابت نہیں بلکہ مستقبل میں متوقع ہیں مثلاً مورث کی زندگی میں حق وراثت۔ ایسے حقوق کا عوض لینا کسی صورت میں جائز نہیں۔

۲ وہ حقوق جو فی الحال ثابت ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

(i) وہ حقوق جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونے کے لائق نہیں ہیں مثلاً حق قصاص اور شوہر کا بیوی کے ساتھ نکاح باقی رکھنے کا حق۔

ایسے حقوق کا بیع کے طریقے پر توعوض لینا جائز نہیں ہے لیکن ان پر (یعنی قصاص وغیرہ میں) مال کے بدلے میں صلح کرنا یا دستبردار ہونا اور نکاح میں مہر کے عوض خلع کرنا جائز ہے۔

(ii) وہ حقوق جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) وہ حقوق جو اشیاء کے ساتھ وابستہ ہیں اور دائمی منافع سے عبارت ہیں مثلاً راستے میں چلنے کا حق (یعنی حق مرور) اور کھیتی کے لیے پانی لینے کا حق (حق شرب) اور پانی کی نکاسی کا حق (حق تسییل)۔

ایسے حقوق کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اسی طرح حق تعلی یعنی اوپر کی منزل کے حق کی خرید وفروخت بھی جائز ہے کیونکہ جب نچلی منزل قائم ہوتو اوپر کی منزل کا تعلق نچلی منزل کی چھت کی اوپری سطح سے ہوتا ہے۔

(ب) حق وظیفہ یعنی اوقاف میں موت تک کی ملازمت مثلاً مسجد کے امام یا موذن وغیرہ کو اس ملازمت پر باقی رہنے کا اور زندگی بھر عقد اجارہ باقی رکھنے کا حق۔

اس حق کی بیع اگرچہ جائز نہیں لیکن مال کے بدلے میں اس سے دستبرداری جائز ہے۔

(ج) وہ حقوق جو کسی مباح الاصل چیز پر کسی کا پہلے قبضہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً افتادہ بنجر زمین میں نشانات لگانے کے بعد اسے قابلِ کاشت بنانے اور ملکیت میں لینے کا حق۔ اس کو حق اختصاص کہتے ہیں۔

ایسے حقوق کی بیع جائز نہیں البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مال کے بدلے میں ان سے دستبرداری جائز ہے۔

تنبیہ: بیع اور دستبرداری میں یہ فرق ہے کہ بیع کے ذریعہ وہ حق بعینہٖ مشتری کی طرف منتقل ہوجاتا ہے جبکہ دستبرداری کی صورت میں حق منتقل نہیں ہوتا بلکہ صاحب حق کی

مزاحمت ختم ہوجاتی ہے اور وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ (میں تو دستبردار ہوتا ہوں اور) تم کوشش کر کے اس حق کو حاصل کرلو۔

● تجارتی نام (Trade Name) اور (Trade Mark) کی بیع

کوئی نام اور کوئی نشان استعمال کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ کوئی کمپنی جب کسی نام یا نشان کی اپنے حق میں رجسٹریشن کراتی ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی اور شخص یا کمپنی اس نام اور نشان کا استعمال نہ کرے تا کہ یہ موہوم نقصان سے محفوظ رہے۔ رجسٹریشن کرانے سے اس کو نام ونشان کے استعمال کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے حاصل ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کو اس کے استعمال سے روک دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دوسروں پر پابندی لگوانے کا حق ہے جو بزعم خویش دفع ضرر کے لیے ہوتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسی بھی صورت میں عوض نہیں لے سکتے خواہ بیع ہو یا دستبرداری کی صورت ہو۔

● Copyrights (کاپی رائٹ)

کسی شخص کو کسی شے کی ایجاد یا طباعت میں پہل کرنے کی وجہ سے اس شے کی صنعت یا طباعت کا اس طرح سے حق حاصل ہونا کہ دوسرے اس کی صنعت یا طباعت سے روک دیئے جائیں۔ ایسے حق کو کاپی رائٹ کہتے ہیں۔ حکومت پہل کرنے والے کو کاپی رائٹ کا حق اس لیے دیتی ہے کہ پہل کرنے والا اپنی جانب میں یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کی صنعت یا طباعت سے اس کی آمدنی میں کمی آئے گی جو اس کا نقصان ہے۔ اس موہوم نقصان کو دفع کرنے کے لیے وہ حکومت سے کاپی رائٹ کے لیے درخواست کرتا ہے۔

- ♦ عام حالات میں کاپی رائٹ کے تحت دوسروں پر پابندی لگوانی جائز نہیں۔ البتہ بعض خصوصی حالات میں مثلاً طباعت کی صورت میں اگر کوئی طابع پہلے کو محض نقصان پہنچانے اور تنگ کرنے کے لیے فقط خرچہ کی قیمت یا اپنا نقصان کر کے

خرچ سے بھی کم قیمت پر کتاب بازار میں لانے کا اعلان کرتا ہے جبکہ پہلا طابع اس کو واجبی نفع پر فروخت کر رہا ہے تو حکومت دوسرے پر پابندی لگا سکتی ہے اور پہلا طابع دوسرے پر پابندی لگوا سکتا ہے۔

- کاپی رائٹ یا حق تصنیف یا حق طباعت پر کسی طرح سے بھی اجرت یا عوض لینا جائز نہیں ہے نہ بیع کی صورت میں نہ صلح کی صورت میں اور نہ ہی دستبرداری کی صورت میں۔
- مصنف اگر خود طباعت و اشاعت نہیں کر سکتا تو دیگر طریقوں سے وہ اپنی کتاب کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے مثلاً

(الف) مسودہ کسی ناشر کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔

(ب) مصنف کسی ناشر کے ساتھ شرکت عنان کا معاملہ کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ مصنف اپنا مسودہ ناشر کے ہاتھ مناسب قیمت پر فروخت کر دے اور اس قیمت کو اپنی طرف سے شرکت میں اپنا راس المال بنا دے اور نفع کی باہمی تقسیم کی شرح طے کر لے۔ یہ شرکت صرف اس کتاب سے متعلق ہو سکتی ہے۔

- طابع اول نے جس ڈیزائننگ اور خاص طرز کتابت و طباعت کو اختیار کیا ہے دوسرا کوئی طابع و ناشر اس کو نقل نہ کرے بلکہ اپنے لیے جدا طرز اختیار کرے۔ اس کے لیے اول کی نقل کرنا شرعاً منع ہوگا کیونکہ اس سے طابع اول کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ پہلے طبع کی نقل اور فوٹو لے کر کم خرچ پر کتاب چھاپ سکتا ہے اور اگر دوسرا طابع پہلے کی فوٹو نہیں لیتا لیکن بعینہٖ اسی طرح کتاب اور ڈیزائننگ کراتا ہے تو اس طریقے سے طابع اول اور گاہک کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

رائلٹی (Royalty) کی شرعی حیثیت

- یا تو یہ حق طباعت کا معاوضہ ہو تو جیسے اوپر ذکر ہوا یہ جائز نہیں ہے۔
- اور یا یہ مسودہ کی قیمت ہو۔ عام طور سے جو طریقہ رائج ہے کہ ناشر جتنی مرتبہ بھی

طبع واشاعت کرے گا ہر مرتبہ اتنی فیصد کتب یا ان کی قیمت مصنف کو دے گا تو اس میں مسودہ کی قیمت مجہول رہتی ہے اور یہ جہالت ایسی نہیں جو کسی نزاع کا باعث نہ بنے کیونکہ طابع و ناشر کی مرضی پر دارومدار ہوگا کہ وہ آئندہ کتاب چھاپتا ہے یا نہیں اور اگر چھاپتا ہے تو کب اور کتنی چھاپتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مصنف کی مرضی ناشر کی مرضی کے موافق نہ ہو۔

اگر یہ کہیں کہ مصنف اگر راضی نہ ہو تو وہ ناشر کو مزید ایڈیشن نکالنے کی اجازت نہ دے تو جواب یہ ہے کہ اس صورت میں رائلٹی کو مسودہ سے نفع اٹھانے کی اجرت سمجھنا پڑے گا حالانکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ اول تو کتاب اجارہ (کرایہ) پر دینا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ناشر کے لیے ایک مرتبہ کا نفع اٹھانا کافی ہے۔ اپنی کتاب ایک دفعہ چھاپنے کے بعد وہ اصل مسودہ سے مستغنی ہوجاتا ہے اور آئندہ طباعت میں اس کو اس کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ رائلٹی ہر طباعت پر وصول کی جاتی ہے۔ غرض رائلٹی کی مروجہ صورتیں کسی طرح بھی جائز نہیں ہیں۔

● تجارتی لائسنس

اس لائسنس کی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اکثر ممالک اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ حکومتی لائسنس کے بغیر سامان درآمد یا برآمد کیا جائے۔ ایک عمومی پابندی کی حالت میں کسی کو لائسنس مل جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو درآمد برآمد کرنے کا حق حاصل ہوگیا جو اس کو اصالۃً حاصل ہوا ہے۔

اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو تو ایسے لائسنس کی بیع جائز نہیں۔

البتہ اگر لائسنس کھلا ہو کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام نہ ہو یا ہو تو کسی مخصوص نام پر لیکن دوسرے کو منتقل کرنے کی قانون میں اجازت ہو تو عرف و رواج ہونے کی وجہ سے اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔

مکانوں اور دکانوں کی پگڑی

پگڑی کسی مکان یا دکان میں حق قرار کا نام ہے۔ بسا اوقات مالک مکان یا مالک دکان اپنا مکان یا دکان طویل مدت کے لیے کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ دار سے کرایہ داری طے کرتے وقت ماہانہ یا سالانہ کرایہ کے علاوہ ایک بڑی رقم یکمشت لیتا ہے۔ کرایہ دار یکمشت رقم دے کر اس بات کا حقدار ہوجاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک جب تک خود مالک کو دکان کی ضرورت نہ ہو قائم رکھے۔ پھر بسا اوقات کرایہ دار اپنا حق کسی دوسرے کرایہ دار کی طرف منتقل کردیتا ہے اور اس سے اس وقت کے مطابق رقم لیتا ہے۔ مالک اگر کرایہ دار سے مکان یا دکان واپس لینا چاہے تو اس کو بھی کرایہ دار کو اتنی رقم ادا کرنی ہوتی ہے جس پر دونوں راضی ہوں۔

اس یکمشت لیے جانے والی رقم کو پگڑی یا سلامی کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ رشوت ہے کیونکہ جب ماہانہ کرایہ پر دکان لی اور اجارہ کی کوئی مدت طے نہیں کی تو مالک دکان کو اختیار اور حق ہے کہ وہ کسی بھی مہینے کرایہ دار سے دکان خالی کرنے کا مطالبہ کرے اور اگر کسی مدت کے لیے لی ہو تو اس کے پورا ہونے پر خالی کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس میں کرایہ دار کا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ اس ضرر اور نقصان سے بچنے کے لیے اور مالک دکان کے حق واختیار میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے پگڑی دی جاتی ہے۔ اور ایسا حق جو دفع ضرر کے لیے ہو اس پر کسی بھی صورت میں عوض لینا جائز نہیں ہے۔

پگڑی لینے کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ دکان کا مالک دکان کی زمین اپنی ملکیت میں رکھے اور صرف عمارت کو کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کردے۔ عمارت کی فروخت پر اکٹھی رقم مل جائے گی اور زمین کا ماہانہ کرایہ وصول ہوتا رہے گا۔ لیکن اس صورت میں دکان کا مالک مارکیٹ ریٹ کے مطابق زمین کا کرایہ لیتا رہے گا دکان کو خالی نہیں کرا سکتا اور اگر کرایہ دار دکان کی عمارت کو آگے فروخت کرے تو مالک کو اس میں سے کچھ

حصہ نہ ملے گا۔ البتہ باہمی رضا مندی سے مالک زمین بھی عمارت کو مارکیٹ ریٹ پر خرید سکتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی

جس ذخیرہ اندوزی سے انسانوں کی غذائی اجناس اور چوپایوں کے چارے میں قلت پیدا ہوجائے یا مہنگائی ہوجائے اوراس طرح شہر والوں کونقصان اورضرر ہوتا ہوتو وہ ذخیرہ اندوزی بالاتفاق ناجائز ہے۔

غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیاء میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذخیرہ اندوزی جائز ہےلیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی بھی چیز میں ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے۔

باب ۳۱

اصل دام پر نفع لے کر (مرابحہ سے) یا دام کے دام پر (تولیہ سے) بیچنے کا بیان

۱۔ ایک چیز زید نے ایک سو روپے کی خریدی تھی تو اب اپنی چیز میں زید کو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے ہی میں بیچے اور چاہے پانچ سو یا ہزار روپے میں بیچے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ اگر معاملہ اس طرح طے ہوا کہ زید نے کہا دس پیسہ روپیہ یعنی دس فیصد نفع رکھ کر ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس پر تم نے کہا کہ اچھا ہم نے دس فیصد نفع کے ساتھ بیچا تو اب تمہارے لیے اس سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں۔ یا یوں طے ہوا کہ جتنے میں خریدا ہے اس پر چار روپے نفع لے لو۔ اب بھی ٹھیک دام بتا دینا واجب ہے اور چار روپے سے زیادہ نفع لینا درست نہیں اس طرح کے سودے کو مرابحہ کہتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح اگر تم نے کہا کہ یہ چیز ہم تم کو خرید کے دام پر دیں گے کچھ نفع نہ لیں گے۔ تو اب کچھ نفع لینا درست نہیں۔ خرید ہی کے دام ٹھیک بتانا واجب ہے اور اس طرح کے سودے کو تولیہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: کوئی سودا یوں کیا کہ تم نے بائع سے کہا پانچ پیسے روپیہ کے نفع پر (یعنی پانچ فیصد نفع پر) میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا کہ اچھا میں نے اتنے ہی نفع پر بیچا۔ یا تم نے کہا کہ جتنے میں لیا ہے اتنے ہی دام پر میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا اچھا تم وہی دے دو نفع کچھ نہ دینا لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز کتنے کی خریدی ہے تو دیکھو اگر اسی جگہ اٹھنے سے پہلے وہ اپنی خرید کے دام بتا دے تب تو یہ بیع صحیح ہے۔ اور اگر اسی جگہ نہ بتائے بلکہ یوں کہے آپ لے جایئے حساب دیکھ کر بتائیں گے یا اور کچھ کہا تو وہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ: لینے کے بعد معلوم ہوا کہ بائع نے چالاکی سے اپنی خرید غلط بتائی ہے اور نفع وعدہ سے زیادہ لیا ہے تو خریدنے والے کو دام کم دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اگر خریدنا منظور ہے تو وہی دام دینا پڑیں گے جتنے میں بائع نے بیچا ہے۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ اگر لینا منظور نہ ہو تو واپس کر دے۔ اور اگر خرید کے دام پر بیچ دینے کا کہا تھا اور یہ وعدہ تھا کہ نفع نہ لیں گے پھر اس نے اپنی خرید غلط اور زیادہ بتائی تو جتنا زیادہ بتایا ہے اس کے لینے کا حق نہیں ہے لینے والے کو اختیار ہے کہ فقط خرید کے دام دے اور جو زیادہ بتایا وہ نہ دے۔ مرابحہ اور تولیہ میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ تولیہ میں اگر بائع کی بتائی ہوئی زائد قیمت پر سودے کو جائز قرار دیں تو وہ تولیہ نہیں رہتا جبکہ مرابحہ میں خیانت کی صورت میں وہ بیع مرابحہ ہی رہتی ہے۔

مسئلہ: کوئی چیز تم نے ادھار خریدی تو اب جب تک تم خریدنے والے کو یہ نہ بتا دو کہ میں نے یہ چیز ادھار لی ہے اس وقت تک اس کو مرابحہ سے بیچنا یا تولیہ سے بیچنا ناجائز ہے بلکہ بتا دو کہ یہ چیز میں نے ادھار خریدی تھی پھر اگر خریدار راضی ہو تو بیچنا درست ہے (البتہ اگر اپنی خرید کے داموں کا کچھ ذکر نہ کرو یعنی مرابحہ اور تولیہ قسم کی بیع نہ ہو بلکہ عام بیع ہو تو پھر چاہے جتنے دام پر بیچ دو، درست ہے اور ادھار خریدنے کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں)۔

مسئلہ: ایک کپڑا دس روپے کا خریدا۔ پھر ایک روپیہ دے کر اس کو رنگوایا یا اس کو دھلوایا یا سلوایا تو اب ایسا سمجھیں گے کہ گیارہ روپے میں اس نے خریدا ہے۔ لہٰذا اب گیارہ روپے کی اس کی اصل قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ میں نے گیارہ روپے میں خریدا ہے بلکہ یوں کہے کہ گیارہ روپے میں یہ چیز مجھ کو پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہونے پائے۔

مسئلہ: ایک بکری چار سو روپے کی خریدی۔ پھر مہینہ بھر تک رہی اور ایک سو روپیہ اس کی خوراک میں لگ گیا تو اب پانچ سو روپے اس کی اصلی لاگت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے۔ البتہ اگر وہ دودھ دیتی ہے تو جتنا دودھ دیا ہے اتنا گھٹا دینا پڑے گا۔ مثلاً

اگر مہینہ بھر میں پچاس روپے کا دودھ دیا ہے تو اب اصلی قیمت ساڑھے چار سو روپے ظاہر کرے اور یوں کہے کہ ساڑھے چار سو میں مجھ کو پڑی۔

مسئلہ: اسی طرح اصل قیمت میں مزدوری اور بار برداری کی اجرت اور جو چونگی ٹیکس وغیرہ ادا کیا گیا ہو اس کو بھی شامل کیا جائے گا۔

مسئلہ: مرابحہ موجل ہو یعنی ایک شخص نے ایک چیز دس روپے میں خریدی اور وہی چیز دوسرے کے ہاتھ مرابحہ کے ساتھ دس ماہ کے ادھار پر بیس روپے کی فروخت کی یعنی اس طرح کہہ کر فروخت کی کہ یہ شے مجھ کو دس روپے کی پڑی ہے اور میں نے تمہارے ہاتھ ماہانہ ایک روپیہ نفع کے حساب سے مہینے کے ادھار پر بیس روپے میں اس کو فروخت کیا یا فقط یوں کہا کہ مجھے یہ شے دس روپے میں پڑی ہے اور میں نے دس مہینے کے ادھار کی بنا پر دس روپیہ نفع لگا کر تمہارے ہاتھ فروخت کی۔

اس صورت میں اگر خریدار پانچ ماہ بعد ہی اس شے کی کل قیمت ادا کر دے یا اس کا پانچ ماہ بعد انتقال ہو جائے تو بائع صرف پانچ روپے نفع لے گا اور پانچ روپے چھوڑ دے گا یہ صورت متاخرین حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اگر خریدار دس ماہ سے اوپر دو ماہ تاخیر کے ساتھ ادائیگی کرے تو بائع اس سے مزید دو روپے نفع نہیں لے سکے گا کیونکہ دس ماہ کے بعد مزید مہلت دینے کا بائع پابند نہیں ہے اور وہ قانون کی مدد سے خریدار سے اپنی رقم وصول کر سکتا ہے اس لیے سودا بیس روپے سے زائد نہ ہو سکے گا۔

باب ۳۲

سودی لین دین سے بچنے کا بیان

سودی لین دین کا بڑا بھاری گناہ ہے۔قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلانے والے اور سودی دستاویز لکھنے والے اور سود پر گواہ وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں اس لیے اس سے بہت بچنا چاہئے اس کے مسائل بہت نازک ہیں۔ ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہوجاتا ہے اور انجان لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا گناہ ہوا۔

سود ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے اشیاء چار قسم کی ہیں۔ایک تو خود سونا چاندی یا ان کی بنی ہوئی چیز۔ دوسرے وہ چیزیں جو تول کر یا برتن میں پیائش کر کے بکتی ہیں جیسے اناج غلہ، لوہا، تانبہ، روئی، ترکاری وغیرہ۔تیسرے وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں جیسے کپڑا، چوتھے وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں جیسے انڈے، بکری، گائے، گھوڑا وغیرہ۔ان سب چیزوں کا حکم الگ الگ ہے۔

پہلی فصل: سونے چاندی اور ان کی چیزوں کا بیان

چاندی سونے کے خریدنے کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا۔ جیسے چاندی کے ایک روپے سے چاندی خریدنا یا اشرفی سے سونا خریدنا۔غرض دونوں طرف ایک ہی قسم کی جنس ہے تو اس وقت دو باتیں واجب ہیں۔ایک یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں طرف سے لین دین ہوجائے کچھ ادھار باقی نہ رہے اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف

کیا تو سود ہوگیا مثلاً چاندی کے بنے ہوئے ایک روپے کے عوض چاندی لی تو دونوں کا وزن یکساں ہونا چاہئے۔ اگر چاندی کا روپیہ تو دے دیا لیکن اس نے چاندی ابھی نہیں دی تھوڑی دیر میں تم سے الگ ہوکر دینے کا وعدہ کیا یااس طرح ہوا کہ تم نے ابھی چاندی کا روپیہ نہیں دیا دوسرے سے چاندی ادھار خرید کر لے لی تو یہ بھی سود ہے۔

۲۔ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں بلکہ ایک طرف چاندی ہے اور دوسری طرف سونا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں چاندی کے ایک روپے کا چاہے جتنا سونا ملے جائز ہے اس طرح ایک اشرفی کی چاہے جتنی چاندی ملے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے لین دین ہوجانا کچھ ادھار نہ رہنا یہاں بھی واجب ہے۔

سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل

چونکہ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی تخلیق کرنسی کے طور پر کی ہے لہٰذا وہ کسی بھی شکل میں ہوں ان کی کرنسی (Currency) کی حیثیت ختم نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔ اور کرنسی صرف وہ شے بن سکتی ہے جو خود مقصود بالذات نہ ہو (یعنی ذات کے اعتبار سے اس کی احتیاج نہ ہو جب کہ اور اشیاء کی ان کی ذات کے اعتبار سے احتیاج ہوتی ہے۔ سونے چاندی کے زیورات کی ضرورت بھی اصلی نہیں ہے۔ بلکہ زیورات کا استعمال عارضی ہوتا ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ ان کی اصل حقیقت کرنسی کی ہے۔ اور وہ دیگر اشیاء کی تعیین میں معیار و میزان (Standard) کا کام دے سکے۔ علاوہ ازیں حقیقی معیار وہ ہوتا ہے جو خود بدلتا نہ ہو۔ چونکہ سونے چاندی میں یہ صفات پائی جاتی ہیں لہٰذا خرید و فروخت کے معاملات میں وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے معیار اور وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

اگر سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض بیع میں کمی بیشی کو روا رکھا جائے تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

- جس شے کو ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا وہ مقصود بالذات بن جاتی ہے اور یہ بات کرنسی ہونے کے منافی ہے۔
- سونے چاندی کی معیاریت اور میزانیت باقی نہیں رہتی۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اشیاء کی مالیت کی تعیین جب ہم مثلاً چاندی سے کرتے ہیں اور ایک من گندم کی مالیت کی تعیین کی تو وہ پانچ تولے چاندی ہوئی۔ اب اگر پانچ تولے چاندی کا تبادلہ چھ تولے چاندی کے ساتھ کریں تو خود پانچ تولے چاندی چھ تولے چاندی کے مقابل اور مساوی ہوئی اور اس حساب سے ایک من گندم چھ تولے چاندی کے مساوی بھی ہوئی۔ اس طرح سے چاندی کی معیاریت ختم ہوگئی کیونکہ اب حتمی طور سے طے نہیں کر سکتے کہ ایک من گندم کی مالیت پانچ تولے چاندی ہے یا چھ تولے چاندی ہے۔ غرض جو شخص سونے چاندی میں سود کا معاملہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تخلیق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے اور معاشی نظام میں خلل کا باعث بنتا ہے۔

سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل

مسئلہ: ایک زرگر اپنے یہاں کچھ زیور تیار کرتا ہے جس میں ۲۲ کیرٹ کا سونا لگاتا ہے۔ نگینے وغیرہ بھی لگاتا ہے پھر اس زیور کو دکاندار کے پاس بیچنے کے لیے لے جاتا ہے۔ دکاندار اس زیور کو پسند آنے پر اپنے یہاں رکھ لیتا ہے۔ پھر مزدوری تو اسی وقت یا کچھ دن بعد دے دیتا ہے اور اس زیور (جس میں نگینے وغیرہ بھی جڑے ہیں اور سونا بھی ۲۲ کیرٹ کا ہے) کے وزن کے مساوی خالص سونا کچھ دن بعد یکمشت یا قسطوں میں ادا کرتا ہے۔

یہ جاننا چاہیے کہ وہ سونا جس میں کچھ کھوٹ ملا ہو لیکن وہ کھوٹ مغلوب ہو یعنی سونے کی مقدار سے کم ہو سونے کے بدلے میں اس کی خرید و فروخت میں اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو خالص سونے کا ہوتا ہے۔

مذکورہ صورت بیع کی ہے اجارہ کی نہیں اور چونکہ دونوں جانب سونا ہے لہٰذا ادھار ناجائز ہے۔ اس صورت کا متبادل جائز طریقہ یہ ہے کہ دکاندار زرگر سے زیور کو ادھار

روپوں میں خرید لے اور وہ قیمت پھر یکمشت یا قسطوں میں ادا کرے۔

مسئلہ: بہت سے لوگ اپنی رقم لگا کر مکمل زیورات تیار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ان زیورات میں اصلی جواہرات یا نقلی نگینے جڑے ہوتے ہیں۔ کچھ زیورات بغیر نگینہ کے ہوتے ہیں یعنی سادہ ہوتے ہیں۔

زیورات بنانے والے لوگ عام طور سے زیورات دکانداروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ ان کے لین دین کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ تمام زیورات کل وزن کی بنیاد پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ یعنی زیور کے کل وزن کے بدلے خالص سونا لیا جاتا ہے اور مزدوری بھی وزن کے حساب سے مقرر ہوتی ہے۔ پھر عام طور سے فروخت کرنے والے کو خالص سونا اور رقم حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ کل وزن کے بدلے جو خالص سونا مل رہا ہے وہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونا اس کی چھیجت اور نگینوں کی قیمت کے عوض ملتا ہے اور نقد رقم مزدوری کے بدلے مل رہی ہے۔ واضح رہے کہ مزدوری کی رقم کا تعین نگینوں کی عمدہ یا ناقص اقسام اور کام کی عمدہ بناوٹ اور خوبصورتی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

اس صورت میں پہلے تو یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ زرگر اپنا زیور دکاندار کے ہاتھ فروخت کررہا ہے دکاندار کے سونے پر دکاندار کا مطلوبہ عمل نہیں کررہا۔ لہٰذا مزدوری کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں مزدوری نہیں ہے بلکہ زیور کی قیمت ہی کا ایک حصہ ہے۔

مثلاً پانچ تولے جڑاؤ زیور کے بدلے پانچ تولے سونا اور دو ہزار مزدوری کے نام سے جو طے ہوئے ہوں تو درحقیقت پانچ تولے جڑاؤ زیور کی قیمت پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوئی۔

اب اگر زیور جڑاؤ ہے اور نگینے جڑے ہوئے ہیں اور اس میں ملاوٹ شدہ سونا مثلاً تین تولہ ہو اور نگینوں کا وزن دو تولہ ہو بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد و نقد ہو یا کم از کم زیور کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے وزن کے مقابل خالص سونے پر بھی قبضہ جدا ہونے سے پہلے ہوجائے تو یہ سودا صحیح ہے کیونکہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے مقابلے میں اتنی مقدار میں خالص سونا ہوجائے گا اور نگینوں

کے مقابلے میں دو تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے بن جائیں گے۔

لیکن اگر زیور سادہ ہو اور اس میں کچھ نگینے نہ جڑے ہوں تو پھر یہ معاملہ ناجائز اور سود کا بن جائے گا کیونکہ اس وقت پانچ تولے سادہ زیور کے مقابلہ میں پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوں گے۔ یہ دو ہزار روپے بلا بدل ہو کر سود بن جائیں گے۔

مسئلہ: کچھ زیورات پر مینا کاری کی جاتی ہے۔ مینا ایک خاص قسم کا رنگ دار شیشہ ہوتا ہے جس کو باریک پیس کر سونے پر چپکایا جاتا ہے اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ ان زیورات کے لین دین میں بھی پورے وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے یعنی مینا کا وزن کاٹ کر نہیں دیا جاتا۔

یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد ہو ادھار نہ ہو۔ قیمت میں سے کم از کم اتنی مقدار کے سونے پر قبضہ ضروری ہے جتنا کہ زیور میں کھوٹ ملا سونا موجود ہے۔

مسئلہ: دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے۔ اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید وفروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو اور اگر انہوں نے یوں کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں تو اب ان کی تصریح کے ہوتے ہوئے ان کی تصریح کا اعتبار ہوگا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اپنی انگوٹھی کسی کی انگوٹھی سے بدل لی تو دیکھو:

(الف) اگر دونوں پر نگ لگا ہے تب تو بہرحال یہ بدل لینا جائز ہے چاہے دونوں کی چاندی (اگر وہ چاندی کی ہوں یا دونوں کا سونا اگر وہ سونے کی ہوں) برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے۔

(ب) اور اگر دونوں سادی یعنی بے نگ کی ہوں تو دونوں کا وزن میں برابر ہونا شرط

ہے۔ اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوگی تو سود ہوجائے گا۔

(ج) اور اگر ایک پر نگ ہے اور دوسری سادی ہو تو سادی میں زیادہ چاندی ہو تو یہ بدلنا جائز ہے کیونکہ دونوں طرف کی چاندی برابر ہونے کے بعد ایک طرف کی زائد چاندی دوسری طرف کے نگ کے مقابل ہو جائے گی اور اگر سادی انگوٹھی میں زائد چاندی نہ ہو تو حرام اور سود ہے۔ اسی طرح اگر اسی وقت دونوں طرف سے لین دین نہ ہو ایک نے تو ابھی دے دی دوسرے نے کہا میں ابھی تھوڑی دیر میں فلاں جگہ سے آ کر دے دوں گا تو یہاں بھی سود ہو گیا۔

مسئلہ: ایک (چاندی کا) کامدار دوپٹہ یا ٹوپی وغیرہ دس تولے چاندی کے عوض خریدی تو دیکھیں گے اس دوپٹہ یا ٹوپی میں کتنی چاندی لگی ہے۔ اگر اس میں مثلاً پانچ تولے چاندی کا کام ہوا ہے تو کام والی چاندی کے عوض پانچ تولے چاندی تو اسی وقت دینا ضروری ہے باقی پانچ تولے چاندی جو کپڑے کے عوض نہیں ہے بعد میں بھی دے سکتے ہیں۔

یہی حکم جڑاؤ زیور وغیرہ کی خرید کا ہے مثلاً جڑاؤ زیور جس میں دو تولے چاندی ہے پانچ تولے چاندی کے عوض خریدا تو خریدار پر لازم ہے کہ وہ دو تولے چاندی تو اسی وقت دے دے۔ قیمت کے باقی تین تولے جو نگوں کے مقابل ہیں بعد میں بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ: سونے کے زیور یا برتن کو سونے چاندی کے عوض فروخت کیا اور قیمت کا مثلاً نصف حصہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو آدھے زیور و برتن میں بیع صحیح ہوجائے گی اور باقی آدھے میں صحیح نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ زیور یا برتن بائع ومشتری کے درمیان مشترکہ ہوجائے گا اور مذکورہ مثال میں نصف بائع کا ہوگا اور نصف مشتری کا ہوگا۔

مسئلہ: زیور میں دو تولے سونا ہو اور تین تولے وزن کے نگینے ہوں تو اس زیور کو پانچ تولے خالص سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے لیکن قیمت کے پانچ تولہ سونے میں سے دو تولہ سونا اسی وقت دینا ضروری ہے۔ قیمت کے باقی تین تولہ سونے میں جو نگینوں

کے عوض میں ہے ادھار ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کے ذمہ مثلاً پچاس تولہ چاندی کا قرض ہے۔ مقروض نے قرض خواہ کے ہاتھ اس چاندی کے عوض ایک تولہ سونا فروخت کیا تو صحیح ہے۔ اور اگر قرض کی چاندی کا ذکر نہیں کیا بلکہ پچاس تولہ چاندی کو مطلق ذکر کیا یعنی فقط یوں کہا کہ ایک تولہ سونا تمہارے ہاتھ پچاس تولہ چاندی کے عوض فروخت کیا اور سونا قرضخواہ کے سپرد کر دیا۔ اس سے قرض خواہ کے ذمے بھی پچاس تولہ چاندی ثابت ہوئی پھر مقروض اور قرض خواہ نے آپس میں حساب برابر برابر کرلیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کچھ کھوٹ ملی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندنی خریدنا ہے لیکن اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ چاندی کے علاوہ اس میں کچھ اور بھی لگا ہے مثلاً بازو بند کے اندر لاکھ بھری ہوئی ہے اور انگوٹھیوں پر نگ جڑے ہیں ان چیزوں کو چاندی کے عوض خریدا تو دیکھو اس چیز میں کتنے وزن کی چاندی ہے؟ قیمت کی چاندی کے برابر ہے یا اس سے کم ہے یا زیادہ ہے؟ اگر قیمت کی چاندی سے اس چیز کی چاندی یقینا کم ہو تو یہ معاملہ جائز ہے کیونکہ دونوں طرف کی چاندی برابر ہونے کے بعد ایک طرف کی زائد چاندی دوسری طرف کی لاکھ یا نگینوں کے مقابل ہو جائے گی۔ اور اگر برابر یا زیادہ ہو تو سود ہو گیا۔ سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ قیمت کی چاندی زیور کی چاندی سے کم رکھو اور قیمت میں باقی روپے شامل کردو۔ مثلاً دونوں طرف پانچ پانچ تولے چاندی ہو تو قیمت کی چاندی کو پانچ تولے سے کچھ کم کردو مثلاً ساڑھے چار تولہ کردو اور قیمت میں آدھ تولہ چاندی کے بجائے کچھ روپے مثلاً پچاس روپے ملا لو۔

مسئلہ: اگر سونے یا چاندی کا زیور یا برتن سونے چاندی کے عوض خریدا۔ اور اس وقت قیمت دینے کے لیے نہیں ہے یا ادھار مقصود ہے تو اس کے جائز ہونے کا طریقہ یہ ہے

کہ فروخت کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی قرض لے لو اور اس قرض سے قیمت کی ادائیگی کردو۔ پھر قرض بعد میں اتار دو۔

پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ

اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: گاہک پرانا مال لاتا ہے تو اس کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے اور نئے مال کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے پھر ان میں جو فرق ہوتا ہے صرف اس کا لین دین کرلیا جاتا ہے۔ تبادلہ میں بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ مثلاً پرانے مال کا کل وزن ۶ تولہ ہو اور قیمت ایک ہزار روپے مقرر ہو اور نئے مال کا وزن ۴ تولہ ہو اور قیمت ایک ہزار روپے طے ہو یعنی صرف سونے کے زیور کا تبادلہ ہوتا ہے نقد روپوں کے لین دین کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ پرانے مال کا وزن ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔

حکم: یہ طریقہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں ۶ تولے سونے کے زیور کا ۴ تولے سونے کے زیور سے تبادلہ ہوا ہے۔

پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورت

جو آسان اور عام فہم صحیح طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ دکاندار گاہک سے روپوں میں اس کا پرانا زیور خرید لے اور گاہک کو روپے ادا کردے اس کے بعد گاہک جو نیا زیور خریدے اس کی قیمت اس سے روپوں میں وصول کرلے۔ اس کے لیے دکاندار کو صرف اتنا اہتمام کرنا پڑے گا کہ اپنے پاس نقدی کی ایک مقدار رکھنی پڑے گی لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرنا ہو تو مندرجہ ذیل چند اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(الف) اگر دونوں طرف کا زیور سادہ ہو اور دکاندار کا زیور گاہک کے زیور کے وزن کے مساوی ہو یا اس سے وزن میں کم ہو اور دکاندار گاہک سے مزید کچھ لینا

چاہتا ہوتو اپنے زیور کے ساتھ اِیمی ٹیشن (Immitation) کی مثلاً بالیاں ساتھ کردے۔ اوراگر دکاندار کا زیور گاہک کے زیور سے زیادہ وزن کا ہے۔تو وہ گاہک سے زائد روپے بھی لے سکتا ہے۔

(ب) اگر زیور جڑاؤ ہوتو ہر طرح سے زیور کا زیور کے بدلے تبادلہ جائز ہوگا۔ اس وقت ایک طرف کا زائد سونا مع روپے کے (اگر ہو) دوسرے کے نگینوں کی قیمت ہوجائے گی۔ ایسا دونوں طرف سے سمجھا جائے گا۔

(ج) اگر ایک طرف سادہ زیور ہو اوردوسری طرف جڑاؤ ہو اور دکاندار گاہک سے مزید روپے بھی لینا چاہتا ہوتو اس میں یہ تفصیل ہے۔

- اگر جڑاؤ زیور دکاندار کا ہواور سادہ زیور گاہک کا ہوتو خواہ گاہک کے زیور کا سونا دکاندار کے زیور میں موجود سونے سے کم ہو یا زیادہ ہو یا اس کے برابر ہو ہر صورت میں زائد روپے لینا جائز ہے۔
- اگر سادہ زیور دکاندار کا ہو اور جڑاؤ گاہک کا تو اگر گاہک کے زیور میں سونا دکاندار کے سونے سے کم ہوتو دکاندار گاہک سے روپے لے سکتا ہے اور اگر گاہک کے زیور میں موجود سونا دکاندار کے سونے کے مساوی ہو یا زائد ہوتو دکاندار گاہک سے مزید روپے نہیں لے سکتا بلکہ مزید روپوں کے بغیر بھی تبادلہ جائز نہیں ہوگا۔

دوسرا طریقہ: تبادلہ کی صورت میں پہلے دکاندار پرانے زیور میں خالص سونے کی مقدار کا تعین کرتا ہے گاہک بھی اس اندازے کو قبول کرتا ہے اور پھر نیا زیور پسند کرتا ہے۔ نئے زیور میں سونے کی موجودہ مقدار میں سے پرانے زیور کے سونے کا وزن منہا کردیا جاتا ہے۔ زائد سونے کی موجودہ بھاؤ سے قیمت جوڑی جاتی ہے اور مزدوری و نگینے کی قیمت اس میں جمع کر کے لے لی جاتی ہے۔ اگر پرانے زیور میں سونے کا وزن زیادہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت واپس کی جاتی ہے۔

حکم: تبادلہ کا یہ طریقہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں سود بنتا

ہے۔ مثلاً نیا اور پرانا زیور دونوں ہی دس دس تولے کے ہوں اور سادے ہوں بغیر نگینے کے ہوں۔ پرانے زیور میں خالص سونا نو تولے ہو جبکہ نئے زیور میں خالص سونا آٹھ تولے ہو۔ چھ ہزار فی تولہ کے حساب سے پرانا زیور :/۵۴،۰۰۰ روپے کا ہوا اور نیا زیور :/۴۸،۰۰۰ روپے کا ہوا۔ نئے زیور کی مزدوری مثلاً بارہ ہزار روپے ہو تو نیا زیور کل :/۶۰،۰۰۰ روپے کا بنا۔ اب دکاندار اپنے دس تولے کا نیا زیور دے کر گاہک سے دس تولے کا پرانا زیور اور مزید :/۶۰۰۰ روپے لیتا ہے۔ چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے تو مقدار میں برابری کرنا واجب ہے اگرچہ ایک طرف کا سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف کے سونے چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو۔ اس لیے دکاندار جو مزید :/۶،۰۰۰ روپے لے گا وہ سود بنے گا۔

پرانے زیورات کی خریداری

زیورات کی تیاری میں یہ ضروری ہے کہ خالص سونے میں ایک مقررہ شرح سے دوسری دھاتوں کو ملایا جائے۔ اس ملاوٹ میں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پرانے زیورات خریدتے وقت خریدار کو اس ملاوٹ کی صحیح شرح کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا خریدنے والا اپنے تجربے کی روشنی میں ایک اندازہ قائم کرتا ہے اور پرانے زیورات میں خالص سونے کا تعین کر کے وقت کے بھاؤ سے قیمت مقرر کرتا اور نقد ادا کر کے ان کو خرید لیتا ہے خریدنے کے بعد ان زیورات کو گلا کر سونے کو صاف کر کے خالص سونا حاصل کیا جاتا ہے جو اپنے اندازے سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نفع ونقصان کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

خریدار نے اپنے تجربے کی روشنی میں اندازہ کر کے بتایا کہ اس زیور میں خالص سونا پانچ تولہ ہے اور وقت کے بھاؤ سے یوں حساب بتایا کہ اس میں پانچ تولے خالص سونا ہے، چھ ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے کل تیس ہزار روپے بنے۔ پھر جب گلا کر دیکھا تو خالص سونا ساڑھے پانچ تولہ نکلا تو اس کے ذمے واجب ہوگا کہ وہ آدھا تولہ خالص سونے کی قیمت یعنی تین ہزار روپے زیور کے مالک کو ادا کرے اور اگر اس کا کچھ

اتا پتا نہ ہوتو وہ رقم صدقہ کردے۔

چونکہ اندازے میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے لہٰذا صحیح اور جائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے خریدار کو چاہیے کہ وہ خالص سونے کا اندازہ کرکے جو قیمت بتائے وہ کل زیور کی بتائے یعنی فقط یوں کہے کہ یہ زیور میں تم سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں، یوں نہ کہے کہ میں چھ ہزار روپے کے حساب سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں۔

مسئلہ: ایک دکاندار کے پاس اپنے فروخت کئے ہوئے زیورات پرانے ہوکر آتے ہیں جن میں خالص سونے کا تعین نسبتاً آسان اور صحیح ہوتا ہے۔ ان زیورات کو بازار کے بھاؤ سے کچھ کم بھاؤ لگا کر خریدا جاتا ہے۔ اس نفع کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب روپوں میں اوپر مذکور طریقے کے مطابق خریداری کا معاملہ کیا ہوتو جائز ہے اور نفع حلال ہے۔

سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید وفروخت

مسئلہ: موجودہ رائج الوقت کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے۔

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ پانچ روپے اور اس سے زائد کے نوٹ تو رسید ہوتے ہیں کیونکہ ان پر لکھا ہوتا ہے بینک دولت پاکستان عند الطلب اتنے روپے ادا کرے گا تو اس کا ایک آسان جواب یہ ہے کہ ان کاغذی نوٹوں کا استعمال اتنا کثیر اور عام ہوگیا ہے کہ ان کے رسید ہونے کا تصور معدوم ہو چکا ہے اور عرفاً وعملاً ان ہی کو روپیہ اور ثمن سمجھا جاتا ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور میں ادھار خرید وفروخت کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف۔ سودا روپوں میں ہوا ہو۔ جب زیور پر آپس میں جدا ہونے سے پہلے گاہک نے قبضہ کرلیا ہو اور قیمت جو روپوں میں ہو اس کو بعد میں کسی مقررہ تاریخ پر دینے کا وعدہ کیا ہوتو یہ جائز ہے۔

ب۔ سودا سونے یا چاندی کے بدلے میں ہوا یعنی زیور کے بدلے میں گاہک سونا دے گا تو اس صورت میں ادھار جائز نہیں ہے شرعاً سودے کے صحیح ہونے کے لیے جدا ہونے سے پہلے دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے۔

جب روپیہ اور ریزگاری چاندی کی ہو اور پیسہ تانبے کا ہو تو اس صورت میں سونے چاندی کی خرید وفروخت کے مسائل

تنبیہ ۱۔: جب آنوں کا رواج تھا تو ایک روپیہ سولہ آنے کے برابر تھا۔

تنبیہ: ۲۔ پہلے چاندی کا روپیہ چلتا تھا جو ایک تولہ وزن کے برابر ہوتا تھا۔ آگے کے مسائل ان دو باتوں سے متعلق ہیں۔

مسئلہ: بازار میں چاندی کا بھاؤ بہت تیز ہے یعنی اٹھارہ آنے کی چاندی کے روپے کے وزن کے برابر چاندی ملتی ہے۔ روپے کے عوض میں روپے کے برابر وزن چاندی کوئی نہیں دیتا۔ چاندی کا زیور بہت عمدہ بنا ہوا ہے اور دس روپے کے برابر اس کا وزن ہے مگر بارہ سے کم میں نہیں ملتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ روپے سے نہ خریدو بلکہ تانبے کے پیسوں سے خریدو اور اگر زیادہ لینا ہو تو اشرفیوں سے خریدو۔ اٹھارہ آنے پیسوں کے عوض میں روپیہ بھر چاندی لے تو کچھ چاندی کی ریزگاری یعنی ایک روپے سے کم اور کچھ تانبے کے پیسے دے کر خرید لو تو گناہ نہ ہوگا لیکن ایک روپیہ نقد اور دو آنے کے پیسے نہیں دینے چاہئیں نہیں تو سود ہو جائے گا کیونکہ ایک طرف کی چاندی دوسری طرف کی چاندی کے برابر ہوئی اور دو آنے عوض کے بغیر ہوئے جو سود ہے۔ اسی طرح اگر آٹھ روپے بھر چاندی، نو روپے میں لینا منظور ہے تو سات روپے اور دو روپے کے پیسے دے دو تو سات روپے کے عوض میں سات روپے چاندی ہوگئی، باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں آ گئی۔ اگر دو روپے کے پیسے نہ دو تو کم سے کم اٹھارہ آنے کے پیسے ضرور دینے چاہئیں۔ یعنی سات روپے اور چودہ آنے کی ریزگاری اور اٹھارہ آنے کے پیسے دے دیئے تو چاندی کے مقابلہ میں تو اسی کے برابر چاندی آئی جو کچھ بچی وہ سب پیسوں کے عوض میں ہوگئی، اگر آٹھ روپے اور ایک روپے کے پیسے دو گے تو گناہ سے نہ بچ سکو گے، کیونکہ آٹھ روپے کے عوض میں آٹھ روپے بھر چاندی ہونی چاہیے، پھر یہ پیسے کیسے، اس لیے سود ہوگیا، غرض کہ اتنی بات ہمیشہ خیال میں رکھو کہ جتنی چاندی

لی ہے تم اس سے کم چاندی دو اور باقی پیسے دے دو، اگر پانچ روپے بھر چاندی لی ہے تو پورے پانچ روپے نہ دو۔ دس روپے بھر چاندی لی ہو تو پورے دس روپے نہ دو کم دو۔ باقی پیسے شامل کر دو تو سود نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس طرح سودا کرنے میں ہرگز یوں نہ کہو کہ نو روپے کی اتنی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ سات روپے اور دو روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ اور اگر اس طرح نہ کہا تو پھر سود ہو گیا۔

مسئلہ: اور اگر دونوں لینے دینے والے رضا مند ہو جائیں تو ایک آسان بات یہ ہے کہ جس طرف چاندی وزن میں کم ہو اس طرف پیسے شامل ہونے چاہئیں۔

مسئلہ: اور ایک اس سے بھی آسان بات یہ ہے کہ دونوں آدمی جتنے چاہیں روپے رکھیں اور جتنی چاہیں چاندی رکھیں، مگر دونوں آدمی ایک ایک پیسہ بھی شامل کر دیں اور یوں کہہ دیں کہ ہم اس چاندی اور اس پیسہ کو اس روپے اور اس پیسہ کے بدلے لیتے ہیں۔

مسئلہ: اگر چاندی سستی ہے اور ایک روپے کی ڈیڑھ روپیہ وزن کے برابر ملتی ہے، روپے کی روپیہ بھر لینے میں اپنا نقصان ہے تو اس کے لینے اور سود سے بچنے کے لیے یہ صورت ہے کہ داموں میں کچھ نہ کچھ پیسے ضرور ملا دو۔ مثلاً دس روپے کی چاندی پندرہ روپے بھر خریدی تو نو روپے اور ایک روپے کے پیسے دے دو یا دو ہی آنے کے برابر پیسے دے دو۔ باقی چاندی کے روپے اور چاندی کی ریزگاری دے دو تو ایسا سمجھیں گے کہ چاندی کے عوض میں اس کے برابر چاندی لی باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں ہے' اس طرح گناہ نہ ہوگا اور اس بات کا یہاں بھی ضرور خیال رکھو کہ یوں نہ کہو کہ دس روپے کی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ نو روپے اور ایک روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ غرض کہ جتنے پیسے شامل کرنا منظور ہیں، معاملہ کرتے وقت ان کو صاف کہہ بھی دو ورنہ سود سے بچاؤ نہ ہوگا۔

مسئلہ: سچا گوٹہ، ٹھپہ، لچکہ چونکہ چاندی کا ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی ان مسئلوں کا خیال رکھو کیونکہ وہ بھی چاندی ہے اور روپیہ چاندی کا اس کے عوض دیا جاتا ہے یہاں بھی آسان بات وہی ہے کہ دونوں طرف ایک ایک پیسہ ملا لیا جائے۔

مسئلہ: اگر چاندی یا سونے کی بنی ہوئی کوئی ایسی چیز خریدی جس میں فقط چاندی ہی چاندی ہے یا فقط سونا ہے کوئی اور چیز نہیں ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سونے کی چیز چاندی کے روپوں سے خریدے یا چاندی کی چیز اشرفی سے خریدے تو وزن میں چاہے جتنی ہو جائز ہے۔ فقط اتنا خیال رکھے کہ اسی وقت لین دین ہو جائے کسی کے ذمہ کچھ باقی نہ رہے اور اگر چاندی کی چیز چاندی کے روپوں سے اور سونے کی چیز اشرفیوں سے خریدے تو وزن میں برابر ہونا واجب ہے، اگر کسی طرف کچھ کمی بیشی ہو تو اسی ترکیب سے خریدو جو اوپر بیان ہوئی۔

دوسری فصل: جو چیزیں تل کر بکتی ہیں ان کا بیان

جیسے اناج، گوشت، لوہا، تانبا، سبزی، نمک وغیرہ۔

مسئلہ: اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی جنس کی چیز سے جبکہ وہ وصف میں مختلف ہو بیچنا اور بدلنا چاہو مثلاً ایک گیہوں دے کر دوسرے گیہوں لیے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لیے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز غرض کہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے، ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو، ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہ ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گندم الگ کر کے رکھ دی جائیں تم اپنی گندم تول کر الگ رکھ دو کہ دیکھو یہ رکھی ہے جب تمہارا جی چاہے لے جانا، اسی طرح وہ بھی اپنی گندم تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہاری الگ رکھی ہے جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

مسئلہ: خراب گندم دے کر اچھی گندم لینی ہے یا خراب آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے۔ اس لیے اس کے برابر کوئی نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیہوں یا آٹے وغیرہ کو پیسوں سے بیچ دو کہ ہم نے اتنا آٹا دو سو روپے میں بیچا اور دو سو روپے پر قبضہ کر لو۔ پھر اسی دو سو روپے کے عوض اس سے وہ اچھی گندم (یا آٹا) لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر بکتی ہیں دونوں طرف ایک طرح کی چیز نہ ہو جیسے گندم دے کر چاول لیے یا جو، چنا، جوار، نمک، گوشت، سبزی وغیرہ کوئی اور چیز لی غرض کہ ادھر اور چیز ہے اور ادھر اور چیز دونوں طرف ایک چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں۔ سیر بھر گندم دے کر چاہے دس سیر چاول وغیرہ لے لو یا چھٹانک بھر ہی لو تو سب جائز ہے۔ البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رہتے رہتے دونوں طرف سے لین دین ہو جائے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دی جائیں اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہو گیا۔

مسئلہ: سیر بھر چنے کے عوض میں سبزی فروش سے کوئی سبزی لی لیکن لین دین کرنے سے بیشتر کسی کام سے تھوڑی دیر کو دوسری جگہ چلا گیا تو یہ ناجائز اور حرام ہے، اب پھر سے معاملہ کرے۔

مسئلہ: اگر اس قسم کی چیز جو تول کر بکتی ہے روپے پیسے سے خریدی یا کپڑے وغیرہ کسی ایسی چیز سے بدلی ہے جو تول کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا گنتی سے بکتی ہے مثلاً ایک تھان کپڑا دے کر گیہوں وغیرہ لیے یا گیہوں چنے دے کر انڈے، کیلے، گلاس ایسی چیزیں لیں جو گن کر بکتی ہیں غرض کہ ایک طرف ایسی چیز ہے جو تول کر بکتی ہے اور دوسری طرف گنتی سے یا گز سے ناپ کر بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی واجب نہیں۔ ایک سو روپے کے چاہے جتنے گیہوں، آٹا، سبزی خریدے اسی طرح کپڑا دے کر چاہے جتنا اناج لے، گیہوں چنے وغیرہ دے کر چاہے جتنے کیلے انڈے گلاس وغیرہ لے اور چاہے اسی وقت اس جگہ رہتے رہتے لین دین ہو جائے اور چاہے الگ ہونے کے بعد، ہر طرح یہ معاملہ درست ہے۔

مسئلہ: ایک طرف چھنا ہوا آٹا ہے دوسری طرف بے چھنا یا ایک طرف موٹا ہے دوسری طرف باریک تو سودا کرتے وقت ان دونوں کا برابر ہونا واجب ہے، کمی زیادتی جائز نہیں اگر ضرورت پڑے تو اس کی وہی ترکیب ہے جو بیان ہوئی اور اگر ایک طرف گیہوں کا آٹا ہے دوسری طرف چنے کا یا جوار وغیرہ کا تو اب وزن میں دونوں کا برابر ہونا

واجب نہیں، مگر وہ دوسری بات بہرحال واجب ہے کہ ہاتھ در ہاتھ لین دین ہوجائے۔

مسئلہ: پیمانہ میں پیمائش کر کے گیہوں کو آٹے سے بدلنا کسی طرح درست نہیں چاہے لٹر کا پیمانہ بھر گیہوں دے کر لٹر پیمانہ ہی بھر آٹا لو چاہے کچھ کم زیادہ لو بہرحال ناجائز ہے کیونکہ اس پیمانہ میں آٹے کو دبا کر بھرا جائے تو وہ زیادہ آئے گا۔ البتہ اگر گیہوں دے کر گیہوں کا آٹا نہیں لیا بلکہ چنے وغیرہ کسی اور چیز کا آٹا لیا تو جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اور اگر وزن کر کے ایک کلو گندم کو ایک کلو آٹے سے بدلو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ: سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا یا تل دے کر تلوں کا تیل لیا تو دیکھو اگر یہ تیل جو تم نے لیا ہے یقیناً اس تیل سے زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں سے نکلے گا تو یہ بدلنا ہاتھ در ہاتھ صحیح ہے کیونکہ زائد تیل پھوک کا عوض بن جائے گا۔ اور اگر اس کے برابر یا کم ہو یا شبہ اور شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو درست نہیں بلکہ سود ہے۔

مسئلہ: گائے کا گوشت دے کر بکری کا گوشت لیا تو دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں کمی بیشی جائز ہے، مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ: اپنا تانبے کا لوٹا دے کر دوسرے کا تانبے کا لوٹا لیا یا تانبے کا لوٹا تانبے کی پتیلی وغیرہ کسی اور برتن سے بدلا تو وزن میں دونوں کا برابر ہونا اور ہاتھ در ہاتھ ہونا شرط ہے، اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو سود ہوگیا کیونکہ دونوں چیزیں تانبے کی ہیں اس لیے وہ ایک ہی قسم کی سمجھی جائیں گی۔ اسی طرح اگر وزن میں برابر ہوں مگر ہاتھ در ہاتھ نہ ہو تب بھی سود ہوگا البتہ اگر ایک طرف تانبے کا برتن ہو اور دوسری طرف لوہے کا یا پیتل وغیرہ کا تو وزن کی کمی بیشی جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ: کسی سے سیر بھر گندم قرض لی اور یوں کہا ہمارے پاس گندم تو نہیں ہے ہم اس کے عوض دو سیر چنے دے دیں گے تو جائز نہیں کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گندم کو چنے سے بدلتے ہیں اور بدلتے وقت ایسی دونوں چیزوں کا اسی وقت لین دین ہوجانا چاہیے کچھ ادھار نہ رہنا چاہیے۔ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑے تو یوں کرے کہ گندم ادھار

لے جائے اس وقت یہ نہ کہے کہ اس کے بدلے ہم چنے دیں گے بلکہ کسی دوسرے وقت چنے لا کر کہے، کہ اس گندم کے بدلے تم یہ چنے لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: جتنے مسئلے بیان ہوئے سب میں اسی وقت لین دین ہوجانا یا کم سے کم اسی وقت سامنے دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دینا شرط ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو سودی معاملہ ہوا۔

مسئلہ: جو چیزیں تول کر نہیں بکتیں بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اسی قسم کی چیز لو، جیسے کیلے دے کر دوسرے کیلے لیے یا گلاس دے کر گلاس یا کپڑا دے کر دوسرا ویسا کپڑا لیا، تو برابر ہونا شرط نہیں کمی بیشی جائز ہے لیکن اسی وقت لین دین ہوجانا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر ایک طرف اور چیز ہے اور دوسری طرف اور چیز اور دونوں تول کر نہیں بکتیں مثلاً گلاس دیکر انڈا لیا یا کپڑا دے کر انڈے لیے یا مخمل دے کر لٹھا لیا تو بہر حال جائز ہے نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔

مسئلہ: سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ چاندی سونے کے علاوہ میں اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز تول کر بکتی ہو جیسے گیہوں کے عوض گیہوں، چنے کے عوض چنا وغیرہ، تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے لیکن تول کر نہیں بکتی جیسے کیلا دے کر کیلا، انڈے دے کر انڈے، کپڑا دے ویسا ہی کپڑا لیا یا ادھر سے اور چیز ہے اس طرف سے اور چیز لیکن دونوں تول کر بکتی ہیں جیسے گیہوں کے بدلے چنا' چنے کے بدلے جوار لینا۔ ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں۔ کمی بیشی جائز ہے البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔ اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں یعنی دونوں طرف ایک چیز نہیں اس طرف کچھ اور ہے اس طرف کچھ اور۔ اور وہ دونوں وزن و پیمائش کے حساب سے بھی نہیں بکتیں۔ وہاں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں جیسے کیلا دے کر مالٹا لینا۔

مسئلہ: چینی کا ایک برتن دوسرے چینی کے برتن سے بدل لیا یا چینی کو تام چینی سے بدلا

تو اس میں برابری واجب نہیں ایک کے بدلے دو لے تب بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک سوئی دے کر دو سوئیاں یا تین یا چار لینا بھی جائز ہے لیکن اگر دونوں طرف چینی یا دونوں طرف تام چینی ہو تو اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا چاہیے اور اگر قسم بدل جائے مثلاً چینی سے تام چینی بدلی تو یہ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ: پڑوسن آئی کہ تم نے جو سیر بھر آٹا پکایا ہے وہ روٹی ہم کو دے دو۔ ہمارے گھر مہمان آ گئے ہیں اور سیر بھر یا سوا سیر آٹا گیہوں لے لو یا اس وقت روٹی دے دو پھر ہم سے آٹا یا گیہوں لے لینا، یہ درست ہے کیونکہ پکنے کے بعد روٹی کی جنس آٹے گیہوں سے مختلف جنس ہے۔

مسئلہ: اگر نوکر سے کوئی چیز منگاؤ تو اس کو خوب سمجھا دو کہ اس چیز کو اس طرح خرید کر لانا، کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ بے قاعدہ خرید لائے جس میں سود ہو جائے۔

تیسری فصل: غیر سودی بینکاری

سودی بینکاری کی یہ دو بنیادیں ہیں:

۱ سرمایہ کاری میں نقصان کا کچھ اندیشہ نہ ہو۔

۲ وہ قطعی نفع سے خالی نہ ہو۔

جبکہ غیر سودی بینکاری کی بنیادیں اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہوگا اور نفع کا حصول بھی یقینی نہ ہوگا اور پھر نفع ہو تو اس کی مقدار یقینی نہیں بلکہ کم و بیش ہو سکتی ہے۔

لیکن جب بینک کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایک تجارتی ادارہ ہے اور دیگر تجارتی ادارے نقصان کے اندیشہ اور نفع میں کمی بیشی کا تحمل کرتے ہیں تو کیا وجہ کہ بینک کو سودی نظام پر چلا کر اس کو تجارتی طریقے سے مستثنٰی کیا جائے اور وہ تجارتی و معاشی میدان میں یہودی کا کردار ادا کرے۔

تنبیہ ♦ : بینکاری کی اصلاح اور اس کو غیر سودی نظام پر لانے کے لیے بنیادی فکر کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ محض جزوی اصلاح مفید نہ ہوگی۔

تنبیہ ♦ : معاشرہ میں ایک ادارے کو ایک خاص فکر اور نظام پر چلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس ادارے سے وابستگی اور تعلق رکھنے والے تمام افراد اور محکمے خواہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں ہوں یا حکومت میں ہوں یا حکومت خود ہو یہ سب بھی تہہ دل سے اس خاص فکر اور نظام پر قائم ہوں۔ متضاد فکر اور نظام کے خواہاں لوگوں سے اصلاح کی توقع کرنا عبث ہے۔ وہ ایک طرف سے کچھ اصلاح کریں گے بھی تو دوسری طرف سے فوراً ہی بگاڑ کے اسباب بھی پیدا کرلیں گے۔ علاوہ ازیں ایک معاشرہ کا بیک وقت دو متضاد راستوں پر چلنا قطعاً ناممکن ہے۔

تنبیہ ♦ : غیرسودی نظام ایک علیحدہ مستقل نظام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سودی نظام کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا جائے اور غیرسودی نظام کے قواعد وضوابط کے تحت بینکاری کا اپنا طریقہ اختیار کیا جائے۔ غیرسودی بینکاری کو سودی بینکاری کا غلام اور اس کی خواہشوں کا تابع نہیں بنایا جاسکتا۔

بینکنگ کا غیرسودی اور شرعی طریق کار

بینکاری کا تعلق دوطرفہ ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا تعلق ان لوگوں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنی رقمیں بینک میں رکھوائیں۔ دوسری طرف ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جن کو بینک سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

غیرسودی بینک کی سرمایہ کاری کے طریقے

مرابحہ مؤجلہ:

مرابحہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایک شے مثلاً دوسو میں خریدے اور قیمت خرید یا قیمت لاگت پر پانچ یا دس فیصد وغیرہ نفع کے ساتھ فروخت کردے اور موجلہ ادھار کو کہتے ہیں یعنی پھر وہ رقم ماہانہ قسطوں میں ادا کی جائے۔

ایک شخص کو اپنے کارخانہ کے لیے مشین خریدنی ہے۔ وہ بینک کے پاس آتا ہے۔ بینک اس کو رقم بطور قرض دینے کے بجائے وہ مشین خود خرید کر مثلاً دس فیصد نفع سے اس

شخص کے ہاتھ ادھار فروخت کردے اور قیمت فروخت قسطوں میں وصول کر لے۔

اس میں اگر بینک کو یہ اشکال ہو کہ پھر خریداری کے لیے اس کو علیحدہ سے عملہ رکھنا پڑے گا اور ذمہ داریوں کا دائرہ بہت پھیل جائے گا تو اس میں یہ آسانی اختیار کی جا سکتی ہے کہ بینک مشین لینے والے شخص کو مشین کی خریداری میں اپنا وکیل مقرر کر دے۔ جب وہ شخص مشین پسند کر لے تو بینک اپنا ایک معتمد علیہ نمائندہ بھیجے جو مشین کی قیمت خرید کی ادائیگی کر دے اور مشین پر اپنا قبضہ ہو جانے کے بعد مشین کے طلبگار شخص کے ہاتھ فروخت کر دے۔ یہ فروختگی بالفعل ہو۔ اور اس وقت بیعنامہ اور ادائیگی کی شرائط کی تکمیل کی جائے۔ محض فرضی کارروائی نہ ہو۔

مشین کو فقط مثال کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ کسی بھی چیز کی خریداری میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔

مضاربت

کسی کمپنی یا کاروباری ادارے کو بینک مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرے۔ یعنی سرمایہ بینک کا اور کام ادارے کا۔ نفع کی تقسیم کی شرح متعین ہو۔ اگر نقصان ہو جائے جس میں ادارے یا کمپنی کی کوتاہی اور زیادتی کو دخل نہ ہو تو نقصان بینک کا ہوگا۔

مشارکت (Partnership)

مضاربت اور مشارکت میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ مشارکت میں اگر کمپنی اور ادارے کو نقصان ہو اور وہ نقصان راس المال پر اثر انداز ہو رہا ہو تو کمپنی اور بینک دونوں اپنے اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کریں گے جبکہ مضاربت میں راس المال پر اثر انداز ہونے والا نقصان پورے کا پورا بینک کے ذمے ہوگا۔

اجارہ یعنی لیز (Lease) پر زمین یا مشین دینا:

خود ہی کوئی مال خرید کر نفع سے فروخت کرنا

سرمایہ کاری کی یہ صورتیں ہیں جو قابل عمل ہیں۔ ان کو اختیار کرتے ہوئے ضروری ہوگا کہ ان کی تمام شرائط جو شریعت نے بتائی ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ ضروری شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے سارا معاملہ شریعت کی نظر میں فاسد ہوجاتا ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

بینک کی آمدنی کے دیگر ذرائع

☼ ۱ محنتانہ

الف۔ کرنٹ اکاؤنٹ (چالو کھاتہ) کھولنے والوں سے بینک محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ب۔ برآمد کنندہ سے اس کو مہیا کی جانے والی خدمات پر محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ج۔ صارفین کے بل جمع کرنے پر متعلقہ محکمہ سے محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

☼ ۲ بٹہ لگانے کا متبادل

ہنڈی (Bill of Exchange) ایک خاص قسم کی دستاویز ہوتی ہے۔ جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو خریدار کے نام بل بناتا ہے۔ بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے۔ اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لیے مدیون اس کو منظور کر کے اس پر دستخط کر دیتا ہے کہ میرے ذمہ فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے۔ ہنڈی میں لکھا ہوا قرض و دین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جاسکتا ہے۔ مگر ادھار فروخت کرنے والے کو اگر رقم کی فوری ضرورت پڑ جائے تو کسی تیسرے شخص کو بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے اور بل کی پشت پر دستخط کر کے اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ تیسرا شخص اس پر لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کرتا ہے۔ مثلاً ہنڈی پر ایک ہزار روپے لکھے ہوئے ہیں تو وہ نوسو

پچاس روپے دیتا ہے۔ اس عمل کو بٹہ لگانا اور (Discounting of Bill of Exchange) کہتے ہیں۔

یہ طریقہ بل میں کٹوتی کی وجہ سے ظاہر ہے کہ سود کی کھلی شکل ہے۔ غیر سودی بینکاری میں اس کو بالکل چھوڑا بھی جاسکتا ہے اور بینک ایسی سہولت مہیا کرنے سے معذرت کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس کی ضرورت واقعی ہو تو اس کی صورت یہ کی جاسکتی ہے کہ بل یا ہنڈی اگر پچاس ہزار روپے کی ہو اور مدت تین ماہ کی ہو تو بینک اس رقم کے عوض بل والے کے ہاتھ ڈالر یا اور کوئی غیر ملکی کرنسی تین ماہ کے ادھار پر اتنی مقدار میں فروخت کرے کہ بینک کو اپنا مطلوبہ نفع بھی حاصل ہو جائے اور بینک یہ کرنسی بل والے کو اسی نشست میں ادا کر دے کچھ تاخیر نہ کرے۔ پھر بل والا وہ بل بینک کو حوالے کے طور پر دیدے۔

☼ ۳ درآمد کنندہ کے ساتھ شراکت

جب کوئی شخص دوسرے ملک سے کوئی چیز درآمد کرنا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات کا اطمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو وہ واقعتاً قیمت کی ادائیگی کردے گا۔ لہٰذا درآمد کنندہ برآمد کنندہ کو اطمینان دلانے کے لیے بینک سے ایک ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک برآمد کنندہ کو ضمانت دیتا ہے کہ ادائیگی کا ذمہ دار وہ ہوگا۔ اس ضمانت نامہ کو انگریزی میں (Letter of Credit) کہتے ہیں اور اس کے حاصل کرنے کو اردو میں ایل سی کھلوانا کہتے ہیں۔ بینک ایل سی کھول کر برآمد کنندہ کے بینک کو بھیج دیتا ہے۔ ایل سی پہنچنے کے بعد وہاں سے مال جہاز میں بک کرادیا جاتا ہے اور جہاز راں کمپنی مال بک ہونے کی رسید جاری کرتی ہے جس کو (Bill of Lading) کہتے ہیں۔ برآمد کنندہ کا بینک یہ بل آف لیڈنگ مع متعلقہ کاغذات کے ایل سی کھولنے والے بینک کو بھیج دیتا ہے جو یہ درآمد کنندہ کو دے دیتا ہے۔

قیمت کی ادائیگی کے لیے بینک اور درآمد کنندہ کے درمیان مختلف معاہدے ہوتے ہیں۔کبھی درآمد کنندہ ایل سی کھلواتے وقت ہی پوری رقم کی ادائیگی کردیتا ہے۔ کبھی ساری ادائیگی بینک سے کاغذات چھڑاتے وقت ہوتی ہے کبھی ایل سی کھولنے کے وقت تھوڑی ادائیگی کی جاتی ہے اور کبھی یہ معاہدہ بھی ہوتا ہے کہ کاغذات آنے پر بینک اپنے پاس سے ادائیگی کردے گا اور درآمد کنندہ ایک معین مدت کے بعد بینک کو ادائیگی کرے گا۔اس صورت میں بینک کا قرض درآمد کنندہ کے ذمے ہوجاتا ہے۔

قرض کی ایک صورت کبھی یہ بن جاتی ہے کہ جب ادائیگی کے بغیر یا کچھ ادائیگی پر ایل سی کھولی گئی کاغذات آتے ہی بینک ادائیگی کردے جبکہ درآمد کنندہ کی طرف سے کسی وجہ سے چند دن تاخیر ہوجائے مثلاً اس لیے تاخیر ہوگئی کہ بینک کی طرف سے رابطہ کرنے میں کسی وجہ سے مثلاً ہڑتال یا چھٹی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ ایسی صورت میں اتنے دن کا قرضہ خود بخود ہوجاتا ہے۔

قرضے کی ان دونوں صورتوں میں سودی بینکاری میں بینک سود وصول کرتا ہے۔

اس کی متبادل صورت یہ ہے کہ بینک درآمد کنندہ کے ساتھ سامان کی خرید میں شریک ہوجائے۔ مثلاً ایک لاکھ کا سامان منگوانا ہے تو بینک مثلاً دس ہزار میں شریک ہوجائے۔ درآمدات کے کاغذوں میں اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ اپنے کاغذوں میں اس کو لکھ سکتے ہیں۔ جب وہ سامان آجائے تو جس قسم کے حالات ہوں بینک ان کے مطابق نفع لگا کر وہ سامان درآمد کنندہ کے ہاتھ فروخت کردے۔ مثلاً اگر درآمد کنندہ بینک کی ادائیگی سے پہلے پوری رقم ادا کرچکا ہے تو بینک اس کے ہاتھ اپنا حصہ مثلاً ساڑھے دس ہزار میں فروخت کردے۔ (بینک یہ نفع محض فراہم کردہ خدمات کو سامنے رکھ کر لگائے) اور اگر تاخیر سے ادا کرنے کی صورت بن رہی ہو تو مثلاً گیارہ ہزار میں فروخت کردے۔

بینک اور کھاتہ داروں کے درمیان معاملہ

ایک تو بینک کے حاملین حصص (Share Holders) ہوتے ہیں جن کو ہم نے

بینک کہا ہے اور دوسرے کھاتہ دار ہوتے ہیں۔ یہ آپس میں نفع کی تقسیم مثلاً نصف نصف کر سکتے ہیں یا کوئی اور تناسب طے کر سکتے ہیں

کھاتہ داروں کی مدت کے اعتبار سے مختلف قسمیں بنادی جائیں مثلاً ایک ماہ والا کھاتہ، تین ماہ والا کھاتہ، چھ ماہ والا کھاتہ اور ایک سال والا کھاتہ اور زائد مدت کا کھاتہ۔ جو جس کھاتے میں رقم جمع کرانا چاہے اس میں کرادے۔ ہر کھاتہ کی سرمایہ کاری اور حساب کتاب بالکل علیحدہ ہو۔ ماہانہ کھاتہ کی ابتداء ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہو اور سہ ماہی کی یکم جنوری، یکم اپریل، یکم جولائی اور یکم اکتوبر کو ہو اور شش ماہی کھاتہ کی ابتداء یکم جنوری اور یکم جولائی کو ہو اور سالانہ کی یکم جنوری کو ہو۔

ہر کھاتہ کی مدت کے ختم پر حساب کتاب تیار کیا جائے اور اخراجات منہا کر کے نفع میں سے حاملین حصص کو تناسب میں سے ان کا حصہ دے کر باقی اس کھاتہ کے تمام ممبران میں ان کی رقم کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے۔

ایک ماہ والے کھاتہ دار اگر چاہیں تو وہ درخواست دے کر آئندہ آنے والی تاریخ میں سہ ماہی یا شش ماہی یا سالانہ کھاتہ کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔

دوران مہینہ اگر کوئی شخص کھاتہ کھولے تو اس کو اس مدت کا نفع نہیں ملے گا اور جس کھاتہ میں ہے اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے وہ اپنا کھاتہ بند کرنے کا اختیار نہ رکھے گا۔

مختلف مدتوں والے کھاتوں میں نفع کا تناسب مختلف بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً ایک ماہ کے کھاتہ میں تناسب چالیس اور ساٹھ کا ہو یعنی کھاتہ داروں کے چالیس فیصد اور حاملین حصص کے ساٹھ فیصد، سہ ماہی کھاتہ میں تناسب پینتالیس اور پچپن کا ہو اور شش ماہی میں پچاس پچاس فیصد کا ہو اور سالانہ میں پچپن اور پینتالیس فیصد کا ہو۔

بینک میں اکاؤنٹ کھولنا

موجودہ نفع نقصان کا شراکتی کھاتہ (یعنی PLS اکاؤنٹ) کھولنا جائز نہیں ہے کیونکہ بینک آگے جو سرمایہ کاری کرتا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے سود سے خالی نہیں۔ اگر کسی نے غلطی سے کھول لیا ہو تو وہ اس میں سے اپنا اصل مال نکال لے اور نفع یا سود

بینک ہی میں چھوڑ دے۔ اگر کسی نے نفع بھی نکلوالیا ہوتو وہ ثواب کی نیت کے بغیر فقراء پر صدقہ کردے۔

اگرضرورت اور مجبوری نہ ہوتو چالو کھاتہ یعنی Current Account بھی نہ کھولے لیکن اگر مجبوری ہوتو اس کی گنجائش ہے۔

انعامی بانڈ

اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور بانڈ کے نام سے قرض کی رسید جاری کرتی ہے اور لوگوں کو قرض دینے پر آمادہ کرنے کے لیے حکومت نے انعامی سکیم ساتھ نکالی ہے۔ موہوم انعام کے لالچ میں بانڈ خریدنا یہ جوئے کی صورت ہے اور شرط طے کرکے قرض پر انعام دینا یا لینا یہ سود ہے۔ غرض انعامی بانڈ کی سکیم بالکل حرام ہے اور انعامی بانڈ کی اس سے کم وبیش قیمت پر خرید وفروخت بھی سود ہے اور حرام ہے۔ لہٰذا انعامی بانڈ خریدنا اور اپنے پاس رکھنا ناجائز ہے۔ اگر کبھی مجبوری سے کسی گاہک سے لینا پڑ جائے تو فوراً اس کو بھنوالیا جائے۔

اگر غلطی سے بانڈ خریدلیا اور اس پر انعام نکل آیا تو اس سے خلاصی کی فقط یہ صورت ہے کہ اس بانڈ کو جلا دیا جائے۔

حکومت کی جاری کردہ بچت سکیموں میں شرکت ناجائز ہے

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تمام سکیمیں سود سے خالی نہیں۔

لیزنگ اور مضاربہ کمپنیوں کی سرمایہ کاری کے مروجہ طریقے ناجائز ہیں۔

مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں

بیمہ کمپنی والے بیمہ کی حمایت میں جو فتوے دکھاتے ہیں وہ ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ یا تو ان میں کتر بیونت کی گئی ہے یا قوی شرعی دلائل ان کے خلاف ہیں۔

جہاں کہیں حکومتی مجبوری سے انشورنس کرانی پڑے تو کم سے کم مقدار جس کی اجازت ہو اس پر کرائے اور موقع ملنے پر بیمہ کی رقم نہ لے۔ نقصان برداشت کرلے کیونکہ بیمہ بھی

سود پر مشتمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنی جمع کرائی ہوئی اصل رقم واپس لے سکتا ہے۔

تکافل اور اسلامی انشورنس کے نام سے وقف کی بنیاد پر ایک نظام جاری کیا گیا ہے۔ یہ نظام اور اس کی بنیاد شرعی اعتبار سے تسلی بخش نہیں ہے سود ہی کی شکل ہے۔

مختلف کرنسیوں کا تبادلہ

حکومت کی جانب سے مقرر کی ہوئی شرح تبادلہ سے کم وبیش قیمت پر روپوں کے بدلے دوسرے ملکوں کی کرنسی خرید سکتے ہیں۔ البتہ ایک ہی ملک کی کرنسی مثلاً پاکستانی روپوں کے دوطرف تبادلہ میں برابری ضروری ہے۔

دارالحرب میں سودی معاملہ

مسئلہ: وہ مسلمان جو ویزا لے کر دارالحرب میں گیا ہو (یعنی مسلم مستامن) اور وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا ہو (یعنی مسلم حربی) یہ لوگ کافر حربی اور مسلم حربی سے سود لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: مسلم اصلی یعنی وہ مسلمان شخص جس کو دارالحرب میں مستقل سکونت کی اجازت مل گئی ہو یا جس دارالاسلام کا وہ پہلے باشندہ تھا وہ دارالحرب میں تبدیل ہوگیا ہو یہ بھی دارالحرب میں حربی سے سود لے سکتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ سود لینے کی بات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کا مال مباح ہوتا ہے اور جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ حربی کا مال لے سکتے ہیں جبکہ کوئی دھوکہ اور خیانت نہ کی ہو۔ غرض بظاہر لینے میں سود ہے لیکن حقیقت میں سود نہیں ہے بلکہ مباح مال ہے جو حربی کی رضامندی سے لیا ہے۔

رہا دارالحرب میں کسی مستامن یا مسلم اصلی کا سود دینا اگرچہ کسی کافر کو ہی دے یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ مسلمان کا مال مباح نہیں ہوتا۔

تنبیہ: یہ ہم نے اصل مسئلہ لکھا ہے۔ البتہ کسی جگہ میں مفاسد کا اندیشہ کرکے وہاں کے علماء اس سے اجتناب کا قول کریں تو ان کے قول پر عمل کیا جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ

مسئلہ: جبری پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے ایک متعین رقم ہر ماہ کاٹی جاتی ہے۔ اس پر ہر ماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ بنام سود جمع کرتا ہے، شریعت میں اس کی حیثیت ہبہ اور ہدیہ کی ہے کیونکہ اس پر شرعی اعتبار سے ربا اور سود کی تعریف صادق نہیں آتی خواہ محکمہ نے اسے سود کا نام لے کر دیا ہو، اس لیے کہ سود ایسا معاملہ ہوتا ہے جو دوطرفہ بنیاد پر طرفین کے درمیان طے ہوکر وجود میں آتا ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ کے لیے تنخواہ میں سے جبری کٹوتی کی جاتی ہے اور وہ حصہ ملازم کو نہیں دیا جاتا۔ اس وجہ سے اس حصہ پر نہ تو ملازم کا قبضہ ہوا اور نہ اس کی ملکیت ہے اور اس رقم کے ساتھ محکمہ جو اضافہ کرتا ہے اپنی ملکیت ہی میں کرتا ہے اور اپنی ہی ملکیت میں اضافہ کرنا سود نہیں ہوتا۔ پھر جب محکمہ یہ اضافہ ملازم کو دیتا ہے تو درحقیقت ہدیہ دیتا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب محکمہ نے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اپنے پاس رکھی ہو یا کسی کمپنی وغیرہ کو دی ہو تو اپنے طور سے اپنی ذمہ داری پر دی ہو۔

مسئلہ: قاعدہ ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام کی نیت سے استعمال کرنا حرام ہے مثلاً کوئی شربت کو یہ سمجھ کر پیئے کہ یہ شراب ہے تو اگرچہ شربت حلال ہے مگر جو نیت اس نے کی وہ حرام ہے۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ کے ساتھ ملنے والی زائد رقم کو ہدیہ سمجھ کر لے سود سمجھ کر نہ لے کیونکہ اس کو سود سمجھ کر لینا حرام ہے۔

مسئلہ: البتہ پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم اپنے اختیار سے کٹوائی جائے تو اس پر جو رقم محکمہ سود کے نام پر دے گا اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس میں سود کا شبہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ملازم اپنے پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرض لے تو یہ شرعاً قرض نہیں ہے اور اگر اس پر محکمہ ملازم سے سود وصول کرے تو وہ حقیقتاً سود بھی نہیں ہے کیونکہ ملازم نے اپنے حق میں سے رقم لی ہے اور جو سود کے نام پر وہ رقم جمع کراتا ہے وہ اسی کے نام پر جمع ہوتی ہے اور اس کو واپس مل جاتی ہے۔

۞۞۞

باب ۳۳

بیع سلم (Future Sale) کا بیان

تعریف: اس طرح سے بیع کرنا کہ خریدار نے قیمت کی ادائیگی تو ابھی نقد کر دی اور بائع سامان کچھ عرصہ بعد مہیا کرے گا اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔

مثلاً فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو دس ہزار روپے دیئے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلاں مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم سے ان دس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے اور نرخ اسی وقت طے کر لیا کہ سو روپے کے بیس سیر کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے۔ جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی بھاؤ گیہوں دینا پڑیں گے چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے' بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس بیع کو سلم کہتے ہیں لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی ضروری شرطیں ہیں۔

اول شرط یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف ایسی طرح بتا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے مثلاً کہہ دے کہ فلاں قسم کا گیہوں دینا، بہت پتلا نہ ہو نہ پالا مارا ہو' عمدہ ہو خراب نہ ہو۔ اس میں کوئی اور چیز چنے' مٹر وغیرہ نہ ملی ہو۔ خوب سوکھے ہوں گیلے نہ ہوں۔ غرض کہ جس قسم کی چیز لینا ہو ویسی بتا دینا چاہیے تا کہ لیتے وقت جھگڑا نہ ہو۔ اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ دس ہزار روپے کے گیہوں دے دینا تو یہ ناجائز ہوا۔ یا یوں کہا کہ ان دس ہزار روپے کے چاول دے دینا اس کی قسم کچھ نہیں بتائی یہ سب ناجائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر لے کہ سو روپے کے پندرہ کلو یا بیس کلو کے حساب سے لیں گے۔ اگر یوں کہا کہ اس وقت جو بازار کا بھاؤ ہو اس حساب سے ہم کو دینا یا اس سے دو کلو زیادہ دینا تو یہ جائز نہیں۔ بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہ

کرو۔ اسی وقت اپنے لینے کا نرخ مقرر کرلو۔ وقت آنے پر اسی مقرر کئے ہوئے بھاؤ سے لے لو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپے کے لینا ہوں اسی وقت بتادو کہ ہم دس ہزار روپے یا بیس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے۔ اگر یہ نہیں بتایا اور یوں ہی گول مول کہہ دیا کہ کچھ رقم کے ہم بھی لیں گے تو یہ صحیح نہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اسی جگہ رہتے رہتے سب روپے دے دو۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپے دیئے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا، اب نئے سرے سے کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے اور پانچ ہزار روپے دوسرے وقت دیئے تو پانچ ہزار میں بیع سلم باقی رہی اور پانچ ہزار روپے میں باطل ہو گئی۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ اپنے لینے کی مدت کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینے کے بعد فلانی تاریخ کو ہم گیہوں لیں گے، مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ مدت کی کچھ تحدید نہیں کرتے۔ غرض دن تاریخ مہینہ سب مقرر کردے تاکہ جھگڑا نہ پڑے کہ وہ کہے میں ابھی نہ دوں گا اور تم کہو نہیں آج ہی دو۔ اس لیے پہلے ہی سے سب طے کرلو۔ اگر دن تاریخ، مہینہ مقرر نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ جب فصل کٹے گی تب دے دینا تو یہ صحیح نہیں۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کردے کہ فلانی جگہ وہ گیہوں دینا یعنی اسی شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لیے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ غرض کہ جو منظور ہو صاف بتادے۔ اگر یہ نہیں بتایا تو صحیح نہیں۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کے لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگتی مثلاً مشک خریدا سچے موتی یا اور کچھ تو لینے کی جگہ بتانا ضروری نہیں۔ جہاں خریدار ملے اس کو دے دے۔

ساتویں شرط: سلم کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت

سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے نایاب نہ ہو۔ اگر اس درمیان میں وہ چیز بالکل نایاب ہو جائے کہ اس ملک کے بازاروں میں نہ ملے گو دوسری جگہ سے بہت مصیبت جھیل کر منگوا سکے تو وہ بیع سلم باطل ہوگئی۔

اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ درست نہیں۔

مسئلہ: گیہوں وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کر دی جائے کہ لیتے وقت کچھ جھگڑا ہونے کا ڈر نہ رہے ان کی بیع سلم بھی درست ہے جیسے انڈے، اینٹیں، کپڑا، مگر سب باتیں طے کر لے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو، اتنی لمبی، اتنی چوڑی، کپڑا سوتی ہو اتنا باریک ہو اتنا موٹا ہو۔ دیسی ہو یا ولایتی غرض کہ سب باتیں بتا دینا چاہئیں کچھ گنجلک باقی نہ رہے۔

مسئلہ: سو روپے کی پانچ گٹھڑی یا پانچ کھانچی کے حساب سے بھوسا بطور بیع سلم کے لیا تو یہ درست نہیں کیونکہ گٹھڑی اور کھانچی کی مقدار میں بہت فرق ہوتا ہے، البتہ اگر کسی طرح سے سب کچھ مقرر اور طے کر لے یا وزن کے حساب سے بیع کرے تو درست ہے۔

مسئلہ: معاملہ کرتے وقت یہ شرط کر دی کہ فصل کے کٹنے پر فلاں مہینے میں ہم نئے گیہوں لیں گے یا فلاں کھیت کے گیہوں لیں گے تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ شرط نہ کرنی چاہیے پھر وقت مقررہ پر اس کو اختیار ہے چاہے نئے دے یا پرانے۔ البتہ اگر نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے کی شرط کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: تم نے دس ہزار روپے کے گیہوں لینے کا معاملہ کیا تھا وہ مدت گزر گئی بلکہ زیادہ ہوگئی مگر اس نے اب تک گیہوں نہیں دیئے نہ دینے کی امید ہے تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم گیہوں نہ دو بلکہ اس گیہوں کے بدلے میں اتنے چنے یا اتنے دھان یا اتنی فلاں چیز دے دو۔ گیہوں کے عوض کسی اور چیز کا لینا جائز نہیں۔ یا تو اس کو کچھ مہلت دے دو اور مہلت کے بعد گیہوں لو یا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ اسی طرح اگر بیع سلم کو تم دونوں نے توڑ دیا کہ ہم وہ معاملہ توڑتے ہیں گیہوں نہیں لیں گے تو روپیہ واپس دے دو یا تم نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود ہی ٹوٹ گیا جیسے وہ چیز نایاب ہوگئی کہیں نہیں ملتی تو

اس صورت میں تم کو صرف روپے لینے کا اختیار ہے اس روپے کے عوض اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں۔ پہلے روپیہ لے لو اور لینے کے بعد اس سے جو چیز چاہو خریدو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہ لو مگر اپنی بیع سلم کا سامان (جبکہ بیع قائم ہو) یا اپنا راس المال (جبکہ بیع فسخ ہو چکی ہو)۔

آرڈر پر سامان بنوانا

عربی میں اس کو استصناع کہتے ہیں جس کا معنی ہے طلب صنعت۔

مسئلہ: یہ بھی بیع سلم ہوتی ہے اور بنوایا جانے والا سامان بیع سلم کا سودا ہوتا ہے لہٰذا اس میں بھی بیع سلم کی اوپر ذکر کی گئی تمام شرائط کا اعتبار ہوگا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ بیع سلم میں قیمت معاملہ طے کرتے ہی ادا کی جاتی ہے جبکہ آرڈر پر بنوانے میں قیمت مال ملنے سے پہلے ادا کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: بات چیت طے ہو جانے کے بعد کاریگر اپنے عمل پر مجبور ہوگا اور آمر (یعنی آرڈر دینے والا) بھی اپنی بات سے نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ: کاریگر اگر کسی دوسرے کے ہاتھ کا بنایا ہوا سامان یا خود اپنا پہلے سے بنایا ہوا سامان مطلوبہ وقت پر آرڈر دینے والے کو دے اور وہ اسے لے لے تو یہ صحیح ہے۔

مسئلہ: بنائی ہوئی شے دونوں کی رضامندی کے بغیر آرڈر دینے والے کے لیے متعین نہیں ہو جاتی۔ کاریگر ایک بنائی ہوئی شے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے لیے دوسری بنا سکتا ہے۔ آرڈر دینے والے کو بھی اختیار ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی شے لے لے یا خیار رویت کی بنا پر نہ لے۔ اگر کوئی ایسی شے ہو جس کی عام طور سے طلب نہیں ہوتی اور خاص مطالبہ پر ہی بنائی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ خیار رویت کی بنا پر نہ لی تو کاریگر کا بڑا نقصان ہوگا تو وہ یہ صورت اختیار کر سکتا ہے کہ آرڈر دینے والے کے لیے اجرت پر کام کرے۔ خام مال آرڈر دینے والے کی طرف سے خریدے اور اس خام مال سے اپنی مرضی کی اجرت پر (جو پہلے سے طے کر لی جائے) سامان بنا کر دے۔

✡✡✡

باب ۳۴

قرضہ لینے کا بیان

مسئلہ: جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز تم واپس دے سکتے ہو اس کا قرض لینا درست ہے جیسے اناج، انڈے، گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں جیسے بکری، مرغی وغیرہ۔

مسئلہ: جس زمانے میں پچاس روپے کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ کلو گیہوں قرض لیے پھر گیہوں سستے ہو گئے اور پچاس روپے کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ کلو گیہوں دینا پڑیں گے۔ اسی طرح اگر گراں ہو گئے تب بھی جتنے لیے ہیں اتنے ہی دینا پڑیں گے۔

مسئلہ: جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے اس نے اس سے اچھے گیہوں ادا کئے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض لینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھے لیں گے، البتہ وزن میں زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ اگر تم نے دیئے ہوئے گیہوں سے زیادہ لیے تو یہ ناجائز ہو گیا، خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہیے لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے منظور کر لیا تب بھی مدت کا بیان کرنا لغو بلکہ ناجائز ہے۔ اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بغیر ضرورت ہی مانگے تو تم کو ابھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ: تم نے دو کلو گیہوں یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا، جب اس نے مانگا تو تم نے کہا بھائی اس وقت گیہوں تو نہیں ہیں، اس کے بدلے تم دس روپے لے لو اس نے کہا اچھا، تو یہ پیسے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینا چاہئیں، اگر پیسے نکالنے اندر گئے اور اس کے پاس سے الگ ہو گئے تو وہ معاملہ باطل ہو گیا۔ اب پھر سے کہنا چاہیے کہ تم اس

ادھار گیہوں کے بدلے دس روپے لے لو کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ قرض کی بیع قرض سے کی جائے۔

مسئلہ: کسی سے ایک ہزار روپے قرض لیے۔ اس وقت چاندی سو روپے تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے کی دس تولہ آتی تھی۔ جب مثلاً سال بعد قرض واپس کرنے لگے تو اس وقت چاندی کے نرخ بڑھے ہوئے تھے اور ایک ہزار کی نو تولہ چاندی ملنے لگی تو قرض خواہ مقروض سے روپوں کے بجائے دس تولہ چاندی وصول کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر نرخ گر گئے تب مقروض کو حق حاصل ہے کہ وہ قرض خواہ کو صرف دس تولہ چاندی واپس دے۔

مسئلہ: گھروں میں دستور ہے کہ دوسرے گھر سے اس وقت دس پانچ روٹی قرض منگا لی۔ پھر جب اپنے گھر پک گئی تو گن کر بھیج دی یہ درست ہے۔

❀❀❀

باب ۳۵

کفالت یعنی کسی کی ذمہ داری لینے کا بیان

مسئلہ: نعیم کے ذمہ کسی کے کچھ روپے یا پیسے ہوتے تھے تم نے اس کی ذمہ داری لے لی کہ اگر یہ نہ دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں یا دیندار ہیں یا ہم ضمانت دیتے ہیں یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور بھی کر لی تو اب اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہوگئی، اگر نعیم نہ دے تو تم کو دینا پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے تقاضا کرے چاہے تم سے اور چاہے نعیم سے۔ اب جب تک نعیم اپنا قرض ادا نہ کردے یا معاف نہ کرالے تب تک برابر تم ذمہ دار ہوگے۔ البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کردے اور کہہ دے کہ اب تم سے کچھ مطلب نہیں ہم تم سے تقاضا نہ کریں گے تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہم کو اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار اور ضامن نہیں ہوئے۔

مسئلہ: تم نے کسی کی ذمہ داری لے لی تھی یعنی ضمانت دے دی تھی اور اس کے پاس روپے ابھی نہ تھے اس لیے تم کو دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرض دار کے کہنے سے ذمہ داری لی ہے تب تو جتنا تم نے حقدار کو دیا ہے اس قرض دار سے لے سکتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنی خوشی سے ذمہ داری لی ہے تو دیکھو تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے، اس قرض دار نے یا حق دار نے۔ اگر پہلے قرض دار نے منظور کیا تو ایسا ہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری لی۔ لہٰذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتے ہو اور اگر پہلے حق دار نے منظور کرلیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے قرض دار سے لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا

کر دیا البتہ اگر وہ خود تم کو دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: اگر حق دار نے قرض دار کو مہینہ بھر یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دے دی تو اب اتنے دن اس ضامن سے بھی تقاضا نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: اور اگر تم نے اپنے پاس سے دینے کی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ اس قرض دار کا روپیہ تمہارے پاس امانت رکھا تھا اس لیے تم نے کہا تھا کہ ہمارے پاس اس شخص کی امانت رکھی ہے ہم اس میں سے دے دیں گے، پھر وہ روپیہ چوری ہو گیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ نہ اب تم پر اس کا دینا واجب ہے اور نہ وہ حق دار تم سے تقاضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: کہیں جانے کے لیے تم نے کوئی کار کرایہ پر لی اور اس کار والے کی کسی نے ذمہ داری لے لی کہ اگر اس نے نہ دی تو میں اپنی کار دے دوں گا تو یہ ذمہ داری درست ہے اگر وہ نہ دے تو اس ذمہ دار کو دینا پڑے گی۔

مسئلہ: تم نے اپنی چیز کسی کو دی کہ جاؤ اس کو بیچ دو۔ وہ بیچ آیا لیکن قیمت کے پیسے نہیں لایا اور کہا کہ پیسے کہیں نہیں جا سکتے میں ان کا ذمہ دار ہوں خریدار سے نہ ملیں تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: کسی نے کہا کہ اپنی مرغی اسی میں بند رہنے دو اگر بلی لے جائے تو میرا ذمہ مجھ سے لے لینا۔ یا بکری کے بارے میں کہا اگر بھیڑیا لے جائے تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر کسی کی ذمہ داری لے لے تو وہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: کفالت یعنی ذمہ داری لینا احسان کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لہٰذا مال درآمد کرنے کے وقت بینک درآمد کرنے والے کی طرف سے کفالت کرتا ہے اور (Letter of Credit) جاری کرتا ہے تو خاص اس پر بینک کو اجرت لینا جائز نہیں ہے البتہ اس کے لیے بینک کو جو لکھت پڑھت کرنی ہوتی ہے اور کاغذات بھیجنے اور منگوانے کا کام کرنا ہوتا ہے اس پر وہ اجرت لے سکتا ہے۔

مسئلہ: کفالت کی ایک قسم کفالت شخصی (یعنی شخصی ضمانت) ہے اور وہ یہ ہے کہ ضامن یا مدعی عدالت سے کہے کہ میں مطلوب شخص کا ضامن بنتا ہوں اور عندالطلب اگر یہ خود حاضر نہ ہو تو میں اس کو حاضر کروں گا۔

- اگر یہ ضامن مطلوب شخص کو طلب پر حاضر نہ کرے تو عدالت اس کو قید کر سکتی ہے۔
- ضامن کے ذمہ ہوگا کہ وہ مطلوب شخص کو کمرہ عدالت میں اس طرح حاضر کرے کہ وہ وہاں سے وقت سے پہلے فرار نہ ہونے پائے۔
- مطلوب شخص خود ہی حاضر ہو جائے یا ضامن اس کو حاضر کر دے یا ضامن اپنے وکیل یا قاصد کے ہاتھ اس کو حاضر کر دے ہر طرح سے وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جائے گا۔
- اگر ضامن نے مدعی کو مطلوب شخص کے حاضر کرنے کی ضمانت دی تو ضامن کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مطلوب شخص کو مدعی کے پاس اس طرح سے سپرد کرے کہ وہ اس سے اپنی بات کرنے پر قادر ہو، یہ نہیں کہ مدعی سے ابھی دور ہی ہو تو اس کو فرار ہونے دے۔
- مطلوب شخص وفات پا جائے تو اس سے بھی ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے۔
- اگر مدعی مر جائے تو اس کا وصی یا اس کے وارث ضامن سے مطلوب شخص کو حاضر کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

باب ۳۶

حوالہ یعنی اپنا قرضہ دوسرے پر اتار دینے کا بیان

مسئلہ: شفیع کا تمہارے ذمہ کچھ قرض ہے اور راشد تمہارا قرض دار ہے۔ شفیع نے تم سے تقاضا کیا تم نے کہا کہ راشد ہمارا قرض دار ہے تم اپنا قرضہ اسی سے لے لو۔ ہم سے نہ مانگو۔ اگر اسی وقت شفیع یہ بات منظور کرے اور راشد بھی اس پر راضی ہو جائے تو شفیع کا قرضہ تمہارے ذمہ سے اتر گیا۔ اب شفیع تم سے بالکل تقاضا نہیں کر سکتا بلکہ اسی راشد سے مانگے چاہے جب ملے اور جتنا قرضہ تم نے شفیع کو دلایا ہے اتنا اب تم راشد سے نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر راشد اس سے زیادہ کا قرض دار ہے تو جو کچھ زیادہ ہے وہ لے سکتے ہو۔ پھر اگر راشد نے شفیع کو دے دیا تب تو خیر اور اگر نہ دیا اور مر گیا تو جو کچھ مال واسباب چھوڑا ہے وہ بیچ کر شفیع کو دلوائیں گے اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا جس سے قرضہ دلوائیں یا اپنی زندگی ہی میں مکر گیا اور قسم کھالی کہ تمہارے قرضہ سے میرا کچھ واسطہ نہیں اور گواہ بھی نہیں ہیں تو اب اس صورت میں پھر شفیع تم سے تقاضا کر سکتا ہے اور اپنا قرضہ تم سے لے سکتا ہے اور اگر تمہارے کہنے پر شفیع راشد سے لینا منظور نہ کرے یا راشد اس کو دینے پر راضی نہ ہو تو قرضہ تم سے نہیں اترا۔

مسئلہ: راشد تمہارا قرض دار نہ تھا تم نے یوں ہی اپنا قرضہ اس پر اتار دیا اور راشد نے مان لیا اور شفیع نے بھی قبول و منظور کر لیا تب بھی تمہارے ذمہ سے شفیع کا قرضہ اتر کر راشد کے ذمہ ہو گیا اس لیے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی بیان ہوا اور جتنا روپیہ راشد کو دینا پڑے گا دینے کے بعد تم سے لے لے اور دینے سے پہلے ہی لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر راشد کے پاس تمہارے روپے امانت رکھے تھے اس لیے تم نے اپنا قرضہ راشد پر اتار دیا پھر وہ روپے کسی طرح ضائع ہو گئے تو اب راشد ذمہ دار نہیں رہا بلکہ

اب شفیع تم ہی سے تقاضا کرے گا اور تم ہی سے لے گا۔ اب راشد سے مانگنے اور لینے کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ: راشد پر قرضہ اتار دینے کے بعد اگر تم ہی وہ قرضہ ادا کردو اور شفیع کو دے دو یہ بھی صحیح ہے۔ شفیع یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم سے نہ لوں گا بلکہ راشد ہی سے لوں گا۔

باب ۳۷

مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام

مسئلہ: تم نے تجارت کے لیے کسی کو کچھ روپے دیئے کہ اس سے تجارت کرو جو کچھ نفع ہوگا وہ ہم تم بانٹ لیں گے۔ یہ جائز ہے، اس کو مضاربت کہتے ہیں اور روپے والے کو رب المال یعنی مال کا مالک اور کام والے کو مضارب کہتے ہیں۔

مضاربت کی شرائط

مضاربت کی کئی شرطیں ہیں، اگر ان شرطوں کے موافق ہو تو صحیح ہے، نہیں تو ناجائز اور فاسد ہے۔

۱۔ جتنا روپیہ دینا ہو وہ بتا دو اور مضارب کو تجارت کے لیے دے بھی دو، اپنے پاس نہ رکھو۔ اگر روپیہ مضارب کے حوالہ نہ کیا اپنے ہی پاس رکھا تو یہ معاملہ فاسد ہے۔

۲۔ نفع بانٹنے کی صورت طے کرلو اور بتا دو کہ تم کو کتنا ملے گا اور اس کو کتنا۔ اگر یہ بات طے نہیں ہوئی بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم تم دونوں بانٹ لیں گے تو یہ فاسد ہے۔

۳۔ نفع تقسیم کرنے کو اس طرح نہ طے کرو کہ جس قدر نفع ہو اس میں سے ایک ہزار روپے ہمارے باقی تمہارے۔ یا ہزار روپے تمہارے باقی ہمارے۔ غرض کہ کچھ خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا، آدھا تمہارا۔ یا ایک حصہ اس کا دو حصے اس کے یا ایک حصہ ایک کا باقی تین حصے دوسرے کے غرض کہ نفع کی تقسیم حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہیے نہیں تو معاملہ فاسد ہوجائے گا۔

اگر کچھ نفع ہوگا تب تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ پائے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہ پائے گا۔ اگر یہ شرط کرلی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تم کو اصل مال میں سے اتنا دیں گے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر نقصان ہوگا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ پڑے گا یا دونوں کے ذمہ ہوگا یہ بھی فاسد ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہو وہ مالک کے ذمہ ہے اسی کا روپیہ گیا۔

مسئلہ: جب تک مضارب کے پاس روپیہ موجود ہو اور اس نے سامان نہ خریدا ہو تب تک رب المال کو مضاربت ختم کردینے اور روپیہ واپس لے لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید چکا تو اب ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر رب المال نے یہ شرط کی کہ تمہارے ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ (معاملہ) فاسد ہے۔

مضاربت کا حکم

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ معاملہ صحیح ہوا ہے کوئی فاسد شرط نہیں لگائی ہے تو نفع میں دونوں شریک ہیں جس طرح طے کیا ہو بانٹ لیں اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو مضارب کو کچھ نہ ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہ دینا پڑے گا بلکہ رب المال اس کو برداشت کرے گا۔ اور اگر وہ معاملہ فاسد ہوا تو مضارب نفع میں شریک نہیں ہوگا بلکہ وہ بمنزلہ نوکر کے ہے۔ یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی اس کام کے لیے اجرت پر رکھا جائے تو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی، بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی، نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بہرحال تنخواہ پائے گا اور نفع سب مالک کا ہے لیکن اگر تنخواہ زیادہ بنتی ہے اور جو نفع طے ہوا تھا اگر اس کے حساب سے دیں تو کم بنتا ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہ دیں گے نفع بانٹ دیں گے۔

مسئلہ: مضاربت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مقید دوسری مطلق۔ مقید اس مضاربت کو کہتے ہیں جس میں روپے دینے والا کسی خاص جگہ کی یا کسی خاص مدت کی یا کسی خاص

کاروبار کی قید لگا دے یعنی وہ یہ کہہ دے کہ اس روپے سے تم صرف ملتان یا لاہور ہی میں کام کر سکتے ہو، دوسری جگہ نہیں یا یہ کہہ دے کہ صرف ایک سال کے لیے میں مضاربت پر روپے دے رہا ہوں یا یہ کہہ دے کہ یہ روپے صرف مثلاً کپڑے ہی کے کام میں لگائے جائیں۔ اور مطلق مضاربت وہ ہے جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگی ہو بلکہ مضارب یعنی کام کرنیوالے کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو۔

مسئلہ: مطلق مضاربت کی صورت میں یعنی جبکہ مالک نے مضارب کو کہا ہو کہ تم اپنی صوابدید سے جو چاہو کرو مضارب اس مال کو آگے کسی اور کو مضاربت پر بھی دے سکتا ہے کسی کے ساتھ شرکت بھی کر سکتا ہے اور اپنے مال تجارت کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔

مضارب کے آگے کسی کو مضاربت پر مال دینے کی دو صورتیں ہیں:

(الف) مالک نے مضارب اول سے کہا ہو کہ اس رقم پر جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب اول نے آگے مضارب ثانی کو مال دیا کہ مضارب ثانی کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ اس صورت میں کل نفع میں سے مالک کو نصف ملے گا۔ مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی چھٹا حصہ مضارب اول کا ہوگا۔

(ب) مالک نے مضارب اول کو کہا کہ تمہیں جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب ثانی کے لیے تہائی طے ہوا ہو تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی جو مضارب اول کو ملے گا وہ اس کے اور مالک کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: اپنے مال کے ساتھ ملانے اور مخلوط کرنے کی صورت یہ ہے کہ مضارب خود اپنا کاروبار بھی کرتا ہے مثلاً اس کے کاروبار میں اس کے دس ہزار روپے لگے ہوئے ہیں۔ اب زید نے اس کو دس ہزار دیئے اور کہا کہ اپنی صوابدید سے جو چاہے کام کرو اور ہمارا نفع نصف نصف ہوگا۔ مضارب زید کے دس ہزار اپنے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ پھر اگر نفع چار ہزار ہو تو زید کی رقم پر نفع دو ہزار ہوا جو مضارب اور زید کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اس طرح سے اس وقت مضارب کو تین ہزار اور زید کو ایک ہزار نفع ملے گا۔

مسئلہ: مضاربت مطلق ہوتو مضارب کو نقد یا ادھار مال خریدنے، بیچنے، کسی اور کو اپنی مدد کے لیے تنخواہ پر یا روزانہ اجرت دے کر رکھ لینے کا بھی حق ہے، اس میں مالک کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دینے کا اختیار نہیں جب تک مالک خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دے دے۔

مسئلہ: مضارب اگر اپنے وطن میں کاروبار کرے تو کھانا کپڑا مضاربت کے مال سے نہیں لے سکتا البتہ سواری کا خرچ اس صورت میں لے سکتا ہے جب بڑا شہر ہو اور ایک حصے سے دوسرے حصے میں آنے جانے میں کچھ خرچ ہوتا ہو۔

البتہ اگر کسی دوسرے شہر میں جا کر کسی مال کو خریدنے یا بیچنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ کھانے پینے، سواری، کپڑے کی دھلائی کا خرچ لے سکتا ہے۔ لیکن اخراجات کے لینے میں اس کو اس کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ جس حیثیت کا وہ خود ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کرے مثلاً وہ ذاتی سفر میں جتنا خرچ کرتا ہے یا اس کے مرتبے کے تاجر عموماً جتنا خرچ کرتے ہیں اسے بھی اتنا ہی لینے کا حق ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنا ذاتی سفر تو وہ سیکنڈ کلاس میں کرے اور مضارب کی حیثیت سے سفر کرے تو فرسٹ کلاس میں کرے۔ اسی طرح اگر وہ گھر میں دال روٹی کھاتا ہے تو مضارب کی حیثیت سے سفر میں بھی اتنا ہی خرچ کرے گوشت روٹی کا خرچہ نہ لے۔

مسئلہ: مضارب اگر مضاربت کا روپیہ اپنی ضرورت میں خرچ کرلے تو یہ غصب ہے اور اس غصب شدہ رقم میں مضاربت باقی نہیں رہتی۔

مسئلہ: مقید مضاربت کی صورت میں مالک کی بتائی ہوئی قید کے خلاف کرنے سے بھی مضارب غاصب بنتا ہے اور کیا جانے والا کام مضاربت میں شمار نہیں ہوتا بلکہ جب مضارب غاصب بنا تو ہونے والا نفع سارا اس کی ملک ہوا لیکن وہ نفع اس کے لیے پاکیزہ نہیں اور اس پر اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مضارب کے ذمے ہوگا کہ وہ مالک کو اس کی پوری رقم لوٹائے خواہ اس کو اپنے کیئے ہوئے کام میں نقصان ہی ہوا ہو۔

مسئلہ: غصب کی مذکورہ بالا صورتوں میں مضارب کو گناہ بھی ہوتا ہے۔

مسئلہ: مضارب کے لیے ضروری ہے کہ وہ کاروبار کا مکمل حساب کتاب رکھے اور جو واقعی نفع ہوا ہے اس کو آپس میں تقسیم کرے۔

مسئلہ: اگر مضاربت میں کچھ نقصان ہوجائے تو اول وہ نفع سے پورا کیا جائے گا اصل روپے کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے، لیکن جب نقصان نفع سے زیادہ ہوا ہو اب اصل سرمایہ پر ڈالا جائے گا۔ مثلاً مالک نے مضارب کو دس ہزار روپے دیئے۔ مضارب نے کام کیا اور ایک ہزار روپے نفع کمائے۔ ابھی یہ نفع آپس میں تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اگلے سودے میں مضارب کو نقصان ہوا۔ اگر نقصان ہزار روپے تک ہو تو پہلے حاصل ہونے والا نفع اس نقصان میں منہا ہو گیا اور طرفین میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نقصان ڈیڑھ ہزار کا ہوا تو ہزار نفع میں سے منہا ہوئے۔ باقی پانچ سو مالک کے سرمایہ میں سے گئے۔

باب ۳۸

شرکت کا بیان

شرکت دو طرح کی ہے ایک شرکت املاک کہلاتی ہے، جیسے ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کردی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک شریک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر مشترکہ مال میں کوئی تصرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ کوئی ایسی مشترک چیز ہو جس کے استعمال سے کچھ فرق نہیں پڑتا مثلاً مشترکہ کمرے میں سکونت اختیار کی تو جائز ہے دوسری شرکت عقود ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے۔

شرکت املاک کے احکام

مسئلہ: ایک آدمی مرگیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال سب حقداروں کی شرکت میں ہے، جب تک سب سے اجازت نہ لے لے تب تک کوئی اس کو اپنے کام میں نہیں لاسکتا۔ اگر لائے گا اور نفع اٹھائے گا تو گناہ ہوگا۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر کچھ برتن خریدے تو وہ برتن دونوں کی شرکت میں ہیں۔ دوسرے کی اجازت لیے بغیر اکیلے ایک کو وہ برتن کام میں لانا، یا بیچنا وغیرہ درست نہیں۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے اپنے اپنے پیسے ملا کر شرکت میں امرود، نارنگی، بیر، آم، جامن، ککڑی، کھیرے، خربوزے وغیرہ کوئی چیز مول منگائی اور جب وہ چیز بازار سے آئی تو اس وقت ان دو میں سے ایک شریک ہے اور ایک کہیں گیا ہوا ہے تو موجود یہ نہ کرے کہ آدھا خود لے لے اور آدھا غائب کا حصہ نکال کے رکھ دے کہ جب وہ آئے گا تو

اپنا حصہ لے لے گا۔ جب تک دونوں موجود نہ ہوں حصہ بانٹنا درست نہیں ہے۔ اگر دوسرے کی غیر موجودگی میں ایک نے اپنا حصہ الگ کر کے کھالیا تو بہت گناہ ہوا۔ البتہ اگر گیہوں یا اور کوئی غلہ شرکت میں منگایا اور اپنا حصہ بانٹ کر رکھ لیا اور دوسرے کا اس کے آنے کے وقت اس کو دے دیا یہ درست ہے لیکن اس صورت میں اگر دوسرے کے حصہ میں اس کو دینے سے پہلے کچھ چوری وغیرہ ہوگئی تو وہ نقصان دونوں آدمیوں کا سمجھا جائے گا اور پہلے پر لازم ہو گا کہ وہ چرائی ہوئی مقدار کا نصف اپنے حصہ میں سے دوسرے کو دے۔

مسئلہ: مشترکہ ملکیت کے دو شریکوں میں سے جب ایک شریک دوسرے کی اجازت سے کچھ تعمیر کرائے اور اپنے مال سے واجبی خرچہ کرے تو وہ اپنے شریک سے اس کے حصے کے بقدر خرچ لے گا اگرچہ اس کے شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ تم میری طرف سے خرچہ کرلو یا یہ کہ بعد میں تم مجھ سے خرچہ لے لینا۔

مسئلہ: ایسی مشترکہ ملکیت جو قابل تقسیم نہ ہو مثلاً چکی ہو یا دیوار ہو یا بہت چھوٹی کوٹھری ہو اس کی تعمیر و مرمت کی ضرورت پڑ جائے اور ایک شریک کہیں باہر گیا ہو اور دوسرا تعمیر کا ارادہ کرے تو اگر غیر حاضر شریک سے رابطہ کی کوئی صورت نہ ہو یا وہ تعمیر پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا شریک متعلقہ سرکاری محکمہ اور حاکم سے اجازت لے لے۔ یہ اجازت غیر حاضر کی اجازت کے قائم مقام ہوگی اور دوسرا شریک غیر حاضر سے بعد میں اس کے حصے کے بقدر خرچہ لے سکے گا۔ اگر متعلقہ محکمہ سے اجازت لیے بغیر دوسرے شریک نے تعمیر کر لی تو اس کو غیر حاضر سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر مشترکہ ملکیت قابل تقسیم ہو مثلاً بڑا کمرہ ہو اور ایک شریک خرچہ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا اس کی تقسیم کا مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے کی اجازت کے بغیر دوسرے نے کل خرچہ کیا تو اس کو پہلے سے خرچہ کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شریک دوسرے سے اس کا حصہ خرید سکتا ہے۔

مسئلہ: باپ سے ملے ہوئے مشترکہ مال میں تجارت صرف ایک بیٹے نے کی اور اس

سے بہت سی مزید جائیداد بنائی تو یہ سب مشترک ہی ہوگی۔

شرکت عقود کی اقسام اور احکام

پہلی قسم: شرکت عنان

یعنی دو شخصوں نے روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا راس المال نقد ہو خواہ روپیہ یا سونا یا چاندی۔ سو اگر دونوں آدمی کچھ سامان شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں یا ایک کا راس المال نقد ہو اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے یعنی اگر یہ شرط ٹھہرے کہ مال تو کم وزیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا یا مال برابر ہے مگر نفع دو اور ایک کی نسبت سے ہوگا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں تجارت سے متعلق ہر قسم کا تصرف جائز ہے بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو۔ لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ: اس شرکت کے قرار پانے کے بعد کوئی چیز خریدی نہیں گئی اور پورا مال شرکت یا ایک شریک کا مال تلف ہوگیا تو شرکت باطل ہوجائے گی اور ایک شخص بھی اگر کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ہلاک ہوگیا تو شرکت باطل نہ ہوگی۔ خریدا ہوا مال دونوں کا ہوگا اور جس قدر راس المال میں دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زرِ ثمن اس دوسرے شریک سے وصول کرلیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے دس ہزار روپے تھے اور دوسرے کے پانچ ہزار۔ دس ہزار روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ ہزار روپے والے کے روپے ضائع ہوگئے۔ سو پانچ ہزار روپے والا اس مال میں ایک تہائی کا شریک ہے اور دس ہزار روپے والا اس سے دس ہزار روپے کا ایک تہائی نقد وصول کرلے گا یعنی تین ہزار تین سو تینتیس روپے تینتیس پیسے اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ: اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں صرف زبانی

ایجاب وقبول سے یہ شرکت منعقد ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہیے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی مثلاً اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو ہزار روپے ملیں گے باقی دوسرے کا تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ: تجارت کے مشترکہ مال میں کچھ نقصان ہوگیا یا کچھ چوری ہوگیا تو ان کے سرمائے کے تناسب سے دونوں کا نقصان ہوا یہ نہیں ہے کہ جو نقصان ہو وہ سب ایک ہی کے سر پڑے ایک شریک نے یہ اقرار کرلیا کہ اگر نقصان ہو تو وہ سب میرے ذمہ اور جو نفع ہو وہ آدھا آدھا بانٹ لیں گے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جب شرکت ناجائز ہوگئی تو اب نفع بانٹنے میں قول وقرار کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا۔ اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے اس کو نفع بھی اس حساب سے ملے گا چاہے جو کچھ اقرار کیا ہو۔ اقرار کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب شرکت صحیح ہو اور ناجائز نہ ہونے پائے۔

مسئلہ: اگر دو یا زیادہ آدمی کاروبار میں شریک ہوں اور سب ہی کام بھی کرتے ہوں تو وہ نفع کو آپس میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ تنخواہ نہیں لے سکتے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کرسکتے کہ گھر کے اخراجات مثلاً بجلی پانی وغیرہ کے بل کے خرچے دکان کے اخراجات میں ڈال دیں۔ اگر وہ تنخواہ لینا ہی چاہتے ہیں تو اس کی صرف یہ صورت ہے کہ وہ اپنے سرمائے کے تناسب سے اپنی تنخواہیں طے کرلیں۔

مسئلہ: اگر کچھ شریک کام کرتے ہوں اور کچھ کام نہ کرتے ہوں ان کا فقط سرمایہ ہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ کام کرنے والے باہمی رضامندی سے کوئی تنخواہ مقرر کریں۔ اس تنخواہ کے علاوہ کسی بھی نام سے وہ کوئی اور ایسی مراعات حاصل نہیں کرسکتے جس کی مقدار کا پہلے سے تعین نہ ہو۔ یہ اجرت پر کام کرنے کی صورت ہوگی۔ اس کے علاوہ جو نفع بچے وہ ہر ایک کے سرمائے کے تناسب سے شریکوں میں تقسیم کردیا جائے۔

دوسری قسم: شرکت صنائع

اسے شرکت تقبل بھی کہتے ہیں جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کرلیں کہ جو

کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ: جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہو گیا مثلاً ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لیے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس سے تقاضا کرسکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: ان دونوں میں سے ایک درزی نے کوئی کپڑا سینے کے لیے لے لیا تو دوسرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کپڑا تم نے کیوں لیا۔ تم نے لیا ہے تم ہی سیو بلکہ دونوں کے ذمہ اس کا سینا واجب ہو گیا۔ یہ نہ سی سکے تو وہ سی دے یا دونوں مل کر سیئیں غرض کہ سینے سے انکار نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: جس کا کپڑا تھا وہ مانگنے کے لیے آیا اور جس درزی نے لیا تھا وہ اس وقت نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے تو اس دوسرے درزی سے بھی تقاضا کرنا درست ہے وہ درزی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے مت مانگو جس کو دیا ہے اسی سے مانگنا۔

مسئلہ: ایک شخص کی دکان ہو، وہ اس میں مثلاً کسی درزی کو بٹھائے اور لوگوں سے خود کام وصول کر کے درزی کو نصف نصف آمدنی پر دے تو جائز ہے۔ اگر وہ خود کام نہ کرے تو شرکت جائز نہیں بلکہ ساری آمدنی درزی کی ہوگی اور درزی کے ذمہ دکان کا مروجہ کرایہ ہوگا۔

مسئلہ: اسی طرح ہر درزی گاہک سے اس کپڑے کی مزدوری اور سلائی مانگ سکتا ہے کپڑے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم کو سلائی نہ دوں گا بلکہ جس کو کپڑا دیا تھا اسی کو سلائی دوں گا۔ جب دونوں شرکت میں کام کرتے ہیں تو ہر درزی سلائی کا تقاضا کرسکتا ہے۔ ان دونوں میں سے جس کو سلائی دے گا اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: دو آمیوں نے شرکت کی کہ آؤ دونوں مل کر جنگل سے لکڑیاں چن لائیں تو شرکت

صحیح نہیں جو چیز جس کے ہاتھ میں آئے وہی اس کا مالک ہے اس میں شرکت نہیں ہوتی۔
مسئلہ: ایک نے دوسرے سے کہا ہمارے انڈے اپنی مرغی کے نیچے رکھ دو جو بچے نکلیں دونوں آدمی آدھوں آدھ بانٹ لیں یہ درست نہیں۔

تیسری قسم: شرکت وجوہ

دو آدمیوں کے پاس نہ مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے انہوں نے باہمی یہ طے کیا کہ دکانداروں سے ادھار لے کر بیچا کریں۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی، اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو نصف نصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تین تہائی مشترک ٹھہرایا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

مشترکہ چیز تقسیم کرنے کا بیان

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر بازار سے گیہوں منگوائے تو اب تقسیم کرتے وقت دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا حصہ دار موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک ٹھیک تول کر اس کا حصہ الگ کر کے اپنا حصہ الگ کر لینا درست ہے۔ جب اپنا حصہ الگ کر لیا تو کھاؤ پیو کسی کو دے دو جو چاہو سو کرو سب جائز ہے۔ اسی طرح گھی، تیل، انڈے وغیرہ کا بھی حکم ہے۔ غرض کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا ہو جیسے کہ انڈے سب برابر سمجھے جاتے ہیں یا گیہوں کے دو حصے کئے تو جیسا یہ حصہ ویسا وہ حصہ دونوں برابر ہیں۔ ایسی سب چیزوں کا یہی حکم ہے کہ دوسرے کے نہ ہوتے وقت بھی حصہ بانٹ کر لینا درست ہے لیکن اگر دوسرے نے ابھی اپنا حصہ نہیں لیا تھا کہ کسی قدرتی آفت سے یا چوری سے جاتا رہا تو وہ نقصان دونوں کا ہوگا جیسے شرکت میں بیان ہوا۔ اور جن چیزوں میں فرق ہوا کرتا ہے جیسے امرود، نارنگی وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کر لینا درست نہیں ہے۔
مسئلہ: دو نے مل کر چنے بھنوائے تو فقط اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر آدھا آدھا کرنا چاہیے اگر کسی طرف کمی بیشی ہو جائے گی تو سود

ہوجائے گا۔

باب ۳۹

ودیعت یعنی امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس امانت رکھائی اور تم نے پکڑ لی تو اب اس کی حفاظت کرنا تم پر واجب ہوگیا۔ اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان یعنی ڈنڈ دینا پڑے گا۔ البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر کسی وجہ سے وہ چیز جاتی رہی مثلاً چوری ہوگئی یا گھر میں آگ لگ گئی اس میں جل گئی تو مالک اس کا تاوان نہیں لے سکتا بلکہ اگر امانت رکھتے وقت تم نے یہ اقرار کرلیا کہ اگر جاتی رہے تو میں ذمہ دار ہوں، مجھ سے دام لے لینا تب بھی مالک کو تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں پھر بھی اگر تم اپنی خوشی سے دے دو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا میں ذرا کام سے جاتا ہوں میری چیز رکھ لو۔ تم نے کہا اچھا رکھ دو یا تم کچھ نہیں بولے وہ تمہارے پاس رکھ کر چلا گیا تو امانت ہوگئی۔ البتہ اگر تم نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں رکھتا کسی اور کے پاس رکھا دو یا اور کچھ کہہ کے انکار کردیا پھر بھی وہ رکھ کے چلا گیا تو اب وہ چیز تمہاری امانت میں نہیں ہے البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد تم نے اٹھا کر رکھ لیا ہو تو اب امانت ہو جائے گی۔

مسئلہ: کئی لوگ بیٹھے تھے ان کے سپرد کر کے چلا گیا تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے، اگر وہ چھوڑ کر چلے گئے اور وہ چیز جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر سب ساتھ نہیں اٹھے ایک ایک کر کے اٹھے تو جو سب سے اخیر میں رہ گیا اسی کے ذمہ حفاظت ہوگئی۔ اب وہ اگر چلا گیا اور چیز جاتی رہی تو اسی سے تاوان لیا جائے گا۔

مسئلہ: جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنی ماں، بہن، بیوی، شوہر وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھا دے کہ ایک ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں جن کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت

رکھا دیتے ہوں لیکن اگر کوئی دیانتدار نہ ہو تو اس کے پاس رکھانا درست نہیں۔ اگر جان بوجھ کر ایسے غیر معتبر کے پاس رکھ دیا تو ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا اور ایسے رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا، ان کے سوا کسی اور کے پاس بھی پرائی امانت رکھانا مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں چاہے وہ بالکل غیر ہو یا کوئی رشتہ دار ہو، اگر اوروں کے پاس رکھا دیا تو بھی ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا البتہ وہ غیر اگر ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتا ہے تو درست ہے۔

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس رکھائی اور تم بھول گئے اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے تو جاتے رہنے پر تاوان دینا نہ پڑے گا یا کوٹھری صندوقچہ وغیرہ کا قفل کھول کر تم چلے گئے اور وہاں ایرے غیرے سب جمع ہیں اور وہ چیز ایسی ہے کہ عرفاً بغیر قفل لگائے اس کی حفاظت نہیں ہوسکتی تب بھی ضائع ہوجانے سے تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: گھر میں آگ لگ گئی تو ایسے وقت غیر کے پاس بھی پرائی امانت کا رکھا دینا جائز ہے لیکن جب وہ عذر جاتا رہے تو فوراً لے لینا چاہیے اگر اب واپس نہ لے گا اور وہ امانت ضائع ہوگئی تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح مرتے وقت اگر کوئی اپنے گھر کا آدمی موجود نہ ہو تو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کچھ روپے پیسے امانت رکھوائے تو بعینہٖ ان ہی روپے پیسوں کا حفاظت سے رکھنا واجب ہے نہ تو اپنے روپوں میں ان کا ملانا جائز ہے اور نہ ان کا خرچ کرنا جائز ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ روپیہ روپیہ سب برابر۔ لاؤ اس کو خرچ کر ڈالیں جب مانگے گا تو اپنا روپیہ دیں گے۔ البتہ اگر اس نے اجازت دے دی تو ایسے وقت خرچ کرنا درست ہے لیکن اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہی روپیہ تم الگ رہنے دو تب تو امانت سمجھا جائے گا۔ اگر جاتا رہا تو تاوان دینا نہیں پڑے گا اور اگر تم نے اجازت لے کر اسے خرچ کر دیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہوگیا امانت نہیں رہا۔ لہٰذا اب بہرحال تم کو دینا پڑے گا۔ اگر خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنا ہی روپیہ اس کے نام سے الگ کر کے رکھ دیا تب بھی وہ امانت نہیں وہ تمہارا ہی روپیہ ہے اگر چوری ہوگیا تو تمہارا گیا اور تمہیں

مالک کو اپنے پاس سے دینا پڑے گا غرض کہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کردو، تب تک تمہارے ذمہ ہی رہے گا۔

مسئلہ: سو روپے کسی نے تمہارے پاس رکھائے اس میں سے پچاس تم نے اجازت لے کر خرچ کر ڈالے تو پچاس روپے تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت۔ اب جب تمہارے پاس روپے ہوں تو اپنے پاس کے پچاس روپے اس امانت کے پچاس روپے میں نہ ملاؤ اگر اس میں ملا دو گے تو وہ بھی امانت نہ رہیں گے یہ پورے سو روپے تمہارے ذمہ ہو جائیں گے اگر جاتے رہے تو پورے سو دینا پڑیں گے کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

مسئلہ: تم نے اجازت لے کر اس کے سو روپے اپنے سو روپے میں ملا دیئے تو وہ روپیہ دونوں کی شرکت میں ہو گیا۔ اگر چوری ہو گیا تو دونوں کا گیا کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا کچھ رہ گیا تب بھی آدھا تمہارا گیا آدھا اس کا۔ اور اگر سو ایک کے ہوں دو سو تمہارے ہوں پھر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا تو اس کے حصے کے موافق اس کا گیا، تمہارے حصے کے موافق تمہارا گیا۔ مثلاً اگر بارہ روپے جاتے رہے تو چار روپے ایک سو روپے والے کے گئے اور آٹھ روپے دو سو والے کے۔ یہ حکم اسی وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں اور اگر بغیر اجازت کے اپنے روپے میں ملا دیا ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے اس لیے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا جو کچھ گیا تمہارا گیا اس کا روپیہ اس کو بہر حال دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے بکری یا گائے وغیرہ امانت رکھائی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طرح اس سے کام لینا درست نہیں۔ البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے۔ بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کے دام دینے پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی وغیرہ رکھائی اس کی بلا اجازت اس کو

استعمال کرنا درست نہیں۔ اگر امانتدار نے بلا اجازت کپڑا یا زیور پہنا یا چار پائی پر لیٹا بیٹھا اور اس کے استعمال کرنے کے زمانہ میں وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا چار پائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا زیور چوری ہو گیا تو تاوان دینا پڑے گا۔ البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دی پھر کسی طرح ضائع ہوئی تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: صندوق میں سے امانت کا کپڑا نکالا کہ شام کو یہی پہن کر فلاں جگہ جائیں گے۔ پھر پہننے سے پہلے ہی وہ ضائع ہو گیا تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: امانت کی گائے یا بکری وغیرہ بیمار پڑ گئی تم نے اس کی دوا کی۔ اس دوا سے وہ مرگئی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر دوا نہ کی اور مرگئی تو تاوان نہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: کسی نے رکھنے کو روپیہ دیا تم نے بٹوے میں ڈال لیا یا ازار بند میں باندھ لیا لیکن ڈالتے وقت وہ روپیہ ازار بند یا بٹوے میں نہیں پڑا بلکہ نیچے گر گیا مگر تم یہی سمجھے کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جب وہ اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دے دینا واجب ہے بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنی امانت مانگی تم نے کہا اس وقت کام میں مصروف ہوں کل لینا۔ اس نے کہا اچھا کل ہی سہی تب تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر وہ کل کے لینے پر راضی نہ ہوا اور نہ دینے سے خفا ہو کر چلا گیا تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی۔ اب اگر جاتی رہے گی تو تم کو تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنا آدمی امانت مانگنے کے لیے بھیجا۔ تم کو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دو اور کہلا بھیجو کہ خود ہی آ کر اپنی چیز لے جاؤ ہم کسی اور کو نہ دیں گے۔ اور اگر تم نے اس کو سچا سمجھ کر دے دی اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بھیجا تھا تم نے کیوں دے دی۔ تو وہ تم سے اپنی امانت مانگ سکتا ہے اور تم اس آدمی سے وہ شے واپس لے سکتے ہو اور اگر اس کے پاس سے وہ شے جاتی رہی ہو تو تم اس آدمی سے اس کی قیمت نہیں لے سکتے البتہ مالک تم سے اس کی قیمت لے گا۔

باب ۴۰

عاریت یعنی مانگے کی چیز کا بیان

مسئلہ: کسی سے کوئی کپڑا یا زیور چارپائی، برتن وغیرہ کوئی چیز کچھ دن کے لیے مانگ لی کہ ضرورت نکل جانے کے بعد دے دیں گے تو اس کا حکم بھی امانت کی طرح ہے اب اس کو اچھی طرح حفاظت سے رکھنا واجب ہے، اگر باوجود حفاظت کے جاتی رہے تو جس کی چیز ہے اس کو تاوان لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اگر تم نے اقرار کرلیا ہو کہ اگر ضائع ہوئی تو ہم سے دام لے لینا تب بھی تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر حفاظت نہ کی اس وجہ سے جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور مالک کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز لے لے تم کو انکار کرنا درست نہیں۔ اگر مانگنے پر نہ دی تو پھر ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جس طرح سے استعمال کرنے کی اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح استعمال کرنا جائز ہے اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر خلاف کیا تو خراب یا ضائع ہونے پر تاوان دینا پڑے گا جیسے کسی عورت نے اوڑھنے کو دوپٹہ دیا یہ اس کو بچھا کر لیٹی اس لیے وہ خراب ہوگیا یا چارپائی پر اتنے آدمی بیٹھ گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشے کا برتن آگ پر رکھ دیا وہ ٹوٹ گیا یا اور کچھ ایسی خلاف بات کی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر چیز مانگ لائے اور یہ بدنیتی کی کہ اب اس کو لوٹا کر نہ دیں گے بلکہ ہضم کرجائیں گے تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک یا دو دن کے لیے کوئی چیز منگوائی تو اب ایک دو دن کے بعد پھیر دینا (واپس کرنا) ضروری ہے جتنے دن کے وعدے پر لائے تھے اتنے دن کے بعد اگر نہ پھیرے تو ضائع ہونے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جو چیز مانگ کے لی ہے یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر مالک نے زبان سے صاف کہہ دیا کہ چاہے خود استعمال کرو چاہے دوسرے کو دو۔ مانگنے والے کو درست ہے کہ

دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دے دے۔ اسی طرح اگر اس نے صاف تو نہیں کہا مگر اس سے تعلق ایسا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ ہر طرح اس کی اجازت ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مالک نے صاف منع کر دیا کہ دیکھو تم خود استعمال کرنا کسی اور کو مت دینا تو اس صورت میں کسی طرح درست نہیں کہ دوسرے کو استعمال کے لیے دی جائے۔ اور اگر مانگنے والے نے یہ کہہ کر منگائی ہے کہ میں استعمال کروں گا اور مالک نے دوسرے کے استعمال سے منع نہ کیا اور نہ صاف اجازت دی تو اس چیز کو دیکھو کیسی ہے؟ اگر وہ ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک ہی طرح استعمال کرتے ہیں، استعمال میں فرق نہیں ہوتا تب تو خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسرے کو استعمال کے لیے دینا بھی درست ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک طرح استعمال نہیں کرتے بلکہ کوئی اچھی طرح استعمال ہے، کوئی بری طرح تو ایسی چیز تم دوسرے کو استعمال کے واسطے نہیں دے سکتے ہو۔ اسی طرح اگر یہ کہہ کر منگائی ہے کہ ہمارا فلاں رشتہ دار یا ملاقاتی استعمال کرے گا اور مالک نے تمہارے استعمال کرنے نہ کرنے کا ذکر نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اول قسم کی چیز کو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز کو تم استعمال نہیں کر سکو گے، صرف وہی استعمال کرے گا جس کے استعمال کے نام سے منگائی ہے۔ اور اگر تم نے یوں ہی منگا بھیجی نہ اپنے استعمال کا نام لیا نہ دوسرے کے استعمال کا اور مالک نے بھی کچھ نہیں کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اول قسم کی چیز کو تو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دے سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز میں یہ حکم ہے کہ اگر تم نے استعمال کرنا شروع کر دیا تب تو دوسرے کو استعمال کے واسطے نہیں دے سکتے اور اگر دوسرے سے استعمال کر والیا تو تم استعمال نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: ماں باپ وغیرہ کا کسی کو چھوٹے نابالغ کی ملکیت کی چیز کا مانگنے پر دینا جائز نہیں ہے، اگر وہ چیز جاتی رہے تو تاوان دینا پڑے گا، اسی طرح خود نابالغ اپنی چیز دے اس کا لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کوئی چیز مانگ کر لائی گئی پھر وہ مالک مرگیا تو اب مرنے کے بعد وہ مانگے کی چیز نہیں رہی اب اس سے کام لینا درست نہیں، اسی طرح اگر وہ مانگنے والا مر گیا تو اس کے وارثوں کو اس سے نفع اٹھانا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک خالی زمین بطور عاریت کے مکان بنانے کے واسطے دی، اگر اس میں کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تب تو مالک زمین کو اختیار ہے جب چاہے زمین خالی کرالے اور اس کی عمارت اکھڑوا دے اور یہ بھی جائز ہے کہ عمارت والے کو اتنے دام دے دے جو عمارت کے گرنے کی حالت میں ہوں۔

اور اگر کوئی مدت معین کر دی تھی مثلاً دس سال کے لیے عاریت دی تھی تو اگر دس برس کے اندر زمین خالی کرنا چاہے تو مالک ہونے کی وجہ سے اس کو اس کا اختیار تو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو زمین خالی کرنا پڑے گی مگر چونکہ مالک نے اس کو دھوکہ دے کر اس کا نقصان کرایا اس لیے گنہگار بھی ہوگا اور جس قدر اس کا نقصان ہوگا اس کی قیمت اس مالک سے دلوائی جائے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کھڑی عمارت کی قیمت دیکھی جائے گی کہ کیا ہے مثلاً پچاس ہزار کی قرار پائی۔ پھر گر جانے کے بعد جو ملبہ کی قیمت رہے گی اس کو دیکھیں گے مثلاً بیس ہزار رہ گئے تو ان دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے مثلاً مذکورہ مثال میں تیس ہزار کا فرق ہے یہ تیس ہزار مالک سے لے کر اس عمارت والے کو دلائے جائیں گے اور ملبہ بھی عمارت والے کا رہے گا۔ اگر مالک زمین عمارت کے گروانے اور بنیاد کو کھدوانے میں اپنی زمین کا نقصان سمجھے اور عمارت کی قیمت دے کر زمین مع عمارت کے لینا چاہے تو اس کو یہ اختیار بھی حاصل ہے۔

اگر زراعت کے لیے زمین عاریت دی ہو اور ابھی کھیتی کٹی نہیں کہ مالک نے تقاضا شروع کر دیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کھیتی کٹ نہ جائے خالی کرانے کا اختیار نہیں۔ البتہ جس دن سے اس نے واپسی کا تقاضا شروع کیا ہے خالی کرنے کے دن تک اس زمین کا کرایہ دستور کے موافق جتنا بنتا ہے اتنا کھیتی والے سے مالک زمین کو دلایا جائے گا تاکہ دونوں نقصان سے محفوظ رہیں۔

باب ۴۱

کسی کو وکیل بنانے کا بیان

مسئلہ: جس کام کو آدمی خود کرسکتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اور سے کہہ دے کہ تم ہمارا یہ کام کردو جیسے بیچنا، خریدنا، کرایہ پر لینا دینا، نکاح کرنا، مقدمہ لڑنا وغیرہ مثلاً نوکر کو بازار سودا لینے بھیجا یا نوکر کے ذریعہ سے کوئی چیز بکوائی یا تانگہ ٹیکسی کرایہ پر منگوایا۔ جس سے کام کرایا ہے شریعت میں اس کو وکیل کہتے ہیں جیسے کسی نوکر کو سودا لینے بھیجا تو وہ تمہارا وکیل کہلائے گا اور تم اس کے موکل کہلاؤ گے۔

مسئلہ: وکالت دو قسم کی ہوتی ہے ایک خاص دوسری عام۔ وکالت خاص یہ ہے کہ تم کوئی مخصوص کام کسی دوسرے کو کرنے کو کہو مثلاً یوں کہو کہ میرے لیے اتنی قیمت پر سائیکل خرید لو۔ اور وکالت عام یہ ہے کہ تم اپنے تمام معاوضہ والے معاملات کسی دوسرے کے سپرد کردو۔ ایسے وکیل کو وکیل عام یا مختار عام کہتے ہیں۔

وکالت عامہ میں وکیل کو ایسے مالی معاملات کا اختیار ہوتا ہے جن میں معاوضہ ہو مثلاً خریدنا اور فروخت کرنا۔ اسی طرح اس کو اختیار ہوگا کہ وہ موکل کے قرض کا تقاضا کرسکے اور اس کو وصول کرسکے اور موکل کے ذمہ میں جو قرض ہے اس کو ادا کرسکے۔ موکل کے حقوق کا دعویٰ کرسکے۔ موکل پر کئے گئے دعوے کا سماع کرسکے۔ موکل پر جو قرض ہوں ان کا اقرار کرسکے۔ وکیل عام اپنے موکل کا نکاح کرسکتا ہے اور اگر موکل عورت ہو اور غیر منکوحہ ہو تو وکیل خود اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

البتہ وکالت عامہ کے حامل وکیل کو تبرعات مثلاً ہبہ کرنے، وقف کرنے، صدقہ کرنے، تمام یا بعض قرض معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح وکیل موکل کی بیوی پر طلاق نہیں ڈال سکتا اور موکل کے مال میں سے کسی کو قرض یا عوض کے ساتھ مشروط ہبہ بھی نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: چونکہ وکالت بھی موکل اور وکیل کے درمیان ایک معاملہ اور معاہدہ ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل شرطیں ضروری ہیں۔

پہلی شرط

دونوں زبانی یا تحریری طور پر ایجاب وقبول کریں مثلاً تم نے کسی کو کہا یا لکھا کہ میرا فلاں کام کردو اور اس نے کہہ دیا یا لکھ دیا کہ ہاں میں کروں گا تو ایجاب وقبول ہوگیا۔ یا اس نے زبانی تحریری جواب تو نہیں دیا مگر تمہارا کام اس نے کردیا یا کرنا شروع کردیا تو اب وہ وکیل بن گیا۔

تم نے جس کو کام کرنے کو کہا اگر وہ انکار کردے تو اس کو اس کا حق ہے۔

دوسری شرط

موکل اور وکیل دونوں عقل وتمیز رکھتے ہوں۔ بلوغت شرط نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا نابالغ جو سمجھ دار ہو اس کو بھی وکیل بنایا جاسکتا ہے۔

تیسری شرط

وکیل وہ کام موکل کی رائے اور مرضی کے مطابق کرے۔ اگر وہ موکل کی مرضی کے خلاف اپنی رائے سے کرے گا تو اس کی ذمہ داری خود وکیل پر ہوگی۔

☼ ۱ تم نے سیر بھر گوشت منگوایا تھا وہ ڈیڑھ سیر اٹھا لایا تو پورا ڈیڑھ سیر لینا تم پر واجب نہیں اگر تم نہ لو تو آدھا سیر اس کو لینا پڑے گا۔

☼ ۲ تم نے بکری کا گوشت منگوایا وہ گائے کا لے آیا تو تم کو اختیار ہے چاہے لو یا نہ لو۔ اسی طرح تم نے اگر آلو منگوائے وہ بھنڈی یا کچھ اور لے آیا تو اس کا لینا ضروری نہیں۔ اگر تم انکار کرو تو اس کو لینا پڑے گا۔

☼ ۳ تم نے ایک روپے کی چیز منگوائی وہ زیادہ کی یعنی دو روپے کی لے آیا تو تم کو اختیار ہے کہ ایک ہی روپے کے موافق لو۔ اور وہ جو ایک روپے کی زائد لایا ہے وہ اسی کے سر ڈالو۔

مسئلہ: وکیل کی حیثیت موکل کے نمائندہ اور نائب کی ہوتی ہے اور موکل کی نیابت میں وہ جو معاملات کرتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

- وہ معاملات جن میں کسی شے کو ساقط کرنا اور زائل کرنا ہوتا ہے مثلاً طلاق، خلع، قرض سے بری کرنا اور قتل عمد پر صلح کرنا۔

ان کاموں کو کرتے ہوئے ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے کیونکہ ساقط ہونے والی شے ساقط ہوتے ہی فوراً معدوم ہوجاتی ہے مثلاً خلع کے ذریعہ سے نکاح کو ساقط کیا جاتا ہے اور نکاح ساقط ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خلع جو کہ سبب ہے اور سقوط نکاح جو کہ اس کا حکم ہے بیک وقت پائے جائیں۔ ایسے میں اگر وکیل خلع کی جو کہ سبب ہے نسبت اپنی طرف کرے اور یوں کہے کہ میں خلع کرتا ہوں تو ضروری ہے کہ حکم بھی اسی کے ساتھ لاحق ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں وکیل کے نکاح کو ساقط کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ موکل کے نکاح کا اسقاط مقصود ہے۔ اور جب حکم یعنی نکاح کا اسقاط موکل کا ہو تو ضروری ہے کہ سبب یعنی خلع بھی اسی کی طرف منسوب ہو اور وکیل یوں کہے کہ میں اپنے موکل کی طرف سے خلع کرتا ہوں یا خلع قبول کرتا ہوں۔

- وہ معاملات جن میں کسی شے یا منفعت کا دوسرے کو مالک بنایا جاتا ہے یا حفاظت کا اختیار دیا جاتا ہے مثلاً ہبہ دینا لینا، عاریت دینا لینا، قرض لینا دینا، امانت رکھنا رکھانا اور شرکت اور مضاربت کرنا۔

ان کاموں میں بھی ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے اور یوں کہے کہ فلاں (یعنی میرے موکل) سے ہبہ یا قرض یا عاریت لے لو یا فلاں کو ہبہ و عاریت دے دو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات کا حکم قبضہ سے ثابت ہوتا ہے مثلاً جب تک شے پر قبضہ نہ ہوجائے ہبہ دینا یا لینا ثابت نہیں ہوتا اور دوسرے کی ملکیت نہیں آتی۔ اور چونکہ جس شے پر قبضہ ہوتا ہے وہ وکیل کی نہیں موکل کی ملکیت ہوتی ہے یا دینے کی صورت میں دوسرے کو مالک بنانا بھی حقیقتاً موکل کی جانب سے ہی

ہوسکتا ہے اور لینے کی صورت میں موکل ہی حقیقتاً مالک بنتا ہے اس لیے وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی رہ جاتی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں میں معاملہ کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوتا ہے وکیل سے نہیں۔

◆ وہ معاملات جن میں دوطرفہ معاوضہ ہوتا ہے مثلاً خرید وفروخت، اجارہ اور دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے مال پر مصالحت کرنا۔

ان میں وکیل کے لیے موکل کی طرف نسبت کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اپنی طرف بھی کرے تو صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ معاملات محض قبول کرنے سے ہی مکمل ہوجاتے ہیں، ان میں قبضہ کرنا شرط نہیں ہے اور قبول کرنا جو کہ الفاظ ہیں خود وکیل کا اپنا فعل ہے، لہٰذا یہاں وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معاوضات میں سبب سے اس کا حکم موخر ہوسکتا ہے جیسے اپنے لیے تین دن کے خیار کی شرط کرتے ہوئے کوئی شخص بیع کرے تو اگرچہ سبب پایا گیا لیکن اس کا حکم جو کہ مبیع میں خریدار کی ملکیت ہے ابھی ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ سبب یعنی عقد بیع وکیل سے صادر ہو اور حکم یعنی ملکیت موکل کے لیے ثابت ہو۔

اپنی طرف نسبت کرنے کی صورت میں عقد کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق خود وکیل سے ہوگا، لہٰذا فروخت کی صورت میں وکیل خریدار سے قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اور خریدار بھی فروخت شدہ چیز کی سپردگی کا مطالبہ وکیل سے کرے گا اور عیب وغیرہ کی بنا پر واپس کرے گا تو وکیل کو کرے گا۔ اور موکل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں ان حقوق و ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوگا اور وکیل کی حیثیت محض قاصد اور پیغام رساں کی ہوگی۔

مسئلہ: تم نے کسی سے کہا کہ فلانی بکری جو فلانے کے یہاں ہے اس کو جا کر دو ہزار روپے میں لے آؤ تو اب وہ وکیل وہی بکری خود اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ غرض کہ جو چیز خاص تم مقرر کرکے بتلادو اس وقت اس کو وکیل کا اپنے لیے خریدنا درست نہیں۔ البتہ جو

دام تم نے بتائے ہیں اس سے زیادہ میں مالک فروخت کرتا ہو کم میں نہ کرتا ہو تو اگر وکیل نے زائد داموں میں اس کو خرید لیا تو اپنے لیے خریدنا درست ہے اور اگر تم نے کچھ دام نہ بتائے ہوں تو کسی طرح اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔

مسئلہ: اگر تم نے کوئی خاص بکری نہیں بتائی بس اتنا کہا کہ ایک بکری کی ضرورت ہے ہم کو خرید دو تو وہ اپنے لیے بھی خرید سکتا ہے جو بکری چاہے اپنے لیے خریدے اور جو چاہے تمہارے لیے۔ وکیل اگر خود لینے کی نیت سے خریدے تو اس کی ہوئی۔ اور اگر تمہاری نیت سے خریدے تو تمہاری ہوئی اور اگر تمہارے دیئے ہوئے داموں سے خریدی تب بھی تمہاری ہوئی چاہے جس نیت سے خریدے۔

مسئلہ: تمہارے لیے وکیل نے بکری خریدی پھر ابھی تم کو دینے نہ پایا تھا کہ بکری مرگئی یا چوری ہوگئی تو اس بکری کے دام تم کو دینا پڑیں گے۔ البتہ اگر تم کہو کہ تو نے اپنے لیے خریدی تھی ہمارے لیے نہیں خریدی تو اگر تم پہلے اس کو دام دے چکے ہو تو تمہارے دام گئے۔ اور اگر تم نے ابھی دام نہیں دیئے اور وہ اب دام مانگتا ہے تو تم اگر قسم کھا جاؤ کہ تو نے اپنے لیے خریدی تھی تو اس کی بکری گئی اور اگر قسم نہ کھا سکو تو اس کی بات کا اعتبار کرو۔

مسئلہ: اگر نوکر کوئی چیز گراں خرید لایا تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تب تو تم کو لینا پڑے گا اور دام دینا پڑیں گے اور اگر بہت زیادہ گراں لایا کہ اتنے دام کوئی نہیں لگا تا تو تمہیں اس کا لینا واجب نہیں اور اگر تم نہ لو تو اس نوکر کے سر پڑے گا۔

مسئلہ: تم نے کسی کو کوئی چیز بیچنے کو دی تو اس کو یہ جائز نہیں کہ خود لے لے اور دام تم کو دے دے۔ اسی طرح اگر تم نے کچھ منگوایا کہ فلانی چیز خرید لاؤ تو وہ اپنی چیز تم کو نہیں دے سکتا۔ اگر اپنی چیز دینا یا خود لینا منظور ہو تو صاف صاف کہہ دے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں مجھ کو دے دو یا یوں کہہ دے کہ یہ میری چیز تم لے لو اور اتنے دام دے دو۔ بغیر بتائے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: تم نے پیسے دیے بغیر نوکر سے گوشت منگوایا وہ ادھار لے آیا تو گوشت والا تم سے دام کا تقاضا نہیں کرسکتا۔ اس نوکر سے تقاضا کرے اور وہ نوکر تم سے تقاضا کرے۔

اسی طرح اگر کوئی چیز تم نے پیسے دیے بغیر نوکر سے بکوائی تو خریدار سے تم کو تقاضا کرنے اور دام کے وصول کرنے کا حق نہیں ہے اس نے جس سے چیز لی ہے اسی کو دام بھی دے گا اور اگر وہ خود تم کو دام دے دے تب بھی جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم کو نہ دے تو تم زبردستی نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: تم نے نوکر سے کوئی چیز منگوائی وہ خرید کر لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے دام نہ لے لے تب تک وہ چیز تم کو نہ دے چاہے اس نے اپنے پاس سے دام دے دیے ہوں یا ابھی نہ دیے ہوں دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ کچھ دن کے وعدے پر ادھار لایا ہو تو جتنے دن کا وعدہ کر آیا ہے اس سے پہلے دام نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ: تم نے دو شخصوں کو بھیجا کہ جاؤ فلانی چیز خرید لاؤ تو خریدتے وقت دونوں کو موجود رہنا چاہیے۔ فقط ایک آدمی کا خریدنا جائز نہیں، کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی ہوا ہے فقط ایک کی رائے پر نہیں، اگر ایک ہی آدمی خریدے تو وہ بیع موقوف ہے اگر تم منظور کر لو تو صحیح ہو جائے گی ورنہ وکیل کے سر پڑے گی۔

مسئلہ: تم نے زید سے کہا کہ ہمیں ایک گائے یا بکری یا اور کچھ کہا کہ فلانی چیز خرید کر لا دو۔ زید نے خود نہیں خریدی بلکہ اس نے بکر سے کہہ دیا اس نے خریدی تو اس کا لینا تمہارے ذمہ واجب نہیں۔ چاہے لو چاہے نہ لو۔ دونوں اختیار ہیں البتہ جس کو تم نے کہا ہے یعنی زید اگر وہ خود تمہارے لیے خریدے تو تم کو لینا پڑے گی۔

مسئلہ: وکیل سے کہا کہ یہ کام جس طرح چاہو اپنی رائے سے کرو تو وہ آگے کسی اور سے کرا سکتا ہے۔ اس صورت میں وکیل ثانی بھی موکل کا وکیل قرار پائے گا اور وکیل اول اس کو از خود برطرف نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: موکل نے کوئی جرم کیا تو اس کی سزا خود موکل کو بھگتنا ہو گی خواہ وہ چوری یا زنا کی حد ہو یا قتل عمد میں قصاص ہو یا اور کوئی تعزیر ہو۔ نہ تو وکیل کا سزا سے کچھ تعلق ہو گا اور نہ ہی ایک کے بدلے میں کسی دوسرے آدمی کو سزا دی جا سکتی ہے۔

وکالت پر اجرت

مسئلہ: جب وکالت پر اجرت شرط کی ہو اور وکیل نے وکالت پوری کر دی ہو تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور اگر اجرت شرط نہ کی ہو اور وکیل بھی ایسا نہیں ہے جو اجرت پر کام کرتا ہو تو وہ احسان کرنے والا ہوگا اور اس کو اجرت کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر وکیل کے ساتھ اجرت پر کام کرنا طے ہوا ہو تو کام کو اس طرح کھول کر بیان کرنا ضروری ہے کہ جھگڑے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پھر وہ کام معلوم بھی ہو مثلاً کسی کو کہا کہ فلاں سے میری فلاں امانت وصول کر کے لے آؤ تو یہ ایسا عمل ہے جو معلوم و متعین ہے کم و بیش نہیں ہوتا۔ اس پر اجرت شرط کرنا صحیح ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ فلاں سے میرے قرض کا تقاضا کرو اور اسے وصول کرو تو چونکہ یہ عمل کم و بیش ہوتا ہے کہ کبھی تو قرض فوراً واپس مل جاتا ہے اور کبھی بار بار تقاضا کرنا پڑتا ہے یا ایک ہی موقع پر کم و بیش وقت لگانا پڑتا ہے اس لیے عمل کی مقدار کے غیر معلوم ہونے کی وجہ سے اس پر اجرت شرط کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر وکیل سے یوں کہے کہ تم دو گھنٹے ہمارے لیے قرض کے تقاضے میں لگاؤ ہم تمہیں اتنی اجرت دیں گے تو یہ صحیح ہے کیونکہ اس وقت وکیل کے کام کی مدت معلوم ہوگئی۔

مسئلہ: جب اوپر مذکور عمل یا منفعت غیر معلوم ہو تو اجارہ فاسد ہوگا اور اجرت مثل واجب ہوگی جو اگر اجرت مقرر نہ کی گئی ہو تو کل کی کل واجب ہوتی ہے اور اگر اجرت مقرر کی گئی ہو تو اس سے زائد نہ ہوگی۔

مسئلہ: کبھی اجرت کی شرط دلالۃً بھی ہوتی ہے مثلاً وکیل کا معمول ہو کہ وہ اجرت پر کام کرتا ہے جیسے وہ دلال ہو یا عدالتی مقدمہ (خصومت) کا وکیل ہو۔ تو ایسا وکیل اپنے عمل پر اجرت کا مستحق ہوگا اگرچہ صراحۃً اجرت کی شرط نہ کی گئی ہو۔

عدالتی وکالت کو بطور پیشہ اختیار کرنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(الف) باطل کی حمایت نہ کی جائے۔

(ب) گواہوں کو جھوٹ اور غلط بیانی نہ سکھائی جائے۔

(ج) شریعت کے مقرر کردہ احکام سے تجاوز نہ کیا جائے مثلاً چچا کی موجودگی میں یتیم پوتے کو میراث میں شریک کرنا شریعت کے خلاف ہے اور سودی معاملات اور سود کا لین دین غیر شرعی اور ناجائز ہیں۔ مقدمات کی پیروی میں ان احکام اور دیگر شرعی احکام کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔

وکیل کو برطرف کرنے کا بیان

وکیل کے موقوف اور برطرف کرنے کا تم کو ہر وقت اختیار ہے مثلاً تم نے کسی سے کہا تھا ہم کو ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں مل جائے تو لے لینا۔ پھر منع کر دیا کہ اب نہ لینا تو اب اس کو لینے کا اختیار نہیں اگر اب لے گا تو اسی کے سر پڑے گی تم کو نہ لینا پڑے گی۔

مسئلہ: اگر خود اس کو نہیں منع کیا بلکہ خط لکھ بھیجا یا آدمی بھیج کر اطلاع کر دی کہ اب نہ لینا تب بھی وہ برطرف ہو گیا۔ اور اگر تم نے اطلاع نہیں دی کسی اور آدمی نے اپنے طور پر اس سے کہہ دیا کہ تم کو فلاں نے برطرف کر دیا اب نہ خریدنا تو اگر دو آدمیوں نے اطلاع دی ہو یا ایک ہی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو وکیل برطرف ہو گیا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو برطرف نہیں ہوا۔ اگر وہ خرید لے تو تم کو لینا پڑے گا۔

باب ۴۲

اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان

اجارے کی تعریف

معلوم اجرت کے عوض معلوم منفعت کی فروخت کو اجارہ کہتے ہیں۔

اجارے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ عقد اجارہ جو اشیاء کی منفعت پر واقع ہو۔اس کی آگے تین ذیلی قسمیں ہیں۔

(ا) غیر منقولہ جائیداد مثلاً مکان، دکان اور زمین کرائے پر دینا۔

(ب) سامان مثلاً لباس اور برتن وغیرہ کرائے پر دینا۔

(ج) جانور یا گاڑی کرائے پر دینا۔

(۲) وہ عقد اجارہ جو انسانی عمل یعنی Labour & Services پر واقع ہو جیسے ملازم، خادم، مزدور اور کاریگر سے اجرت پر کام لینا۔

کرایہ پر لینا یا دینا

اپنی کسی چیز کو کرایہ پر دینا یا کسی دوسرے کی چیز کو کرایہ پر لینا جائز ہے، اس کے بارے میں چند ضروری مسائل یہ ہیں:

مسئلہ: کرایہ کا معاملہ آمنے سامنے بھی طے ہوسکتا ہے اور خط و کتابت سے بھی، اگر کوئی گونگا ہے، تو اشارہ سے بھی معاملہ طے ہوسکتا ہے، اسی طرح تعاطی یعنی بات چیت کے بغیر طرز عمل سے بھی معاملہ طے ہوسکتا ہے، مثلاً تم بس یا ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور بس اور ٹیکسی والے نے مطلوبہ جگہ پہنچا دیا اور میٹر کے مطابق کرایہ تم نے اسے دے دیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، اس کو تعاطی کہتے ہیں۔

مسئلہ: کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے، یعنی

دونوں برے بھلے اور نقصان فائدہ کی تمیز کر سکتے ہوں، بالغ ہونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئیں، ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہوگا؟ دوسرے یہ کہ وہ کتنے دنوں کے لیے یا کس کام کے لیے کرایہ پر لے رہا ہے، مثلاً اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا، یا سواری یا برتن یا کپڑا کرایہ پر لیا تو اس کا کرایہ بھی طے ہونا چاہیے اور مدت بھی یعنی ایک سال دوسال یا ایک ماہ دو ماہ یا ایک دن دو دن کے لیے لے رہا ہے، یا گھنٹے دو گھنٹے کے لیے، سواری میں کرایہ کے ساتھ یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ سواری کس کام کے لیے اور کتنی مسافت کے لیے لے رہا ہے، مثلاً کسی نے موٹر سائیکل یا گاڑی کو کرایہ پر لیا تو یہ بتا دینا چاہیے کہ سوار ہونے کے لیے لے رہا ہے یا سامان ڈھونے کے لیے، اور وہ اسے کہاں تک یا کتنے میل لے جائے گا، تاکہ بعد میں دونوں میں کوئی اختلاف نہ ہو اور اگر کرایہ میں مدت سے بھی فرق پڑتا ہو تو مدت کا ذکر بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر سو روپے ماہوار کے حساب سے مکان کا کرایہ طے ہوا تو یہ معاملہ صرف ایک مہینہ کے لیے سمجھا جائے گا دوسرے مہینہ میں دونوں کو پھر سے معاملہ کرنا چاہیے، اگر مالک مکان چاہے تو ایک ماہ کے بعد کرایہ دار سے مکان خالی کرا سکتا ہے، البتہ اگر مالک مکان نے دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ کو کوئی اعتراض نہ کیا تو پھر وہ دوسرے مہینہ میں اسی کرایہ پر رہ سکتا ہے۔

اس صورت میں ہر ماہ مالک مکان کرایہ بڑھا بھی سکتا ہے اور اپنا مکان خالی بھی کرا سکتا ہے، لیکن اگر کرایہ دار نے کوئی مکان سال دو سال یا دس بیس سال مدت اور کرایہ مقرر کر کے لیا تو پھر اس مدت کے پورا ہونے تک مالک کو نہ تو کرایہ بڑھانے کا حق ہے، اور نہ اس کو نکالنے کا۔

مسئلہ: اگر سواری کرایہ پر لی تو اس پر اتنے ہی آدمی سوار ہو سکتے ہیں جتنے آدمی سوار ہونے کے لیے وہ بنائی گئی ہے، یا جتنے آدمی اس میں عام طور پر سوار ہوتے ہیں، مثلاً تم نے کار کرایہ پر لی تو اس میں چار یا پانچ آدمیوں سے زیادہ کو سوار ہونا جائز نہیں الا یہ کہ

مالک سے اجازت لے لی ہو۔

مسئلہ: مشترک مکان، دکان یا کسی اور مشترک چیز میں ایک شریک اپنا حصہ کسی غیر شریک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر اس کے علاوہ دو یا زائد شریک اور ہوں تو یہ اپنا حصہ ان میں سے ایک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔

مسئلہ: مکان یا دکان کو کرایہ پر لیا مگر یہ نہیں بتایا کہ اس میں کون رہے گا، یا وہ کس چیز کی دکان کرے گا تو مکان میں چاہے خود رہے یا دوسرے کو اس میں رکھے، یا اس میں سامان رکھے یا کوئی دکان کرے اس کو اختیار ہے، اسی طرح دکان میں جس چیز کی چاہے دکان کرے، مگر مکان یا دکان میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جو مکان کو خراب کردینے یا اس کو کمزور کردینے کا سبب ہو، اس کے لیے مالک سے دوبارہ اجازت لینی ضروری ہے، مثلاً اس نے دکان میں بھٹی لگانی ہو یا مکان میں آٹا پیسنے کی چکی نصب کرنی ہوتو اس کو اجازت لینی چاہیے، کیونکہ دونوں کاموں سے مکان اور دکان کے خراب اور کمزور ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح اگر کرایہ کے مکان میں جانور رکھنے کی ضرورت ہوتو اس بارے میں وہاں کا عام رواج دیکھا جائے گا، اگر عام طور پر جانور مکانوں میں رکھے جاتے ہوں جیسا کہ دیہاتوں میں ہوتا ہے تو رکھنا جائز ہوگا، اور اگر عام طور سے نہ رکھے جاتے ہیں مثلاً شہروں میں تو شہر کے مکانات میں ان کے رکھنے سے مالک مکان روک سکتا ہے، یوں اجازت دے دے تو پھر ہر جگہ رکھے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ: جب تم نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کرلیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا، چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو، کرایہ بہرحال واجب ہے۔

مسئلہ: جو مکان یا دکان کرائے پر لی ہو اس کو موجود اجرت یا اس سے کم اجرت پر آگے کسی اور کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔

مسئلہ: زید نے بکر سے کوئی شے کرایہ پر لی اور ایک ہزار روپیہ کرایہ طے ہوا۔ پھر زید وہ شے آگے زائد کرایہ پر خالد کو دے تو یہ جائز نہیں مگر ذیل کی تین صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ معاملہ مخالف جنس میں کیا ہو یعنی زید نے بکر سے روپوں میں معاملہ کیا ہو اور خالد سے ایک ہزار روپے سے زائد مالیت کے ڈالروں میں کیا ہو یا زید نے بکر سے سونے میں معاملہ کیا اور خالد سے سونے سے زائد مالیت کی چاندی میں معاملہ کیا۔

۲۔ زید نے وہی شے خالد کو کرایہ پر دی تو اس کے ساتھ اپنی کسی شے کا اضافہ کر دیا مثلاً زید نے خالی دکان ایک ہزار روپے ماہانہ کے عوض کرایہ پر لی پھر دکان اپنی ایک الماری سمیت خالد کو ڈیڑھ ہزار کے عوض کرایہ پر دی تو یہ جائز ہے۔

۳۔ خالد کو آگے کرایہ پر دینے سے پہلے زید نے اس دکان میں کوئی ایسا کام کروایا جو قائم رہنے والا ہو مثلاً اس میں سیمنٹ کا پلستر کروایا یا اس میں رنگ روغن کروایا۔

ان تین صورتوں کے بغیر لیے ہوئے زائد کرایہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول پر یہ جائز و حلال ہے اور صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر کرایہ دار نے کرایہ پر لی ہوئی دکان کا ایک حصہ آگے کسی کو کرایہ پر دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: دلہن کا بناؤ سنگھار مشاطہ سے اجرت پر کرانا جائز ہے لیکن کام اور مدت کا ذکر ہونا چاہیے اور اس میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہونا چاہئے جو شریعت کی رو سے ناجائز ہو۔

خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب

جس طرح بیع وشراء میں خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی آسانی دی گئی ہے، اسی طرح اجارہ میں بھی ان کی سہولت ہے، مثلاً ایک شخص ایک مکان یا دکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ وغیرہ کی بات چیت طے ہو چکی ہے، مگر مالک یا کرایہ دار نے کہا کہ کل آخری جواب دوں گا، تو جس نے بھی یہ کہا ہے اسے دوسرے دن تک لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح کرایہ دار نے ایک مکان یا دکان کا معاملہ کر لیا اگر اس نے دیکھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد اسے وہ مکان یا دکان پسند نہیں آئی یا کرایہ زیادہ محسوس ہوا تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا، اسی طرح مکان یا دکان میں آنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نظر آیا جس سے رہائش میں یا

دکان کرنے میں شدید پریشانی نظر آتی ہے تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہے، البتہ اگر کچھ دن وہ رہ چکا ہے تو اسے اتنے دن کا کرایہ دینا ہوگا۔

اجارہ باطل کا بیان

جو اجارہ اصل سے ہی جائز نہ ہو وہ باطل ہوتا ہے اور اجارہ باطل پر کام کرنے والا اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجارہ کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

طرفین میں سے کسی ایک کی عدم رضامندی ہو:

مثلاً ظالم لوگ بے کسوں سے زبردستی بیگار اور مزدوری لیں۔

عاقد متعین نہ ہو:

کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی۔ اس نے کہا جو کوئی ہماری چیز بتا دے کہ کہاں ہے اس کو ایک روپیہ دیں گے۔ تو اگر کوئی بتا دے تب بھی روپیہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجارہ صحیح نہیں ہوا۔

اور اگر کسی خاص آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو بتا دے تو تجھے روپیہ دوں گا تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بتا دیا تو کچھ نہ ملے گا کیونکہ اشارہ کرنا یا رہنمائی کے طور پر محض بتانا ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجرت کا استحقاق بنتا ہو۔ ہاں اگر اس نے تلاش کے لیے کچھ چل کر بتایا ہو تو اجرت کا مستحق ہوگا۔

جس منفعت کے لیے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو

مثلاً گانا بجانا، بندر نچانا، ویڈیو فلمیں اور تصویریں بنانا اور مورتیاں تراشنا' ناحق قتل کرنا، چوری کرنا، راہزنی کرنا، شراب بنانا اور پلانا، جھوٹی گواہی دینا، شرک و بدعت کا کام کرنا، سود کی لکھت پڑھت کرنا، جوئے کا معاملہ کرنا، غیر شرعی لباس سینا اور جسم کا گودنا وغیرہ۔

جو شے کرائے پر دی جارہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو

مثلاً اپنی زمین میں جانور شکار کرنے کے لیے کسی سے اجرت کا معاملہ کرنا یا اپنے تالاب میں مچھلی پکڑنے کے لیے کسی سے اجرت پر معاملہ کرنا یعنی دوسرے سے اجرت لے کر اس کو اجازت دینا کہ وہ اس کی زمین میں اور تالاب میں شکار کر سکے۔

جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو

(i) وہ کام کرنا اجیر پر پہلے سے واجب ہو

جیسے اولاد کے لیے والدین کی خدمت کرنا۔ بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنا اس کے طعام ولباس کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا۔ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا وغیرہ۔

مسئلہ: سرکاری ملازم اور وہ ملازم بھی جو کسی نجی ادارے میں ملازم ہوں وہ اپنے کرنے کے کاموں پر ضرورت مندوں سے اجرت طے کریں تو یہ اجرت جائز نہیں ہے بلکہ یہ رشوت ہے کیونکہ ملازمت اور ادارے کے ساتھ اجارہ کی وجہ سے وہ کام کرنا اس پر پہلے ہی سے واجب تھا اور ایک کام پر دو اجرتیں نہیں ہو سکتیں۔

(ii) وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کے لیے ہو

جیسے تسبیح تہلیل تلاوت قرآن اور نوافل۔ چونکہ یہ کام محض عبادت اور ثواب کے ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں دنیا کی اجرت کو بھی مقصود بنا لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ بندے سے اجرت کی شرکت لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں کرتے لہٰذا وہ عمل صرف دنیا کی اجرت کے لیے رہا۔ اور محض عبادت اور ثواب کا کام جب اصل مقصود یعنی ثواب اور اللہ کی رضا سے خالی رہے تو وہ عبادت نہیں رہتا اور اس کی صحت ختم ہو جاتی ہے اور محض ایک لغو حرکت رہ جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی حافظ کو نوکر رکھا کہ اتنے دن فلانے کی قبر پر قرآن پڑھا کرو اور ثواب بخشا کرو۔ یہ صحیح نہیں باطل ہے، نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ مردے کو اور وہ حافظ کچھ تنخواہ پانے کا مستحق نہیں۔

(iii) وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو

(الف) محض گھر سجانے کے لیے جھاڑ فانوس وغیرہ کرایہ پر لینا درست نہیں۔ اگر لایا بھی تو وہ دینے والا کرایہ پانے کا مستحق نہیں۔ یہی حکم سجاوٹ کی چھوٹی بتیوں کا ہے۔ البتہ اگر جھاڑ فانوس جلانے کے لیے لایا ہو (تاکہ ضرورت کی روشنی حاصل ہو) اور اس سے ضمناً سجاوٹ بھی حاصل ہوگئی ہو تو درست ہے۔

(ب) کار یا گھوڑا کرایہ پر لیا تاکہ گھر کے باہر کھڑا کرے اور دیکھنے والے کہیں کہ یہ اس کا گھوڑا یا اس کی کار ہے تو یہ اجارہ باطل ہے۔

(ج) بکری، گائے بھینس کے گابھن کرانے کے لیے جس کا بکرا بیل بھینسا ہو اس کو گابھن کرائی لینا یعنی جانور کی جفتی پر اجرت لینا حرام ہے۔

اجارہ فاسد کا بیان

اجارہ کا وہ معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن کسی غیر مناسب وصف وغیرہ کی وجہ سے اس میں فساد آئے اجارہ فاسد کہلاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ کرنے میں گناہ ہوتا ہے لہٰذا اس کو توڑ کر ازسرنو صحیح طریقے پر معاملہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی نے فاسد معاملہ کے مطابق کام کرلیا تو جو کچھ اجرت طے ہوئی ہے کام کرنے والے کو وہ نہیں دلائی جائے گی بلکہ اتنے کام کے لیے جتنی مزدوری اور اجرت کا دستور ہو یا اس جگہ کے لیے جتنے کرایہ کا دستور ہو وہ دلایا جائے گا۔ لیکن اگر دستور زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر دستور کے موافق نہ دیا جائے گا بلکہ وہی ملے گا جو طے ہوا۔ غرض یہ کہ جو کم ہو اس کے پانے کا مستحق ہے۔

اجارہ کے فاسد ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

○۱ اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو

(i) اجرت میں جہالت: یعنی اجارہ کا معاملہ کیا لیکن یہ طے نہیں کیا کہ اجرت کتنی ہوگی۔

مسئلہ: اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کرایہ مقرر نہیں کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط کرلی کہ جو کچھ اس میں ٹوٹ پھوٹ ہوگی وہ بھی ہم اپنے پاس سے بنوا دیا کریں گے یا کسی کو گھر

اس وعدہ پر دیا کہ اس کو مرمت کرادیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے یہ سب اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت یا تو سرے سے طے نہیں ہے یا متعین نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر یوں کہہ دے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمت کرادیا کرو کرایہ کچھ نہیں ہے تو یہ عاریت ہے اور جائز ہے۔

(ii) اجرت کی مقدار میں وقت کے اعتبار سے تردد ہو

مسئلہ: درزی کو کہا کہ اگر تم نے یہ لباس آج سی دیا تو سو روپے ملیں گے اور اگر کل سیا تو پچاس روپے ملیں گے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی شرط صحیح ہوگی دوسری صحیح نہ ہوگی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح ہوں گی۔ اگر درزی نے پہلے دن کپڑا سیا تو تینوں کے نزدیک پہلے دن کی اجرت واجب ہوئی اور اگر دوسرے دن سیا تو صاحبین کے نزدیک دوسرے دن کی اجرت واجب ہوگی جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اجرت مثل واجب ہوگی جو دوسرے دن کی ذکر کردہ اجرت سے بہرحال زائد نہ ہوگی۔ مجلہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

(iii) منفعت کی مقدار مجہول ہو

مسئلہ: اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کچھ مدت بیان نہیں کی کہ کتنے دن کے لیے کرایہ پر لیا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔

مسئلہ: کسی نے یہ کہہ کر مکان کرایہ پر لیا کہ دو سو روپے ماہوار کرایہ دیا کریں گے تو ایک ہی مہینے کے لیے اجارہ صحیح ہوا۔ مہینے کے بعد مالک کو اجارہ ختم کرنے کا اختیار ہے۔ پھر جب دوسرے مہینے میں تم رہنے لگے تو ایک مہینہ کا اجارہ اب اور صحیح ہوگیا۔ اس طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا۔ البتہ اگر یہ بھی کہہ دیا کہ چار مہینے یا چھ مہینے رہوں گا تو جتنی مدت بتائی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا۔ اس سے پہلے مالک تم کو نہیں ہٹا سکتا۔

○ ۲ اجرت مال مباح نہ ہو

مثلاً کرایہ پر مکان لیا یا کسی کو کام پر رکھا اور اجرت میں خمر یا خنزیر دینا طے کیا۔

○ ۳ عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا

مثلاً کسی شخص کو جائز کام کے لیے رکھا لیکن اس شرط پر کہ وہ آقا کو ساز بجا کے بھی سنایا کرے گا۔

اسی طرح کسی ملازم کو رکھا اور شرط کی کہ بوقت ضرورت ناجائز رشوت دینے کے لیے اس کو جانا پڑے گا۔

○ ۴ عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو

مثلاً ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو رہائش کے لیے کرایہ پر دیا اور اجرت میں دوسرے شخص کا مکان رہائش کے لیے لے لیا۔ اسی طرح ایک شخص نے اپنی کار دوسرے کو سواری کے لیے کرایہ پر دی اور کرایہ یہ طے ہوا کہ پہلا شخص دوسرے کی کار پر سواری کرلے۔ یہ اجارہ فاسد ہے۔

○ ۵ کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو

مثلاً مشترکہ مکان ہو اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک کسی غیر شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دے یہ فاسد ہے۔

اسی طرح اگر کسی جائیداد میں تین شریک ہوں اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک اپنا حصہ باقی دو میں سے کسی ایک کو کرایہ پر دے تو یہ فاسد ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایک شریک تنہا اپنا حصہ لینے والے کو دینے پر قادر نہیں ہے۔

البتہ اگر جائیداد میں صرف دو شریک ہوں اور ان میں سے ایک اپنا حصہ دوسرے کو کرایہ پر دے تو یہ جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں دوسرے شریک کے لیے پوری جائیداد سے نفع اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

○ ۶ اجرت وہ چیز ہو جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو

پیسنے کے لیے کسی کو گندم دی اور کہا کہ اسی میں سے پاؤ بھر آٹا پسائی لے لینا۔ یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری لے لینا یہ سب فاسد ہے۔ اسی طرح جولاہے کو کپڑا بننے کے لیے سوت دیا اور شرط کی کہ جو کپڑا وہ بنے گا اس میں سے اتنا کپڑا اس کو اجرت میں دیں گے تو یہ بھی فاسد ہے۔

البتہ مندرجہ ذیل طریقے جائز ہیں:

(ا) مالک گندم میں سے اجرت پہلے ہی نکال کر چکی والے کو دے دے۔ چکی والا اپنی اجرت کی گندم کو باقی گندم کے ساتھ پیس کر اپنا حصہ علیحدہ کر لے تو جائز ہے۔

(ب) اجرت میں روپے یا گندم یا دونوں چیزیں طے کر لے۔

(ج) آٹے کو بلاتعیین ذکر کرے یعنی یوں کہے کہ ایک من گندم کی پسائی کی اجرت ایک کلو آٹا ہوگی یوں نہ کہے کہ پسے ہوئے آٹے میں سے ایک کلو ہوگی۔ پھر خواہ کوئی دوسرا آٹا دے یا اسی پسے ہوئے میں سے دے۔

مسئلہ: ادھیارے پر جانور دینا مثلاً زید نے خالد کو بکریوں کا ریوڑ دیا اور معاہدہ کیا کہ خالد اس کی پرورش کرے اور سال بعد ریوڑ میں جتنے جانوروں کا اضافہ ہوگا وہ آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں گے تو قاعدے کے مطابق یہ معاملہ فاسد ہونا چاہیے لیکن عام رواج پا جانے کی صورت میں یا شدید ضرورت کے موقع پر امام احمد بن حنبلؒ کے ایک قول پر اس کی گنجائش ہے۔

○ ۷ عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو

یعنی ایسی شرط طے کرنا جس میں کرایہ پر دینے والے یا لینے والے کا نفع ہو مثلاً اپنی زمین اس شرط کے ساتھ کرایہ پر دی کہ کرایہ لینے والا اس میں ہل چلا کر واپس کرے گا یا مکان اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ مالک مکان کرایہ دار کے مال کی حفاظت کرے گا۔

○ ۸ شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو

اس وجہ سے بکری یا گائے بھینس کو دودھ پینے کے لیے کرایہ پر لینا جائز نہیں ہے۔

اجیر کی دو قسمیں: اجیر خاص اور اجیر مشترک

اجیر خاص وہ ہوتا ہے جو خاص مستاجر کے کام کاج کے لیے ہو مثلاً گھر کا یا دکان کا ملازم۔

اس پر لازم ہے کہ وہ کام کے اوقات میں حاضر رہے اگرچہ مستاجر اس سے کام نہ لے اور جب مستاجر اس سے کام لے تو وہ کام سے منہ نہ موڑے۔ اس صورت میں وہ اجرت و تنخواہ کا مستحق ہوگا اور اگر وہ کام پر نہ جائے یا کام نہ کرے تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجیر مشترک وہ ہوتا ہے جو کسی خاص ایک آدمی کے کام پر نہ لیا گیا ہو بلکہ وہ ایسا پیشہ ور ہے جو کسی وقت میں کسی خاص ایک کے کام کا پابند نہ ہو مثلاً دھوبی، رنگریز اور موچی وغیرہ۔

اجیر مشترک اجرت کا مستحق عمل سے بنتا ہے۔

مسئلہ: اگر بستی والے سب مل کر ایک شخص کو خاص اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے مقرر کریں تو وہ ان کا اجیر خاص ہوگا لیکن اگر چرواہے کو یہ آزادی حاصل ہو کہ وہ ساتھ میں دوسری بستی والوں کے جانور بھی چرا سکتا ہے تو وہ اجیر مشترک ہوگا۔

اجیر مشترک سے تاوان لینے کا بیان

رنگریز، دھوبی، درزی وغیرہ کسی پیشہ ور سے کوئی کام کرایا تو وہ چیز جو اس کو دی ہے اس کے پاس امانت ہے اگر چوری ہو جائے یا کسی اور قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر اس نے اس طرح کپڑے کو لکڑی سے کوٹا کہ پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا وہ خراب ہو گیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا اس نے بدل دیا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر کپڑا کھو گیا اور وہ کہتا ہے معلوم نہیں کیونکر گیا اور کیا ہوا۔ اس کا تاوان لینا بھی

درست ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہوگئی اس میں چلا گیا تو تاوان لینا درست نہیں۔

مسئلہ: درزی سے کہا اس ناپ کا کرتہ سی دو۔ اس نے چھوٹا سی دیا۔ اگر بہت معمولی سا فرق ہو جو برداشت کیا جاسکتا ہو تب تو کچھ حرج نہیں لیکن اگر زیادہ فرق ہو تو درزی پر تاوان آئے گا۔

اجیر خاص سے تاوان لینے کا بیان

مسئلہ: جو خاص تمہارے ہی کام کے لیے ہے مثلاً نوکر چاکر یا وہ مزدور جس کو تم نے ایک دن یا دو چار دن کے لیے رکھا ہے اس کے ہاتھ سے جو کچھ جاتا رہے اس کا تاوان لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ خود قصداً نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔

مسئلہ: بچے کی دیکھ بھال پر جو نوکر ہے اس کی غفلت سے اگر بچے کا زیور یا اور کچھ جاتا رہا تو اس کا تاوان لینا درست نہیں، کیونکہ وہ خاص تمہارے ہی کام کے لیے ہے۔

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان

مسئلہ: کوئی گھر کرایہ پر لیا، وہ بہت ٹپکتا ہے یا کچھ حصہ اس کا گر پڑا یا اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس سے اب رہنا مشکل ہے تو اجارہ کا توڑ دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر پڑا تو خود ہی اجارہ ٹوٹ گیا، تمہارے توڑنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔

مسئلہ: جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جائے تو اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جائے کہ کرایہ کو توڑنا پڑے تو مجبوری کے وقت توڑ دینا صحیح ہے مثلاً کہیں جانے کے لیے تانگہ کرایہ پر لیا پھر رائے بدل گئی اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ توڑ دینا صحیح ہے اور اگر سواریاں بٹھانے کے لیے تانگہ گھر تک لے آئے پھر ارادہ بدل گیا تو اتنے کام کی دستور کے موافق اجرت دینا ہوگی۔

مسئلہ: یہ جو دستور ہے کہ سواری والے کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دے دیتے ہیں اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اس کرایہ میں سے کاٹ دیا جاتا ہے اور جو جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ہضم کر لیتا ہے، واپس نہیں دیتا، یہ درست نہیں بلکہ اس کو واپس دینا چاہیے۔

دلالی

دلالی دو معنی میں بولتے ہیں۔

- ایک وہ دلال جو بائع و مشتری کی ایک دوسرے کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور خود سودا نہیں کرتا۔ اس کو انگریزی میں بروکر (Broker) کہتے ہیں۔
- دوسرا وہ دلال کہلاتا ہے جو بائع یا مشتری کی جانب سے اجرت پر سودا کرواتا ہے۔ اس کو آڑھتی بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

دلال (Broker) کی اجرت

اگر دلال بائع و مشتری کے درمیان سودا کرانے کی کوشش کرتا ہے اور مالک خود فروخت کرتا ہے تو جیسا رواج ہو اس کے مطابق دلال اپنی اجرت بائع سے یا خریدار سے یا دونوں سے وصول کر سکتا ہے۔

اگر یہ دلال مالک کی اجازت سے شے کو خود فروخت کرے تو وہ بائع کا وکیل (یعنی اس کا کمیشن ایجنٹ) بن گیا اور فقط بائع سے اجرت لے سکے گا۔

دلال (کمیشن ایجنٹ، آڑھتی) کے احکام

مسئلہ: ایسے دلال کی دلالی کی رقم یا تو متعین ہو مثلاً اس شے کی فروخت پر دس روپے ملیں گے یا قیمت سے فیصد کے حساب سے ہو یعنی جتنی رقم بطور قیمت وصول ہو گی اس کے مثلاً پانچ فیصد ملیں گے۔

مسئلہ: زید جو کہ دلال ہے اس نے بکر سے کہا کہ میں تمہاری بھینس فروخت کرادیتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پانچ ہزار تمہیں دوں گا اور اس سے زائد جتنا بھی وصول ہوگا وہ میرا ہوگا۔ پھر زید نے چھ ہزار میں فروخت کر کے ایک ہزار خود رکھ لیے تو یہ معاملہ جائز نہیں کیونکہ دلالی کی رقم متعین نہیں ہے۔

مسئلہ: چند بیوپاریوں نے ایک بیوپاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیج دیا اور لکھ دیا کہ پچاس روپے من فروخت کر کے ہمارے پاس روپیہ بھیج دو۔ بیوپاری نے مذکورہ مال باون روپے من کے حساب سے فروخت کیا۔ پچاس روپے مالک کو بھیجے اور دو روپے محنتانہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیے تو یہ جائز نہیں بلکہ کل قیمت مالک کو ملے گی۔ ہاں اگر پہلے سے طے کر لیتے کہ ایک من فروختگی پر دو روپیہ اجرت اور کمیشن ہوگی تو جائز ہوتا۔

چند متفرق مسائل

مسئلہ: کوئی شخص اس شرط پر دکان پر ملازمت کرتا ہے کہ جو نفع ہوگا اس کا پانچواں حصہ وہ بطور اجرت لے گا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: دینی خدمات جیسے امامت، اذان، تعلیم قرآن اور تعلیم دین اور قضاء پر اجرت لینا جائز ہے۔ بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے وہ اس وقت ہے جب حکومت اور ملک کا اجتماعی نظام یہ خدمات انجام دینے والوں کی ضروریات کی کفالت کرتا ہو۔ اگر یہ کفالت بھی نہ ہو اور اجرت بھی نہ لے سکیں تو یہ خدمات مہیا کرنے والے نہ ملیں گے اور نتیجہ میں دین کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

مسئلہ: ٹی وی، وی سی آر (T.V, V.C.R) وغیرہ جو کہ عام طور سے لہو کے آلات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کی مرمت کا کام جائز نہیں۔

مسئلہ: جہاں گرجا مندر کی تعمیر کی شرعاً اجازت ہو مسلمان اس کی تعمیر کر سکتا ہے اور اس پر اجرت بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ: بینکاری، بیمہ یا کسی اور سودی اور ناجائز کام کے لیے مکان اجرت و کرایہ پر

دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: بینک اور بیمہ کمپنیوں اور فلم اور دیگر سودی اور حرام کاموں کی ملازمت ناجائز ہے۔

مسئلہ: کوئی اگر یہ چاہے کہ گھر کے استعمال کی روٹیاں بیوی سے اجرت پر پکوائے تو یہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر بازار میں فروخت کرنے کے لیے بیوی سے اجرت پر پکوائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: بیوی نے اپنی ملکیت کا مکان شوہر کو کرایہ پر دیا پھر میاں بیوی دونوں اس میں رہے تو بیوی مکان کے کرایہ کی مستحق ہوگی۔

مسئلہ: جو مقروض و مدیون قرض کی ادائیگی میں ناحق لیت ولعل کرے یا ادائیگی کرنے سے انکار کردے تو وصولی کے لیے کسی زور آور شخص کو اجرت پر رکھنا جائز ہے البتہ اس کی تنخواہ معین ہونی چاہے خواہ ماہانہ یا یکمشت کہ کامیابی کے بعد اتنا دیں گے۔

مسئلہ: درزی کپڑا سی کر یا رنگریز کپڑا رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے اس کی مزدوری نہ لے لے تب تک تم کو کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں اور اگر کسی مزدور سے غلے کی ایک بوری پانچ روپے کے وعدہ پر اٹھوائی تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے تمہارا غلہ نہیں روک سکتا کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک محض اٹھا کر لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی جبکہ پہلی صورتوں میں کام کرنے والے کی طرف سے کپڑے میں ایک نئی بات پیدا ہوئی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے یہ شرط کرلی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو کسی دوسرے سے کام کروانا درست نہیں اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کرا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو اجرت دے کر مچھلی پکڑوائی تو وہ پکڑنے والے کی ملک ہوئی اور یہ اجارہ باطل ہے۔ البتہ اگر ماہی گیر کو کچھ مدت کے لیے تنخواہ پر ملازم رکھ لے اور اس سے

مچھلی پکڑنے کا کام لے تو جائز ہے اور خواہ مچھلی آئے نہ آئے اس کو اپنی تنخواہ ملے گی۔

۞۞۞

باب ۴۳

رہن یعنی گروی رکھنے کا بیان

مسئلہ: تم نے کسی سے سو روپے قرض لیے اور اعتبار کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رکھ دی کہ تجھے اعتبار نہ ہو تو میری یہ چیز اپنے پاس رکھ لے۔ جب روپے ادا کر دوں تو اپنی چیز لے لوں گا، یہ جائز ہے۔ اسی کو گروی رکھنا کہتے ہیں۔

مسئلہ: جو شخص اپنی چیز گروی رکھتا ہے اس کو راہن کہتے ہیں اور جس قرض خواہ کے پاس رکھتا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور گروی رکھی گئی چیز کو رہن یا مرہون کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تم نے کوئی چیز گروی رکھ دی تو اب قرضہ ادا کئے بغیر اپنی چیز مانگنے اور لے لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر تم نے اپنا روپیہ کچھ ادا کر دیا تب بھی گروی کی چیز نہیں لے سکتے، بلکہ ادا شدہ رقم کے برابر حصہ بھی واپس نہیں لے سکتے، جب سب روپیہ ادا کرو گے تب وہ چیز ملے گی۔

مسئلہ: جو چیز تمہارے پاس کسی نے گروی رکھی تو اب اس چیز کو کام میں لانا اس سے کسی طرح کا نفع اٹھانا ایسے باغ کا پھل کھانا، ایسی زمین کا غلہ یا روپیہ لے کر کھانا ایسے گھر میں رہنا کچھ درست نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بکری گائے وغیرہ کسی نے تمہارے پاس گروی رکھی ہو تو اس کا دودھ بچہ وغیرہ جو کچھ ہو وہ مالک ہی کا ہے۔ تم کو اس کو لینا درست نہیں۔ دودھ کو بیچ کر دام کو بھی گروی میں شامل کر دو۔ جب وہ تمہارا قرضہ ادا کر دے تو گروی کی چیز اور دودھ کے دام سب واپس کر دو اور کھلائی کے دام جو تم نے خرچ کئے وہ کاٹ لو۔

مسئلہ: اگر تم نے سو روپے قرض لیے اور سو ہی روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز مرتہن کے پاس سے جاتی رہی تو اب نہ تو وہ تم سے اپنا کچھ قرض لے سکتا ہے اور نہ تم

اس سے اپنی رکھی چیز کے دام لے سکتے ہو۔ تمہاری چیز گئی اور اس کا روپیہ گیا اور اگر پچاس روپے کی چیز گروی رکھی اور وہ جاتی رہی تو پچاس روپے تم کو دینا پڑیں گے، پچاس روپے کٹ ہو گئے۔

مسئلہ: اگر تم نے سو روپے قرض لیے اور ڈیڑھ سو روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز مرتہن کے پاس سے جاتی رہی تو تم اس سے زائد پچاس روپے کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ سو روپے کے بقدر تو وہ چیز گروی تھی اور باقی پچاس کے بقدر امانت تھی۔ امانت جب قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا۔

مسئلہ: رہن قرض خواہ کے بجائے کسی تیسرے معتبر عادل شخص کے پاس بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کے پاس اگر کسی قدرتی آفت سے وہ شے جاتی رہے تو اس کی ذمہ داری مرتہن پر آتی ہے۔

مسئلہ: راہن اپنی گروی رکھی گئی شے کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا تو وہ مرتہن کی اجازت یا قرض کی ادائیگی پر موقوف رہے گی۔ اگر مرتہن نے اجازت دے دی یا راہن نے اپنا قرض ادا کر دیا تو وہ سودا نافذ ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ پائی گئی تو بیع خود بخود ختم نہ ہوگی اور خریدار یا تو رہن چھڑانے تک صبر کرے یا معاملہ عدالت میں لے جائے اور عدالت سے بیع کو فسخ کروائے۔

مسئلہ: جو خرچہ رہن کی مصلحت اور بقاء کے لیے ضروری ہے مثلاً گروی میں کوئی جانور رکھا ہے تو اس کے چارہ کا خرچہ مالک اور راہن کے ذمہ ہوگا اور جو خرچہ حفاظت کے لیے ہو وہ مرتہن کے ذمہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: راہن مرتہن کو کہہ سکتا ہے کہ اگر میں تم کو قرض واپس نہ کر سکا تو تم اس رہن کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لو۔

مسئلہ: مرتہن کو فروخت کرنے کا کہنے کے بعد راہن مر گیا تو مرتہن وارثوں کی عدم موجودگی میں بھی مرہونہ شے کو فروخت کر سکتا ہے۔

مسئلہ: لوگوں نے کرایہ کی جگہ ایک یہ صورت بھی نکال لی ہے کہ مکان کے طلبگار سے

مثلاً چار لاکھ روپے قرض لے لیتے ہیں اور اس کے پاس اپنا مکان گروی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس میں رہتے رہو۔ جب مکان چھوڑو تو اپنی رقم لے لینا۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور سود کی شکل ہے، کیونکہ گروی میں رکھی گئی شے سے نفع اٹھانا سود ہوتا ہے اگرچہ مالک نے اس کی اجازت بھی دے دی ہو۔ بعض لوگ کچھ کرایہ تو مقرر کرتے ہیں لیکن وہ عام نرخ سے بہت کم ہوتا ہے۔ یہ رعایت بھی چونکہ قرض کی وجہ سے ملی ہے اس لیے یہ بھی سود ہے۔

مسئلہ: اگر زید نے بکر سے کوئی زیور یا برتن وغیرہ عاریت لے کر رہن رکھ دیا اور بکر اپنی ضرورت سے مرتہن کو روپیہ دے کر وہ شے چھڑا لایا تو بکر اس روپے کا مطالبہ زید سے کرسکتا ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ حق مرتہن (رہن اپنے پاس رکھنے کے حق) کو فروخت کرتے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ یہ حق نہ تو بیع کے قابل چیز ہے اور نہ ہی مرتہن کو مرہون میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

باب ۴۴

ہبہ یعنی کسی کو ہدیہ دینے کا بیان

مسئلہ: تم نے زید کو کہا کہ یہ چیز میں نے تم کو ہدیہ میں دی اور زید نے کہا میں نے قبول کی اور اس چیز پر قبضہ کرلیا یا منہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ تم نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس نے لے لی تو اب وہ چیز اسی کی ہوگئی اب تمہاری نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے، اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں۔ لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کے حوالہ کردینا اور اس کا قبضہ کرلینا ہے اگر تم نے کہا یہ ہم نے تم کو دے دی اس نے کہا ہم نے لے لی، لیکن ابھی تم نے اس کے حوالے نہیں کی تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ ابھی وہ چیز تمہاری ہی ملک ہے البتہ اگر اس نے اس چیز پر قبضہ کرلیا تو اب قبضہ کرلینے کے بعد اس کا مالک بنا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا ہبہ میں کسی طور سے بھی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ: تم نے وہ دی ہوئی چیز اس کے سامنے اس طرح رکھ دی کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو لے سکے اور کہہ دیا کہ لو اس کو لے لو تو پاس رکھ دینے سے بھی وہ مالک بن گیا۔ ایسا سمجھیں گے کہ اس نے اٹھالیا اور قبضہ کرلیا۔

مسئلہ: قبضہ کرنے پر قادر ہونا بھی قبضہ کرنے کے حکم میں ہے اس لیے بند صندوق میں کچھ کپڑے دے دیئے لیکن اس کی چابی نہیں دی تو یہ قبضہ نہیں ہوا جب چابی دو گے تب قبضہ ہوگا کیونکہ چابی حاصل ہونے کے بعد اب وہ شخص کپڑوں پر قبضہ کرنے پر قادر ہوا اور اس وقت اس کا مالک بنا۔

مسئلہ: کسی بوتل میں تیل رکھا ہے تم نے وہ بوتل کسی کو دے دی لیکن تیل نہیں دیا تو یہ دینا صحیح نہیں۔ اگر وہ قبضہ کرلے تب بھی بوتل کا مالک نہ ہوگا۔ جب اپنا تیل نکال کے دو گے تب وہ مالک ہوگا۔ اور اگر تیل کسی کو دے دیا مگر بوتل نہیں دی اور اس نے بوتل

سمیت لے لیا کہ ہم خالی کر کے پھیر دیں گے تو یہ تیل کا دینا صحیح ہے۔ قبضہ کر لینے کے بعد مالک بن جائے گا۔ غرض کہ جب برتن وغیرہ کوئی چیز دو تو خالی کر کے دینا شرط ہے بغیر خالی کئے دینا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی نے مکان دیا تو اپنا سارا مال اسباب نکال کے خود بھی اس گھر سے نکل کے دینا چاہیے۔ البتہ اگر ہبہ کرنے والا مکان میں موجود اپنا سارا سامان جس کو ہبہ کیا ہے پہلے اس کے پاس امانت کے طور پر رکھ دے پھر اس کو مکان ہبہ کر دے تو جائز ہے اور اس کا مکان سے سامان نکالنا ضروری نہ ہوگا۔

مسئلہ: بیوی اپنے شوہر کے ساتھ جس مکان میں رہتی ہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے اس نے وہ مکان شوہر کو ہبہ کر دیا تو اسی حالت میں ہبہ صحیح ہوگیا کیونکہ عورت اور اس کا سامان شوہر ہی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی چیز دی پوری چیز نہ دی (یعنی مشاع اور غیر متعین حصے کا ہبہ کیا) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھو وہ کس قسم کی چیز ہے آدھی بانٹ دینے کے بعد بھی کام کی رہے گی یا نہ رہے گی۔ اگر بانٹ دینے کے بعد اس کام کی نہ رہے جس کام کی ہے جیسے چکی کہ اگر بیچوں بیچ سے توڑ کے دیدو تو پیسنے کے کام کی نہ رہے گی اور جیسے چوکی، پلنگ، پتیلی، لوٹا، کٹورہ، پیالہ، صندوق، جانور وغیرہ تو ایسی چیزوں کو بغیر تقسیم کیے بھی آدھی تہائی جو کچھ دینا منظور ہو دینا جائز ہے۔ اگر وہ قبضہ کر لے تو جتنا حصہ تم نے دیا ہے اس کا مالک بن گیا اور وہ چیز مشترک ہوگئی۔

اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے جیسے زمین، گھر، کپڑے کا تھان، جلانے کی لکڑی، اناج غلہ، دودھ دہی وغیرہ تو بغیر تقسیم کیے ان کا دینا صحیح نہیں ہے جو اگرچہ اس شے میں اپنے شریک ہی کو دیا ہو۔ ایک اور قول کے مطابق اپنے شریک کو ایسا ہبہ کرنا جائز ہے۔ اگر تم نے کسی سے کہا کہ ہم نے اس برتن کا آدھا گھی تم کو دے دیا، وہ کہے ہم نے لے لیا تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا بلکہ اگر وہ برتن پر قبضہ بھی کر لے تب بھی اس کا مالک نہیں ہوا۔ ابھی سارا گھی تمہارا ہی ہے۔ ہاں اس کے بعد اگر اس میں

سے آدھا گھی الگ کر کے اس کے حوالے کر دو تو اب البتہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک اگر ایک آدمی اپنی جائیداد دو یا زائد شخصوں کو مشترکہ طور پر ہبہ کرے تو جائز ہے۔

مشاع یعنی آدھی یا تہائی کے ہبہ کی باقی جتنی صورتیں ہیں وہ امام محمد اور باقی تین ائمہ کے نزدیک جائز ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔ ابتلائے عام کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ دکان و مکان کی تقسیم دشوار کام ہے اور عام لوگوں کی سمجھ سے بعید ہے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو لینا مناسب ہے۔

مسئلہ: دو یا زیادہ آدمی اپنی مشترکہ جائیداد کسی ایک شخص کو ہدیہ کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: ایک تھان یا ایک مکان یا باغ وغیرہ دو آدمیوں نے مل کر آدھا آدھا خریدا تو جب تک تقسیم نہ کرلیں تب تک اپنا آدھا حصہ کسی کو دے دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو تقسیم کے بعد بھی کام کی رہتی ہیں۔

مسئلہ: ایک ایک روپے کے چار سکے دو شخصوں کو دیئے کہ تم دونوں آدھے آدھے لے لو۔ یہ صحیح نہیں بلکہ آدھے آدھے تقسیم کر کے دینا چاہئیں۔ البتہ اگر وہ دونوں فقیر ہوں تو تقسیم کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر ایک روپے کا ایک سکہ دو فقیروں کو دیا تو یہ دینا صحیح ہے کیونکہ فقیر کو جو کچھ دیا جائے وہ صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ کا حکم اس بارے میں ہبہ سے مختلف ہے۔

مسئلہ: بکری یا گائے وغیرہ کے پیٹ میں بچہ ہے تو پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا کسی کو دے دینا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر پیدا ہونے کے بعد وہ قبضہ بھی کرلے تب بھی مالک نہیں ہوا۔ اگر دینا ہو تو پیدا ہونے کے بعد پھر سے دے۔

مسئلہ: تم نے بکری دی اور کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارا ہی ہے تو بکری اور بچہ دونوں اسی کے ہو گئے جس کو بکری دی۔ پیدا ہونے کے بعد تم کو بچہ لینے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ: تمہاری کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھی ہے تم نے اسی کو دے دی تو اس

صورت میں اس کے فقط اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے لے لی اس کا مالک ہوجائے گا۔ اب جا کر دوبارہ اس پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ چیز تو اس کے پاس ہی ہے۔

مسئلہ: نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی ملکیت کی کوئی چیز کسی کو دے تو اس کا دینا صحیح نہیں ہے اوراس کی چیز لینا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: کسی شخص نے صرف سرکاری کاغذات میں جائیداد مثلاً کسی بیٹے یا بیوی کے نام لکھ دی لیکن نہ زبان سے ہدیہ کیا اور نہ ہی قبضہ دیا تو یہ ہبہ نہیں بنے گا اور اس شخص کی ملکیت باقی رہے گی۔

بچوں کو دینے کا بیان

مسئلہ: کسی تقریب میں نومولود اور چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے وہ سب نیوتہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اسی کا قبضہ کرلینا کافی ہے جب قبضہ کرلیا تو مالک ہوگیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہوتو اگر باپ ہوتو اس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہوتو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہوجائے گا۔ اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہیے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں نانی دادی وغیرہ اور کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر باپ یا اس کے نہ ہونے کے وقت دادا اپنے بیٹے پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو بس اتنا کہہ دینے سے ہبہ ہوجائے گا کہ میں نے اس کو یہ چیز دے دی۔ اور باپ دادا نہ ہو اس وقت ماں بھائی وغیرہ بھی اگر اس کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں بھی ہوتو ان کے اس کہہ دینے سے بھی وہ بچہ مالک ہوگیا کسی کے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: جو چیز ہو اپنی سب اولاد کو برابر برابر دینا چاہیے۔لڑکا لڑکی سب کو برابر دے۔ اگر کبھی کسی کو کسی وجہ سے مثلاً اس کی دینداری،خدمت گزاری، دینی خدمات میں مشغولیت اور تنگدستی وغیرہ سے کچھ زیادہ دے دیا تو بھی خیر کچھ حرج نہیں ہے لیکن جسے کم دیا اس کو نقصان دینا مقصود نہ ہو،نہیں تو کم دینا درست نہیں ہے۔البتہ اگر دوسروں کو نقصان دینے کی غرض سے ہی کسی کو زیادہ دیا یا سارا دے دیا تو وہ ہبہ نافذ ہوجائے گا لیکن باپ گناہ گار ہوگا۔

اولاد بے دین اور فاسق و فاجر ہو اور جو مال ملے وہ گناہ کے کاموں پر خرچ کرے گی تو اس کو کھانے پینے کی مقدار سے زیادہ نہ دینا چاہیے۔

مسئلہ: بعض لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی وفات سے پہلے اپنی زندگی میں اپنی تمام جائیداد اولاد میں خود تقسیم کردیں ایسا کرنا جائز ہے اور اگرچہ اس کی گنجائش ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا دیں لیکن چونکہ یہ ہبہ ہے میراث نہیں لہٰذا بہتر و مستحب یہی ہے کہ دونوں کو برابر برابر دیں۔

مسئلہ: جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو بچے ہی کے کام میں لگانا چاہیے کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں خود ماں باپ بھی اپنے کام میں نہ لائیں نہ کسی اور بچہ کے کام میں لگائیں۔

مسئلہ: اگر ظاہر میں بچہ کو دیا مگر یقینا معلوم ہے کہ منظور تو ماں باپ ہی کو دینا ہے مگر اس چیز کو حقیر سمجھ کر بچے ہی کے نام سے دے دیا تو ماں باپ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں پھر اس میں بھی دیکھ لیں اگر ماں کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے اگر باپ کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

مسئلہ: اپنے نابالغ لڑکے کے لیے خاص اسی کو دینے کی نیت سے کپڑے بنوائے تو وہ لڑکا مالک ہوگیا۔ یا نابالغ لڑکی کے لیے خاص اسی کو دینے کی نیت سے زیور بنوایا تو وہ لڑکی اس کی مالک ہوگئی۔ اب ان کپڑوں کا یا اس زیور کا کسی اور لڑکے لڑکی کو دینا درست نہیں جس کے لیے بنوائے ہیں اسی کو دے۔ البتہ اگر بنانے کے وقت صاف کہہ

دیا کہ یہ میری ہی چیز ہے محض استعمال کے لیے دیتا ہوں تو بنوانے والے کی رہے گی۔

اسی طرح آج کل یہ رواج ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لیے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ ہو محض پہنانے کے نیت سے کپڑے بناتے ہیں، اولاد کو مالک بنانے کی نیت نہیں ہوتی لیکن زبان سے اپنی نیت کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں رواج کا قرینہ کافی ہے اور اس سے ہبہ ثابت نہیں ہوگا۔ اس رواج کے ہوتے ہوئے ہبہ اس وقت ثابت ہوگا جب وہ زبان سے ہبہ ہونے کی تصریح کریں گے۔

مسئلہ: جس طرح خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز دینے کا اختیار نہیں۔ اگر ماں باپ اس کی چیز کسی کو بالکل دے دیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لیے مانگنے پر دیں تو اس کا لینا درست نہیں۔ البتہ اگر ماں باپ کو نہ ہونے کی وجہ سے نہایت ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے تو مجبوری اور لاچاری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لینا درست ہے۔

مسئلہ: ماں باپ وغیرہ کو بچے کا مال کسی کو قرض دینا بھی صحیح نہیں بلکہ خود قرض لینا بھی صحیح نہیں۔

ہدیہ دے کر واپس لینے کا بیان

مسئلہ: کچھ دے کر پھیر لینا (یعنی واپس لینا) بڑا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی واپس لے لے اور جس کو دی تھی وہ اپنی خوشی سے دے بھی دے، تو اب پھر اس کا مالک بن جائے گا۔ مگر بعضی باتیں ایسی ہیں جن سے پھیر لینے کا اختیار بالکل نہیں رہتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہدیہ میں ایسا اضافہ ہوجائے جو اس کی قیمت بڑھنے کا سبب ہو، مثلاً تم نے کسی کو بکری دی۔ اس نے کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا تو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے یا کسی کو زمین دی اس میں اس نے گھر بنالیا یا باغ لگایا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں یا کپڑا دینے کے بعد اس نے کپڑے کو سی لیا یا رنگ لیا یا دھلوا لیا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ: زید نے کسی کو بکری دی۔ اس کے دو ایک بچے ہوئے تو زید کو پھیرنے کا اختیار باقی ہے۔ لیکن اگر پھیرے تو صرف بکری پھیر سکتا ہے وہ بچے نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: دینے کے بعد اگر دینے والا یا لینے والا مر جائے تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔

مسئلہ: تم کو زید نے کوئی چیز دی، پھر اس کے بدلے میں تم نے بھی کوئی چیز زید کو دے دی اور کہہ دیا لو اس کے عوض تم یہ لے لو تو بدلہ دینے کے بعد اب زید کو پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اگر تم نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کے عوض میں دیتے ہیں تو وہ اپنی چیز پھیر سکتا ہے اور تم اپنی چیز بھی پھیر سکتے ہو۔

مسئلہ: بیوی نے اپنے میاں کو یا میاں نے اپنی بیوی کو کچھ دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے ایسے رشتہ دار کو کچھ دیا جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور وہ رشتہ خون کا ہے جیسے بھائی بہن بھتیجا بھانجا وغیرہ تو اس سے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر قرابت اور رشتہ تو ہے لیکن نکاح حرام نہیں ہے، جیسے چچازاد، پھوپھی زاد بہن بھائی وغیرہ یا نکاح حرام تو ہے لیکن نسب کے اعتبار سے قرابت نہیں یعنی وہ رشتہ خون کا نہیں بلکہ دودھ کا رشتہ یا اور کوئی رشتہ ہے جیسے دودھ شریک بھائی بہن وغیرہ یا داماد ساس سسر وغیرہ۔ تو ان سب سے پھیر لنے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ: جتنی صورتوں میں پھیر لینے کا اختیار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرا بھی پھیر دینے پر راضی ہو جائے اس وقت پھیر لینے کا اختیار ہے جیسا اوپر آچکا۔ لیکن گناہ اس میں بھی ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور نہ پھیرے تو قضائے قاضی کے بغیر زبردستی پھیر لینے کا اختیار نہیں اور اگر زبردستی قضاء کے بغیر پھیر لیا تو یہ مالک نہ ہوگا۔

صدقہ کے احکام

جو کچھ ہبہ کردینے کے احکام بیان ہوئے ہیں اکثر خدا کی راہ میں صدقہ وخیرات دینے کے بھی وہی احکام ہیں۔ مثلاً بغیر قبضہ کئے فقیر کی ملک میں چیز نہیں جاتی اور جس چیز کا تقسیم کے بعد دینا ہدیہ میں شرط ہے اس کا یہاں بھی تقسیم کے بعد دینا شرط

ہے۔ مثلاً کپڑے کا ایک تھان دو آدمیوں کی مشترکہ ملک ہو، ان میں سے ایک اپنا حصہ فقیر کو صدقہ کرنا چاہے تو تھان کو پہلے تقسیم کرے پھر اپنا حصہ صدقہ کرے۔ جس چیز کا خالی کر کے دینا ہدیہ میں ضروری ہے صدقہ میں بھی خالی کر کے دینا ضروری ہے البتہ دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک ہبہ میں رضامندی سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے جب کہ صدقہ میں پھیر لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ دوسرے کوئی قابل تقسیم چیز مثلاً کپڑے کے تھان یا ایک ایک روپے کے آٹھ دس نوٹ اگر دو فقیروں کو دے دو کہ تم دونوں بانٹ لینا تو یہ بھی درست ہے جب کہ ہبہ میں اس طرح درست نہیں ہوتا۔

مسئلہ: کسی فقیر کو ایک روپے کا سکہ دینے لگے مگر غلطی سے دو روپے کا سکہ دے دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔

باب ۴۵

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ: ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کرلیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو خدمت کرو جو پھل آئے گا خواہ ایک دو سال یا دس بارہ سال تک نصف نصف یا تین تہائی تقسیم کرلیا جائے گا یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

<u>مزارعت کے درست ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:</u>

- زمین کا قابل زراعت ہونا۔
- زمیندار وکسان کا عاقل وبالغ ہونا۔
- مدت زراعت کا بیان کرنا۔
- بیج کا بیان کردینا کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا۔
- جنس کاشت کا بیان کردینا کہ گیہوں ہوں گے یا جو یا عام اجازت دینا کہ جو چاہو کاشت کرو۔
- کسان کے حصے کا ذکر ہوجانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔
- زمین کو خالی کرکے کسان کے حوالہ کرنا۔
- زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک ہونا۔
- مزارعت کی کوئی جائز صورت ہو۔

مزارعت کی جائز صورتیں تین ہیں

۱۔ زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل (یا ٹریکٹر) ومحنت دوسرے کی ہو۔

۲۔ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی ہو۔

۳۔ زمین اور بیل (یا ٹریکٹر) اور بیج ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی ہو۔

اگر مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی یہ مزدوری اور کرایہ اس مقدار سے زیادہ نہ دیا جائے جو دونوں کے درمیان طے پائی ہے یعنی اگر مثلاً آدھا آدھا حصہ ٹھہرا تھا تو کل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مزارعت کا معاملہ جب زمین میں بیجائی ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے اور طرفین میں سے کوئی بھی کسی واقعی عذر کے بغیر اس کو فسخ نہیں کرسکتا۔ بیجائی سے پہلے جس کا بیج ہو وہ چاہے تو معاملہ سے انکار کرسکتا ہے اور اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ معاملہ کو پورا کرنے کے لیے اس کا بیج استعمال ہوگا جو اس وقت تو ایک خرچہ اور نقصان ہے جبکہ مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نقصان نہ اٹھائے اور اگر دوسرا شخص مزارعت سے انکار کردے تو جب تک کوئی واقعی عذر مثلاً بیماری نہ ہو اس کو مزارعت کے پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ پورا کرنے میں اس کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

مسئلہ: بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو حسب معاہدہ باہم تقسیم کرلیتے ہیں اور جو چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں سو ظاہراً اس وجہ سے کہ یہ شرط مزارعت کے خلاف ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جائے اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں

یوں تفصیل لی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں اور چری وغیرہ میں زمین بطور اجارہ کے دی جاتی ہے اس طرح جائز ہوسکتا ہے مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ: بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور دیگر چھوٹے کام کرنے والوں کے بھی نکالتے ہیں تو اگر تعین کے ساتھ ٹھہرالیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کا لیں گے تو یہ ناجائز ہے اور اگر اس طرح ٹھہرایا مثلاً ایک من میں ایک سیر تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین تخم پاشی کر کے لوگوں کے سپرد کردیتا ہے اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت وخدمت کرو جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً ان خدمت کرنے والوں کا ہوگا سو یہ بھی مزارعت ہے جس جگہ اصل زمیندار اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ: اجارہ یا مزارعت میں ایک متعین مدت تک زمین سے منفع ہوکر مزارعت میں موروثی حق ہونے کا دعویٰ کرنا محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے۔ مالک کی بخوشی اجازت کے بغیر ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو یہ اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی بیجائی سے پہلے مرجائے تو مزارعت باطل ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر بیجائی (یعنی بیج ڈالنے) سے پہلے مالک زمین مرجائے تو جیسے اوپر ذکر ہوا مزارعت باطل ہوجاتی ہے، البتہ بیجائی کے بعد اور سبزہ نکل آنے کے بعد مالک کی وفات ہوتو کسان یا (اگر وہ بھی مرجائے تو) اس کے وارثوں پر عمل واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسان مرگیا اور اس کے وارث نے کہا کہ پیداوار کی کٹائی تک میں عمل کروں گا تو وارث ایسا کرسکتا ہے اگرچہ مالک زمین ناپسند ہی کرے۔

مسئلہ: مدت مزارعت گزرنے سے پہلے کے تمام اخراجات کسان کے ذمے ہوتے

ہیں مثلاً بیجائی کرنے اور حفاظت کرنے اور نہر کی کھدائی کے خرچے۔ مدت مزارعت گزرنے کے بعد جو اخراجات ہوں وہ کسان اور مالک زمین پر ان کے حصوں کے تناسب سے عائد ہوں گے۔

مسئلہ: اگر مزارعت کی معینہ مدت گزر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو تو اپنے حصے کے تناسب سے کسان کو زمین کی اجرت زائد دنوں کے عوض میں اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی۔

مسئلہ: مزارع ہل چلا چکا تھا پھر بیجائی سے پہلے مالک زمین مرگیا تو مزارعت باطل ہو جائے گی اور مزارع کو ہل چلانے کا کچھ عوض نہ ملے گا۔ البتہ اگر مالک زمین زندہ ہو اور مزارع کے ہل چلانے کے بعد وہ عقد مزارعت کو فسخ کردے تو مالک زمین پر واجب ہے کہ وہ کسان یعنی مزارع کو ہل چلانے کی مروجہ اجرت (یعنی اجرت مثل) دے اگرچہ مزارع کو اس کے مطالبہ کا قانونی حق نہیں ہے۔

مسئلہ: کسان نے کھیتی کی حفاظت نہیں کی اور چوپائے اس کو چر گئے تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: اسی طرح ٹڈیاں آگئیں لیکن کسان نے ان کو دور نہیں کیا یہاں تک کہ وہ کھیت کھا گئیں تو اگر ان کو ہٹایا جاسکتا تھا تو کسان پر تاوان آئے گا اور اگر ان کو ہٹانا ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں آئے گا۔

مسئلہ: اگر کسان نے پانی دینے میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے کھیتی جل گئی اور ضائع ہو گئی تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: دوسرے کی زمین اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو مالک زمین کے حصہ کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ پھر اس علاقے میں جو رواج ہو یعنی زمین والے کا حصہ نصف ہوتا ہے یا تہائی ہوتا ہے تو وہ مالک زمین کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ: اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط کے ساتھ کہ یہ مالک خود بھی اپنے بیل (یا ٹریکٹر) سمیت کام کرے گا اور بیج دونوں کا نصف نصف ہوگا اور پیداوار بھی دونوں کو

نصف نصف ملے گی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔

مسئلہ: زید نے زمین اجرت وکرایہ پر لی پھر مالک زمین کو بھی اسی زمین پر کام کرنے کے لیے رقم کی اجرت پر رکھ لیا اور مساقات کے علاوہ کسی طرح سے بھی اس سے کام لیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے زمین اجرت پر لی پھر زمین کے مالک کو وہی زمین مزارعت پر دے دی تو اگر بیج اس شخص کے ذمے ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

پھلوں میں مساقات

مسئلہ: مساقات کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے البتہ اتنا فرق ہے:

۱۔ مساقات میں مدت مقرر کرنا شرط نہیں ہے اور پہلا پھل آنے تک مدت سمجھی جائے گی۔

۲۔ طے شدہ مدت ختم ہو جائے اور پھل نہ پکا ہو تو مساقات پھل پکنے تک چلے گی اور کسی کو اس کا کچھ عوض نہ ملے گا۔

۳۔ معاملہ طے ہو جانے کے بعد اگر ایک فریق دوسرے کی رضا مندی کے بغیر مساقات کو ختم کرنا چاہے تو اس کو اس کا اختیار نہ ہوگا اور اس کو معاملہ پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کے لیے دے اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا تو مساقات درست نہ ہوگی، جیسا کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد مزارعت پر دینا درست نہیں۔

مسئلہ: اور عقد مساقات جب فاسد ہو جائے تو پھل سب درخت والے کے ہوں گے اور کام کرنے والے کو مزدوری ملے گی جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

باب ۴۶

شفعہ کا بیان

مسئلہ: پڑوس کوئی وقتی اور عارضی چیز نہیں ہوتی بلکہ دائمی چیز ہوتی ہے۔ اگر پڑوسی اپنے موافق ہوں اور اچھے ہوں تو بڑی نعمت ہے اور اگر اپنے مخالف یا برے سلوک والے ہوں تو دائمی زحمت ہے۔ اس کے علاوہ کبھی ایک شخص ضرورت بڑھ جانے کی وجہ سے اپنے مکان کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پڑوسی اپنا مکان کسی اجنبی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اجنبی شخص تو اس جگہ نیا آباد ہوگا اس لیے وہ اگر کہیں اور بھی آباد ہو جائے تو اس کو زیادہ پریشانی نہ ہوگی جبکہ یہ شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہوگا کہ اپنا بسا بسایا گھر اور محلہ ترک کر کے کسی اور جگہ جائے۔ جس میں بڑی پریشانی ہے۔ ان وجوہات سے شریعت نے شریک اور پڑوسی کے لیے حق شفعہ رکھا ہے کہ وہ چاہے تو قیمت خرید پر خریدار سے وہ جائیداد خود لے لے۔

غرض غیر منقولہ جائیداد فروخت ہو تو اس کو قیمت خرید پر اپنی ملکیت میں لینے کے حق کو حق شفعہ کہتے ہیں اور جس کو حق شفعہ حاصل ہو تو اس کو شفیع کہتے ہیں۔

مسئلہ: جو جائیداد بلا عوض ہبہ کی گئی ہو اس میں شفعہ نہیں کیا جا سکتا۔

شفعہ کے حقدار ترتیب سے یہ ہیں

- اول وہ شخص جو (فروخت شدہ) اصل جائیداد میں شریک ہو۔
- پھر وہ شخص جو اصل جائیداد میں تو شریک نہ ہو البتہ اس کے حقوق اور منافع میں شریک ہو مثلاً ایک بند گلی میں رہنے والے لوگ اس گلی اور رستے میں شریک ہیں۔
- پھر وہ شخص ہے جو محض پڑوسی ہو اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے گھر کی

پشت فروخت شدہ مکان کے ساتھ متصل ہو اور دونوں گھروں کے دروازے مختلف گلیوں میں کھلتے ہوں۔

مسئلہ: اگر دو منزلہ مکان ہو اوپر کی منزل ایک کی ہو اور نیچے کی منزل دوسرے کی ہو تو دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں گے اور ایک کے فروخت کی صورت میں دوسرے کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

مسئلہ: اگر دو پڑوسیوں کے مکان کی ایک دیوار مشترکہ ہو تو دونوں مکان میں شریک سمجھے جائیں گے یعنی سب سے پہلے ان ہی کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر کسی پڑوسی نے پڑوسی کی دیوار پر اپنے مکان کی کڑی یا شہتیر رکھ لیا یا اس کی دیوار پر سلیب لگا لیا اور پڑوسی نے اعتراض نہیں کیا تو اس سے وہ شریک نہیں بنے گا پڑوسی ہی سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: ایک ہی طرح کے اگر متعدد شفیع ہوں مثلاً ایک جائیداد میں تین شریک ہوں۔ ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دو کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور ان کو برابر کا حق حاصل ہوگا ان کی ملکیتوں کا اعتبار نہیں ہوگا لہٰذا ایک کا حصہ نصف ہو اور دوسرے کا چوتھائی ہو تو دونوں برابر کے شفیع ہوں گے اور فروخت شدہ حصے میں دونوں کو برابر کا حصہ ملے گا۔

مسئلہ: اگر شفعہ کے متعدد حقداروں میں سے ایک حقدار اپنا حق دوسرے کو دے دے تو یہ صحیح نہیں اور اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

حق شفعہ استعمال کرنے کا طریقہ

اس کے لیے تین طلب ہوتی ہیں:

- **فوری طلب:** جونہی شفیع کو علم ہو کہ فلاں شریک یا پڑوسی کی جگہ بکی ہے اسی وقت کہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔
- **طلب برائے پختگی:** بائع یا خریدار جس کے قبضے میں بھی وہ جگہ ہو اس کے

پاس جا کر یا خود اس جگہ پر جا کر کہے کہ فلاں نے یہ جگہ خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں، میں پہلے بھی شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں اور اس موقع پر گواہ بھی بنالے۔ اگر فوری طلب کے وقت گواہ بنالیے ہیں تو اس دوسری طلب کی ضرورت نہیں رہتی۔

- **عدالت میں طلب:** پھر عدالت میں جا کر کہے کہ فلاں نے یہ جائیداد خریدی ہے اور میں فلاں جائیداد کے سبب اس کا شفیع ہوں لہٰذا خریدار کو حکم دیا جائے کہ وہ مشفوعہ جائیداد میرے حوالے کر دے۔

مسئلہ: اگر خریدار شفیع کے عدالت میں جانے سے پہلے خریدی ہوئی جائیداد شفیع کے سپرد کرنے پر راضی ہو جائے تو باہمی طور سے بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔ شفیع کو عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ضرورت اس وقت ہے جب خریدار خریدی ہوئی جائیداد سے دستبردار ہونے پر راضی نہ ہو۔

مسئلہ: شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کا مکان بکا ہے اس نے دستبرداری کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کا بکا ہے اس وقت شفعہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے، پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے۔ ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

کن صورتوں میں حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے

مسئلہ: جس وقت شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہو جائے گا۔ پھر اس شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس وقت اس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا۔ تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا۔

مسئلہ: اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دستبردار ہوجاؤں تو اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضا مند ہوگیا اس لیے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اس لیے یہ روپیہ لینا دینا حرام ہے۔

مسئلہ: اگر ابھی حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا تو اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا کیونکہ حق شفعہ فروخت شدہ جائیداد کو اپنی ملکیت میں لینے کا محض حق ہے جو حقدار کی موت کے بعد باقی نہیں رہتا۔ اور اگر خریدار مرگیا تو شفعہ باقی رہے گا کیونکہ حقدار تو موجود ہے۔

مسئلہ: اگر مالک نے شفیع کی جانب کچھ زمین مثلاً گز یا نصف گز زمین چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو شفیع کو شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر شفیع جو کہ پڑوسی ہو اس کی جانب کچھ زمین بائع نے خریدنے والے کو خریدنے سے پہلے یا بعد میں ہبہ کردی اور اس کے قبضہ میں دے دی تو شفعہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر خریدار نے خریدی ہوئی جائیداد میں کوئی اضافہ کردیا مثلاً مکان میں ایک کمرے کا اضافہ کردیا یا زمین پر مکان بنالیا یا درخت لگا لیا تو شفیع اسی صورت میں لے سکتا ہے جب وہ اضافہ کی گئی چیزوں کی قیمت بھی دے۔

مسئلہ: اگر شفیع نے عدالتی طلب میں بلا عذر کے ایک مہینہ یا اس سے زائد کی تاخیر کی تو اس کا حق شفعہ باطل ہوجائے گا۔

باب ۴۷

غصب یعنی بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان

مسئلہ: کسی کی چیز زبردستی لے لینا یا پیٹھ پیچھے اس کی بغیر اجازت کے لے لینا بڑا گناہ ہے۔ جو چیز بلا اجازت لے لی تو اگر وہ چیز ابھی موجود ہو تو بعینہٖ وہی واپس کرنی چاہیے اور اگر خرچ ہوگئی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی چیز تھی کہ اسی کے مثل بازار میں مل سکتی ہے جیسے غلہ، گھی، تیل، روپیہ پیسہ، تو جیسی چیز لی ہے ویسی ہی چیز منگا کر دینا واجب ہے اور اگر کوئی ایسی چیز لے کر ضائع کردی کہ اس کے مثل ملنا مشکل ہو تو اس کی قیمت دینا پڑے گی جیسے مرغی، بکری وغیرہ۔

مسئلہ: چارپائی کا ایک آدھ پایہ ٹوٹ گیا یا پٹی یا چول ٹوٹ گئی یا اور کوئی چیز لے لی تھی وہ خراب ہوگئی تو خراب ہونے سے جتنا اس کا نقصان ہوا ہو دینا پڑے گا۔

مسئلہ: دوسرے کے روپے سے بلا اجازت تجارت کی تو اس سے جو کچھ نفع ہو اس کا لینا درست نہیں، بلکہ اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور جو کچھ نفع ہو اس کو ایسے لوگوں کو خیرات کردے جو بہت محتاج ہوں۔ امام کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نفع کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی کا کپڑا پھاڑ ڈالا، تو اگر تھوڑا پھٹا ہے تب تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا تاوان دے اور اگر ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب اس کام کا نہیں رہا جس کام کے لیے پہلے تھا مثلاً دوپٹہ ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب دوپٹہ کے قابل نہیں رہا۔ البتہ چھوٹی بچیوں کے کرتے بن سکتے ہیں تو یہ سب کپڑا اسی پھاڑنے والے کو دے دے اور پوری قیمت اس سے لے۔

مسئلہ: کسی کا نگینہ لے کر اپنی انگوٹھی پر جڑوا لیا تو اب اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ انگوٹھی توڑ کر اور نگینہ نکلوا کر دینا واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کا کپڑا لے کر رنگ لیا تو اس کو اختیار ہے چاہے رنگا رنگایا کپڑا لے لے اور رنگنے سے جتنے دام بڑھ گئے ہیں اتنے دام دے دے اور چاہے اپنے کپڑے کے

دام لے لے اور کپڑا اسی کے پاس رہنے دے۔

مسئلہ: کسی کی کوئی چیز غصب کی پھر وہ گم ہوگئی۔ اس کا تاوان دینے کے بعد پھر اگر وہ چیز مل گئی تو دیکھنا چاہیے کہ تاوان اگر مالک کے بتلانے کے موافق دیا ہے اب اس کا واپس کرنا واجب نہیں اب وہ چیز اس کی ہوگئی اور اگر اس کے بتلانے سے کم دیا ہے تو اس کا تاوان واپس کر کے اپنی چیز لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: کسی اور کی بکری یا گائے گھر میں چلی آئی تو اس کا دودھ دوہنا درست نہیں۔ جو لیا ہے اس کے دام دینا واجب ہیں یا اس سے کہہ کے معاف کرالے نہیں تو قیامت کے دن دینا پڑے گا۔

مسئلہ: شوہر اپنے واسطے کوئی کپڑا لایا، بیوی نے اس کو کاٹتے وقت کچھ اس میں سے بچا کر چرا رکھا اور شوہر کو نہیں بتایا یہ بھی جائز نہیں۔ جو کچھ لینا ہو کہہ کر لینا چاہیے۔ مگر جب کہ شوہر بچے ہوئے کا پوچھتا نہ ہو اور بیوی کو اختیار دے رکھا ہو کہ وہ بچے ہوئے کپڑے کا جو چاہے کرے۔

مسئلہ: سفر میں ایک ساتھی نے وفات پائی۔ دوسروں نے اس کا سامان فروخت کر کے تجہیز و تکفین کی اور باقی مال وارثوں کے حوالے کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ: مریض کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر اس کے باپ یا بیٹے نے یا سفر میں ہو تو سفر کے ساتھی نے مریض کی ضرورت کی چیزیں خریدیں تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: ایک نے قبر کھودی دوسرے نے اپنا مردہ وہاں دفن کر دیا۔ اگر زمین کھودنے والے کی ملکیت ہو تو میت کو وہاں سے منتقل کرا سکتا ہے اور اگر زمین مباح یا وقف ہو تو صرف کھدائی کی اجرت وصول کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کوئی جائیداد غصب کی اور پھر اس سے خود نفع اٹھایا یا اس کو یونہی چھوڑے رکھا تو غصب کرنے والے پر تاوان نہیں آتا سوائے ان تین صورتوں کے:

- غصب شدہ جائیداد وقف ہو خواہ رہائش کے لیے ہو یا کرایہ کے لیے ہو۔
- وہ یتیم کا مال ہو۔
- مالک نے اس کو کرایہ حاصل کرنے کی غرض سے تعمیر کیا ہو یا خریدا ہو یا وہ تین

سال سے زائد عرصہ اس کو کرایہ پر دے چکا ہو۔

باب ۴۸

اکراہ یعنی کسی پر زبردستی کرنے کا بیان

کوئی شخص دھمکی اور زبردستی کے ساتھ دوسرے کو اپنے مطلوبہ کام کے کرنے پر مجبور کردے تو اس کو اکراہ کہتے ہیں۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں۔

- اکراہ تام: یہ وہ اکراہ ہے جس میں جان یا عضو کے اتلاف کی یا شدید مار پیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔
- اکراہ ناقص: یہ وہ اکراہ ہے جس میں قید وحبس، بیڑیاں ڈالنے اور خفیف مار پیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔

تنبیہ: خفیف مار پیٹ کی دھمکی دی ہو لیکن شرمگاہ پر یا آنکھ پر مارنے کی دھمکی ہو تو یہ شدید کے حکم میں ہوگی۔

اکراہ ثابت ہونے کے لیے چار چیزیں شرط ہیں

- مجبور کرنے والا جو دھمکی دے رہا ہے وہ اس کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔
- مجبور شخص کو یقین یا گمان غالب ہو کہ زبردستی کرنے والا شخص اس کے ساتھ ایسا کر گزرے گا۔
- دھمکی ایسی ہو جو موجب غم ہو مثلاً جان یا عضو کے اتلاف کی ہو یا مال کے اتلاف کی ہو۔
- دھمکی سے پہلے مجبور شخص وہ کام کرنے پر تیار نہ ہو خواہ اپنے حق کی وجہ سے کہ اپنا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو، خواہ دوسرے کے حق کی وجہ سے کہ کسی دوسرے کا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو، خواہ شرع کے حق کی وجہ سے ہو مثلاً شراب یا زنا کرنے پر مجبور کیا ہو۔

تنبیہ:

۱۔ بادشاہ اور حاکم کا حکم بھی اکراہ ہے اگرچہ اس نے دھمکی نہ دی ہو۔

۲۔ شوہر اپنی بیوی کو مجبور کرے تو اس سے بھی اکراہ ثابت ہوتا ہے۔

اکراہ اور مالی معاملات

اکراہ تام کی بنا پر مجبور شخص نے بیع وشراء کا یا اجارہ یعنی کرایہ پر لینے دینے وغیرہ کا معاملہ کیا تو یہ معاملات منعقد تو ہو جاتے ہیں لیکن لازم نہیں ہوتے اور قابل فسخ ہوتے ہیں۔ لہٰذا بعد میں مجبور شخص چاہے تو معاملہ کو برقرار رکھے اور چاہے تو اس کو فسخ کردے۔ اگر اکراہ ناقص کی بنا پر معاملات کیئے تو نافذ ہوں گے الا یہ کہ مجبور ومکرہ کوئی صاحب منصب شخص ہو جس کو اکراہ ناقص سے بھی ضرر ہوتا ہو۔

حرام کھانا پینا

مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے یا خون یا شراب پینے پر اگر اکراہ ناقص ہو تو یہ کام کرنا جائز نہیں اور اگر اکراہ تام ہو تو ان کو کرنا جائز ہے بلکہ کرنا فرض ہوجاتا ہے حتیٰ کہ اگر حرام نہ کھایا یا نہ پیا اور قتل کردیا گیا تو گناہ گار ہوگا۔

البتہ اس پر اگر کافر مجبور کرتے ہوں اور ان کو غصہ دلانے کے لیے نہ کھائے پیئے تو جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی مجبور شخص کو معلوم نہ تھا کہ ایسے اکراہ میں ان کاموں کے کرنے کی اجازت ہے تو اس کو بھی گناہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور نبی ﷺ پر سب وشتم کرنا

اگر اکراہ تام ہو تو ان کے کرنے کی رخصت ہے بشرطیکہ دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ اور اگر صبر کرلے اور قتل ہوجائے تو اجر ملے گا۔ رخصت کی صورت میں اگر توریہ کا خیال آجائے تو توریہ کرنا لازم ہے مثلاً سب وشتم کرتے ہوئے کسی اور محمد نامی شخص کی نیت کرلے اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی نیت کرلے۔

اگر اکراہ ناقص ہو تو ان باتوں کی رخصت نہیں ہے۔

فرائض ترک کرنا

اکراہ تام ہوتو فرض روزہ توڑنے یا فرض نماز ترک کرنے کی رخصت ہے۔لیکن اگر صبر کرلے اور قتل ہوجائے تو اجر ملے گا اور اگر اکراہ ناقص ہوتو ایسا کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کا مال تلف کرنا

اگر اکراہ تام ہوتو کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کے مال کوتلف کرنے کی رخصت ہے اور تاوان مجبور کرنے والے کے ذمہ ہی ہوگا۔لیکن اگر رخصت پر عمل نہ کرے اور صبر کرلے تو اجر ملے گا۔اور اگر اکراہ ناقص ہوتو پھر دوسرے مسلمان یا ذمی کا مال تلف کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کو قتل کرنا یا اس کا عضو کاٹنا

اکراہ تام بھی ہوتب بھی کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کو قتل کرنے یا اس کے عضو کو کاٹنے کی رخصت نہیں ہے۔لیکن اگر ایسا کیا تو مجبور شخص گناہ گار ہوگا اور مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔اور اگر اکراہ ناقص کی بنا پر قتل کیا تو قتل کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔

زنا کرنا

اگر مرد پر اکراہ تام ہوتب بھی اس کو زنا کرنے کی رخصت نہیں ہے اگرچہ جس عورت سے کرنے پر مجبور کیا جارہا ہو وہ راضی ہو کیونکہ اس سے جو بچہ ہوگا اس کا نسب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا باپ نہ ہوگا جو اس کی پرورش کرے۔اس طرح سے گویا بچے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔تو جیسے بچہ کو قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح ایسا کام کرنا جس سے بچہ ہلاکت میں پڑ جائے یہ بھی جائز نہیں۔لیکن اگر مرد نے زنا کرلیا تو اس پر زنا کی حد نہیں لگے گی۔

اگر عورت پر اکراہ تام ہو تو اس کے لیے رخصت ہے اور اگر عورت پر اکراہ ناقص ہو تو رخصت نہیں۔

اکراہ ناقص کے وقت زنا کر لیا تو اگر اکراہ ناقص مرد پر تھا تو اس کو حد لگے گی اور اگر عورت پر تھا تو اس کو حد نہیں لگے گی۔ کیونکہ مرد کے حق میں جب اکراہ تام رخصت نہیں ہے تو اکراہ ناقص شبہ نہیں بنے گا جبکہ عورت کے حق میں چونکہ اکراہ تام رخصت ہے تو اکراہ ناقص شبہ ہو گا اور شبہ کے ہوتے ہوئے حد نہیں لگتی۔

طلاق

اکراہ تام ہو یا اکراہ ناقص ہو اگر اس سے مجبور ہو کر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ کہہ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر زبان سے تو نہیں کہلوایا لیکن طلاق نامہ پر زبردستی کر کے دستخط کروائے یا طلاق ہی لکھوائی تو وہ واقع نہیں ہوتی۔

تنبیہ

اتنا مال تلف کرنے کی دھمکی دی جو غم اور پریشانی کی موجب ہو اس سے بھی اکراہ ثابت ہو جاتا ہے۔ پورے مال کو تلف کرنے کی دھمکی جان کی ہلاکت کی دھمکی کے برابر ہے۔

اسی طرح اولاد کو یا والدین کو قید کرنے کی دھمکی بھی اکراہ میں شامل ہے۔

باب ۴۹

صلح کا بیان

صلح ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان جھگڑے اور تنازعہ کو دور کرتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

☼ ۱ مدعا علیہ دعوے کا اعتراف کر کے مدعی سے صلح کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

♦ دعویٰ مال کا ہو اور صلح بھی مال پر ہو مثلاً زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان میرا ہے۔ بکر نے اعتراف کیا کہ ہاں یہ مکان تمہارا ہی ہے لیکن تم اب یہ مکان چھوڑ دو اور مجھ سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ زید اس پر راضی ہوجائے۔ اس قسم کی صلح کو بیع اعتبار کیا جائے گا اور اس میں بیع کے حقوق یعنی حق شفعہ، عیب کی بنا پر رد کرنے اور خیار رویت اور خیار شرط کے حق جاری ہوتے ہیں۔

♦ دعویٰ مال کا ہو اور صلح منفعت پر ہوجائے مثلاً زید نے بکر پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ بکر نے کہا مجھے تمہارا دعویٰ تسلیم ہے لیکن اس مال کے بجائے تم میرے فلاں مکان میں ایک سال رہ لو۔

یہ اجارہ کی صورت متصور ہوگی اور اس میں اجارہ (یعنی کرایہ پر لین دین) کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اس میں مدت کا تعین شرط ہے کہ مدعی اس مکان میں کتنا عرصہ رہے گا۔

☼ ۲ مدعا علیہ دعوے کا انکار کرے پھر مدعی سے کسی مال یا منفعت پر مصالحت کرلے۔

☼ ۳ مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرے اور نہ انکار کرے بلکہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے لیکن مدعی سے مال یا منفعت پر مصالحت کرلے۔

ان دونوں قسموں میں اگرچہ مدعی کے حق میں وہ مال جو اس نے لیا ہے معاوضہ

سمجھا جائے گا لیکن مدعا علیہ کے حق میں اس کا دیا ہوا مال اس کی قسم کا فدیہ سمجھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مدعی دعویٰ کرے لیکن اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ دعوے کو تسلیم نہ کرے تو اس کے ذمہ لازم آتا ہے کہ وہ عدالت میں اس بات پر قسم کھائے کہ مدعی اس پر جس حق اور مال کا دعویٰ کررہا ہے وہ اس پر نہیں آتا۔ لیکن بعض لوگ اپنی جانب میں سچے ہونے کے باوجود قسم کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہوئے قسم نہیں کھاتے اور دعوے کی رقم محض قسم سے بچنے کے لیے دے دیتے ہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قسم کا فدیہ دیا ہے۔

چونکہ یہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ متصور ہوگا اس لیے اگر دعویٰ غیر منقولہ جائیداد کا ہو تو اس پر اس کے پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ: دعوے مال کا ہو یا صلح کا ہو یا جنایت (مثلاً قتل عمد) کا ہو، صلح ہر صورت میں جائز ہے البتہ حد پر صلح نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ: ایک مرد کی طرف سے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ ہو۔ عورت کچھ مال دے کر اس کو دعوے سے دستبرداری پر آمادہ کرلے تو اگر عورت دعوے قبول کرتی ہو تب اس کے حق میں خلع ہونا واضح ہے اور اگر عورت دعوے کا انکار کرتی ہو یا سکوت کرتی ہو تو پھر صرف اس مرد کے حق میں خلع شمار ہوگا۔

مسئلہ: مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار اس وقت تک نہ کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دے دے یا مال میں سے کچھ کم نہ کردے۔ مدعی نے اس کی بات کو منظور کرلیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کے بیس روپے دوسرے شخص کے ذمہ واجب ہوں اور وہ کہے کہ چلو خیر تم پندرہ ہی دے دو تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر بیس روپے میعادی واجب ہوں مثلاً تم نے کوئی مال بیس روپے میں خریدا تھا اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک مہینہ کی مہلت ٹھہرائی تھی۔ اب بائع چاہتا ہے کہ تم اس کو قبل از میعاد ادا کردو اور پانچ روپیہ مثلاً کم دے دو تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ: ایک شخص نے وفات پائی اوراس نے ترکہ میں نقدی اور سامان چھوڑا۔اس کے وارثوں میں سے ایک شخص نے دوسرے وارثوں سے کہا کہ میں اپنا حصہ تقسیم کرکے نہیں لینا چاہتا مجھ کو بس (مثلاً) دس ہزار روپے دے دو اور میں تمام ترکہ سے دستبردار ہوتا ہوں۔ یہ جائز ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ ترکہ میں اگر نقد روپیہ بھی ہے تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ شرعاً اس کا کس قدر حصہ ہے۔ اگر دس ہزار سے کم بنتا ہے تب تو یہ صلح جائز ہے مثلاً اگر نقدی میں اس کا شرعی حصہ آٹھ ہزار بنتا ہے تو یہ شخص جو دس ہزار لے رہا ہے ان میں سے آٹھ ہزار تو ان آٹھ ہزار کے مقابلہ میں ہوگئے اور باقی دو ہزار سامان کے بدلہ میں ہوگئے۔اوراگر نقدی میں اس کا حصہ دس ہزار یا اس سے زائد ہے تب یہ صلح جائز نہیں کیونکہ یہ دس ہزار اس کے حصے کے دس ہزار کے مقابلہ میں ہوگئے دوسروں کو اس کے حصے کا جو سامان ملا وہ بغیر عوض کے ہوا اور سود ہوا لہٰذا جائز نہیں۔اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس کے حق میں یہ صلح اگر نقصان دہ نہ ہو تو جائز ہوگی ورنہ اس کے حصہ کے مقابلے میں جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر ایک شخص کی وفات ہوئی۔اس کا کچھ ترکہ تو موجود ہے اور اس کا کچھ روپیہ لوگوں کے ذمہ واجب ہے۔ ایک وارث نے یہ چاہا کہ جس قدر قرض ہے وہ اس کے حصہ میں آجائے کہ وہ وصول کرلے گا اور نقد ترکہ دوسرے وارث تقسیم کرلیں۔ یہ معاملہ جائز نہیں بلکہ موجود ترکہ کو تقسیم کرنا چاہیے۔ اور جس قدر قرضہ وصول ہوتا جائے وہ بھی سب میں تقسیم ہوتا رہے۔

❁❁❁

باب ۵۰

حجر یعنی پابندی کا بیان

قولی تصرف پر پابندی لگانے کو شریعت میں حجر کہتے ہیں اور اس کے اسباب بچپن اور جنون، ناسمجھی، قرض اور بھولپن ہیں۔

مسئلہ: بچے کی طلاق اور اس کی طرف سے کسی کے حق میں مال کا اقرار یہ صحیح نہیں ہوتے۔

مسئلہ: پابند لوگ اگر کوئی عقد مثلاً بیع وشراء کا عقد کریں جبکہ یہ عقد کی سمجھ رکھتے ہوں تو ولی کو اختیار ہوگا چاہے تو عقد کی اجازت دے دے اور چاہے تو عقد کو رد کر دے۔

مسئلہ: یہ پابند لوگ اگر کسی کا مال تلف کریں تو ان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: اگر بچہ بالغ ہو جائے لیکن سمجھداری نہ ہو تو پچیس سال کی عمر تک اس پر پابندی رہے گی۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا اگرچہ اس میں ابھی تک سمجھداری نہ آئی ہو جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد ; کے نزدیک جب تک اس میں سمجھداری نہ آ جائے اس پر پابندی برقرار رہے گی اگرچہ وہ بوڑھا ہو جائے۔

مسئلہ: کسی آزاد بالغ شخص پر اس کے اسراف اور بھولپن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پابندی عائد نہیں کی جا سکتی جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: البتہ بے حیا مفتی جو لوگوں کو غلط مسئلے بتاتا ہو اور جاہل طبیب اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے اور غلہ فروش جبکہ وہ غلہ کی قیمت بلاوجہ بڑھا دے ان پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو لوگوں کے ضرر کا کام کرتا ہو مثلاً فحش کتابیں لکھتا ہو یا

بیچتا ہو یا آتش بازی کا سامان بناتا اور فروخت کرتا ہو وغیرہ ان پر بلکہ ہر غیر شرعی پیشہ کرنے والے پر بھی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: وہ آزاد شخص جو مقروض ہو اور قرض ادا نہ کرتا ہو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے تا کہ وہ قرض واپس کردے۔ اور اس کے لیے قاضی اس کو مجبور کر سکتا ہے کہ اگر اس کے پاس نقدی نہ ہو لیکن سامان اور جائیداد ہو تو ان کو فروخت کر کے قرض ادا کرے۔

۞۞۞

باب ۵۱

قضا

عہدہ قضا قبول کرنے کے اعتبار سے حکم پانچ ہیں:

- **واجب:** اس شخص کے لیے جو اس کام کے لائق ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا اہل موجود نہ ہو۔
- **مستحب:** اس شخص کے لیے کہ جس کے علاوہ اس کام کے لائق لوگ موجود ہیں لیکن یہ ان سے بہتر ہو۔
- **اختیاری:** اس شخص کے لیے جس کے علاوہ اور لوگ بھی قضاء کے کام کی برابر کی لیاقت رکھتے ہوں۔
- **مکروہ:** اس شخص کے لیے جو کام کے لائق تو ہو لیکن دوسرا اس سے بہتر اور زیادہ لائق موجود ہو۔
- **حرام:** اس شخص کے لیے جو اپنی باطنی حالت سے واقف ہے کہ وہ ہوس پرستی اور ظلم کرنے سے نہ بچ سکے گا۔

عہدہ قضا کے لائق شخص میں شرائط

- مسلمان ہو لہٰذا کافر قاضی و جج نہیں بن سکتا۔
- مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو لہٰذا بچہ اور دیوانہ قاضی نہیں بن سکتا۔
- آزاد ہو لہٰذا غلام قاضی نہیں بن سکتا۔
- بینا ہو اندھا نہ ہو۔
- گونگا بہرہ نہ ہو بلکہ اونچا بھی نہ سنتا ہو۔
- اس کو کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔

تنبیہ ◆ : حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے اور وہ فیصلہ دے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ لیکن عورت کو قاضی مقرر کرنا سخت گناہ ہے۔ حدود وقصاص میں عورت کی قضا نافذ نہیں ہوتی۔

تنبیہ ◆ : فاسق کو بھی قاضی مقرر کر دیا جائے تو وہ قاضی ہو جاتا ہے اگرچہ اس کو قاضی مقرر کرنا غیر مناسب اور گناہ کی بات ہے جبکہ رعیت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو عادل وعالم ہوں۔

تنبیہ ◆ : قاضی کے لیے ماہر فقیہ ہونا اولویت کی بات ہے شرط نہیں ہے، کیونکہ قاضی کا اصل کام یہ ہے کہ وہ حقدار کو اس کا حق دلوادے۔ تو اگر وہ خود ماہر فقیہ نہ ہو تو دوسرے ماہرین فقہ سے فتوٰی لے کر فیصلہ دے گا۔ البتہ حاکم کے لیے ماہرین کے ہوتے ہوئے غیر ماہر کو عہدہ قضا پر مقرر کرنا بھی گناہ کی بات ہے۔

تنبیہ ◆ : جس حکومت سے عہدہ قضاء حاصل کرے اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ کافر حکومت سے بھی عہدہ قضا لے سکتا ہے جبکہ حکومت حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نہ روکتی ہو۔

قضا کے ضابطے

☐ ۱ قضا کی جگہ شہر کے وسط میں مسجد میں ہو یا دارالقضاء میں ہو تاکہ لوگوں کی وہاں تک رسائی آسان ہو۔

☐ ۲ قریبی محرم مثلاً بھائی بہن کے علاوہ قاضی کسی سے ہدیہ قبول نہ کرے۔ اگر کسی سے پہلے ہی سے ہدیہ کے لین دین کا معمول ہو تو اس سے سابقہ معمول سے زائد مالیت کا ہدیہ نہیں لے سکتا۔

☐ ۳ جن سے ہدیہ لینا منع ہے، ان سے قرض لینا یا عاریت لینا بھی منع ہے۔

☐ ۴ رشوت لینا تو منع ہے ہی رشوت لینے کا کوئی حیلہ بھی جائز نہیں مثلاً قاضی کا اتنی کم قیمت پر کوئی چیز خریدنا کہ اس قیمت میں وہ شے عام طور سے فروخت نہیں

ہوتی۔

☐ ۵ مقدمہ کے فریقین میں سے کوئی قاضی کو اپنے ہاں دعوت میں بلائے خواہ وہ دعوت عام ہو جیسے ولیمہ وغیرہ یا خاص قاضی ہی کے اعزاز میں کی گئی ہو تو قاضی کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں۔

اگر فریقین کے علاوہ کوئی اور شخص دعوت کرے تو دعوت عام میں تو شرکت کرسکتا ہے لیکن دعوت خاص میں (یعنی جو صرف قاضی کے اعزاز میں کی گئی ہو اس میں) شرکت نہیں کرسکتا۔

☐ ۶ فریقین کے علاوہ کسی کا جنازہ ہو تو اس میں میں شرکت کرسکتا ہے۔اسی طرح فریقین کے علاوہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے لیکن وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔

☐ ۷ قاضی کو ہر ایسی حالت اور حرکت سے اجتناب ضروری ہے جس سے تہمت یا بدگمانی آتی ہو مثلاً۔

(الف) کسی ایک فریق کا استقبال کرنا یا اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا خواہ عدالت میں ہو یا عدالت سے باہر مثلاً اپنے گھر میں ہو۔

(ب) کسی ایک طرف ہاتھ سے یا سر سے یا آنکھ سے اشارہ کرنا یا کسی ایک طرف دیکھ کر مسکرانا۔

(ج) کسی ایک سے سرگوشی کرنا۔

(د) کسی ایک سے ایسی زبان میں بات کرنا جو دوسرا فریق نہیں سمجھتا۔

(ہ) کسی ایک فریق کو حجت کی تلقین کرنا یا اس کے گواہ کو گواہی کی تلقین کرنا مثلاً یوں کہنا کہ کیا تم فلاں فلاں بات کا دعویٰ کرتے ہو یا تم فلاں فلاں بات کی گواہی دیتے ہو (کیونکہ اس سے یہ بدگمانی اور تہمت پیدا ہوتی ہے کہ قاضی اس شخص کو اس کے فائدے کے نکات سمجھا رہا ہے۔) البتہ اگر عدالت کے رعب وہیبت کی وجہ سے فریق یا گواہ بولنے سے عاجز ہو جائے تو قاضی اس وجہ سے اس کو تلقین کرسکتا ہے۔

- ۸ قاضی عدالت میں جائز مزاح کو بھی اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی شے کی خرید و فروخت میں لگے۔
- ۹ فریقین کو بٹھانے میں ان کی طرف دیکھنے میں اور توجہ کرنے میں برابری کرے اگرچہ ان میں سے ایک فریق بہت بڑے مرتبہ کا ہو اور دوسرا عام آدمی ہو۔
- ۱۰ جب غم، غصہ، بھوک یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے قاضی کا ذہن تشویش میں ہو اور وہ صحیح غور و فکر نہ کرسکتا ہو اس وقت میں وہ فیصلہ نہ سنائے۔

تنبیہ: قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے اصول وغیرہ یا اپنی بیوی یا اپنے شریک یا اپنے ملازم (یعنی اجیر خاص) کا دعویٰ سنے اور اس کے حق میں فیصلہ دے۔ یہ لوگ اپنا مقدمہ کسی دوسرے قاضی کی عدالت میں لے جائیں۔

طریق قضا کی تفصیل

جب فریقین قاضی کے پاس فیصلہ کروانے آئیں، تو ان پر لازمی نہیں کہ قاضی کو سلام کریں اور اگر کرلیں تو قاضی پر ان کو سلام کا جواب دینا لازمی نہیں۔ البتہ گواہ قاضی کو سلام بھی کرسکتے ہیں اور قاضی ان کو سلام کا جواب بھی دے گا۔

- قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ وہ یا اس کا وکیل دعویٰ زبانی پیش کرے اور اگر پہلے سے تحریری دعویٰ جمع کرایا جا چکا ہے تو اس کو پڑھے، دعویٰ کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) دعویٰ سرے سے باطل ہو۔ باطل دعوے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ وہ ہوتا ہے کہ جس سے فریق مخالف پر کچھ لازم نہیں ہوتا، مثلاً ایک شخص دعویٰ کرے کہ زید نے مجھے اپنی سائیکل ہبہ کی اور ابھی میں اس پر قبضہ نہیں کر پایا تھا کہ زید ہبہ سے پھر گیا، لہٰذا زید سے مجھے سائیکل دلوائی جائے۔ چونکہ قبضہ کے بغیر ہبہ پورا نہیں ہوتا لہٰذا دعویٰ باطل ہے۔ دعویٰ کے باطل ہونے کی صورت میں قاضی دعویٰ کو خارج اور رد کردے گا۔

(ب) دعویٰ بالکل صحیح ہو۔

قاضی اس کو قبول کر کے آگے کارروائی کرے گا۔

(ج) دعویٰ میں کچھ نقص وفساد ہو جو دور کیا جاسکتا ہو۔ مثلاً کوئی قید یا شرط ذکر نہ کی گئی ہو۔ اس صورت میں قاضی اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ اگر مدعی اپنے بیان سے اس نقص کو دور کردے تو دعویٰ مزید کارروائی کے لیے منظور کرلیا جائے گا اور اگر مدعی اس نقص کو دور نہ کرسکے تو مزید کارروائی نہ ہوگی۔ مثلاً کسی زمین کے بارے میں دعویٰ ہو اور اس کی حدود ذکر نہ کی گئی ہوں پھر قاضی کے پوچھنے پر مدعی نے حدود ذکر کردیں تو دعویٰ صحیح ہوگیا اور اگر یہ دعویٰ ہو کہ زید نے مجھ سے دینار قرض لیے تھے اور سوال پر بھی مدعی یہ نہ بتائے کہ وہ دینار کتنے تھے تو مزید کارروائی نہ ہوگی۔

- جب دعویٰ صحیح ہو یا صحیح ہوجائے تو قاضی مدعا علیہ سے جواب طلبی کرے گا کہ مدعی تم پر اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔
- اگر مدعی اقرار کرلے تو قاضی اس پر اس کے اقرار کے سبب سے مدعا لازم کردے گا لیکن اگر مدعا علیہ دعویٰ کو ماننے سے انکار کردے تو قاضی مدعی سے اس کے دعویٰ کے اثبات میں ثبوت طلب کرے گا۔ ثبوت کے طور پر مدعی گواہ یا دیگر قطعی دلائل مثلاً معاملہ سے متعلق اصل دستاویزات پیش کرے۔

گواہ پیش کئے گئے ہوں تو ان کے تزکیہ کے بعد قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ دے گا۔

- اگر مدعی کوئی ثبوت پیش نہ کرسکے تو اس کے طلب کرنے پر قاضی مدعا علیہ سے اس کے (دعوے سے) انکار پر قسم لے گا۔ اگر مدعا علیہ حلف اٹھالے یا مدعی اس سے حلف کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ سے تعرض کرنے سے منع کردے گا۔
- اگر مدعا علیہ حلف اٹھانے سے انکار کردے تو حاکم اس کے حلف سے انکار پر مدعی کے حق میں فیصلہ دیدے۔

تنبیہ ◆ : قسم صرف مدعا علیہ پر آتی ہے۔ اگر یہ سمجھوتہ ہوجائے کہ اگر مدعی قسم کھا لے تو مدعا علیہ اس کو مال دے دے گا تو یہ باطل ہے کیونکہ اس سے شریعت کا حکم بدلتا ہے۔

تنبیہ ◆ : اگر مدعا علیہ سکوت پر اصرار کرے اور ہاں ناں کچھ نہ کہے تو اس کے سکوت کو انکار سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار کرتا ہوں تو یہ اس کی طرف سے انکار شمار ہوگا۔

تنبیہ ◆ : فریقین آپس میں رشتے دار ہوں یا ان کا مصالحت کی طرف میلان نظر آتا ہے تو قاضی ان کو ایک دو مرتبہ صلح کرنے کی ترغیب دے، لیکن جب قاضی کو تحقیق ہوجائے کہ کون حق پر ہے اور کون ظلم کررہا ہے پھر ایسا نہ کرے۔

مسئلہ: قاضی کے فیصلہ دینے کے وقت فریقین کی موجودگی ضروری ہے، لیکن مدعی کے دعوے کے بعد مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرلے پھر قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے عدالت سے چلا جائے تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں اس کے اقرار کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح مدعا علیہ نے دعوے کا انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کردیئے پھر مدعا علیہ گواہوں کے تزکیہ اور قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے غائب ہوجائے تو قاضی گواہوں کا تزکیہ کرا کے اس کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جب مدعا علیہ نہ تو خود عدالت میں حاضر ہو اور نہ ہی اپنے وکیل کو بھیجے اور اس کو حاضر کرانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تین مرتبہ طلب کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قاضی اس کو مختلف ایام میں تین مرتبہ دعوے کی نقل بھیجے اور اس کو طلب کرے۔ اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر وہ نہ آیا تو اس کے لیے قاضی خود ایک وکیل مقرر کردے گا جو دعویٰ اور گواہی سن لے گا۔ اگر مدعا علیہ اس پر بھی نہ تو خود حاضر ہو اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجے تو قاضی اس کے لیے وکیل مقرر دے جو مدعا علیہ کے حقوق کی رعایت کرے اور اس وکیل کی موجودگی میں قاضی دعوے اور گواہی کو سنے اور تحقیق سے صحیح ثابت ہو تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کردے۔

مسئلہ: جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ فیصلہ اصول شرعیہ کے خلاف ہوا ہے اور مخالف ہونے کے پہلو کو بیان بھی کردے اور نئے سرے سے فیصلہ کو طلب کرے تو فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اگر اصول شرعیہ کے موافق پایا گیا تو برقرار رکھا جائے گا ورنہ دوسرا موافق شریعت فیصلہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مدعا علیہ کی جانب سے دعوے کا دفعیہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے جبکہ مدعا علیہ دعوے میں ایسا ثبوت پیش کرے جو شرعاً مقبول ہو اور دعوے کے دفعیہ کا دعویٰ کرے اور نئے سرے سے دعویٰ کے سماع کا مطالبہ کرے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا اس کی موجودگی میں اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔

اس کی یہ مثال ہے کہ زید نے بکر کے استعمال میں ایک مکان کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان اس کے والد کی طرف سے میراث میں اس کا حق ہے اور اس بارے میں ثبوت پیش کردیئے۔ قاضی نے زید کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بعد میں بکر کو اس بات کے دستاویزی ثبوت مل گئے یا عینی گواہ مل گئے کہ بکر کے والد نے زید کے والد سے وہ مکان خرید لیا تھا۔ اس بات کے ثابت ہونے پر قاضی کا سابقہ فیصلہ ختم ہوجائے گا اور مدعی کا دعویٰ بھی ساقط ہوجائے گا۔

شہادت

کسی کے حق کو دوسرے کے ذمہ میں ثابت کرنے کے لیے قاضی کی عدالت میں اس کے روبرو اور فریقین مقدمہ یا ان کے وکیلوں کی موجودگی میں جو خبر ان الفاظ کے ساتھ دی جاتی ہو کہ میں شہادت (یا گواہی) دیتا ہوں اس کو شہادت کہتے ہیں۔

گواہی دینے کا حکم

۱۔ حق عبد ہو تو مدعی کی طلب پر شہادت کی ادائیگی واجب ہے جبکہ ان کے علاوہ اور گواہ نہ ہوں۔ اسی طرح گواہی کی ادائیگی اس وقت بھی واجب ہے جب مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو اور مدعی کو اس کے گواہ ہونے کا علم نہ ہو۔

○ ۲ حقوق اللہ ہوں تو بلا طلب بھی گواہی دینا واجب ہے جیسے طلاق کا واقعہ ہو۔

○ ۳ حدود اللہ ہوں تو ان میں پردہ پوشی اچھی ہے جبکہ مجرم برائی پر اصرار نہ کرتا ہو لہٰذا چوری میں یوں کہے کہ اس شخص نے مال لیا ہے یا اٹھایا ہے یوں نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کا نصاب

- زنا میں چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔
- دیگر حدود اور قصاص میں دو مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔
- وہ امور جن پر عام طور سے صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں جیسے ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب تو ان میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔
- دیگر معاملات خواہ وہ مالی ہوں یا غیر مالی ہوں (جیسے نکاح، طلاق، وکالت، وصیت، ہبہ، اقرار وغیرہ) ان میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا ضروری ہے۔

تنبیہ ● : بچوں کے بارے میں تنہا معلم کی گواہی قبول ہوگی۔

تنبیہ ● : ایسی جگہ جہاں فقط عورتیں ہوں اور وہاں قتل کا کوئی واقعہ ہو جائے تو دیت کی خاطر تنہا عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہوگی۔

کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں

● نابینا، ● گونگا، ● بچہ، ● جس کو کبھی حد قذف لگی ہو اگرچہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو، ● زوجین کی ایک دوسرے کے حق میں، ● آدمی کی اپنے اصول و فروع کے حق میں، ● گواہوں کی ان لوگوں کے خلاف جن کے ساتھ گواہوں کی دنیوی عداوت ہو، ● جس گواہ کا خرچہ وہ آدمی اٹھاتا ہو جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے مثلاً خاص شاگرد یا اجیر خاص، ● کافر کی مسلمان کے خلاف۔

گواہ کے لیے عادل ہونے کی شرط

گواہ کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل ہو فاسق نہ ہو (اور عادل وہ مسلمان ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو) مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی پر واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن سے معلوم ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اس زمانے میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً داڑھی مونڈنا وغیرہ ایسی عام ہوگئی ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے شہادت کو مطلقاً رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح نہ ہو سکے گا۔ فاسق کے بارے میں فقہاء کے اس قول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

بغیر دعویٰ کے حسبۃً للہ گواہی دے سکتا ہے

طلاق، وقف، رمضان کے چاند، خلع، ایلاء اور ظہار کے بارے میں اور قذف و چوری کے علاوہ باقی حدود کے بارے میں بغیر دعویٰ کے گواہی دے سکتے ہیں۔

گواہوں کا تزکیہ

☼ ۱ جب گواہ گواہی دے دیں تو قاضی دوسرے فریق سے پوچھے گا کہ تم ان دو کی گواہی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یہ اپنی گواہی میں سچے ہیں یا نہیں؟

اگر وہ کہے کہ یہ دونوں عادل ہیں یا دونوں اپنی گواہی میں سچے ہیں تو یہ اس فریق کی جانب سے دعوے کا اعتراف ہوا۔

لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں یا کہے کہ اگرچہ یہ عادل ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی میں خطا کی ہے یا یہ دونوں واقعہ بھول گئے ہیں یا کہا کہ یہ دونوں عادل ہیں لیکن مجھے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو قاضی ابھی فیصلہ نہیں دے گا بلکہ گواہوں کا تزکیہ کرائے گا۔ ان اقوال میں اگرچہ گواہوں کے عادل ہونے کو ذکر کیا گیا ہے لیکن مدعی

اور گواہوں کی نظر میں دعوے کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ جھوٹا بنا اور جھوٹے کا تزکیہ معتبر نہیں ہوتا۔

جن لوگوں کے ساتھ نسبت ہو ان ہی میں سے کسی عادل شخص سے تزکیہ کرایا جائے گا مثلاً طالب علم ہو تو اس کے تعلیمی ادارے کے مدرس سے، اگر تاجر ہو تو معتبر تاجروں سے اور کسی محکمہ سے تعلق ہو تو اس محکمہ کے کسی فرد سے۔

تزکیہ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور علانیہ بھی۔ علانیہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس سے پوشیدہ تزکیہ کرایا ہے وہ عدالت میں آ کر علانیہ اپنی رائے دے۔ لیکن آج کل فقط پوشیدہ تزکیہ پر عمل کیا جائے کیونکہ علانیہ کی صورت میں مجرم تزکیہ کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا ہے۔

☼ ۲ حدود وقصاص میں ہر حال میں گواہوں کا تزکیہ کرانا ضروری ہے۔

گواہوں کی قسم

جس کے خلاف گواہی ہوئی ہو وہ اگر قاضی پر اصرار کرے کہ وہ گواہوں سے اس بات پر حلف لے کہ وہ اپنی گواہی میں جھوٹے نہیں تھے تو قاضی ان سے حلف لے سکتا ہے۔ نیز وہ گواہوں سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر تم نے حلف اٹھایا تو میں تمہاری گواہی قبول کروں گا ورنہ قبول نہیں کروں گا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے ہمارے زمانے میں تزکیہ دشوار ہو گیا ہے تو قاضی گواہوں سے قسم لے سکتے ہیں تاکہ ان کے سچے ہونے کا گمان غالب حاصل ہو سکے۔

☼☼☼

باب ۵۲

حدود

حد (جمع حدود) اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہونے والی متعین سزا کو کہتے ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔

- حد زنا
- حد سرقہ
- حد رہزنی
- حد شرب خمر
- حد قذف (تہمت)
- حد ارتداد۔

حد زنا

موجب حد زنا کی تعریف: دارالاسلام میں کسی مکلف (یعنی عاقل و بالغ) اورقوت گویائی والے کا اپنی خوشی سے حشفہ کے بقدر اپنے آلہ تناسل کو کسی قابل شہوت عورت (خواہ وہ فی الحال ہو یا کبھی رہی ہو اور اب بوڑھی ہوچکی ہو) جو اس کی ملکیت (نکاح وغلامی) اور ملکیت کے شبہ سے خالی ہو اس کے آگے کی راہ میں داخل کرنا یا مرد کا مذکورہ عورت کو ایسا کرنے کی قدرت دینا یا عورت کا (اپنی رغبت سے) مرد کو ایسا فعل کرنے کی قدرت دینا۔

حد زنا: محصن مرد و عورت میں رجم یعنی سنگساری ہے جبکہ غیر محصن میں سو کوڑے ہیں۔

محصن وہ شخص ہوتا ہے جو آزاد ہو عاقل بالغ مسلمان ہو اور جس نے صحیح نکاح کے بعد جماع کیا ہو اور جماع کے وقت بیوی میں بھی یہ مذکورہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔

حاکم کے پاس یا عدالت میں زنا دو طرح سے ثابت ہوتا ہے

- **گواہوں سے:** چار مرد گواہ اس کی لفظ زنا کے ساتھ زبان سے گواہی دیں۔

جب وہ چاروں گواہی دے دیں تو قاضی ان سے پوچھے کہ زنا کس کو کہتے ہیں اور اس نے کہاں زنا کیا؟ وہ جواب میں یہ بھی کہیں کہ اس نے اس طرح سے اپنا آلہ تناسل

داخل کیا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی۔ اس کے بعد قاضی ان سے زنا کی کیفیت، پھر زنا کے وقت، پھر مزنیہ عورت، پھر زنا کے مکان کے بارے میں دریافت کرے۔ اگر قاضی کی نظر میں وہ گواہ عادل ہوں تو اب قاضی مجرم سے اس کے احصان کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر مجرم نے احصان کا اقرار کیا یا اس کے انکار پر گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے بھی اس کے احصان کی گواہی نہ دی تو قاضی مجرم سے احصان کی تعریف پوچھے گا۔ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو مجرم کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

● **اقرار سے:** اقرار کنندہ عاقل بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے۔ چار مختلف مجلسوں میں اقرار شرط ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے ہر مرتبہ کے اقرار کے بعد قاضی اس کو واپس لوٹا دے اور وہ واپس پلٹ جائے یہاں تک کہ حاکم یا قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے اور پھر آئے اور آ کر اقرار کرے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ اقرار کنندہ کو اقرار سے روکنے کی کوشش کرے اور ناگواری کا اظہار کرے۔

جب چار مرتبہ اقرار ہو جائے تو قاضی اس کی حالت پر نظر کرے۔ جب معلوم ہو کہ وہ صحیح العقل ہے تو اس سے دریافت کرے کہ زنا کیا ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور کب کیا ہے؟ جب معلوم ہو جائے کہ اس نے واقعی زنا کیا ہے تو اب اس سے دریافت کرے کہ وہ محصن ہے اور احصان کیا ہوتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بیان کرنے پر اس پر حد قائم کرے گا۔ اگر اقرار کنندہ حد قائم کئے جانے سے پہلے یا حد قائم کئے جانے کے دوران میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، خواہ یہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو۔ اسی طرح اگر حد لگائے جانے کے دوران میں وہ بھاگ جائے تو اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

حد جاری کرنے کی کیفیت

مسئلہ: رجم کی صورت میں عورت کے لیے سینہ تک گڑھا کھودنا احسن ہے۔ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے گا۔

۱ کوڑوں کی مار کے لیے مرد شلوار پہنا رہے گا البتہ اس کی قمیص اتار لی جائے گی۔ عورت کی قمیص نہیں اتاری جائے گی البتہ زائد کپڑے مثلاً کوٹ وغیرہ اتار لیے جائیں گے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔

۲ کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگائیں گے البتہ سر، چہرہ شرمگاہ سینہ اور پیٹ پر کوڑے نہیں ماریں گے۔

۳ یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن متواتر پچاس کوڑے لگائے جائیں اور بقیہ پچاس دوسرے دن لگائے جائیں۔

مسئلہ: اگر زانیہ کو حمل ٹھہر چکا ہو تو خواہ اس کی حد رجم ہو یا کوڑے ہوں وضع حمل سے پیشتر اس پر حد نہیں لگائی جائے گی تا کہ بچہ ہلاک نہ ہو جو بے قصور ہے۔ پھر اگر حد رجم ہے اور کوئی بچے کی پرورش کرنے والا ہے تو وضع حمل کے فوراً بعد رجم کیا جائے گا اور اگر پرورش کرنے والا نہ ہو تو حد کا نفاذ اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک بچہ خود کھانے پینے نہ لگے اور اگر حد کوڑے ہوں تو وہ نفاس سے فراغت کے بعد لگائے جائیں گے۔

مسئلہ: اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرنا بھی حرام ہے۔ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ایسا فعل کرے اور دوبارہ پھر کرے، باز نہ آئے تو حاکم اس کو تعزیر میں قتل کر دے گا۔

اگر اپنی بیوی (اور غلام باندی) کے علاوہ کسی اجنبی کے ساتھ لواطت کرے تو امام ابو حنیفہؒ نزدیک حد تو نہیں ہوگی البتہ حاکم اس کو تعزیر کر سکے گا (اور اس تعزیر میں قتل بھی ہے) جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ محصن نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے لگیں گے اور اگر وہ محصن ہے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

مسئلہ: کوئی اگر کسی چوپایہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کو تعزیر کی جائے گی اور جانور کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اگر جانور بدفعلی کرنے والے کا نہ ہو تو مجرم جانور کے مالک سے پہلے اس کو قیمت پر حاصل کرے۔ کوئی عورت اگر کسی جانور سے بدفعلی کرائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

کسی بھی حد میں کوڑوں کی سزا کا ضابطہ

- جس کوڑے سے حد لگائی جائے اس میں ایک تو گرہیں نہ باندھی گئی ہوں اور دوسرے وہ ایسا ہو کہ اس کے مارنے سے تکلیف تو ہوتی ہو لیکن زخم نہ آتا ہو۔
- کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اونچا نہ کرے اور نہ ہی جسم پر کوڑا لگانے کے بعد جسم پر کوڑے کو کھینچے۔
- اگر مجرم بہت کمزور ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو کوڑا آہستگی سے مارا جائے تاکہ وہ اس کو برداشت کر سکے۔

چند صورتیں جن میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی

- تین طلاق دی ہوئی بیوی سے عدت کے دوران جماع کیا۔
- کنایہ طلاق کی عدت میں بیوی سے جماع کیا۔
- گواہوں کے بغیر کسی عورت سے نکاح کیا یا ولی کے بغیر عورت سے نکاح کیا۔
- اپنی کسی محرم سے نکاح کیا اور پھر جماع کیا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ان میں اگر مرد کی سرکشی واضح ہو تو اس کو تعزیر کی جائے گی۔

حد سرقہ

جس سرقہ پر حد لگتی ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ دارالاسلام میں عاقل، بالغ، بینا اور صاحب گویائی آدمی حفاظت میں رکھے ہوئے سرقہ کے نصاب کو جو دو تولہ ساڑھے

سات ماشہ چاندی ہے یا اتنی مالیت کی کسی شے کو اسی کے قصد سے خفیہ طریقے سے لے لے جبکہ اس میں غیر کی ملکیت ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ اگر سرقہ و چوری دن میں ہو تو خفیۃً ہونے کا اعتبار فعل کے شروع و آخر دونوں میں کیا جائے گا اور اگر رات میں ہو تو صرف شروع کیا میں جائے گا۔ مثلاً چور چپکے سے گھر میں داخل ہوا لیکن مال سمیٹنے کے دوران میں مالک جاگ گیا اور چور کو روکنے لگا تو چور نے ہتھیار سے مالک کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کئے بغیر مال لے کر چلا گیا۔ اس صورت میں چوری کی واردات کی ابتداء تو خفیہ ہے انتہا خفیہ نہیں ہے لہٰذا اگر واردات دن کے وقت ہوئی تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔ بلکہ تعزیر ہوگی اور رات کے وقت ہوئی تو ہاتھ کٹے گا۔

سرقہ کا نصاب: دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (۳۲ گرام) چاندی ہے۔

جن چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا

- جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت اور پھل۔
- قحط کے سال میں چرائی ہوئی کھانے کی چیز خواہ جلد خراب ہوتی ہو یا نہیں۔
- مرغی، بطخ، کبوتر
- آلات لہو
- کتابیں
- قرآن مجید کا مصحف، اگرچہ اس پر بڑا قیمتی جڑاؤ ہو۔
- سونے چاندی کی صلیب یا بت
- دفن کئے ہوئے مردے کا کفن

کسی نے باپ دادا وغیرہ یا بیٹے پوتے وغیرہ یا ذی رحم محرم جیسے بھائی، بہن یا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ کے گھر سے مال چرایا تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا مال چرایا یا مہمان نے میزبان کے گھر سے مال چرایا تو اس میں ہاتھ نہیں کٹتا۔ اسی طرح مسجد کا سامان چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹتا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا ان میں تعزیر ہوگی۔

پہلی دفعہ چوری کرنے میں کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ دوسری مرتبہ چوری کرنے پر ٹخنے سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

ہاتھ کاٹنے کے بعد خون روکنے کی کوشش کرنا واجب ہے اور اس کا خرچہ چور کے ذمے ہوگا کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔

دایاں ہاتھ اس وقت بھی کاٹا جائے گا جبکہ وہ شل ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو۔

اگر چور تیسری مرتبہ چوری میں ملوث ہو کر گرفتار ہو اور پہلی چوریوں کے سبب سے اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جا چکا ہو تو اس مرتبہ اس کا کوئی ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے بلکہ اس کو قید اور ضرب کی سزا دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔

چوری کے ثبوت کے طریقے

پہلا طریقہ: دو مرد ایک شخص کے چوری کرنے کے بارے میں گواہی دیں جن سے قاضی دریافت کرے کہ چوری کیسے ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ کس مال کی ہوئی؟ کتنے مال کی ہوئی؟ کب ہوئی؟ اور کس کا مال چرایا؟ ٹھیک ٹھیک جواب پر جب ان گواہوں کی عدالت ثابت ہو جائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ: کوئی شخص خود حاکم یا قاضی کے پاس ایک دفعہ چوری کا اقرار کرے، قاضی اس سے بھی مذکورہ بالا سوال کرے گا۔ اگر اقرار کے بعد وہ شخص اپنے اقرار سے پھر جائے یا فوراً بھاگ جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اس کو چرائے ہوئے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

چرائے ہوئے مال کا حکم: وہ مال اگر قائم اور موجود ہو اگرچہ چور نے وہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو یا کسی کو ہدیہ کر دیا ہو تو وہ مال مالک کو واپس دلوایا جائے گا۔ اور اگر وہ مال ہلاک اور ختم ہو چکا ہو تو صرف ہاتھ کاٹنے پر اکتفا کیا جائے گا، مال کا

تاوان چور سے نہیں لیا جائے گا۔

راہزنی کی حد

حد کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

- راہزنوں کو ایسی قوت اور غلبہ حاصل ہو اکہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کرسکیں اور راہزنوں نے راہ گیروں پر راہزنی کی ہو، خواہ ہتھیار سے یا لٹھ سے یا پتھر وغیرہ سے۔
- راہزنی شہر سے باہر ہو یا شہر میں، رات کے وقت کی ہو یا شہر میں دن کے وقت ہو، جبکہ ان کے پاس ہتھیار ہوں۔
- یہ واردات دارالاسلام میں ہوئی ہو۔
- کوئی بھی راہزن کسی راہ گیر سے قرابت نہ رکھتا ہو۔
- ان کے توبہ کرنے اور مال مالکوں کو واپس کرنے سے پہلے گرفتار ہو گئے ہوں۔

حد کی کیفیت

اس کی مندرجہ ذیل پانچ صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: اگر لوٹ مار اور کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی راہزن اور ڈاکو گرفتار کر لیے گئے، تو خوف وہراس پھیلانے کی بنا پر مناسب تعزیر کے بعد ان کو قید کردیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلیں اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں یا پھر اس قید میں ان کو موت آجائے۔

دوسری صورت: اگر کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور وہ اتنا ہے کہ ان ڈاکوؤں پر برابر برابر تقسیم ہو تو ہر ایک کے حصے میں دس درہم (دو تولہ سات ماشہ چار رتی چاندی) کی مالیت آتی ہے تو اگر ان کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو مخالف جانب سے سب کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔

تیسری صورت: اگر انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا لیکن مال نہ لوٹ سکے تو ان سب کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا، خواہ ان میں سے کسی نے فقط قتل پر مدد ہی

دی ہو اور خواہ قتل تلوار اور بندوق سے کیا ہو یا پتھر اور لاٹھی سے۔ مقتول کے وارث ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے کیونکہ یہ قصاص نہیں ہے۔

چوتھی صورت: اگر مال لوٹا اور زخمی کیا تو ان کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جائیں گے۔

پانچویں صورت: اگر مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو حاکم و قاضی کو چھ (۶) طرح کے اختیار حاصل ہوں گے۔

- چاہے تو پہلے جانب مخالف سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے، پھر ان کو قتل کر دے۔
- چاہے تو پہلے مخالف جانب سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو صلیب دے۔
- چاہے تو تینوں ہی سزائیں دے یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا، قتل کرنا اور صلیب دینا۔
- چاہے تو پہلے قتل کرے پھر صلیب دے۔
- چاہے تو فقط قتل کرے۔
- چاہے تو فقط صلیب دے۔

مذکورہ بالا احکام ڈاکوؤں کی پوری جماعت پر نافذ ہوں گے، اگرچہ ان میں سے بعض نے فقط مال لوٹا ہو اور بعض نے فقط قتل کیا ہو اور بعض نے فقط خوفزدہ کیا ہو۔

زندہ کو صلیب دینے کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک لکڑی زمین میں سیدھی گاڑ دی جائے، پھر اس کے ساتھ چوڑائی میں نیچے ایک اور لکڑی باندھ دی جائے جس پر مجرم اپنے پاؤں رکھے۔ پھر ایک اور لکڑی پہلی لکڑی کی چوڑائی میں اوپر باندھی جائے جس کے ساتھ مجرم کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ پھر ایک نیزہ مجرم کے بائیں پستان سے ذرا نیچے کو چبھویا جائے اور سینے میں گھما دیا جائے یہاں تک کہ مجرم مر جائے۔

تین دن عبرت کے لیے صلیب پر چھوڑنے کے بعد مجرم کے لواحقین کو اس کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے، لیکن اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

حد شرب خمر

یہ حد اسی کوڑے ہیں۔ خمر سے مراد یہ چار قسم کی شرابیں ہیں۔

- انگور کی کچی شراب
- انگور کی پکائی ہوئی شراب
- منقی کی شراب
- کھجور کی شراب

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پیئے اگرچہ نشہ نہ آیا ہو حرام ہے اور اس پر حد لگتی ہے۔

ان چار کے علاوہ اور شرابوں مثلاً آلو، جو اور گندم وغیرہ سے حاصل شدہ الکحل یا اور کوئی نشہ آور سیال شے مثلاً نبیذ کی اتنی مقدار استعمال کرنا جس سے نشہ آ جائے اس پر بھی حد لگتی ہے۔ حد لگنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی عاقل بالغ مسلمان (یا شراب کی حرمت کا اعتقاد رکھنے والا ذمی) جو قوت گویائی رکھتا ہو اپنی رغبت سے یہ چیزیں استعمال کرے اور وہ اس حال میں پکڑا جائے کہ شراب کی بو اس کے منہ سے آ رہی ہو یا نشہ میں اس کو پکڑ کر لائے ہوں اور گواہ اس کے خلاف پینے کی گواہی دیں۔

اگر گواہوں نے نشہ آور شراب کی بو زائل ہو جانے کے بعد گواہی دی تب حد نہیں لگے گی، الا یہ کہ متعلقہ حاکم دور کی جگہ پر ہو کہ وہاں پہنچنے تک بو زائل ہو گئی تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں یا وہ خود اس کا اقرار کرے۔

خمر (کی چار قسموں) کے علاوہ دیگر مائع وسیال نشہ آور اشیاء میں نشہ کی وہ مقدار جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوتی ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ نشے میں مبتلا شخص مختلف چیزوں کے درمیان مثلاً عورت مرد کے درمیان اور آسمان و زمین کے درمیان تمیز نہ کر سکے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص کا اکثر کلام خلط ملط ہو جائے۔ یہی دوسرا قول راجح ہے۔

اجوائن خراسانی، بھنگ اور افیون وغیرہ کی اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ پیدا ہو جائے اس پر تعزیر واجب ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق اس پر بھی حد لگے گی۔

حد قذف

وہ قذف اور تہمت جس پر حد لگتی ہے یہ ہے کہ آزاد، عاقل، بالغ اور زنا سے پاکباز مسلمان پر عار لگانے اور برا بھلا کہنے کی خاطر زنا کی تہمت لگائے۔

جس پر تہمت لگائی گئی وہ اگر مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کرے تو جرم ثابت ہونے پر تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اگر کسی شخص کو کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے (جبکہ وہ فلاں اس شخص کا باپ ہو اور اس شخص کی ماں عفت والی اور پاکباز ہو) تو وہ شخص جبکہ اس کی ماں وفات پا چکی ہو مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قذف یعنی تہمت لگانے والا توبہ بھی کر لے تب بھی آئندہ کے لیے وہ گواہی دینے کے لائق نہیں رہتا۔

حد ارتداد

شریعت کی اصطلاح میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ ارتداد کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: کوئی صاف طور پر مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے جیسے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی، یہودی یا ہندو مذہب اختیار کر لے یا اللہ تعالیٰ کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے یا نبی ﷺ کی رسالت کا انکار کر دے۔

دوسری صورت: صاف طور پر مذہب تبدیل نہ کرے اور توحید و رسالت کا بھی انکار نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال ایسے اختیار کر لے جو انکار رسالت کے مترادف وہم معنی ہوں مثلاً:

- اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا نبی ﷺ سے بطریق تواتر ہو مثلاً حضرت عائشہؓ کی برأت کا انکار کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی پہنچانے

میں غلطی کی یا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو کسی بھی اعتبار سے نبی ماننے یا نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو بزرگ اور ہدایت یافتہ ماننے وغیرہ۔

- کسی بھی نبی اور کسی بھی فرشتے کی شان میں توہین کرنا۔

تنبیہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں سب وشتم بہت بڑی گمراہی تو ہے لیکن کفر نہیں ہے۔

ارتداد کے صحیح ہونے کی شرطیں

- عاقل ہو، لہٰذا سمجھدار بچے کا ارتداد تو صحیح ہوگا لیکن دیوانے اور ناسمجھ بچے کا ارتداد معتبر نہ ہوگا، اسی طرح جو شخص نشہ میں ایسا چور ہو کہ اس کی عقل جاتی رہی ہو اس کا ارتداد بھی صحیح نہیں۔
- رضامندی و رغبت ہو، لہٰذا جس شخص کو ارتداد پر بہ اکراہ مجبور کیا گیا ہو، اس کا ارتداد صحیح نہیں۔

ارتداد کا حکم

جب کوئی مسلمان مرد مرتد ہوجائے۔ العیاذ باللہ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر اس کو کوئی شبہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہو تو اس کو دور کیا جائے گا لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں اور تین روز تک قید میں رکھا جائے گا۔ اگر تین دنوں میں توبہ کرکے اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کردیا جائے گا۔ یہ بھی اس وقت ہے جب اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اس نے کچھ مہلت طلب نہ کی تو اسی وقت قتل کردیا جائے گا۔

اگر اس نے مہلت طلب نہ کی لیکن اس کے توبہ کرلینے کی امید ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے۔ اس کے دوبارہ مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت ادا کرے اور اسلام کے علاوہ باقی تمام دینوں سے بیزاری کرے۔ اگر صرف اسی دین سے اظہار بیزاری کرے جس کو اس نے ارتداد کی صورت میں اختیار کیا تھا تو اتنا بھی کافی ہے۔

اگر مرتد پر اسلام پیش کئے جانے سے قبل کوئی اس کو قتل کر دے تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور حاکم کی اجازت کے بغیر کیا ہے تو اس کو تادیب کی جائے گی، لیکن قاتل پر کچھ تاوان واجب نہ ہوگا۔ سمجھدار بچے کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر وہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

مرتد عورت قتل نہ کی جائے گی بلکہ قید خانہ میں محبوس رکھی جائے گی اور ہر تین روز میں ایک بار اس کو مار پڑے گی تا کہ دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ اگر اسے بھی کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ تاوان نہ ہوگا۔

اگر مرتد دارالحرب بھاگ جائے اور مسلمانوں کی حکومت اس کے دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کا حکم جاری کر دے یا مرتد کو موت آ جائے یا کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کا وہ مال جو اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اہم تنبیہ: ذمی یعنی کسی مسلمان ملک کا غیر مسلم باشندہ رسول خدا حضرت محمد ﷺ یا کسی بھی نبی کی شان میں توہین اور سب وشتم کرے۔ اگر اس نے خفیہ طور پر کی لیکن مسلمانوں کو اس کا علم ہو گیا۔ اگر ایسا ایک ہی مرتبہ کیا ہے تو اس کو قتل سے کمتر تعزیر کی جائے گی لیکن اگر وہ خفیہ طور پر دوسری بار پھر کرے یا پہلی مرتبہ ہی اعلانیہ کرے خواہ ایک ہی مرتبہ ہو تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔

باب ۵۴

قصاص ودیت کے احکام

قصاص، دیت، اور گناہ لازم آنے کے اعتبار سے قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

قسم اول: قتل عمد

جس میں مقتول کو قصداً وعمداً ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو تفریق اعضاء کرتا ہو، جیسے ہتھیار اور کوئی دھار دار لکڑی پتھر یا شیشہ وغیرہ۔ جسم کی نازک جگہوں پر سوا گھونپنا بھی اسی میں شامل ہے اور اسی زمرے میں آگ سے جلانا بھی ہے، کیونکہ آگ بھی تفریق اعضا کرتی ہے لوہے کے پٹے سے مارنا جبکہ اس سے زخم بھی ہوا ہو، کھولتے ہوئے پانی میں ڈالنا اور گرم تندور وغیرہ میں پھینکنا بھی قتل عمد ہے، مذکورہ آلات سے ضرب لگانا یا دیگر مذکورہ طریقوں کو اختیار کرنا قاتل کے قتل کرنے کے قصد پر دلیل ہے۔ لہٰذا اس دلیل کے ہوتے ہوئے قاتل کے عمد وقصد کا زبانی انکار کرنا مسموع نہیں ہوگا۔

حکم: قاتل کو سخت گناہ ہوتا ہے اور مقتول کے وارث قاتل کو قصاص میں عدالتی فیصلہ پر قتل کرا سکتے ہیں لیکن مقتول کے وارث چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے دیت مقرر کر کے لی جائے۔

قسم ثانی: قتل شبہ عمد

ضرب تو عمداً لگائی لیکن ایسے آلہ کے ساتھ جو تفریق اعضا نہیں کرتا جیسا کہ پتھر اور لکڑی جو دھار دار نہ ہو۔

حکم: قاتل کو گناہ ہوتا ہے اور کفارہ کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ میں دیت مغلظہ بھی آتی ہے۔

اگر قاتل کی جانب سے ایسے قتل کی تکرار پائی جائے تو اسے سیاستاً (انتظام کے

طور پر) قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

قسم ثالث: قتل خطا

- شکاری نے شکار سمجھ کر ہتھیار استعمال کیا لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی انسان تھا یا نشانہ خطا ہوا کہ ایک نشانہ پر مارا لیکن وہ خطا ہو کر کسی آدمی کو لگ گیا یا نشانہ پر لگ کر پھر کسی آدمی کو لگا جس سے وہ مر گیا۔
- ہاتھ سے لکڑی کا تختہ یا اینٹ گر پڑی جو نیچے کھڑے شخص پر پڑی اور اس سے وہ مر گیا۔
- ڈرائیور کی خطا سے ہونے والے حادثہ میں جاں بحق ہونے والا شخص بھی مقتول خطا ہے۔

حکم: ◆ قاتل کے ذمے کفارہ آتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن پر دیت آتی ہے۔

◆ اس میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی وجہ سے کم ہوتا ہے۔

قسم رابع: قتل مثل خطا

مثلاً سویا ہوا شخص کسی دوسرے پر پلٹ گیا جس سے دوسرا شخص مر گیا۔

حکم: ◆ قاتل کے ذمے کفارہ ہوتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن کے ذمے دیت آتی ہے۔

◆ اس میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی بناء پر کم ہوتا ہے۔

قسم خامس: قتل بسبب

- کسی ایسی زمین میں جو اپنی مملوک نہ ہو بلا اجازت کوئی کنواں یا گڑھا کھودا یا اس میں پتھر رکھ دیا جس کی وجہ سے کوئی شخص اس میں گر کر یا اس سے ٹکرا کر مر گیا۔
- سڑک پر کیلے یا خربوزے وغیرہ کے چھلکے پھینک دیئے اور اس کی وجہ سے پھسل

کر کوئی شخص مر گیا یا کچے رستے میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جس سے کیچڑ و پھسلن پیدا ہوگئی اور اس سے کوئی شخص لاعلمی میں مثلاً رات کے وقت یا کوئی نابینا پھسل کر مر گیا۔

حکم: قاتل کی برادری یا یونین پر دیت آتی ہے اور قاتل کو قتل کرنے کا گناہ تو نہیں ہوتا البتہ دوسرے کی ملک میں پتھر رکھنے یا گڑھا کھودنے اور سڑک پر چھلکے پھینکنے یا نقصان دہ چھڑکاؤ کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

میراث سے محرومی

اس پانچویں قسم کے علاوہ قتل کی باقی تمام اقسام میں قاتل اگر عاقل و بالغ ہو (اور قاتل رشتے کی بنا پر مقتول کا وارث بنتا ہو) تو قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہے۔

کفارے کی تفصیل

قتل کی جن قسموں میں کفارے کا ذکر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قاتل یا تو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا غلام نہ ملتا ہو تو دو مہینے متواتر روزے رکھے۔

دیت کی ادائیگی

اگر قاتل کا تعلق ایسے قبائلی نظام یا جماعت یا یونین وغیرہ سے ہے جس سے ایک دوسرے کو مدد ملتی ہے تو واجب الادا دیت اس کے افراد پر تقسیم کی جائے گی جو اس کو تین سال میں ادا کریں گے۔ اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو اور قاتل کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو بیت المال ہونے کی صورت میں دیت اس میں سے ادا کی جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قاتل کو خود اپنے مال میں سے تین سال میں مکمل دیت ادا کرنا ہوگی۔

وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں

مسئلہ: بچے اور مجنون (پاگل) نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اس پر قصاص نہیں آتا کیونکہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد پر اور ان دونوں کا عمد معتبر نہیں ہوتا۔

مسئلہ: قاتل کے خلاف قصاص میں قتل کئے جانے کا فیصلہ دے دیا گیا لیکن اس غرض سے وہ ابھی مقتول کے وارثوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر جنون طاری ہو گیا تو اب اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت آئے گی۔ یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب قتل عمد کرنے والے قاتل پر فیصلہ سنائے جانے سے پیشتر جنون طاری ہو جائے، کیونکہ اس پر قصاص کے واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ صاحب عقل ہو تا کہ اس پر وجوب آسکے جو قاضی کے فیصلہ سے آتا ہے اور مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے مکمل ہوتا ہے لہٰذا فیصلہ سے پہلے یا وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پہلے جنون طاری ہو جائے تو وجوب میں خلل آجاتا ہے۔

مسئلہ: اگر مقتول کے وارثوں کے حوالے کئے جانے کے بعد قاتل پر جنون طاری ہوا تو اسے قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: جس شخص کو جنون بھی ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہوتا ہو تو اگر اس نے افاقہ کی حالت میں قتل کیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر افاقہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد قصاص کا فیصلہ دیئے جانے یا مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پیشتر مستقل جنون لاحق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی عاقل نے مجنون (پاگل) شخص کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

اسی طرح سالم اعضاء والے شخص نے نابینا یا دائمی مریض یا لنگڑے لولے شخص کو قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر مقتول ایسا ہو کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور اسی طرح اس کے آلات تناسل بھی کٹے ہوئے ہوں اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا بھی ہو تب بھی سالم اعضاء والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ: کسی شخص کو زہر پلایا جس سے وہ مر گیا تو اگر زہر اس کو پکڑایا تھا اور متوفی نے یہ جانے بغیر کہ وہ کیا چیز ہے کھا پی لیا اور مر گیا یا مجرم نے کسی شربت وغیرہ میں زہر ملا

کر دیا اور متوفی نے وہ لے کر پی لیا جس سے وہ مر گیا تو زہر پلانے والے پر قصاص ودیت نہیں آئے گی البتہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کو تعزیر بھی کی جائے گی۔

اور اگر زہر متوفی کے ہونٹوں میں ٹپکایا یا اس کو زہر پینے پر مجبور کر دیا تو پلانے والے کی برادری یا یونین پر دیت آئے گی۔

مسئلہ: ایک نے کسی کی گردن کاٹی اور اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہا۔ ابھی روح باقی تھی کہ دوسرے نے اس کی باقی گردن بھی کاٹ دی تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا نہ کہ دوسرے سے کیونکہ اس وقت وہ مردہ کے حکم میں تھا۔ (البتہ دوسرے کو تعزیر کی جائے گی)۔

مسئلہ: حالت نزع میں مبتلا شخص کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اگرچہ قاتل کو علم بھی ہو کہ مقتول زندہ بچنے والا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کبھی نزع کے مشابہ حالت میں ہو جاتا ہے بلکہ کبھی ایسا ساکن وساکت ہو جاتا ہے کہ اس کو مردہ خیال کیا جانے لگتا ہے لیکن پھر طبیعت بحال ہو جاتی ہے اور افاقہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کا کسی نے دھار دار آلے سے پیٹ چاک کر دیا اور دوسرے نے بعد میں اس کی گردن اڑا دی، تو اگر پیٹ چاک کئے جانے کے بعد مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان تھا تو قصاص میں گردن اڑانے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان نہ تھا تو پیٹ چاک کرنے والے کو قتل کیا جائے گا جبکہ گردن اڑانے والے کو تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ: عمداً ایک شخص کو زخمی کیا۔ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو مجرم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ متوفی کی موت کا ظاہری سبب وہ زخم ہے۔ البتہ اگر زخم کے تسلسل میں انقطاع پایا گیا مثلاً یہ کہ زخم بھر گیا تھا یا کسی اور شخص نے اس زخمی کی گردن اڑا دی تو زخم لگانے والے پر قصاص نہیں آئے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کو زخمی کیا اور وہ زخمی شخص مر گیا۔ مقتول کے وارثوں نے اس بات پر گواہ وثبوت پیش کئے کہ وہ زخم کے سبب سے مرا ہے جبکہ مجرم نے گواہ وثبوت پیش کئے کہ زخمی کے زخم بھر گئے تھے اور ایک مدت کے بعد وہ کسی اور سبب سے یا اپنی قدرتی

موت مرا ہے تو مقتول کے وارثوں کے گواہوں اور ثبوت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

مسئلہ: مجنون نے کسی شخص پر ہتھیار اٹھایا اور اس حالت میں اس شخص نے مجنون کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ: کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہریہ پڑھ کر فلاں کو ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ شریعت نے اسمائے قہریہ کو آلہ قتل یا سبب قتل قرار نہیں دیا ہے۔

تنبیہ: یہ شریعت کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ **لا قود الا بالسیف** (قصاص صرف تلوار کے ذریعہ ہوتا ہے) تلوار کے ساتھ نیزہ و خنجر جیسے ہتھیار بھی ملحق ہیں۔ سزائے قتل میں پھانسی دینے کا جو طریقہ رائج ہے یہ غیر شرعی ہے، کیونکہ اس میں کسی ہتھیار کا استعمال نہیں ہوتا۔ بندوق، کلاشنکوف اور تیر وغیرہ سے نشانہ لے کر قصاص میں قتل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذی روح کو (جو اپنے قابو میں ہو) نشانہ مت بناؤ۔

اعضاء و جوارح میں وجوب قصاص

قواعد وضوابط

☐ ۱ ان میں ہتھیار کے استعمال کا حکم ایک ہی ہے۔

☐ ۲ قصاص ہر اس زخم میں ہوگا جس میں مماثلت کی رعایت ممکن ہو۔ اور اگر یہ رعایت ممکن نہ ہو تو پھر قصاص نہیں آتا بلکہ دیت لازم آتی ہے۔

ہاتھ بازو اور ٹانگ

مسئلہ: اگر قطع کرنے والے کا ہاتھ شل لیکن قابل انتفاع ہو یا ناقص انگلیوں والا ہو تو مجروح کو خیار حاصل ہوگا کہ قصاص وصول کرے یا دیت لے۔

مسئلہ: اگر قطع کرنے کے وقت قاطع کا ہاتھ صحیح تھا بعد میں شل ہوا تو مجروح کو دیت نہ ملے گی کیونکہ اس کا حق قطع کرنے والے کے صرف ہاتھ میں تھا۔

مسئلہ: ٹانگ اور بازو اگر درمیان سے کٹے ہوں تو مماثلت ممکن نہ ہونے کی بنا پر قصاص نہ ہوگا۔

مسئلہ: ہاتھ، بازو، ٹانگ اور انگلیوں کو جوڑ سے کاٹنے میں قصاص ہوتا ہے۔

مسئلہ: قاطع کا ہاتھ صحیح سالم تھا جبکہ مجروح کا ہاتھ شل تھا تو قصاص نہیں ہوگا۔

ناک کا نرم حصہ

اگر مجرم کی ناک نسبتاً چھوٹی ہو یا اس کے سونگھنے کی حس ختم ہو چکی ہو یا اس کی ناک میں کچھ اور نقص ہو تو مجروح کو حق حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو مجرم کی ناک کاٹنے کا مطالبہ کرے اور چاہے تو دیت لے لے۔

کان

پورے یا کچھ کان کاٹنے میں زخم کی حدود ایسی ہوں کہ مجرم میں اس کی مماثلت کی رعایت کرنا ممکن ہو تو قصاص آئے گا۔ اگر مجرم کا کان چھوٹا ہو یا پھٹا ہوا ہو یا چرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو اور مجروح کا کان بڑا ہو یا سالم ہو تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت طلب کرے اور اگر مجروح کا کان ناقص ہو تو پھر اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

آنکھ

آنکھ پر ضرب لگائی جس سے بینائی زائل ہوگئی لیکن آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا تو دیکھیں گے۔

- اگر دو ماہرین امراض چشم یہ فیصلہ دے دیں کہ بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی ہے تو قصاص لیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے کسی کی آنکھ پر ضرب لگائی جس سے اگرچہ آنکھ کا ڈھیلا تو سلامت رہا اور سفیدی بھی نہیں آئی لیکن بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا لیکن

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے قصاص کا فیصلہ دیا اور اس کی ترکیب بتائی کہ مجرم کی آنکھ کے گرد چہرے پر گیلی روئی وغیرہ جما دی جائے اور پھر آنکھ کے پاس صیقل شدہ لوہے کو خوب تپا کر سرخ کر کے لایا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اتفاق کیا۔ آج کل شعاعوں کے ذریعے ایسا کیا جا سکتا ہے۔

- اور اگر بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔
- اور اگر بینائی لوٹ آئی لیکن اس میں کمی رہی پوری بحال نہیں ہوئی تو مناسب تاوان دلایا جائیگا۔

کسی کی آنکھ پھوڑ دی

مجرم کی آنکھ میں سفیدی ہے جس کی بنا پر اس کی بینائی کمزور ہے تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دیت لے۔

آنکھ پر ضرب لگائی جس سے آنکھ پر سفیدی آ گئی اور اس کی وجہ سے بینائی باقی نہ رہی تو قصاص نہیں آئے گا۔

بھینگی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے۔

دائیں آنکھ پھوڑی جبکہ مجرم کی بائیں آنکھ بیکار تھی تو قصاص میں مجرم کی دائیں آنکھ پھوڑی جائے گی۔ اگرچہ وہ اس طرح مکمل طور پر نابینا رہ جاتا ہے۔

دانت

مسئلہ: ضرب لگا کر کسی کا دانت اکھیڑ دیا تو اگر بلا کسی ضرر کے مجرم کا دانت اکھیڑا جا سکتا ہو تو قصاص میں اس کا دانت اکھیڑا جائے گا اور اگر مسوڑھوں یا دوسرے دانتوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے، جب دانت آپس میں بہت ملے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان مناسب خلا نہ ہو تو ریتی سے مسوڑھے تک اس کو گھسا جائے گا۔

مسئلہ: اگر مجرم کا دانت سیاہ' زرد' سبز یا سرخ ہو تو مضروب کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت وصول کرے۔ اور اگر مضروب کا دانت ہی عیب دار تھا تو

قصاص نہیں لے سکے گا البتہ اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: قصاص لینے میں گرائے ہوئے دانت کی قسم اور اس کے اوپر والے یا نیچے والے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ: ضرب سے دانت چوڑائی میں نامکمل ٹوٹ گیا تو اگر باقی دانت سیاہ نہ ہوا تو قصاص آئے گا اور جتنا دانت ٹوٹا ہے اتنی مقدار میں مجرم کے دانت کو گھسا جائے گا اور اگر باقی دانت سیاہ ہوگیا تو قصاص نہیں آئے گا البتہ دیت آئے گی۔ مضروب کو یہ حق نہیں ہوگا کہ ٹوٹی ہوئی مقدار کے برابر قصاص لے اور اگر دانت لمبائی میں ٹوٹا تو قصاص نہیں ہوگا بلکہ مضروب کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے کاٹا، زخمی نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا جس سے مجرم کا دانت اکھڑ گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ضرب سے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا پھر باقی خودبخود گر گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر ضرب لگنے سے دانت ہلنے لگا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر گرا نہیں تو علاج کے لیے مناسب تاوان ملے گا اور اگر گر گیا تو عمد کی صورت میں قصاص ہوگا اور خطا کی صورت میں دیت آئے گی۔

مسئلہ: دانت ہلنے کی صورت میں مضروب سال کی مہلت کے بعد آیا اور اس کا دانت گرا ہوا تھا اور ضارب و مضروب میں اختلاف ہوا کہ دانت ضرب کی وجہ سے گرا ہے یا نہیں تو اگر دانت سال کے دوران میں گرا ہو تو مضروب کے قول کو ترجیح ہوگی کہ دانت ضارب کی ضرب کے سبب سے گرا ہے اور اگر دانت سال کے بعد گرا ہو تو ضارب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی کہ دانت اس کی ضرب کی وجہ سے نہیں گرا ہے۔

مسئلہ: بچے کا دانت اکھاڑنے میں ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر دوسرا دانت اگ آیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا ورنہ قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کی ضرب سے دانت سیاہ ہوگیا بعد میں دوسرے شخص کی ضرب کی وجہ سے وہ دانت اکھڑ گیا تو پہلے شخص کے ذمے دانت کی پوری دیت آئے گی جبکہ دوسرے

کے ذمہ مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: قصاص میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ مجرم کا دانت مضروب کے مقابلے میں بڑا ہے۔

مسئلہ: باکسنگ کھیلتے ہوئے ایک نے دوسرے کا دانت توڑ دیا تو قصاص ہوگا اور اگر دونوں ایک دوسرے کو مثلاً مارو مارو کہہ رہے تھے تو قصاص نہیں ہوگا۔

زبان

مسئلہ: زبان خواہ پوری کاٹی گئی ہو یا اس کا کچھ حصہ بہرحال قصاص نہیں آتا بلکہ دیت آتی ہے خواہ بالغ شخص کی ہو یا چھوٹے، لیکن بولنے والے بچے کی۔

مسئلہ: گونگے اور شیر خوار بچے کہ جس نے صرف رونے کی آواز نکالی ہو اس کی زبان کاٹنے میں بھی قصاص نہیں ہوتا بلکہ مناسب تاوان ہوتا ہے۔

عضو تناسل

مسئلہ: تنہا حشفہ (Glans Penis) کاٹا ہو تو اس میں قصاص ہے اس کے علاوہ عضو تناسل کو خواہ درمیان سے کاٹا ہو یا جڑ سے کاٹا ہو قصاص نہیں ہے بلکہ دیت ملے گی۔

مسئلہ: خصی اور عنین کے عضو تناسل کو کاٹنے کی صورت میں مناسب تاوان ملے گا۔

ہونٹ

مسئلہ: پورا ہونٹ کاٹا تو قصاص ہوگا اور اگر ہونٹ کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں ہوگا۔

زخم: سر اور چہرے کے زخم کو عربی میں شجہ کہتے ہیں جس کی جمع شجاج (Head Injuries) ہے۔

سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم پر زخم کو جراحت کہتے ہیں۔

سینہ اور پیٹ کے زخم جائفہ کہلاتے ہیں۔

جراحت کا حکم:

اس میں مناسب تاوان آتا ہے اور مناسب تاوان سے یہاں مراد زخم کے ٹھیک ہونے تک اپنا خرچہ اور علاج معالجہ کے اخراجات ہیں۔

شجاج: ان کی گیارہ قسمیں ہیں۔

- **حارصہ:** جس میں جلد پر صرف خراش آئے۔
- **دامعہ:** کھال اتنی چھل جاتی ہے کہ خون نظر آنے لگے لیکن بہے نہیں۔
- **دامیہ:** کھال اتنی چھل جائے کہ خون نکل کر بہنے لگے۔
- **باضعہ:** کھال کٹ جائے۔
- **متلاحمہ:** زخم گوشت تک پہنچ جائے۔
- **سمحاق:** جس میں زخم گوشت اور کھوپڑی کے درمیان باریک جھلی (Periosteum) تک پہنچ جائے۔
- **موضحہ:** جس میں کھوپڑی کی ہڈی نظر آنے لگے۔
- **ہاشمہ:** جس میں کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔
- **منقلہ:** جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہل جائے۔
- **آمہ:** جس میں زخم دماغ کے گرد جھلی (Meninges) تک پہنچ جائے۔
- **دامغہ:** جس میں دماغ باہر نکل آئے۔

شجاج کا حکم

مسئلہ: عمداً زخم لگانے میں موضحہ اور اس سے کمتر زخموں میں قصاص آتا ہے جبکہ بقیہ شجہ کی اقسام میں قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ: خطا سے زخم لگانے کی صورت میں حارصہ سے سمحاق تک کے زخموں میں مناسب تاوان آتا ہے جبکہ موضحہ میں کل دیت کا بیسواں حصہ، ہاشمہ میں دسواں حصہ، منقلہ میں ساڑھے ساتواں حصہ اور آمہ میں تہائی حصہ ہوتا ہے۔

جائفہ: یہ وہ زخم ہوتا ہے جو سینہ یا پیٹ کے جوف (Cavity) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ: جائفہ میں تہائی دیت واجب ہوتی ہے اور اگر آلہ زخم جوف میں ایک طرف

سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے تو یہ جائفہ کے دو زخم شمار ہوں گے لہٰذا ان میں دو تہائی دیت آئے گی۔

مسئلہ: جائفہ میں بھی قصاص نہیں ہوتا۔

مزید مسائل

مسئلہ: جن شجاج میں قصاص نہیں آتا ان میں عمد و خطا کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں دیت آتی ہے۔

مسئلہ: مختلف شجاج اور جائفہ میں دیت اس صورت میں نہ ملے گی جب زخم مندمل ہوجائے اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملزم کے ذمے واجب ہوں گے اور اگر اندمال کے بعد کچھ اثر خواہ وہ کتنا قلیل ہو باقی رہے تو دیت لازم آئے گی۔

مسئلہ: سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر زخموں میں جب ہڈی نظر آنے لگے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور اندمال کے بعد کچھ اثر باقی رہے تو مناسب تاوان ملے گا اور اگر زخم کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا البتہ امام محمدؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملیں گے۔

مسئلہ: زخم میں قصاص مجروح کے زخم کے بھر جانے کے بعد لیا جائے گا کیونکہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم میں اس وقت تک قصاص لینے سے منع فرمایا ہے جب تک زخمی کا زخم نہ بھر جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور موت واقع ہوجائے تو اس طرح انجام کے اعتبار سے یہ قتل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی نوک دار چیز منہ میں چبھوئی جو دماغ تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔ آنکھ میں کوئی تیر وغیرہ لگا جو گدی تک چلا گیا تو (ایک) آنکھ میں نصف دیت اور باقی زخم میں مناسب تاوان ہوگا اور اگر وہ تیر وغیرہ دماغ تک پہنچا تو آنکھ کی دیت کے علاوہ مزید تہائی دیت ملے گی۔

مسئلہ: کوئی باریک نوک دار سلائی ایک کان میں داخل کی اور وہ دوسرے کان تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: موضحہ زخم لگایا جس سے عقل جاتی رہی یا سر کے تمام بال گر گئے اور پھر دوبارہ نہیں اگے تو موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہوگا (یعنی دیت سے علیحدہ موضحہ کا ارش نہیں ملے گا)

تنبیہ: موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہو، ایسا صرف ان مذکورہ دوصورتوں میں ہوتا ہے۔

مسئلہ: اور اگر کچھ بال گر گئے تو موضحہ کا ارش واجب ہوگا جس میں بالوں کا ارش بھی داخل شمار ہوگا۔

مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بال دوبارہ نہ اگے ہوں اور اگر بال دوبارہ اگ آئے اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو گئے تو کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: ابرو پر موضحہ زخم لگایا جس سے ابرو کے بال گر گئے اور دوبارہ نہیں اگے تو نصف دیت آئے گی جس میں موضحہ کا ارش بھی شمار ہوگا۔

مسئلہ: اگر موضحہ زخم کی وجہ سے مجروح کی سماعت، بصارت یا قوت گویائی زائل ہو جائے تو دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی ملے گا۔

مسئلہ: عمداً موضحہ زخم لگایا جس سے دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا بلکہ آنکھوں اور موضحہ میں دیت ہوگی جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھ میں دیت ہوگی۔

دیت

دیت (خون بہا) وہ مال ہوتا ہے جو جان کے بدلے میں واجب الادا ہو اور ارش وہ مال ہوتا ہے جو اعضاء و جوارح پر جنایت کے بدلے میں واجب الادا ہو۔ ارش کو کبھی دیت بھی کہہ دیتے ہیں۔

مسئلہ: قتل خطا، قتل مثل خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بسبب میں اور اسی طرح بچے اور مجنون

کے قتل کرنے کی صورت میں دیت آتی ہے جو عاقلہ کے ذمے ہوتی ہے۔ اور تین سالانہ قسطوں میں واجب الادا ہوتی ہے البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کردے تو خود اس کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی جو تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ہر وہ قتل عمد جس میں کسی شبہ کی بنا پر قصاص ساقط ہوجائے اس میں قاتل کے اپنے مال میں سے دیت تین سال میں واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہر وہ ارش اور دیت جو باہمی صلح کی بنا پر واجب ہو وہ فوری طور پر واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: قتل کی دیت کی ادائیگی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف سونے، چاندی اور اونٹوں میں سے کسی ایک میں کی جاسکتی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گایوں، بھیڑ بکریوں اور کپڑوں کی صورت میں بھی کی جاسکتی ہے۔

اونٹ سو ہوتے ہیں جو:

- قتل خطا میں پانچ قسموں کے ہوتے ہیں بیس ایک سال کی اونٹنیاں، بیس ایک سال کے اونٹ، بیس دو سال کی اونٹنیاں، بیس تین سال کے اونٹ اور بیس چار سال کے اونٹ۔
- اور قتل شبہ عمد میں چار قسموں پر ہوتے ہیں۔ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں، پچیس دو سال کی اونٹنیاں، پچیس تین سالہ اونٹ اور پچیس چار سالہ اونٹ۔

گائیں دو سو ہوتی ہیں۔

بھیڑ بکریاں	......	دو ہزار
کپڑے	......	دو دو کپڑوں پر مشتمل دو سو جوڑے۔
سونا	......	ایک ہزار دینار یعنی تین سو پچھتّر تولے۔

چاندی دس ہزار درہم، یعنی دو ہزار چھ سو پچیس تولے۔

مسئلہ: مسلمان، ذمی اور ویزا لے کر آئے ہوئے کافر کی دیت برابر ہے۔

مسئلہ: عورت کی دیت اور ارش مرد کی دیت اور ارش کا نصف ہوتی ہے۔

تنبیہ: عورت کی دیت میں تفاوت چونکہ شریعت سے ثابت ہے لہٰذا یہ محل اعتراض تو ہے ہی نہیں البتہ اس کی عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ شریعت نے عورتوں اور بچوں اور دائمی مریضوں اور اپاہجوں کے خرچے ان کے رشتہ دار مردوں کے ذمے لگائے ہیں جبکہ عورتوں کے ذمے کسی کا کوئی خرچہ نہیں لگایا۔ لہٰذا مرد کے قتل کی صورت میں احترام نفس کے علاوہ اس کے عیالدار معاشی طور پر بھی متاثر ہوتے ہیں جبکہ عورت کے قتل کی صورت میں صرف احترام نفس کی ہتک ہے اور کچھ نہیں، احترام نفس کی حد تک تو دونوں کی دیت برابر ہے۔ البتہ عیالداری کی بنا پر مرد کے وارثوں کو اتنی رقم اور دلوائی جاتی ہے اور اسے بھی دیت شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی قتل کے سبب سے واجب ہوتی ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ: وہ جنایت کہ جس میں کوئی متعین ارش نہیں ہے بلکہ مناسب تاوان ملتا ہے اگر عورت پر ہو تو اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ مرد کو ملنے والے تاوان کے مساوی ملے گا اور دوسری یہ کہ اس کا نصف ملے گا۔

دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں

بالوں میں

مسئلہ: کسی کا سر مونڈ دیا اور دوبارہ بال نہیں اگے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ ارش میں مرد، عورت، بچے، بڑے سب کا حکم یکساں ہے۔ البتہ پہلے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران میں بال نہ اگے تب دیت واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ابرو کے بال اس طرح مونڈے یا اکھیڑے کہ بالوں کی جڑوں کے مقام برباد ہوگئے جس سے پھر بال دوبارہ نہ اگے تو ایک طرف میں نصف دیت اور دونوں طرف میں پوری دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح ایک پلک کے بال کاٹے یا اکھیڑے اور ان کی جڑیں برباد کردیں تو چوتھائی دیت ہوگی۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور چاروں پلکوں میں پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: کسی کی داڑھی مونڈ دی اور پھر سال بھر تک دوبارہ بال نہ اگے تو پوری دیت آئے گی اور اگر آدھی مونڈی تو تب بھی پوری دیت آئے گی۔

مسئلہ: سر اور داڑھی کے بال مونڈنے میں عمد اور خطا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر ٹھوڑی پر داڑھی کے صرف گنتی کے چند بال تھے تو ان کو مونڈنے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ٹھوڑی اور رخساروں پر علیحدہ علیحدہ بال تھے تو مناسب تاوان واجب ہوگا جب کہ ٹھوڑی اور رخساروں کے بالوں کے متصل ہونے کی صورت میں پوری دیت واجب ہوگی۔ اور اگر داڑھی کے بال دوبارہ اتنے ہی اگ آئے جتنے پہلے تھے تو کچھ نہ ملے گا البتہ مجرم کو کچھ تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ: اگر داڑھی پہلے سیاہ تھی۔ اب دوبارہ جو نکلی تو سفید نکلی تو اس پر مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: مونچھیں مونڈ دیں اور وہ بعد میں دوبارہ نہ اگیں تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: دونوں اٹھے ہوئے کان خطا سے کاٹنے میں پوری دیت ہوگی جبکہ ایک کان میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر کان سوکھے ہوئے یا پست تھے تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: اگر کانوں پر ضرب لگائی جس سے قوت سماعت ضائع ہوگئی تو پوری دیت ہوگی۔

آنکھوں میں

مسئلہ: خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئیں تو کامل دیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر آنکھ تو نہ پھوٹی اور ڈھیلے بحال رہے لیکن ضرب سے بصارت زائل ہوگئی تو دونوں آنکھوں میں کامل دیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: کانے کی ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: پپوٹے، پلکوں سمیت کاٹ دے تو پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر پلکوں سے عاری پپوٹے کاٹے تو پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: ایک شخص نے پلکیں کاٹیں اور دوسرے نے پپوٹے کاٹے تو پلکیں کاٹنے والے پر پوری دیت آئے گی اور پپوٹے کاٹنے والے پر مناسب تاوان ہوگا۔

ناک میں:

مسئلہ: خطا سے ناک کاٹنے میں کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: ناک کے نرم حصہ کاٹنے میں بھی کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر ناک کا نصف بانسہ کاٹا تو اس میں کامل دیت ہوگی اور عمد کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ناک پر ضرب لگائی جس سے سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: بچے کی ناک، کان میں بھی پوری دیت ہوگی۔

دانتوں میں

مسئلہ: ایک دانت میں خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو کل دیت کا بیسواں حصہ آتا ہے۔

مسئلہ: ایسا صرف دانتوں ہی میں ہوتا ہے کہ ان کا ارش جان کی دیت سے متجاوز ہوجائے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس دانت گرائے تو چودہ ہزار درہم اور بتیس دانت گرائے تو سولہ ہزار درہم ارش ہوگا۔ یہ رقم تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ضرب لگا کر ایک شخص کا دانت نکال دیا۔ اگر اس کی جگہ دوسرا دانت اگ آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارش ساقط ہوجائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پورا ارش ملے گا۔

مسئلہ: اگر نکالے ہوئے دانت کی جگہ سیاہ دانت نکلا تو کامل ارش ملے گا۔

مسئلہ: دانت اکھیڑا، مجروح نے نکلے ہوئے سیاہ دانت کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر (مسوڑھوں کا) گوشت چڑھ آیا تب بھی ارش میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

مسئلہ: دانت پر ضرب لگائی جس سے وہ ہلنے لگا تو سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر ہلنا تو بند ہوگیا لیکن دانت سبز یا سرخ ہوگیا تو دانت کا ارش ملے گا۔ یعنی پانچ سو درہم اور اگر دانت پیلا یعنی زرد ہوگیا تو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر دانت سیاہ ہوگیا تو:

(الف) اس سے اگر چبانے کی منفعت زائل ہوگئی تو دانت کا ارش ملے گا۔

(ب) اور اگر چبانے کی منفعت زائل نہ ہوئی اور پیچھے ہونے کی بنا پر منفعت جمال بھی فوت نہ ہوئی ہو تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

زبان کی دیت

مسئلہ: پوری زبان کاٹنے میں کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر زبان کا کچھ حصہ کاٹا تو:

- ۱ اگر اس کے بعد کلام پر سرے سے قادر نہ ہو یا اکثر حروف ادا نہ کرسکتا ہو تو مجرم کے ذمے کامل دیت ہوگی۔
- ۲ اور اگر صرف چند حروف کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: گونگے کی زبان میں مناسب تاوان ہوگا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

مسئلہ: بچے کی زبان کاٹی تو اگر وہ باتیں کرتا تھا تو کامل دیت ہوگی اور اگر اتنا چھوٹا تھا کہ صرف رونے کی آواز نکلتی تھی تو مناسب تاوان آئے گا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

جبڑوں کی دیت

مسئلہ: دو جبڑوں میں کامل دیت ہوتی ہے جبکہ ایک جبڑے میں نصف دیت ہوتی ہے۔

قاعدہ

اطراف (یعنی ہاتھ پیروں ٹانگوں وغیرہ) میں قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی منفعت کی جنس یا کوئی جمال جو مقصود ہو کامل طور پر فوت ہوجائے تو کامل دیت واجب ہوتی ہے۔

ہاتھوں پیروں کی دیت

مسئلہ: دونوں ہاتھ جب خطا سے کاٹے جائیں تو کامل دیت آتی ہے جبکہ ایک ہاتھ میں

نصف دیت آتی ہے۔ دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ: خنثیٰ کے ہاتھ میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اتنی دیت ہوتی ہے جتنی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس میں مرد کے ہاتھ کی نصف دیت اور عورت کے ہاتھ کی نصف دیت کے مجموعہ کے برابر واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی میں خواہ وہ کوئی سی بھی ہو دیت کا دسواں حصہ آتا ہے وہ انگلی جس میں تین جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا تیسواں حصہ آتا ہے اور جس انگلی میں دو جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: زائد انگلی میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: شل ہاتھ میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: جب بعض انگلیوں یا تمام انگلیوں سمیت ہتھیلی کاٹی تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

☼ ۱ پانچوں انگلیوں سمیت ہتھیلی کاٹی تو ہتھیلی کو انگلیوں کے تابع سمجھا جائے گا اور صرف انگلیوں کا ارش لازم ہوگا۔

☼ ۲ اگر کٹی ہوئی ہتھیلی میں تین انگلیاں تھیں تب بھی صرف تین انگلیوں کا ارش یعنی تین ہزار درہم واجب ہوگا۔ ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے وہ شل ہوگیا تو کامل دیت آئے گی۔

مسئلہ: اگر انگلی کا اوپر کا جوڑ کاٹ دیا اور باقی انگلی شل اور بالکل بیکار ہوگئی تو قصاص تو نہیں ہوگا البتہ پوری انگلی میں ارش ہوگا اور اگر باقی انگلی شل ہوئی لیکن بالکل بیکار نہ ہوئی تو کٹے ہوئے جوڑ میں ارش اور باقی میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو توڑنے کی صورت میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: بازو (Arm) کو درمیان سے کاٹا تو ہاتھ کی دیت ہوگی اور بازو سے ہتھیلی کے درمیان تک کے حصے میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بچہ جب تک بیٹھا اور چلا نہ ہو اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دی ہو تو

ان میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ اور جب وہ ہاتھوں پیروں کو ہلانے لگا ہوتو کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: لنگڑی ٹانگ کاٹنے میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: آدھی پنڈلی سے ٹانگ خطا سے کاٹی تو پاؤں کی وجہ سے دیت آئے گی اور بقیہ حصے کی وجہ سے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: ران کی ہڈی توڑ دی جو جڑ گئی اور سیدھی ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو یا ٹانگ یا اور کسی جگہ کی ہڈی توڑ دی اور وہ جڑ گئی اور جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی تو کچھ دیت وارش نہ ہوگا۔ اور اگر اس میں کچھ ٹیڑھ رہ گیا تو اسی حساب سے دیت آئے گی۔

مسئلہ: انگلی کے پوروں میں مناسب تاوان آتا ہے۔

ناخن کی دیت

ناخن اگر دوبارہ پہلے کی طرح اگ آیا تو کچھ ارش نہ ہوگا۔ اور اگر نہ اگا تو مناسب تاوان ہوگا اور اگر عیب دار اگا تو اس سے کمتر تاوان ہوگا۔

پستان کی دیت

مسئلہ: مرد کے دونوں پستانوں میں مناسب تاوان ہوتا ہے جبکہ اس کے سر پستانوں میں اس سے کمتر تاوان ہوتا ہے۔

مسئلہ: مرد کے ایک پستان میں اس کے دو میں واجب ہونے والے تاوان کا نصف ہوگا۔

مسئلہ: عورت کے دونوں پستانوں میں کامل دیت ہوگی، ایسے ہی دونوں سر پستانوں میں پوری دیت اور ایک پستان میں نصف دیت ہوگی۔

آلات تناسل کی دیت

مسئلہ: اگر کسی مرد کی پشت پر ضرب لگائی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ کبڑا ہو گیا تو کامل دیت آئے گی۔ اور اگر نہ تو قوت جماع ضائع ہوئی اور نہ ہی کبڑا پن پیدا ہوا البتہ زخم کا اثر باقی رہا تو مناسب تاوان آئے گا اور اگر ضرب کا کچھ اثر بھی باقی نہ رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ نہ ملے گا جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کا خرچہ مجروح کو ملے گا۔

مسئلہ: مرد کے آلہ تناسل (Penis) میں کامل دیت ہوگی۔ خصی (Castrated) کے آلہ تناسل میں مناسب تاوان ملے گا خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور خواہ وہ خصی جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ یہی حکم عنین (نامرد Impotent) کے آلہ تناسل کا ہے کہ اس میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ بوڑھا اگر جماع پر قادر نہ ہو تو اس کے آلہ تناسل میں بھی مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: حشفہ (Glans Penis) کے کاٹنے میں بھی کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: دونوں خصیتین میں کامل دیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: صحیح سالم شخص کے آلہ تناسل اور خصیتین کو خطا سے کاٹ دیا تو اگر پہلے آلہ تناسل کو کاٹا تو مجرم پر دو دیتیں ہوں گی۔ اور اگر پہلے خصیتین کو کاٹا تو خصیتین میں کامل دیت ہوگی اور آلہ تناسل میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: اور اگر ران کی جانب سے خصیتین اور آلہ تناسل دونوں کو اکٹھے ہی کاٹ دیا تو دو دیتیں ہوں گی۔

پیٹ کی دیت

مسئلہ: پیٹ پر نیزہ کا زخم لگایا جس کی وجہ سے کھانا پیٹ میں نہ ٹھہرتا ہو تو کامل دیت ہو گی۔

(اگر آپریشن کے ذریعہ معدہ یا آنت کو سی دیا جائے اور وہ خامی دور ہو جائے تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے قاعدے کے موافق علاج

معالجہ کا خرچہ ملنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ: اگر ضرب لگانے کی وجہ سے پیشاب نہ رکتا ہو اور سلسل بول کا مرض لاحق ہو گیا ہو تو کامل دیت ملے گی۔

مسئلہ: عورت کی شرمگاہ کو اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو کامل دیت ملے گی۔

باب ۵۴

جہاد کے احکام

جہاد نام ہے اللہ کے راستے میں لڑائی میں اپنی قوت خرچ کرنا خواہ عین لڑائی میں شریک ہو کر یا مال و رائے کی معانت کے ساتھ یا (کچھ اور نہ ہو سکے تو) محض نفری بڑھانے کے ساتھ۔

رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی جہاد میں شامل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مرابط کو نماز میں پانچ سو گنا اور خرچہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر اسی دوران میں مر جائے تو قیامت تک اس کا عمل اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔ قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ: ابتدائً جہاد کرنا (یعنی اگرچہ کافروں نے حملہ کرنے میں پہل نہ کی ہو) فرض ہے لیکن کفایہ ہے البتہ اگر اس علاقے میں مسلمان اتنے تھوڑے ہوں کہ ان سب کے نکلے بغیر جہاد نہ ہو سکتا ہو تو سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

لیکن جہاد کی فرضیت کا ہر علاقے میں علیحدہ اعتبار ہوگا۔ مشرقی یورپ میں جہاد سے پاکستان میں جہاد کا حکم ختم نہیں ہوگا۔ غرض حکم یہ ہے کہ جہاد ہر وقت چلتا رہے خواہ کفار پہل کریں یا نہ کریں۔

مسئلہ: حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ سرحدوں کو بقدر کفایت فوج سے خالی رکھے جو جہاد کرتی رہے۔ اگر سرحدی فوج یا لوگ مغلوب ہو جائیں تو ان کے پیچھے والوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسلحہ اور مال ہر طرح سے ان کی امداد کریں۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب جنگ اتنی دیر جاری رہے کہ پیچھے والے خبر ملنے پر ان تک پہنچ سکیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب سرحد پر یا کافروں کے ملک میں لڑائی ہو یا اگر مسلمان ملک

کے اندر کافروں نے حملہ کردیا ہو لیکن مسلمانوں کی سرحدی فوج کو شکست دے کر واپس اپنے ملک میں چلے گئے ہوں۔ اگر کافروں نے مسلمان علاقے پر قبضہ جمالیا ہو تو پھر پیچھے والوں کو ہر حال میں قدرت کے ہوتے ہوئے ان سے لڑنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر کسی جگہ دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو حاکم پر یا اس علاقے والوں پر اس جگہ کی حفاظت کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر ان میں اس کی قدرت نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: مسلمان قیدی کو چھڑانا سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے یعنی جن کو بھی علم ہو جائے کہ کافر مسلمان کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

مسئلہ: کافر اگر مسلمان عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جائیں تو ان کا پیچھا کیا جائے جب تک کہ وہ اپنے علاقوں میں محفوظ جگہوں میں نہ پہنچ جائیں۔

مسئلہ: کسی جگہ جہاد فرض کفایہ ہو اور ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور اس کے نکلنے سے ان کو سخت مشقت پہنچتی ہو کہ وہ تنگ دست ہوں اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس شخص کو جہاد میں نکلنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں والدین کی خدمت فرض عین ہے اور فرض کفایہ کی خاطر فرض عین کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے بیوی بچوں کی ایسی حالت ہو کہ کوئی اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور خرچہ اٹھانے پر تیار نہ ہو اور اس کے جہاد میں جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کا جہاد کا عزم ہے لیکن لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے یا حاکم کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

مسئلہ: جس کو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد پر قدرت ہو اس پر جہاد لازم ہے (بشرطیکہ کوئی مذکورہ عذر اور رکاوٹ موجود نہ ہو) اور اس کو جہاد پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اگر کوئی نکلنے سے عاجز ہو لیکن اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے مال سے کسی دوسرے کو بھیج دے۔

اگر حکومت کی جانب سے بقدر ضرورت وظیفہ مل جائے تو جہاد کے لیے جانے پر کسی دوسرے سے وظیفہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: جب مسلمان کفار کا محاصرہ کرلیں تو اگر ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور اگر پہنچ چکی ہو تو مستحب ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ان کو جزیہ کی ادائیگی قبول کرنے اور مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ اگر کافر اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر مسلمان ان سے جنگ کریں۔

دارالاسلام کب دارالحرب بنتا ہے؟

جب کسی مسلمان ملک پر کافر حربی غلبہ پالیں یا کسی علاقے کے لوگ مرتد ہوجائیں اور وہاں غلبہ پاکر کفر کے احکام جاری کریں یا ذمی اپنے علاقے میں عہد توڑ دیں اور غلبہ پالیں تو یہ مسلمان علاقے یعنی دارالاسلام امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس وقت تک دارالحرب میں تبدیل نہیں ہوں گے جب تک تین باتیں نہ پائی جائیں۔

۱۔ وہاں کفر کے احکام جاری ہونے لگیں۔

۲۔ اس علاقے اور دارالحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ نہ ہو۔

۳۔ وہاں مسلمان یا ذمی کو سابقہ اسلامی دور کے امان کے تحت اپنی جان کے لیے امان نہ ہو۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک محض کفر کے احکام کے اظہار ہی سے وہ دارالحرب سمجھا جائے گا۔

ان دونوں قولوں میں حقیقی فرق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے دور تک مسلمان حکمرانوں میں کافروں کے

مقابلہ میں دینی غیرت زیادہ تھی، اس لیے کافروں کی کسی جرأت پر وہ فوراً حرکت میں آتے اور یوں اس کی توقع نہ تھی کہ کافر مسلمانوں کے کسی علاقہ میں غالب آ کر وہاں اطمینان سے کفر کے احکام جاری کرسکیں گے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے دور میں حکمرانوں کی دینی غیرت میں کمی آئی اور کافروں کی جرأت کی توقع کی جانے لگی۔

دارالحرب کب دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے؟

وہ علاقہ جو پہلے دارالحرب تھا جب اس میں اہل اسلام کے احکام جاری ہونے لگیں تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کے اصلی کافر باشندے وہاں رہائش پذیر ہوں۔

جہاد کے دوران میں پکڑے جانے والے قیدیوں کا معاملہ

مسئلہ: امام المسلمین کو ان میں تین طرح کا اختیار ہوتا ہے۔

- اگر وہ قیدی مسلمان نہ ہوئے ہوں تو ان میں سے جو لڑائی کے قابل ہوں ان کو قتل کر دے۔
- سب کو غلام بنا لے۔
- ان کو ذمی بنا کر رکھے اور ان سے جزیہ لے۔

مسئلہ: امام المسلمین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کو ایسے ہی مفت چھوڑ دے اور وہ اپنے ملک میں واپس چلے جائیں۔ ضرورت ہو تو زر فدیہ لے کر ان کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ضرورت نہ ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: مسلمان قیدیوں کے بدلے میں کافر قیدیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔

مسئلہ: جو کافر عورتیں اور بچے قیدی ہوں ان کا زر فدیہ لے کر ان کو چھوڑنا جائز نہیں البتہ مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں ان کو چھوڑ سکتے ہیں۔

مسئلہ: جو کافر قیدی مسلمان ہو گیا ہو اس کا کسی مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں۔ البتہ

اگر مسلمان ہونے والا خود اس پر راضی ہو اور اس کے اسلام پر امن واطمینان ہو کہ دارالحرب میں دوبارہ جا کر کافر نہیں ہوجائے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

غلام و باندی بنانے کی ضرورت

اس کو سمجھنے کے لیے دو باتیں پیش نظر رکھیں تو بات جلدی واضح ہوجائے گی۔ پہلی یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ مشینی دور سے پہلے بڑی بڑی فوجیں ایک جگہ پر مقابلہ اور لڑائی کرتی تھیں۔ اور ایک کی شکست کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں فوجی گرفتار ہوتے تھے۔ دوسری یہ کہ مثلاً مسلمانوں کی ترقی کے دور میں علاقوں کے علاقے فتح ہو رہے تھے۔ شکست کھانے والا ملک یا تو مکمل طور پر فتح ہوجاتا تھا یا اس کے اصحاب اقتدار پسپا ہوتے اور پیچھے ہٹتے جاتے تھے اور وہ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے تھے کہ ان حالات میں زرفدیہ کا ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کر کے اپنے قیدی چھڑا سکیں۔

ان حالات میں جب سیکڑوں اور ہزاروں آدمی مسلمانوں کی قید میں ہوں ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو مفت رہا کر دیا جائے اور ان کو اپنے ملک میں واپس جانے دیا جائے۔ اس کا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلے کے لیے مستعد کر دیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اگر اسلام میں صرف قتل ہی کی صورت متعین ہوتی تو مخالفین جتنا شور وغل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیسا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیل خانہ میں بند کر دیا اور وہاں رکھ کر ان کو روٹی کپڑا دیا جائے۔ اس میں یہ خرابی ہے کہ اس میں بڑا خرچ حکومت کے سر پڑتا ہے اور ان کو کتنی ہی راحت پہنچائیں اس کی ان کو کچھ قدر نہیں ہوتی اور آزادی سلب ہونے کی وجہ سے ان کی دشمنی میں کچھ کمی نہیں آتی۔ پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ سب کے سب علمی وتمدنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اسلام نے اس کے بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں اور زرفدیہ دے کر یا مسلمان قیدی کے تبادلہ میں ان

کو چھڑایا نہ گیا ہو ان کو سب لشکر والوں میں تقسیم کردو۔ ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہوگا اور حکومت بہت بڑے بوجھ سے بچ جائے گی۔ پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا حق بھی ہے اس لیے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دے گا اس پر گراں نہ ہوگا۔ پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر وتفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے قید خانہ میں بند نہیں ہوتا ہے اس حالت میں اگر آقا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کا احسان غلام کے دل میں جم جاتا ہے اور وہ اس کے گھر کو اپنا گھر اور اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی وتمدنی ترقی بھی کرسکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہوجاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب وشائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت وحرفت بھی سکھلاتا ہے چنانچہ اسلام میں صدہا غلام علماء وزہاد وعباد ہوئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کی یہاں تک رعایت فرمائی ہے کہ آپ کا حکم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اور جب وہ کھانا پکا کر لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ۔ عین وصال کے وقت میں آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو تمہارے قبضے میں ہیں۔

اگر کوئی شخص غلام حاصل ہونے کے بعد کسی وجہ سے خود اس کو نہ رکھ سکے تو وہ مذکورہ بالا عذر کی وجہ سے غلام کسی دوسرے کی ملکیت میں دے سکتا ہے خواہ عوض کے بدلے میں یا بلا معاوضہ۔

قیدی عورتوں کو بھی اسی طرح مجاہدین میں تقسیم کردیا جائے گا کیونکہ ان کو مستقل قید میں رکھنے میں یا دارالاسلام میں آزاد چھوڑنے میں اخلاقی خرابیاں اور فساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ بھی ہے۔ پھر اگر یہ اہل کتاب ہوں یا مسلمان ہوجائیں تو مالک ان کا کہیں نکاح کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو کسی اور سے اس کا نکاح نہ کرے بلکہ خود اس سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اس کے لیے مالک کو اس باندی سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جیسے نکاح ایک دینی معاملہ ہے اسی طرح غلامی میں دینا بھی ایک

دینی معاملہ ہے جو حکومت اعلانیہ کراتی ہے۔ علاوہ ازیں نکاح سے تو مرد کو صرف مخصوص قسم کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ باندی میں مالک کو اس میں مکمل ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور سے یہ حکم موجود ہے۔

{قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ⋆... وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⋆ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ}

''کامیاب ہوگئے ایمان والے...... جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی مملوکہ عورتوں (یعنی باندیوں) سے کیونکہ ان لوگوں پر ملامت نہیں ہے''۔

اس آیت میں بیویوں کے بعد مملوکہ عورتوں کا ذکر ہے۔ اگر مملوکہ عورتوں سے بھی نکاح ضروری ہوتا تو ان کا شمار بھی بیویوں میں ہوتا اور علیحدہ سے ان کا ذکر فضول ہوتا۔

جزیہ کے احکام

مسئلہ: اگر فتح صلح سے ہوئی ہو تو صلح میں جزیہ کی جو مقدار طے ہوئی ہو بس اتنی ہی وصول کی جائے گی۔ امام المسلمین کو اس میں اضافہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر فتح جنگ سے ہوئی ہو تو کم حیثیت والے لوگوں سے ایک درہم یعنی ۳ گرام چاندی ماہانہ متوسط حیثیت والوں سے دو درہم یعنی ۶ گرام چاندی ماہانہ اور زیادہ حیثیت والے لوگوں سے چار درہم یعنی ۱۲ گرام چاندی ماہانہ جزیہ وصول کیا جائے گا۔

مسئلہ: عورتوں بچوں اپاہجوں اندھوں، الگ تھلگ رہنے والے راہبوں اور ایسے فقیروں سے جو کماتے نہ ہوں جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔

باب ۵۵

احکام اراضی

جب کوئی ملک فتح کیا جائے تو اس کی زمینیں ابتدائً دو قسم پر ہوں گی۔ اول غیر مملوک یعنی جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں۔ دوم مملوک زمینیں جن پر خاص خاص زمیندار مالک ومتصرف ہیں۔

پھر ممالک کے فتح ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جنگ کے ساتھ قہر وغلبہ سے فتح کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بغیر جنگ کے صلح وامان کے ساتھ فتح ہو جائے۔ خواہ اس طرح کہ اہل ملک مسلمان ہو جائیں یا اس طرح کہ اپنے قدیمی مذہب پر رہتے ہوئے صلح کے ساتھ ملک مسلمانوں کے حوالے کر دیں یا اس طرح کہ ان سے خراج ادا کرنے کا وعدہ لے کر ان کو اس ملک پر برقرار رکھا جائے۔

غیر مملوک اراضی

ملک خواہ جنگ سے فتح ہوا ہو یا صلح سے فتح ہوا ہو دونوں صورتوں میں ان اراضی کے احکام یکساں ہیں۔ ان اراضی کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم

وہ اراضی جو کسی علاقے کی آبادی کی عام اور مشترک ضروریات میں کارآمد ہیں جیسے بستی کے اندر سڑکیں اور گلیاں یا بستی سے باہر قبرستان اور چراگاہ وغیرہ۔

ان کا حکم یہ ہے کہ کسی وقت کسی شخص کا مالکانہ قبضہ اور تصرف ان پر جائز نہیں۔ نہ مسلمان حاکم خود ان کا مالک بن سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ علاقے کے باشندگان کی مشترک اور عام ضروریات کے لیے مثل وقف کے محفوظ رہیں گی۔

تنبیہ: اسی طرح نمک وغیرہ کی کان اور مٹی کے تیل یا پٹرول وغیرہ کے چشمے جو عام لوگوں کی ضروریات میں شامل ہیں وہ بھی کسی شخص کی مخصوص ملک یا جاگیر نہیں بن سکتے

بلکہ رفاہ عام کے لیے حکومت کی نگرانی میں ان کا انتظام کیا جائے گا۔

دوسری قسم

وہ غیر آباد جنگلات اور بیکار پہاڑی زمینیں جو نہ کسی خاص شخص کی ملک میں داخل ہیں اور نہ کسی بستی سے متعلق ہیں اور نہ بالفعل قابل کاشت ہیں۔ ایسی زمینوں کو شریعت کی اصطلاح میں ارض موات کہا جاتا ہے۔

ان کا یہ حکم ہے کہ مسلمان حاکم کی اجازت لے کر جو شخص اس کو آباد اور قابل کاشت بنالے وہی اس کا مالک ہوجاتا ہے خواہ آباد کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔

تیسری قسم

وہ غیر مملوک زمینیں جو کسی بستی کی ضروریات میں مشغول نہیں مگر قابل کاشت اور قابل انتفاع ہیں۔ ان کو اراضی بیت المال کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیت المال کی زمین ہے۔ اس کی آمدنی اور منافع ان لوگوں پر صرف ہوں گے جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے۔

اراضی بیت المال میں چند اور اقسام کی اراضی بھی داخل ہیں

- وہ زمین جو ابتدائً کسی خاص شخص کی ملکیت تھی مگر وہ لاوارث مر گیا اور یہ زمین بیت المال میں داخل ہوگئی۔ اس قسم کی زمینوں کو اراضی مملکت کہا جاتا ہے۔
- جب مفتوح ملک کی مملوکہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کی جائیں تو ان کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکالا جائے گا۔
- جب کوئی ملک جنگ کرکے قہر و غلبہ کے ساتھ فتح کیا جائے تو اس کی مملوکہ زمینوں میں امام المسلمین کو یہ بھی اختیار ہے کہ پوری مملوکہ اراضی کو بیت المال کے قبضہ وتصرف میں لے لے۔ نہ مجاہدین میں تقسیم کرے اور نہ اصلی مالکوں کی ملکیت میں رکھے۔
- قہر سے فتح ہونے کی صورت میں یہ بھی اختیار ہے کہ مملوکہ اراضی میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لیے مخصوص کرلے۔

اراضی بیت المال کے مصارف

ان اراضی کا مصرف وہ لوگ ہیں جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے مثلاً فقراء و مساکین، مجاہدین اور لشکر اسلامی، علماء قاضی اور عمال سلطنت نیز رفاہ عام کے کام بھی بیت المال کے مصارف ہیں مثلاً دریاؤں کے پل، سرحدوں کی حفاظت، مساجد و مدارس اور شفاخانوں کی تعمیر وغیرہ۔

اراضی بیت المال میں مسلمان حاکم کے اختیارات

مسلمان حاکم کو حسب ذیل اختیارات حاصل ہوں گے۔ ان میں سے جس وقت جس صورت کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید دیکھے اس کو اختیار کرے۔

☼ ۱ قابل زراعت زمینوں میں کاشت کرائے یا دوسرے کاشتکاروں کو بٹائی (یعنی مزارعت) پر دے۔ اسی طرح رہائشی یا کاروباری جائیداد کو کرایہ پر دے۔ ان سب کی آمدنی کو بیت المال میں داخل کرے۔

☼ ۲ حسب ضرورت رفاہ عام اور ضروریات عامہ کی چیزیں مثلاً مساجد، مدارس، یتیم خانے، مسافر خانے شفاخانے وغیرہ بنائے۔

☼ ۳ ضروریات کا تقاضا ہو تو ان اراضی کو فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال کی ضروریات میں خرچ کی جائے۔

☼ ۴ اسلامی و قومی خدمات یا فقر و فاقہ یا معذوری کی وجہ سے جاگیر بھی دے سکتا ہے۔

عطائے جاگیر کی مختلف صورتیں

- زمین ملکیت میں دے دی جائے۔
- زمین کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ اس کے منافع اور آمدنی حاصل کرنے کا اختیار نسل درنسل دیا جائے۔

اس صورت میں بلاوجہ شرعی اس جاگیردار یا اس کے وارثوں کو زمین سے بے دخل نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر وہ زمین کو معطل کر کے چھوڑ دیں یا زمین کا عشر و خراج ادا نہ

کریں تو ان سے لے کر دوسروں کو دی جا سکتی ہیں۔

- جس کو جاگیر دی ہے صرف اپنی زندگی تک اس کو اس زمین وجاگیر سے نفع اٹھانے کی اجازت ہو۔
- جاگیر سے غیر معین مدت کے لیے منافع حاصل کرسکتا ہو۔ اس صورت میں حاکم کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب ضرورت یا مصلحت دیکھے جاگیر واپس لے لے۔
- اس زمین کا عشر یا خراج اس کے لیے مقرر کر دیا جائے۔

مملوکہ اراضی

جب **ملک صلح** سے **فتح** ہو تو اس کی مملوکہ اراضی میں یہ دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: فتح کے وقت ملک کے باشندے مسلمان ہو جائیں اور امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔

اس صورت میں ہر شخص اپنی اپنی املاک منقولہ وغیر منقولہ پر بدستور مالک ومتصرف رہے گا۔ امام المسلمین اور مسلمان حکام کو ان کی املاک میں کسی تصرف کا کوئی اختیار نہیں۔

دوسری صورت: ملک کے باشندے مسلمان تو نہ ہوں مگر کچھ مقابلہ کئے بغیر صلح کے ساتھ امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔ اس صورت میں ملک کی مملوک اراضی کے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہو ان کی پابندی لازمی اور دائمی ہے کسی کو ان میں تغیر یا کمی بیشی کا حق نہ ہوگا۔

جب ملک جنگ سے فتح ہو: تو مملوکہ اراضی میں امام المسلمین کو تین اختیار حاصل ہیں حسب صوابدید جس کو چاہے اختیار کرے۔

- دیگر مال غنیمت کی طرح ان اراضی کا بھی پانچواں حصہ بیت المال کے لیے الگ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دے۔ اس صورت میں مجاہدین اپنے اپنے حصہ اراضی کے مالک ہو جائیں گے۔
- سابقہ مالکان کو ان کی ملکیت پر برقرار رکھ کر ان کی اراضی پر خراج مقرر کر دے۔
- سابقہ مالکان کو ملکیت سے نکال کر انہیں مالکان کو یا دوسرے لوگوں کو کرایہ پر یا مزارعت پر دے دے۔ اس صورت میں زمینیں کسی کی ملکیت نہ ہوں گی بلکہ

اراضی بیت المال میں داخل ہوں گی۔

باب ۵۶

عشر وخراج

عشر اور خراج شریعت اسلام کے دو اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اسلامی حکومت کی طرف سے زمینوں پر عائد کردہ ٹیکس کی حیثیت ان دونوں میں ہے۔

فرق یہ ہے کہ عشر صرف ٹیکس نہیں بلکہ اس میں ایک حیثیت عبادت کی بھی ہے اور اسی لیے اس کو زکوٰۃ الارض کہا جاتا ہے جبکہ خراج خالص ٹیکس ہے جس میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی لیے عشر مسلمانوں کی زمین کے ساتھ مخصوص ہے۔

عشر زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے۔ اگر پیداوار نہ ہو خواہ اس کا سبب مالک زمین کی غفلت ہی ہو کہ اس نے قابل کاشت زمین کو خالی چھوڑ دیا، کاشت نہیں کی، اس صورت میں بھی عشر لازم نہیں ہوگا کیونکہ عشر پیداوار ہی کے ایک حصہ (دسویں یا بیسویں) کا نام ہے۔

مسئلہ: خراج دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خراج موظف یعنی ایک مقرر رقم اور وظیفہ جو زمین پر عائد کر دیا گیا ہو۔ خراج کی یہ قسم قابل کاشت زمین پر عائد ہوتی ہے اور اس کا پیداوار سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اگر مالک نے کاشت نہ بھی کی ہو تب بھی اس کو خراج موظف ادا کرنا ہوتا ہے۔

دوسری قسم خراج مقاسمہ (یعنی بٹائی کا خراج) ہے۔ بٹائی پیداوار کے ایک حصہ کا نام ہے لہٰذا خراج کی یہ قسم صرف اسی صورت میں عائد ہوگی جب پیداوار ہوئی ہو۔

مسئلہ: بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے عشر صرف مسلمان پر عائد ہوتا ہے اور مسلمان پر ہی باقی رہتا ہے۔ اسی لیے اگر مسلمان کی زمین کوئی کافر خرید لے تو اس زمین کا عشر باقی نہیں رہتا اور کافر پر خراج سے تبدیل ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے خراج صرف کافر پر عائد ہوتا ہے لیکن خراج پھر

بھی باقی رہتا ہے اور خواہ کوئی مسلمان اس زمین کو خرید لے خراج نہیں بدلتا اور مسلمان کو بھی وہ خراج ادا کرنا ہوتا ہے۔

زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ضابطہ

وہ ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ

- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ فتح ہوا تو اس زمین کے تمام حالات ان شرائط صلح کے مطابق ہوں گے جن پر معاہدہ صلح ہوا ہے۔ اگر اس صلح نامہ میں یہ شرط ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے اور اراضی بدستور انہی لوگوں کی ملکیت میں رہیں گی جن کی ملکیت میں اب تک تھیں تو اس صورت میں ان کی زمینوں پر خراج لگا دیا جائے گا اور یہ زمینیں ہمیشہ کے لیے خراجی ہو جائیں گی کیونکہ ان کے مالک غیر مسلم ہیں اور ان کی زمینوں کے لیے خراج کا حکم متعین ہے۔
- اگر کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہوا مگر فتح کے بعد امام المسلمین نے اس کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ اپنے اختیار سے سابق مالکوں کی ملکیت بدستور قائم رکھی تو یہ زمینیں بھی سب خراجی ہوں گی جیسے شام وعراق اور مصر کی زمینوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی معاملہ فرمایا سوائے خاص حصوں کے جو مسلمانوں کو دیے گئے یا بیت المال کے لیے رکھے گئے۔
- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ اس طرح فتح ہوا کہ اس کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے تو ان کی زمینیں بدستور ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان پر عشر واجب ہوگا، جیسے مدینہ طیبہ کی زمینیں کہ یہاں کے باشندوں نے مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں تشریف لانے کی دعوت دی اور آپ کی اطاعت قبول کی اس لیے مدینہ طیبہ کی زمینیں عشری قرار پائیں۔
- کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہو اور امام المسلمین اس کی زمینیں مال غنیمت کے قاعدہ سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردے اور پانچواں حصہ بیت المال میں

داخل کر دے تو جو زمینیں تقسیم ہو کر مجاہدین کی ملک میں آئیں گی وہ سب عشری ہوں گی جیسے خیبر کی زمینوں کو رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور ان پر عشر لازم کیا۔

- ایسی زمینیں جو ملک فتح ہونے کے وقت نہ کسی کی ملک تھیں اور نہ ہی قابل زراعت پھر بعد میں اسلامی حکومت کی اجازت سے ان کو قابل زراعت بنایا گیا یا آبادی میں کوئی مکان تھا اس کو باغ یا مزروعہ زمین بنالیا گیا تو اگر ایسا کرنے والے غیر مسلم ہیں تو ان کی زمینیں بھی خراجی ہوں گی۔ اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا ہے تو ان زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا مدار امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرب وجوار کی زمینوں پر ہوگا۔ وہ عشری ہیں تو اس کو بھی عشری قرار دیا جائے گا اور اگر قرب وجوار کی زمینیں خراجی ہیں تو اس کو بھی خراجی سمجھا جائے گا۔ اگر قرب وجوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ نو آباد اراضی عشری ہوگی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مدار اس پر ہوگا کہ جس پانی سے ان زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے وہ پانی عشری ہے تو زمینیں عشری ہوں گی اور اگر وہ پانی خراجی ہے تو زمینیں خراجی قرار دی جائیں گی۔ اور علامہ شامیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو معتمد قرار دیا ہے۔

خراجی یا عشری پانی کی تفصیل

بارش کا پانی اور کنوؤں اور قدرتی چشموں کا پانی عشری ہوتا ہے۔ اسی طرح بڑے دریا اور ندیاں جو قدرتی طور سے جاری ہیں ان کو جاری کرنے میں نہ کسی کے عمل کو دخل ہے اور نہ وہ عادۃً کسی کی ملک ہوتے ہیں۔ ان سب کا پانی بھی عشری ہوتا ہے۔

باب ۵۷

بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا

جو زمین کسی کی مملوک نہ ہو اور بنجر اور نا قابل کاشت ہو اور آبادی کی ضروریات سے بھی دور ہو اس کو اگر کوئی مسلمان یا ذمی حکومت کی اجازت سے قابل کاشت بنا لے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔

مسئلہ: جب ایک شخص بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے ارادہ سے اس کے کناروں پر کوئی علامت کھڑی کر دے مثلاً پتھر رکھ دے یا سوکھی یا تر ٹہنیاں گاڑ دے وغیرہ تو پھر کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس نے علامتیں کھڑی کرنے کے باوجود اس زمین کو تین سال تک آباد نہیں کیا اور قابل کاشت نہیں بنایا تو اب اس کا حق جاتا رہا اور حکومت اس سے وہ زمین لے کر کسی دوسرے کو دے سکتی ہے۔

مسئلہ: علامتیں کھڑی کرنے کے بعد اگر کسی اور نے زبردستی اس زمین کو آباد کیا تو وہی اس کا مالک بن جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر زمین میں جتائی گڑائی کی اور پانی دینے کے لیے نالیاں بنائیں یا اس میں بیج ڈال دیا تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زمین کو آباد کر لیا۔

مسئلہ: اگر حکومت نے کسی کو کوئی بنجر زمین آباد کرنے کو کہا اور یہ شرط کی کہ وہ اس زمین کا مالک تو نہیں ہو گا البتہ وہ اس سے نفع اٹھا سکے گا تو یہ جائز ہے۔

مفاد عامہ کی چیزیں

جو چیزیں مفاد عامہ کی ہیں حکومت ان کو بطور جاگیر کسی خاص فرد کی ملکیت میں نہیں دے سکتی۔ مثلاً نمک کی کان، کوئلے کی کان یا دوسرے معدنی ذخائر یا تارکول پٹرول کے چشمے۔ اسی طرح وہ کنویں اور تالاب جن سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں ان کو بھی کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔

باب ۵۸

ذبح کا بیان

ذبح دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختیاری دوسرا اضطراری۔

ذبح اختیاری

ذبح اختیاری یہ ہے کہ کوئی مسلمان یا اہل کتاب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حلق اور سینہ کے درمیان گردن کی رگوں کو کاٹے، گردن کی جن رگوں کو کاٹنا ہے وہ چار ہیں، یعنی سانس کی نالی، کھانے کی نالی اور دائیں بائیں دونوں طرف کی شہ رگیں۔ ان میں سے کوئی سی تین رگیں بھی کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہوتا ہے۔ ان سے کم کٹیں تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔

ذبح کی شرائط

- ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو (جو دہریہ نہ ہو)۔ بت پرست، مجوسی اور دہریے کا ذبیحہ حرام ہے۔ اسی طرح قادیانی کا ذبیحہ بھی حرام ہے کیونکہ وہ کسی آسمانی دین پر عامل نہیں بلکہ جھوٹے نبی اور جھوٹے دین کے قائل ہیں۔ اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث میں تفصیل ہے۔ اگر ایک شخص خود شیعہ یا منکر حدیث بن گیا ہو تو اس سے اور اس کی اولاد سے ذبح کرانا جائز نہیں البتہ جو شیعہ اور منکر حدیث جدی پشتی ہوں تو وہ بعض حضرات کے نزدیک اہل کتاب کے حکم میں ہیں۔
- ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا ہو خواہ کسی بھی زبان میں ہو۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ یہ کلمات کہے بسم اللہ واللہ اکبر۔ اگر واؤ کے بغیر بسم اللہ اللہ اکبر کہا تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا یاد نہ رہا تب بھی کوئی حرج نہیں اور جانور حلال ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہوجائے گا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی غیر کا نام نہ لے۔

مسئلہ: ضروری ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جیسے بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ اگر ذکر کے بجائے دعا ہو مثلاً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ مجھے بخش دے) تو یہ کافی نہ ہوگا اور جانور حلال نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ذبح کرنے والا جب ذبح کرنے لگے اس وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ لیکن اگر کسی نے بسم اللہ پڑھ لی پھر ذبح کیا تو اگر مجلس تبدیل نہ ہوئی تھی یا درمیان میں بہت ہی قلیل سا کام کیا مثلاً جلدی سے پانی پی لیا یا چھری تیز کرلی تو جانور حلال ہوگا لیکن اگر درمیان میں کسی کام میں زیادہ وقت لگا یا کہ دیکھنے والا اس کو زیادہ وقفہ سمجھتا ہے تو پھر جانور حلال نہ ہوگا۔

مسئلہ: دو بکریاں ایک دوسرے پر لٹائیں اور بسم اللہ پڑھ کر ایک دفعہ دونوں کے گلے پر چھری پھیری تو دونوں جانور حلال ہیں اور اگر بسم اللہ پڑھ کر پہلے ایک بکری ذبح کی پھر دوبارہ بسم اللہ پڑھے بغیر دوسری بکری ذبح کی تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر دو آدمیوں نے مل کر چھری پکڑ کر چلائی تو دونوں کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ البتہ اگر ایک نے چھری چلائی اور دوسرے نے جانور کی ٹانگوں کو پکڑے رکھا چھری چلانے میں ہاتھ نہیں لگایا تو صرف چھری چلانے والے پر بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہوگا دوسرے پر نہیں۔

مشینی ذبح: یعنی بجلی کا بٹن دبائیں اور جانور کے حلق پر چھری بجلی کی قوت سے چلے تو جانور حلال نہ ہوگا خواہ بٹن دباتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو یا چلتی ہوئی چھری پر ہاتھ رکھ دیا ہو اور بسم اللہ پڑھی ہو۔

البتہ اگر مشین سے صرف جانور کو قابو میں کیا جائے اور ذبح کا اہل اللہ کا نام لے کر اس کو ذبح کرے تو حلال ہے۔

ذبح ونحر: اونٹ میں نحر کرنا افضل ہے جبکہ گائے اور بکری میں ذبح کرنا افضل ہے۔ اس کے برعکس کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جو جنگلی جانور پالا ہوا ہو مثلاً ہرن اور نیل گائے اس میں ذبح متعین ہے۔

ذبح کے وقت مکروہات

ان سے مراد وہ کام ہیں جن سے جانور حرام تو نہیں ہوتا لیکن ان کے کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

- کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔
- جانور کے لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔
- ذبح کرتے ہوئے قبلہ رخ نہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت موکدہ کے خلاف ہے۔
- جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر کاٹنا یا کھال اتارنا مکروہ ہے۔
- جو ناخن یا دانت جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو اس سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

جانور مریض ہو

اگر معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے تو اگرچہ حیات کتنی قلیل ہی ہو اور اگرچہ ذبح کے بعد جانور نے نہ حرکت کی ہو اور نہ ہی خون نکلا ہو تب بھی جانور حلال ہے۔ اور اگر ذبح کے وقت معلوم نہ ہو کہ جانور زندہ ہے یا مر چکا ہے تو اگر اس نے ذبح کے بعد حرکت کی یا خون نکلا جتنا کہ زندہ میں سے نکلتا ہے تو جانور حلال ہے اور اگر جانور نے نہ حرکت کی اور نہ ہی خون نکلا لیکن اگر اس نے اپنا منہ بند کیا تو حلال ہوگا اور اگر منہ کھولا تو حرام ہوگا یا اگر اس نے آنکھ نہ کھولی تو حلال ہوگا اور اگر آنکھ کھولی تو حرام ہوگا یا اگر اس نے اپنی ٹانگ سکیڑے تو حلال ہوگا اور اگر ٹانگ پھیلائی تو حرام ہوگا یا اگر اس کے بال کھڑے ہوئے تو حلال ہوگا اور اگر بال گرے رہے تو حرام ہوگا کیونکہ موت سے اعضاء ڈھیلے ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے منہ کھل جاتا ہے۔ آنکھیں کھل جاتی ہیں اور بال گر جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ موت کی علامتیں ہیں۔ اگر ان کے برعکس جانور منہ بند کرلے یا آنکھیں بند رکھے یا ٹانگ سکیڑے تو یہ جانور کے زندہ ہونے کی علامتیں ہیں۔

ذبح اضطراری

جو چوپایہ یعنی گائے بکری اونٹ وحشی ہوجائے یا ایسی صورت ہو جائے کہ اس کو ذبح کرنا ناممکن یا انتہائی دشوار ہوجائے مثلاً جانور نے کنویں میں چھلانگ لگا دی ہوتو تیر وغیرہ سے اس کا شکار کر سکتے ہیں۔

باب ۵۹

شکار کرنے کا بیان

مسئلہ: شکار کرنا مباح ہے جبکہ مقصد گوشت یا اور قابل انتفاع چیزیں حاصل کرنا ہو۔

مسئلہ: اگر شکار کرنا محض کھیل کے لیے ہو یعنی محض جانور کو مارنا مقصد ہو اس سے نفع اٹھانا مقصود نہ ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: محرم کا حل میں اور حرم میں اور حلال یعنی غیر محرم کا حرم میں شکار کرنا حرام ہے۔

شکار کے جائز ذرائع

☐ ۱ ہر کچلی والے درندے اور پنجوں والے پرندے کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت ہو اور وہ نجس العین بھی نہ ہو جیسے کتا اور باز۔

شیر اور ریچھ سے شکار نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں اور اسی طرح خنزیر سے بھی نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

☐ ۲ تیر یا نیزے یا کوئی بھی دھار دار نوکیلی چیز سے بھی شکار کرنا جائز ہے۔

شکاری جانور کس وقت سدھایا ہوا یعنی تعلیم یافتہ شمار ہوگا

کتا جب متواتر تین مرتبہ شکار میں سے کچھ نہ کھائے اس وقت وہ سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے۔

باز اس وقت سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے جب وہ مالک کے بلانے پر آنے لگے اور اس کا آنا محض گوشت کے لالچ میں نہ ہو۔ شکار میں سے کھانے نہ کھانے کا باز کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اگر کتا کبھی شکار میں سے کھالے یا باز بلانے پر نہ

آئے تو سمجھیں گے کہ وہ اپنی تعلیم بھول گیا۔ اب نئے سرے سے اسے تعلیم دینے کی ضرورت ہوگی۔

شکار کیا ہوا جانور مندرجہ ذیل شرائط سے حلال ہوتا ہے

- شکاری جانور جب شکار پر چھوڑا ہو تو وہ اپنی تعلیم مکمل کر چکا ہو۔
- مسلمان یا کتابی نے اس کو چھوڑا ہو یا تیر چلایا ہو۔
- چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو الا یہ کہ بھول گیا ہو۔
- ایسے جانور پر چھوڑا گیا ہو جو اپنی ٹانگوں سے یا اپنے پروں سے اپنے آپ کو بچانے کی قدرت رکھتا ہو۔
- بدن کی کوئی جگہ جانور یا تیر سے زخمی ہوئی ہو اور جانور مر گیا ہو۔
- اگر شکار کئے ہوئے جانور کو زندہ پایا اور اس میں ذبح شدہ سے زیادہ حیات ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔
- اگر تیر شکار کو لگا اور جانور تیر سمیت بھاگتا گیا اور نظروں سے غائب ہوگیا تو شکاری اس کا پیچھا کرتا رہے، کہیں بیٹھ نہ جائے۔

کن صورتوں میں شکار کیا ہوا جانور حرام ہوگا

- اگر تیر کا ڈنڈا چوڑائی میں جانور کو لگا یا غلیل سے پھینکا ہوا گول پتھر جانور کو لگا اور مر گیا پھر اگرچہ جانور زخمی بھی ہوا ہو تب بھی وہ حرام ہوگا الا یہ کہ شکاری نے اس کو اس حالت میں پایا ہو کہ وہ ابھی زندہ ہو اور شکاری نے اس کو ذبح کرلیا ہو۔
- اگر پرندہ آبی ہو اور وہ تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑا تو اگر زخم والا حصہ پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو جائے گا اور اگر جسم کا کوئی اور حصہ ڈوبا تو حلال ہوگا۔
- اگر پرندہ یا جانور تیر کھا کر پہاڑ پر گرا اور وہاں سے لڑھک کر زمین پر آگرا تو حرام ہوگا۔ اور اگر پہلے ہی زمین پر آگرا تو حرام نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو ناگزیر

ہے۔

◆ رائفل اور کلاشنکوف کی باریک سے باریک گولی جو مشاہدہ میں آئی وہ ایسی نوکیلی نہیں تھی جو چبھتی ہو۔ بلکہ آگے سے وہ کندتھی اور اس کی نوک کی موٹائی تقریباً دو ملی میٹر تھی۔ اس لیے کسی بندوق رائفل یا کلاشنکوف سے شکار کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر وہ گولی سے مرگیا تو حرام ہوگا۔

مچھلی کا شکار

مسئلہ: مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دونوں میں اتنا فرق ہے کہ ٹڈی خواہ کسی ظاہری سبب سے مرے یا اس کے بغیر مرے اس کو کھانا جائز ہے جبکہ مچھلی اگر کسی ظاہری سبب سے مری ہو تو اس کو کھا سکتے ہیں اور اگر اپنی قدرتی موت مری ہو تو اس کو نہیں کھا سکتے۔

مسئلہ: اگر مچھلی کو پکڑ کر پانی کے مٹکے میں رکھا جہاں وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کی تنگی کے سبب مری ہے۔ اسی طرح اگر اس کو پکڑ کر اور باندھ کر پانی میں چھوڑا اس سے وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کے محدود ہونے کی وجہ سے مری ہے۔

مسئلہ: جال پانی میں ہو اور مچھلی جال ہی میں مرجائے تو اگر جال کی یہ حالت ہو کہ وہ مچھلی اس میں سے نکل سکتی تھی تو کھانا جائز نہیں اور اگر نہیں نکل سکتی تھی تو کھانا جائز ہے۔

مسئلہ: پانی جم گیا اور اس کے نیچے مچھلیاں مرگئیں تو ان کو کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: جو مچھلی سمندر یا دریا کی موج نے ساحل پر پھینک دی ہو اور وہ مرگئی ہو اس کو بھی کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: مچھلی پائی جس کا کچھ حصہ پانی میں ہے اور کچھ خشکی پر ہے اور وہ مرچکی ہے۔ اگر اس کا سر خشکی پر ہو تو حلال ہے اور اگر سر پانی میں ہو تو دیکھیں گے کہ اگر نصف یا اس سے کم خشکی میں ہے تو حلال نہیں ہے اور اگر نصف سے زائد خشکی میں ہو تو حلال ہے۔

مسئلہ: پانی میں دھماکہ کرنے سے جو مچھلیاں مرجائیں ان کو کھا سکتے ہیں۔

باب ٦٠

نشہ کی چیزوں کا حکم

جو چیزیں خشک ہیں وہ سب پاک ہیں اور شدید ضرورت کے وقت مثلاً کسی علاج کے لیے طبیب کی رائے سے اتنی مقدار میں ان خشک چیزوں کا کھانا درست ہے جو نشہ نہ لائے اور اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ آتا ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن حتی الامکان غیر نشہ آور مقدار سے بھی پرہیز اور احتیاط زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر تھوڑے سے بہت تک نوبت ضرور آجاتی ہے اور ضرورت وعدم ضرورت کا خیال نہیں رہتا۔ اور اگر ان خشک نشہ آور اشیاء کا استعمال محض لہو ولعب کے لیے ہو تو حرام ہے۔ خشک نشہ آور اشیاء میں افیون اور اس سے حاصل نشہ آور ادویہ واشیاء مثلاً کوڈین، پیتھیڈین، ہیروئن (Heroine, Codeine, Pethidine) بھنگ، گانج، چرس، معجون فلک سیر وغیرہ شامل ہیں۔

وہ نشہ آور اشیاء جو سیال ہوں ان کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(الف) جو بالاتفاق تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک ناپاک اور حرام ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔

- انگور کی کچی شراب۔
- انگور کی پکی شراب۔
- منقی کی شراب۔
- کھجور کی شراب۔

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پینا یا گھر میں رکھنا یا کسی کام میں لانا جائز نہیں اور ان کی خرید وفروخت بھی نہیں ہوسکتی۔

(ب) ان چار کے علاوہ اور نشہ آور سیال اشیاء مثلاً آلو، جو اور گندم سے حاصل

شدہ سپرٹ اور الکحل ۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی حرام اور نجس ہیں اور ایک کی رو سے پاک ہیں۔ لہٰذا نشہ آور مقدار سے کم میں ان کے استعمال کی اجازت ہے اگرچہ احتیاط زیادہ بہتر ہے۔

ہومیوپیتھک ادویات میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان میں بھی الکحل کا استعمال ہوتا ہے۔

مسئلہ: کلوروفارم یا ایتھر (Ether) وغیرہ سونگھا کر عمل جراحی کے لیے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: سینٹ و پرفیوم میں چونکہ الکحل کا استعمال ہوتا ہے اس لیے اگرچہ اس کے استعمال کی گنجائش ہے لیکن احتیاط اور پرہیز بہتر ہے۔ یہی حکم ان کی فروخت کا ہے۔

باب ۶۱

کسب وکمائی چند طرح کی ہوتی ہے

● فرض: یہ کمائی کی وہ مقدار ہے جو آدمی کی ذات کو اور اس کے عیال کو کافی ہو اور اس کے قرضوں کی ادائیگی کے واسطے اور جس کا خرچہ اس پر واجب ہے اس کے خرچے کے لیے کفایت کرے۔

مسئلہ: آدمی فرض سے زیادہ کمائی کو ترک کرے تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے والدین تنگدست ہوں تو اس پر فرض ہے کہ ان کی ضرورت کے بقدر بھی کمائی کرے۔

مسئلہ: اگر اس قدر مال کمایا کہ اپنے اہل وعیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اس کی گنجائش ہے۔

● مستحب: یہ وہ مقدار ہے جو فرض سے زائد اس غرض سے ہو کہ فقراء کے ساتھ ہمدردی کر سکے اور عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔ ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے۔

● مباح: یہ وہ مقدار ہے جو فرض سے زائد یا مستحب مقدار سے بھی زیادہ محض زینت اور دولت مندی کے لیے کمائے۔

● حرام: یہ وہ کمائی ہے جو محض دوسرے سے دولت مندی میں بڑھنے کے لیے اور دوسروں پر فخر کرنے کے لیے کرے۔

مسئلہ: جس شخص کے پاس ایک دن کی خوارک ہو اس کو خوراک کے لیے سوال کرنا حرام ہے اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ اس کے حق میں ناپاک اور خبیث ہے۔

باب ٦٢

تصویر و مجسمہ کے احکام

تصویر سے متعلق دو قسم کی چیزیں ہیں، ایک تصویر کشی دوسری تصویر کا استعمال۔

تصویر کشی (یعنی تصویر بنانا)

تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم یا پینسل سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں بنتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ ہوں یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت سے ہوں یا ویڈیو اور سی ڈی وغیرہ سے ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آلات و ذرائع کی تخصیص کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی اور احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ تصویر تصویر ہے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، ویڈیو (Video) اور سی ڈی کے بارے میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان سے حاصل ہونے والی صورت تصویر نہیں ہے عکس ہے۔ ان کے نزدیک اس کی وجوہات یہ ہوسکتی ہیں:

(۱) سکرین پر جو نقش آتا ہے وہ ویڈیو یا سی ڈی میں محفوظ شعاؤں کا عکس ہے۔ اس لیے جب تک ویڈیو اور سی ڈی کو چلایا جا رہا ہو سکرین پر نقش باقی رہتا ہے اور جب اس کو بند کر دو تو نقش غائب ہو جاتا ہے۔

(۲) آئینہ میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ جب تک آدمی اس کے سامنے ہوتا ہے اس کا عکس آئینہ میں رہتا ہے اور جب آدمی ہٹ جائے تو عکس غائب ہو جاتا ہے۔

(۳) جیسے آئینہ میں نقش باقی نہیں رہتا اسی طرح سکرین پر بھی نقش باقی نہیں رہتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ویڈیو اور سی ڈی میں آدمی کی صورت کی شعائیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ اس لیے وہ آدمی کی صورت کا عکس نہیں ہے۔ پھر ویڈیو یا سی ڈی چلانے پر سکرین پر شعاؤں کی وجہ سے جو صورت نظر آتی ہے وہ آئینہ کے عکس سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ غرض ویڈیو اور سی ڈی میں دو عمل ہیں۔ ایک صورت کی شعاؤں کو محفوظ کرنا

اور دوسرے ان شعاؤں کو صورت میں تبدیل کرنا۔ علاوہ ازیں عکس جیسا کہ آئینہ میں نظر آتا ہے اسی وقت تک رہتا ہے جب تک اصل صورت آئینہ کے سامنے رہے اگر اصل صورت ہٹ جائے تو عکس جاتا رہتا ہے اس کے برعکس یہاں شعاؤں کی صورت میں نقش کو محفوظ کر لیا جاتا ہے اور جب چاہو سکرین پر اس کو جتنی دیر کے لیے چاہو ظاہر کر لو۔ رہی یہ بات کہ سکرین پر نظر آنے والا نقش پائیدار نہیں ہوتا آلہ بند کرنے سے ختم ہو جاتا ہے تو اس سے اس کی تصویر ہونے پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ صورت کو شعاؤں کی شکل میں تو محفوظ کیا ہوا ہے وہ عمل تو ختم نہیں ہوتا اور دوسرا عمل جب چاہو کر لو۔ اگر پھر بھی کسی کا دل اس کے تصویر ہونے پر مطمئن نہ ہوتا ہو تو احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنے ہی کو ترجیح حاصل ہے۔

تصویر کشی میں ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق

اگرچہ حقیقت میں تو حیوانات، نباتات اور جمادات سب میں روح اور شعور موجود ہے لیکن ان کے درجہ اور مقدار میں تفاوت نا قابل انکار ہے۔ اسی تفاوت کی وجہ سے بعض چیزوں میں روح اور شعور کا وجود اس قدر خفی ہے کہ عام نظریں اس کو محسوس نہیں کر سکتیں اور اسی بناء پر کائنات عالم کی یہ تقسیم سمجھی جاتی ہے کہ بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔ شریعت نے بھی اس فرق کا لحاظ کیا ہے۔

غیر ذی روح کی تصویر کشی

جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں، ان کی تصویر بنانا جائز نہیں اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن چیزوں کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے۔ مثلاً چاند، سورج، پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے۔ مگر ان کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر پوجی جاتی ہے اس لیے اس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں ہے۔

تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق

کبھی کسی مکان یا باغ کا فوٹو لینا ہے اور وہاں پر کثرت آمدورفت کی بنا پر تمام انسانوں اور جانوروں کو علیحدہ کرنا اختیار میں نہیں ہوتا تو مکان یا باغ کی تصویر کے ذیل میں تبعاً کچھ انسانوں اور جانوروں کی تصویر بھی آجاتی ہے یا کسی نے احتیاط بھی کی اور سب کو علیحدہ بھی کردیا یا ایسے وقت فوٹو لیا جب کوئی ذی روح سامنے نہ تھا لیکن عین فوٹو لیتے وقت کوئی انسان یا جانور سامنے آگیا تو ان صورتوں میں جاندار کی تصویر کشی کا گناہ تو نہ ہوگا لیکن ایسی تصویر کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

جانور کی شکل کے کھلونے اور گڑیاں بنانا

یہ بھی ناجائز ہے۔

ناقص تصویر بنانا

وہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو تصویر کے حکم میں نہیں رہتی بلکہ نقوش اور بیل بوٹوں کے حکم میں ہوجاتی ہے۔ ایسی تصویر بنانا جائز ہے۔

جانداروں کے وہ اعضاء جو ذی روح کے لیے مدار حیات نہ ہوں مثلاً ہاتھ پیر یا آنکھ، ناک وغیرہ ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے۔

صرف چہرہ یا نصف اعلیٰ کی تصویر کشی

یہ بھی ناجائز ہے۔

پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر بنوانا

حکومتی پابندی کی وجہ سے اس غرض سے تصویر بنوانے کی مجبوری ہے لیکن خود حکومت کے لیے ایسی پابندی اور قانون لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔

تصاویر کا استعمال

غیر ذی روح: مثلاً درخت مکان وغیرہ ان کی تصویر بنانا اور اس کا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے۔

ذی روح: ذی روح کی تصویروں میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

● **بہت چھوٹی تصویریں:** جو تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہو اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑے ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے، ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے، اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

● **پامال و ممتہن تصویریں:** جو تصویر کسی ایسی چیز یا ایسی جگہ میں بنی ہوئی ہو کہ وہ عادۃً پامال اور ذلیل وحقیر سمجھی جاتی ہے مثلاً پامال دری یا چاندنی میں یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکیے وکرسی وغیرہ میں یا جوتے کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلے میں تو اس کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: لیکن جو بچھانے کی چیز محل اہانت میں نہ ہو مثلاً مصلیٰ وغیرہ تو اس میں تصویر برقرار رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر مصور تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آئے تو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی اور جگہ ہوں وہ پامال و ممتہن کے حکم میں نہیں اس لیے اگر وہ بڑی تصویریں ہو تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔

● **بچوں کی گڑیاں:** مٹی یا کسی اور چیز کی بنی ہوئی تصویروں اور مورتیوں کو رکھنا بھی جائز نہیں۔ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں یہ بھی بنانا منع ہیں اور آج کل ان کو خریدنے سے پرہیز کرنا چاہیے البتہ اگر ان کو خرید لیا ہو تو توڑ کر کھا سکتے ہیں۔

● سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں

مسئلہ: یعنی جن میں چہرہ نہ ہو خواہ باقی بدن تمام موجود ہو اس کا استعمال اور گھر میں رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: لیکن اگر ناقص تصویر میں چہرہ موجود ہو خواہ باقی بدن نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال جائز نہیں۔

وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں

مسئلہ: تصویریں اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کو گھر میں رکھنا جائز ہے۔ یہ رحمت کے فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے سے مانع نہیں اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو مگر کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔

تصویر سازی اور فوٹو گرافی وغیرہ کی اجرت

مسئلہ: جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ: جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے تصویر بنوالی تو شرعاً اس کی اجرت دینا اس کے ذمہ واجب نہیں۔ البتہ رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی۔

مسئلہ: جن تصاویر کے بنانے کی اجازت اوپر ذکر ہوئی ان کے بنانے کی اجرت لینا اور دینا سب جائز ہیں۔

تصاویر کی تجارت

مسئلہ: بیع وشراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے اکثر کپڑوں میں تصویریں بنی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید وفروخت تبعاً جائز ہے۔

مسئلہ: جب خود تصاویر ہی کی بیع وشراء مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔ اور اگر مورتی مٹی کی بنی ہوئی ہو تو شرعاً اس کی کچھ قیمت کسی کے ذمہ واجب نہیں ہوتی البتہ اگر کسی دھات یا لکڑی وغیرہ کی ہو تو اتنی قیمت واجب ہوتی ہے جس قدر اس لکڑی یا دھات کی قیمت تصویر سے قطع نظر کر کے ہوسکتی ہے۔

تصاویر کے دیکھنے کا حکم

مسئلہ: جن تصاویر کا بنانا اور جن کو گھر میں سجا کر رکھنا ناجائز ہے ان کو ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے، البتہ تبعاً بلا قصد نظر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب ہو جس میں تصویریں ہوں، مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے۔ بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔ البتہ وہ تصویریں جو پامال ہوتی ہوں یا بہت چھوٹی ہوں ان کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: سینما اور ویڈیو کی ممانعت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ اس میں مقصود تصاویر کا دیکھنا دکھانا ہوتا ہے۔

جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا

مسئلہ: ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں ممنوعہ تصاویر ہوں۔

مسئلہ: تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اس کی عیادت کرنے کے لیے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی دوسرے شخص کے مکان میں ممنوعہ تصاویر ہوں اور وہاں جانے کی کوئی شرعی یا معاشی مجبوری ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر کو ہٹادے تو ایسے مکان میں جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔

تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا

مسئلہ: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ بہت چھوٹی تصویر کا مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر تصویریں قدموں کے نیچے ہوں تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا جائے تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اس کو بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

مسئلہ: تصویر کے قدموں کے نیچے ہونے کے علاوہ سب صورتوں میں نماز مکروہ ہے لیکن کراہت کے درجے مختلف ہیں۔ سب سے سخت کراہت اس تصویر میں ہے جو نمازی کے سامنے قبلہ کی جانب میں ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر کے اوپر لٹکی ہوئی ہو پھر

وہ جو اس کی دائیں جانب لگی ہو پھر وہ جو بائیں جانب لگی ہو اور سب سے کم کراہت اس میں ہے جو نمازی کی پشت کی طرف لگی ہو۔

باب ۶۳

کافروں اور فاسقوں سے مشابہت کرنے کا بیان

انسانی امور کی دو قسمیں ہیں، اضطراری اور اختیاری۔

اضطراری امور اور ان میں مشابہت کا حکم

اضطراری امور وہ ہیں، جن کے ہونے نہ ہونے میں انسانی اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔ مثلاً انسان کی خلقت، اس کو بھوک، پیاس لگنا اور اس سے مجبور ہو کر کھانا پینا، تن پوشی کے فطری داعیہ کی وجہ سے لباس پہننا اور رب کی عبادت کے فطری داعیہ سے عبادت کرنا۔ یہ خلقت اور دواعی اضطراری ہیں اور ان کے تحت صادر ہونے والے افعال طبعی ہیں۔

ان میں شریعت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اگر کافر کھاتے پیتے ہیں تو تم نہ کھاؤ یا وہ لباس پہنتے ہیں تو تم نہ پہنو یا وہ عبادت کرتے ہیں تو تم نہ کرو بلکہ ان میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ تم ان افعال میں وہ تہذیب وشائستگی اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کافروں، فاسقوں کے طور طریقوں کی نقل مت کرو۔

اختیاری امور

یہ دو طرح کے ہوتے ہیں مذہبی امور اور عادی ومعاشرتی امور۔

مذہبی امور میں مشابہت کا حکم: مذہبی امور سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق دین اور عبادت سے ہے۔ ان میں کفار کے ساتھ مشابہت حرام ہے جیسے عیسائیوں کی طرح سینے پر صلیب لٹکانا، ہندوؤں کی طرح زنار باندھنا یا پیشانی پر قشقہ لگانا، اور سکھوں کی طرح ہاتھ میں لوہے کا کڑا پہننا وغیرہ۔

عادی اور معاشرتی امور: دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو قبیح بالذات ہیں یعنی جن

سے شریعت اسلام نے منع کیا ہے، دوسرے مباح بالذات جن سے شریعت نے براہ راست منع نہیں کیا۔

قبیح بالذات امور میں مشابہت کا حکم: ان میں مشابہت حرام ہے مثلاً چلتے وقت پہنے ہوئے لمبے کپڑے کو زمین پر گھسیٹنا اور مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال کرنا یا کسی قوم کی کوئی ایسی حرکت کی نقل کرنا جس میں ان کے معبودان باطلہ کی کوئی عظمت ظاہر کی جاتی ہو۔

مباح بالذات امور: ان میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ کسی غیر قوم (یعنی کافروں فاسقوں یا بدعتیوں) کا شعار اور امتیازی نشان ہیں یا نہیں ہیں۔

اگر وہ کسی غیر قوم کا امتیازی نشان اور شعار ہیں تو پھر ان میں بھی مشابہت حرام ہے مثلاً غیر اقوام کا وہ مخصوص لباس جو صرف انہی کی طرف منسوب اور انہی کی نسبت سے مشہور ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا فرد سمجھا جائے مثلاً ہمارے علاقوں میں محرم کے دنوں میں خصوصاً اور باقی مہینوں میں عموماً سیاہ لباس یا فقط سیاہ قمیص شیعوں کا شعار ہے اور اسی طرح ہمارے علاقے میں سبز عمامہ ایک خاص بدعتی گروہ نے اپنا شعار بنالیا ہے۔

اگر وہ غیر قوم کا شعار نہ ہوں تو دیکھیں گے کہ ان کا بدل مسلمانوں کے ہاں موجود ہے یا نہیں؟

☼ ۱ اگر ان کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہے پھر ان امور میں مشابہت مکروہ ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک میں عربی کمان لیے ہوئے تھے کہ آپ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو ناگواری سے فرمایا۔ یہ کیا لیے ہوئے ہو؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان رکھو جس کے ذریعہ سے اللہ نے تمہیں قوت وشوکت دی۔

☼ ۲ اگر غیر اقوام کی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کا کوئی بدل مسلمانوں کے پاس نہیں ہے

جیسے آج یورپ کی نئی نئی ایجادات، جدید اسلحہ اور تمدن و معاشرت کے نئے نئے سامان۔ اگر ان کا استعمال مشابہت کی نیت سے کیا جائے تو جائز نہیں۔ اور اگر ان چیزوں میں مشابہت کی نیت نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر استعمال میں آ رہی ہوں تو ضرورت کی حد تک ان کے استعمال میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

◆ داڑھی

داڑھی مونڈوانے میں کفار و مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خالفوا المشرکین حفوا الشوارب اعفوا اللحی))

''مشرکین کے خلاف کرو۔ مونچھیں پست کرو (یعنی کترواؤ) اور داڑھیاں بڑھاؤ''۔ (بخاری و مسلم)

اور جو کافر داڑھی کے بال بڑھاتے ہیں تو وہ عام طور سے بہت زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔

((کان رسول اللہ ﷺ یاخذ لحیته من عرضها و طولها))

''رسول اللہ ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول سے بھی درست کرتے تھے (اور ٹھوڑی سے ایک مشت سے زائد کو کتر دیتے تھے) اور عرض سے بھی درست کرتے تھے۔'' (ترمذی)

پھر داڑھی مونڈانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال))(بخاری)

''لعنت فرمائی ہے اللہ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔''

◆ انگریزی بال

سر کا کچھ حصہ مونڈوانا یا کترنا اور کچھ چھوڑ دینا یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے اور نبی ﷺ نے قزع جو اسی ہیئت کو کہتے ہیں اس سے منع فرمایا ہے۔

◆ ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا ناجائز ہے اور اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک کا کام ہے۔

◆ عیسائیوں کے اتوار کے دن کی تعظیم کے باعث اور ان کے اور دیگر کفار کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اتوار کی تعطیل کرنا ناجائز ہے۔

◆ لہنگا پہلے ہندو عورتوں کا مخصوص لباس تھا اس لیے مسلمان عورتوں کو اس کا پہننا جائز نہیں تھا۔ لیکن اب مسلمان عورتوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے اس لیے اب اس میں مشابہت نہ رہی اور اب اس کا استعمال جائز ہو گیا ہے پھر بھی پرہیز بہتر ہے۔

◆ نتھ پہننا فاسق عورتوں کا شیوہ ہے اس لیے شریف عورتوں کو ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔

◆ ٹیڑھی مانگ نکالنا گمراہ قوموں کا طریقہ ہے اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

باب ۶۴

کھانے پینے کے احکام

کھانا کھانے کے پانچ درجے ہیں

پہلا درجہ: فرض کا ہے یعنی اتنی مقدار کھانا فرض ہے کہ آدمی ہلاکت سے بچ جائے اور فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے۔ لہٰذا اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ نافرمان مرا۔

دوسرا درجہ: مندوب کا ہے یعنی فرض کی مقدار سے اس قدر زیادہ کھائے جس سے نوافل پڑھ سکے اور علم دین سیکھنے میں سہولت ہو اور دل میں اس کی نیت ہو۔

تنبیہ: مذکورہ بالا دونوں درجوں کے مطابق کھانا کھانے میں ثواب ملتا ہے۔

تیسرا درجہ: مباح کا ہے یعنی اس سے بھی زیادہ سیر ہونے تک کھائے اس غرض سے کہ بدن کی قوت میں اضافہ ہو۔ اس میں نہ ثواب ہے اور نہ گناہ ہے اور اتنی مقدار تک اخروی حساب بھی آسان ہوگا، بشرطیکہ طعام حلال ہو۔

چوتھا درجہ: مکروہ کا ہے یعنی سیر ہونے کے بعد کچھ زائد کھانا جس سے نقصان کا اندیشہ ہو اور اگر یہ اس غرض سے ہو کہ کل کے روزے میں تقویت رہے گی یا اس کے ہاتھ روک لینے سے مہمان کھانے میں شرم محسوس کرے گا اور وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا تو پھر مکروہ نہیں۔

پانچواں درجہ: حرام کا ہے جو یہ ہے کہ سیری سے بھی اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہونے کا اندیشہ ہو۔

مسئلہ: کوئی ایسا ذی وجاہت شخص ہو جس کی بھوک ہڑتال کرنے سے جائز مطالبہ پر اچھا اثر پڑے گا تو وہ مندوب اور مباح درجہ کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ایسی بھوک ہڑتال کہ جس میں فرض نماز پڑھنے کی قوت ختم ہو جائے یا موت کا اندیشہ ہو جائے جائز نہیں۔

مسئلہ: روٹی بیچ بیچ میں سے کھالے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولا ہوا حصہ کھالے اور باقی چھوڑ دے یہ اسراف میں سے ہے اور اس میں ایک طرح کا اترانا ہے لیکن اگر دوسرا شخص اس کو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ: جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اس کا ترک کر دینا بھی اسراف میں سے ہے بلکہ چاہیے کہ پہلے اس کو اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھائے۔

مسئلہ: روٹی کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے لیکن کہیں مہمان ہو تو میزبان کے کہنے کا انتظار کرے۔

مسئلہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا سنت ہے۔ اگر کسی نے ایک ہاتھ دھویا یا دونوں ہاتھوں کی صرف انگلیاں دھولیں یا صرف ہتھیلیاں دھولیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ان کو کپڑے سے نہ پونچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے البتہ کھانے کے بعد دھو کر پونچھ ڈالے۔

مسئلہ: کھانے میں سنت یہ ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آئے یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ بلند آواز سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں ان کو بھی تلقین ہو جائے اور جب ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھا رہا ہو تو چاہیے کہ الحمد للہ کہنے میں آواز بلند نہ کرے لیکن اگر ساتھی بھی کھانے سے فارغ ہو گئے ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: ایک سنت یہ ہے کہ نمک کے ساتھ کھانا شروع کرے اور نمک ہی پر ختم کرے۔

مسئلہ: کھانا کھا کر ہاتھ دھونے پر پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو خوب چاٹ لے۔

مسئلہ: یہ سنت میں سے ہے کہ سالن کے لیے پلیٹ کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ اپنی جانب ایک جگہ سے لگائے۔ البتہ ایک طبق اور ٹرے میں مختلف قسم کے پھل ہوں تو جو چاہے لے سکتا ہے۔

مسئلہ: ننگے سر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: کھانا کھاتے ہوئے اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھے اور بائیں ٹانگ بچھالے۔

مسئلہ: ٹیک لگا کر کھانا سنت کے خلاف ہے ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں کا ایک ہی حکم ہے۔ اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کا دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے، تیسرے یہ کہ چوکڑی مار کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے۔

مسئلہ: منہ کے بل لیٹ کر کھانا منع ہے۔

مسئلہ: جب آدمی بھوک سے ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ جان جاتے رہنے کا خوف ہو اور کھانے کی حلال چیز کوئی میسر نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے اور اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: چلتے پھرتے چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈال سکتے ہیں مثلاً پان، تمباکو، سونف، ٹافی اور ایک آدھ لقمہ لیکن پورا کھانا کھانا ہو تو وہ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ کھڑے ہو کر کھانا مکروہ ہے۔

مسئلہ: میز کرسی پر کھانا یا اپنے سامنے چھوٹی میز پر کھانا رکھ کر کھانا سنت کے خلاف طریقہ ہے۔

اگر مجلس دعوت میں کوئی بات خلاف شرع ہو مثلاً گانا بجانا ہو تو اگر وہاں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے۔ البتہ اگر قوی امید ہے کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم اور لحاظ سے وہ بات بند ہو جائے گی تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا، سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں ہے، عوام الناس میں سے ہے تو اگر عین کھانے کے موقع پر وہ خلاف شرع بات ہے تو وہاں نہ بیٹھے اور اگر دوسری جگہ پر ہے تو خیر کھانے پر بہ مجبوری بیٹھ جائے اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے اور اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے اور اگر کوئی شخص مقتدائے دین نہ ہو لیکن ذی اثر اور صاحب

وجاہت ہو کہ لوگ اس کے افعال کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں مقتدائے دین کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی شہر کے کسی باغ میں سے گزرا اور کچھ پھل درختوں کے نیچے گرے پڑے ہوں تو اس کے لیے وہ کھانا جائز نہیں مگر جبکہ جانتا ہو کہ مالک کی طرف سے کھانے کی صراحتہً یا دلالتہً اجازت ہے۔

اگر آدمی شہر سے باہر کسی باغ میں ہو تو اگر گرے ہوئے پھل ایسے ہوں کہ باقی رہتے ہوں جیسے اخروٹ وغیرہ تو یہ نہیں کھا سکتا، مگر جبکہ مالک کی طرف سے مباح کرنے کا علم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں کہ باقی نہیں رہ سکتے جلد خراب ہو جاتے ہیں تو ان کو کھانا جائز ہے جب تک مالک کی طرف سے ممانعت ظاہر نہ ہو اور ان کو اٹھا کر اپنے گھر نہیں لا سکتا۔

اگر پھل درخت پر لگے ہوں تو افضل یہ ہے کہ بغیر اجازت کے کسی جگہ سے بھی نہ لے یعنی خواہ شہر کے اندر ہو یا شہر کے باہر ہو لیکن اگر ایسا مقام ہو جہاں یہ پھل بہت ہوں اور یہ معلوم ہو کہ کچھ توڑ کے کھا لینا مالکوں کو ناگوار نہ ہوگا تو کھا سکتا ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ اپنے ساتھ کچھ باندھ کر بھی لے آئے۔

مسئلہ: حلال جانور کی یہ سات چیزیں کھانا منع ہے:

پتہ، مثانہ، غدود، کپورے (یعنی خصیتین) مادہ کی شرمگاہ، نر جانور کی پیشاب کی نالی اور بہتا ہوا خون۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے حرام مغز کو بھی ان میں سے شمار کیا ہے لیکن اس کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ: حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے۔

مسئلہ: غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے جانوروں کا حکم یہ ہے۔

- اگر کسی جانور کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تو وہ حرام ہے۔
- ذبح کے وقت تو بسم اللہ ہی کہا لیکن جانور غیر اللہ پر نامزد ہو یہ بھی حرام ہے۔

● اگر مالک نے غیر اللہ کے لیے اس جانور کی نامزدگی سے رجوع کرلیا اور توبہ کرلی پھر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا تو وہ حلال ہوگا۔

مسئلہ: غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے وہ جانور حرام ہوتے ہیں، جو اس غیر اللہ کے تقرب اور رضا حاصل کرنے کے لیے نامزد کئے گئے ہوں اور اگر غیر اللہ کا نام محض عنوان کے طور پر ہو تقرب اور رضا حاصل کرنے کی نیت نہ ہو جیسے یوں کہتے ہیں کہ یہ فلاں بچے کا عقیقہ ہے تو یہ حلال ہے یا بقرعید کے موقع پر نبی ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کا جانور خریدا اور یوں کہا کہ یہ نبی ﷺ کا ہے تو یہ جانور حلال ہے۔

مسئلہ: اشیائے خوردنی میں کیڑے پیدا ہوجائیں یا گولر میں بھنگے پیدا ہوجائیں تو ان کیڑوں کا کھانا جائز نہیں۔ کیڑے ہٹا کر استعمال کرنا چاہیے۔

مسئلہ: گوشت کا یا کوئی اور کیڑا شوربے میں گر گیا تو شوربا نجس نہ ہوگا۔ کیڑے کو ہٹا کر شوربے کو استعمال کرسکتے ہیں، لیکن اگر کیڑا اپھٹ کر شوربے میں ریزہ ریزہ ہوگیا ہو تو پھر اس شوربے کا استعمال جائز نہیں۔

اس حکم سے مستثنیٰ یہ صورتیں ہیں:

i- کیڑوں میں ابھی جان نہ پڑی ہو یا ابھی وہ انڈے ہوں تو ان کو کھانا جائز ہے۔

ii- سرکہ اور پھل میں پیدا ہونے والے کیڑے اگر ایسے مخلوط ہو گئے ہوں کہ ان کو جدا کرنا مشکل ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے ان کو کھانا جائز ہے۔

iii- اگر بڑی مقدار میں پاک چیز ہو اور اس میں قلیل سی خبیث چیز مل جائے کہ اس سے گھن نہ آتی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ جیسے ایک دیگ میں ایک مکھی گر جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اگر پاک چیز تھوڑی مقدار میں ہو مثلاً ایک پیالے میں شوربا ہو اور اس میں مکھی گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو اس کو کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: جو جانور نجاست کھانے لگے اور اس وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہوجائے تو اس کو جلالہ کہتے ہیں اور اس حالت میں اس کا دودھ پینا یا اس کو ذبح کرکے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اگر وہ مرغی ہے تو تین دن اور بکری ہے تو چار دن اور گائے یا

اونٹ ہے تو دس دن ان کو باندھ کر صاف ستھری غذا دی جائے تاکہ گوشت کی بدبو زائل ہوجائے۔ پھر ان کا گوشت اور دودھ استعمال کیا جانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر جانور نے نجاست کھائی لیکن گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوئی یا کوئی غیر بدبودار حرام چیز کھلائی گئی تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فارمی یعنی ولایتی مرغیوں کو اگرچہ نجس خوراک دی گئی ہو لیکن چونکہ ان کے گوشت میں بدبو نہیں ہوتی لہٰذا ان کا کھانا جائز ہے۔محض غذا وخوراک کے نجس ہونے کی وجہ سے گوشت کا استعمال ناجائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: گیارھویں اور محرم کے موقع جو کچھ تقسیم کیا جاتا ہے۔اگر وہ غیر اللہ کے نامزد ہو اوراس کے نام کی نذر ہو تو حرام ہے اور اگر اللہ کے نام کا صدقہ ہو جس کا ثواب بزرگ کو پہنچایا گیا ہو تو وہ حرام نہیں مباح ہے لیکن چونکہ دن کی تخصیص کی وجہ سے بدعت ہے اور بہت سے لوگ عقائد میں پختہ نہیں اس لیے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ: بارہ ربیع الاول، شب برات اوراسی طرح کے دیگر موقعوں پر جو بہت سے صحیح عقیدے والے بھی کچھ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تو اگرچہ وہ چیز حرام نہیں ہوتی لیکن دن کی تخصیص کے باعث بدعت ہونے کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔

باب ۶۵

لباس کے احکام

لباس کے بارے میں شریعت کی بتائی ہوئی حدود یہ ہیں:

- مرد شلوار، تہہ بند اور پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے۔ ٹخنے پورے یا ان کا کچھ حصہ بھی ان میں چھپنا نہیں چاہیے۔ عورت اپنے ٹخنے اور پشت قدم کو چھپائے۔
- لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔
- لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت اختیار نہ کریں۔
- مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔
- مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔
- فخر ونمائش اور تکلف سے اجتناب کریں۔
- مردوں کو اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے عورتوں کے لیے ریشم کا لباس جائز ہے جیسے اصلی بوسکی۔

مردوں کے لیے اصلی ریشم کے استعمال میں تفصیل

☼ ۱ وہ ریشمی کپڑا جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کے ہوں مردوں کے لیے حرام ہے جیسے اصلی بوسکی۔

☼ ۲ اگر بانا ریشم کا ہو اور تانا غیر ریشم کا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے۔

☼ ۳ اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا ریشم کا نہ ہو مثلاً سوت کا ہو، ریشم دکھائی دیتا ہو، تو یہ بھی ناجائز ہے البتہ اگر ریشم نظر نہ آتا ہو تو وہ کپڑا جائز ہے۔

☼ ۴ کپڑے پر چار انگل چوڑائی تک ریشم کا گوٹہ کناری لگا ہو تو جائز ہے۔ اس سے زیادہ جائز نہیں۔

☼ ۵ مردوں کو ریشم کا لحاف اوڑھنا جائز نہیں۔

☼ ۶ ریشم کی مچھر دانی استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مصنوعی ریشے کے جو کپڑے تیار کئے جاتے ہیں، یہ ریشم نہیں اس لیے مردوں کو اس کا پہننا اور استعمال کرنا درست ہے۔ اگر کسی مخمل کا رواں ریشم کا نہ ہو تو وہ بھی مردوں کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے۔ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا دھاری دار ہو (یعنی سرخ اور کسی دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوں) تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: کسم اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا مرد کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ: عورتوں کے لیے کسی بھی رنگ کی ممانعت نہیں ہے۔

مسئلہ: چونکہ سفید رنگ کا کپڑا مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا عورتیں اگر مکمل سفید کپڑا یا وہ سفید کپڑا جس پر رنگین کشیدہ کاری ہوئی ہو پہن لیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ اس کپڑے کی تراش خراش مردوں کی طرح کی نہ ہو۔

مسئلہ: کوٹ پتلون کے استعمال میں اب اگرچہ کفار اور فاسقوں کے ساتھ اس درجہ مشابہت نہیں رہی اور ان کے استعمال کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی نیک لوگوں کا سا لباس پہننا افضل ہے۔

مسئلہ: مردوں کا عام طور سے ننگے سر رہنا خلاف ادب ہے۔

مسئلہ: کسی کی موت پر کالے کپڑے پہننا جائز نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

باب ٦٦

زیورات اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے احکام

عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل

مسئلہ: عورتوں کو کان چھدوانا اور اس کا زیور پہننا جائز ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو ناک چھدوانے اور اس میں لونگ یعنی ناک کی کیل کے استعمال میں اختلاف ہے۔ استعمال کی گنجائش ہے البتہ احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ: ایسا زیور جس میں گھنگھرو ہو یعنی بجنے والا زیور عورت کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ: لوہے، تانبے، پیتل اور رانگ کی بنی ہوئی انگوٹھی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے پہننا ناجائز ہے۔

مسئلہ: لوہے وغیرہ کی انگوٹھی پر اگر چاندی کا ملمع کیا گیا ہو کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: لوہے تانبے، پیتل اور رانگ وغیرہ کی انگوٹھی کے علاوہ باقی زیور اور دیگر دھاتوں اور چیزوں مثلاً ہڈی، شیشہ وغیرہ کی انگوٹھی ہر قسم کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔

مردوں کا سونا چاندی کا زیور پہننا

مسئلہ: مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اور وہ بھی اس وقت ہے جب وہ ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہو اور انگوٹھی مردانہ ڈیزائن کی ہو۔ اگر زنانہ ڈیزائن میں بنی ہو تو مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بھی صرف وہ مرد استعمال کریں جن کو اسے مہر کے طور پر استعمال کرنا ہو۔ جن کو مہر کی ضرورت نہ ہو ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ

چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال نہ کریں۔

سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال

مسئلہ: سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال جو ناجائز ہے وہ مردوں عورتوں، بچوں سب کے لیے ناجائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا۔

سونے چاندی کے خوان (تپائی) پر رکھ کر کھانا کھانا۔

سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا اور سرمہ دانی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کے قلم سے لکھنا۔ اگر محض نب سونے چاندی سے بنائی گئی ہو یا ملاوٹ ہو لیکن سونا چاندی غالب ہو تو اس سے لکھنا بھی ناجائز ہے۔

سونے چاندی کی دوات استعمال کرنا اور اگر دوات کا صرف ڈھکنا سونے یا چاندی کا ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے آئینہ میں دیکھنا اور اگر آئینہ شیشے کا ہو اور اس کا حلقہ سونے چاندی کا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو پکڑے بغیر اس میں دیکھنا جائز ہے اور ہاتھ میں پکڑ کر استعمال کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں پرہیز کرنا بہتر ہے۔

سونے چاندی کی کرسی پر بیٹھنا۔

سونے چاندی کے اگردان میں خوشبودار چیز جلا کر دھونی لینا۔

سونے چاندی کے لوٹے یا کسی اور برتن سے وضو کرنا یا ہاتھ منہ دھونا۔

سونے چاندی کی تیل کی کپی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا تعویز لٹکانا۔

سونے چاندی کا دروازہ استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا خلال استعمال کرنا۔

مسئلہ: جس برتن میں سونے چاندی کی پچی کاری ہوئی ہو اس میں کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے چاندی پر نہ رکھے۔

اسی طرح اگر کسی کرسی وتخت پر سونے چاندی کا حلقہ لگا یا گیا ہو تو اس پر بیٹھ سکتا ہے، بشرطیکہ نشست سونے چاندی پر نہ ہو۔

مسئلہ: سونے چاندی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر چیز نکالی جائے مثلاً برتن ایسا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈال کر تیل نکالا جائے اور سر اور جسم پر ہاتھ سے تیل لگا یا تو ایسے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: برتن یا قلم یا گھڑی کسی اور دھات کی ہو اور اس پر صرف سونے یا چاندی کا پانی چڑھا یا گیا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ: گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی یا سونے کے ہوں اور باقی دوسری دھات کے ہوں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر گھڑی کے کیس میں سونا چاندی ڈالا گیا ہو لیکن مغلوب ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی کیلوں اور میخوں میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مثلاً دروازہ میں لگی ہونے کی صورت میں ان پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی ایسی چیزیں جو محض سجاوٹ کے لیے ہوتی ہیں استعمال کے لیے نہیں ہوتیں ان کو رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: لڑائی میں مردوں کو سونے چاندی کے خود یا بازو بند پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: جس کپڑے کے حاشیہ پر سونے یا چاندی کا کام چار انگشت یا اس سے کم ہو وہ مردوں کے لیے جائز ہے چار انگشت سے زائد ہو تو مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے اعضاء کی پیوندکاری

مسئلہ: کسی شخص کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی گئی ہوں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ

سونے چاندی کی پوریں بنوا کر لگائے۔

مسئلہ: دانت ہلتا ہو تو اس کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا یا اس پر سونے چاندی کا خول چڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی اور چیز کے بنے ہوئے دانت خراب ہو جاتے ہوں تو سونے چاندی کے دانت بنوانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی ناک کاٹ دی گئی ہو تو سونے یا چاندی کی ناک بنوا کر لگوا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا ہاتھ پاؤں یا پوری انگلی کاٹ دی گئی ہو تو سونے چاندی کے یہ اعضاء بنوا کر لگوانا جائز نہیں بلکہ کسی اور دھات کے بنوا کر لگوائے کیونکہ ان اعضاء میں استعمال مستقل ہے جبکہ اوپر مسائل میں ذکر کئے گئے اعضاء کا استعمال یا تو مستقل نہیں ہے یا اس مجبوری سے ہے کہ دوسری دھات خراب ہو جاتی ہے۔

باب ٦٧

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ: پورے سر پر بال رکھنا کان کی لو تک یا کسی قدر اس سے نیچے یا پورا سر منڈوادینا سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تو بال رکھنے کا تھا البتہ آپ ہی کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈواتے تھے۔ اور بال کترانا بھی درست ہے مگر کہیں سے چھوٹے اور کہیں سے بڑے رکھنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: اگر بال بہت بڑھالیے تو عورت کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ: عورت کو سر منڈوانا حرام ہے حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ: مونچھوں کو اس قدر کترانا کہ ہونٹ کے برابر ہو جائیں سنت ہے اور منڈوانے میں اختلاف ہے۔ بعضے بدعت کہتے ہیں بعضے اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔

مسئلہ: مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ: داڑھی منڈوانا کترانا حرام ہے، البتہ ٹھوڑی سے نیچے ایک مشت سے جو زائد ہو اس کا کترانا درست ہے۔ اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہوجائے درست ہے۔

مسئلہ: رخسارہ (یعنی گال کے بالائی حصہ) کی طرف جو بال بڑھ جائیں ان کو برابر کردینا یعنی خط بنوانا درست ہے۔ اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لی جائیں تو درست ہے۔

مسئلہ: حلق کے بال منڈوانا نہ چاہیے مگر امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: ریش بچہ کے دونوں طرف لب زیریں بال منڈوانے کو فقہا نے بدعت لکھا ہے

اس لیے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہا نے بدعت لکھا ہے۔

مسئلہ: بغرض زینت سفید بال کاٹنا ممنوع ہے البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب وہیبت ڈالنے کے لیے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: ناک کے بال اکھیڑنا نہ چاہیے قینچی سے کتر ڈالنا چاہیے۔

مسئلہ: سینہ اور پشت کے بال کا بنانا جائز ہے مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ: بغل کے بالوں میں اولیٰ تو یہ ہے کہ مونچنے وغیرہ سے دور کیے جائیں اور استرے سے مونڈنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: زیر ناف بالوں کو مرد کے لیے استرے سے دور کرنا بہتر ہے، مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے اور خصیتین کے پیچھے تک کرے۔ مرد اگر ہڑتال وغیرہ کوئی دوا لگا کر بال دور کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور عورت کے لیے سنت کے موافق یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دور کرے استرہ نہ لگے۔ لیکن اگر اس کے بجائے کوئی بال صفا کریم یا پوڈر استعمال کرے تو وہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا اور رکھنا دونوں درست ہیں۔

مسئلہ: ہاتھ پیر کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے البتہ مجاہد کو دارالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہیے۔

مسئلہ: ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور دائیں چھنگلیا تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیا سے بالترتیب کٹائے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے یہ ترتیب اصول وقواعد کے اعتبار سے بہتر ہے اور اولیٰ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے بعینہٖ ثابت نہیں ہے اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ: کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہیے اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے یہ بھی جائز ہے مگر نجس گندی جگہ نہ ڈالے اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ: ناخن کو دانت سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: حالت جنابت میں بال بنانا ناخن کاٹنا اور زیر ناف بال دور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ہر ہفتے میں ایک مرتبہ زیر ناف بال، اور بغل کے بال دور کرنا اور مونچھیں کترانا ناخن وغیرہ دور کرنا اور نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کر کے نماز کو جائے۔ ہر ہفتے نہ ہو تو پندرھویں دن ہی سہی۔ انتہا درجہ چالیسویں دن ہے۔ اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: اپنے سر میں گنجے پن کو یا ہلکے بالوں کو چھپانے کے لیے کسی دوسرے شخص کے انسانی بالوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔

باب ٦٨

حجاب کے مسائل

مسئلہ: مرد کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن ڈھانپنا فرض ہے مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔ سوائے اپنی بیوی کے کہ اس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضروری نہیں اگرچہ بلاضرورت بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: عورت کو عورت کے رو برو بھی ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن کھولنا جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض عورتیں جو نہاتے وقت دوسری عورت کے رو برو ننگی بیٹھ جاتی ہیں، یہ بالکل گناہ ہے۔

مسئلہ: عورت کو اپنے محرم شرعی کے روبرو ناف سے گھٹنوں تک اور کمر اور پیٹ کھولنا حرام ہے، باقی سر اور چہرہ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں۔ گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت ظاہر کرنا مناسب بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو۔ مثلاً:

باپ، بیٹا، حقیقی بھائی یا باپ شریک بھائی یا ماں شریک بھائی یا ان بھائیوں کی اولاد یا انہیں تین طرح کی بہنوں کی اولاد اور ان کی مثل، جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔ اور جس سے عمر بھر میں کبھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو، وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی ان کا ہے، گو کسی قسم کا رشتہ قرابت کا رکھتا ہو۔ جیسے چچا کا یا پھوپھی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہ، یہ سب نامحرم ہیں، ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لیے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

مسئلہ: علماء نے فساد زمانہ کو دیکھ کر احتیاط کی خاطر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے، بوجہ انتظام واحتیاط کے جیسے جوان سسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا

اور اس کی دوسری بیوی اور دودھ شریک بھائی وغیرہ،

مسئلہ: جو شرعاً نامحرم ہو، اس کے روبرو سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے۔

مسئلہ: اگر بہت ہی مجبوری ہو مثلاً مشترکہ گھر ہونے کی وجہ سے کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نبھ نہیں سکتا، ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک، دونوں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے اور اس کے علاوہ اور کسی حصے کا کھولنا جائز نہ ہوگا۔ پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں، کرتہ بڑی آستین کا پہنیں، اور کلائی اور ٹخنے نہ کھلنے پائیں۔

مسئلہ: کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف چہرہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے تک دونوں پیر کھول سکتی ہے۔ ان کے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں ہے۔ غیر مسلم عورتیں خواہ وہ بھنگن ہو یا گھر کے کام کرنے کی خادمہ ہو یا نرس ولیڈی ڈاکٹر ہو سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، اس کو دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہ ہو اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور نظر کرنا جائز ہے اس میں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور اگر شہوت کا ذرا شک بھی ہو تو دیکھنا اس وقت حرام ہے۔ اب یہاں سے سمجھئے کہ بہت بوڑھی عورت جس کی طرف اصلاً احتمال رغبت کا نہ ہو، تو اس کا چہرہ تو دیکھنا جائز ہوگا، مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہ ہوگا۔

مسئلہ: جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج کی ضرورت سے دیکھا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھائے۔

مسئلہ: جو شخص شرعاً نامحرم ہے اس کا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے۔ اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا اس مکان میں ہونا جائز نہیں۔ البتہ اگر اس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے، تو دیکھنا جائز ہوگا اور چھونا حرام ہوگا، البتہ علاج معالجہ کی ضرورت مستثنیٰ ہے۔ لیکن حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر ادھر بانٹ دے، دل میں خیال فاسد نہ آنے دے۔

مسئلہ: اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو، زچہ کو اس کے روبرو جس قدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اس کا کھولنا تو جائز ہے باقی سر اور بازو کھولنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ کافر مرد ڈاکٹروں سے بچے جنواتے ہیں۔ بلا مجبوری کے ایسا کرنا حرام ہے۔ اول مسلمان عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر وہ نہ ہو تو کافر عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر کسی مرد ڈاکٹر کی ضرورت آ ہی پڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے۔ وہ بھی نہ ہو تو پھر بعد میں کافر مرد ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اول ہی قدم میں کافر مرد کی طرف پہنچ جائیں۔

مسئلہ: راہ گزرتے نامحرم مرد عورت میں باہم ہم کلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کرے، نہ ہنسے نہ مذاق کی کوئی بات کرے نہ اپنے لہجہ کو نرم کر کے گفتگو کرے۔

مسئلہ: گانے کی آواز مرد کی عورت کو یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں کو سناتے ہیں، یہ بہت برا ہے۔

مسئلہ: راہ گزرتے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنا یا اس سے سلام لینا منع ہے۔

مسئلہ: مرد کا جھوٹا کھانا پینا نامحرم عورت کو اور عورت کا جھوٹا نامحرم مرد کو جب کہ لذت حاصل کرنے کا احتمال ہو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھ کر طبیعت میں میلان پیدا ہوتا ہو تو اس کو بھی دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ: جو لڑکی نابالغ ہو مگر اس کی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اس کا حکم بالغ عورت کی مثل ہے۔

مسئلہ: جس طرح بری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا، اس کی آواز سننا، اس سے بولنا، اس کو چھونا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا خیال دل میں جمانا اور اس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا یا ذکر سننا یا اس کا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط و کتابت کرنا، یا فون وغیرہ پر بات کرنا غرض جس ذریعہ سے برے خیالات پیدا ہوتے ہوں یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ: جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلاضرورت دیکھے بھالے، اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلاضرورت نامحرم کو جھانکے۔

مسئلہ: ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو، برہنہ ہونے کی مثل ہے حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے۔

مسئلہ: مرد کو غیر عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

مسئلہ: بجتا ہوا زیور جس کی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے، استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں۔ یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے اور جو زیور خود نہ بجتا ہو، مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہو، ایسے زیور میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تاکہ آواز پیدا نہ ہو۔

مسئلہ: چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہنائے۔

مسئلہ: پیر بھی اگر نامحرم ہو تو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے، اس کے رو برو بلا حجاب آجانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں، موت کے بعد بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن سے جدا ہونے اور کاٹ دئے جانے کے وقت بھی جائز نہیں۔ اسی طرح زیر ناف بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی اترنے یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینک دیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گزرتے ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ: ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنین سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے۔

مسئلہ: امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں اجنبی عورت کی مثل ہے، یعنی شہوت کے اندیشے کے وقت اس کی طرف دیکھنا اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا، اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا اس کا گانا سننا یا اس کے موجود ہوتے ہوئے گانا سننا یا اس سے بدن دبوانا اس سے بہت پیار واخلاص کی باتیں کرنا، یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو پردہ کی وجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں اور نہ بس میں یا بیل گاڑی میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے، بلکہ چادر لپیٹ کر یا برقع پہن کر نیچے اتر کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے، برقع کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے۔

مسئلہ: اڑتالیس میل یا اس سے زائد کے سفر میں اگر کوئی مرد محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: عورت کو مساجد یا مقابر پر جانا مکروہ ہے۔ البتہ بہت بڑھیا کو مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے۔

باب ٦٩

علاج معالجہ کرنے، کرانے کا بیان

تکلیف وضرر کو دور کرنے والے اسباب تین قسم کے ہیں:

☼ ۱ **قطعی اور یقینی:** جیسے پیاس کی تکلیف دور کرنے کے لیے پانی اور بھوک کی تکلیف دور کرنے کے لیے روٹی اور سردی کے اثرات دور کرنے کے لیے گرم کپڑے وغیرہ۔

ان اسباب کو ترک کرنا توکل میں شمار نہیں ہوتا بلکہ موت کا خوف ہو تو ان کو ترک کرنا حرام ہے۔

☼ ۲ **ظنی:** مثلاً طب میں علاج معالجہ کے لیے اختیار کیے جانے والے ظاہری اسباب کہ ظن غالب ہوتا ہے کہ ان کے استعمال سے شفا حاصل ہوگی۔ ان کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں لیکن ان کو ترک کرنا ممنوع بھی نہیں بلکہ بعض لوگوں کے حق میں بعض حالات میں ان کا ترک افضل ہوتا ہے۔

☼ ۳ **وہمی:** مثلاً بیماری میں داغنا اور مختلف قسم کے کڑے، منکے اور پتھر استعمال کرنا جن سے شفا حاصل ہونے کا گمان غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہم کے درجہ میں خیال ہوتا ہے کہ شاید شفا حاصل ہو۔ توکل کے لیے ان کا ترک کرنا شرط ہے۔

علاج معالجہ کے مسائل

مسئلہ: کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس نے اس کا علاج نہیں کیا یہاں تک کہ مرگیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔

مسئلہ: جب یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے دوا کو سبب بنایا ہے تو علاج معالجہ میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا ہی از خود شفا دینے والی ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے اور اس کے تحت علاج کرانا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: کسی حرام چیز کو بطور دوا صرف اسی صورت میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کوئی ماہر و حاذق مسلمان پرہیز گار طبیب بتائے کہ بیماری کا علاج صرف اسی حرام چیز سے ممکن ہے اور متبادل حلال کوئی دوسری دوا موجود نہیں ہے۔

مسئلہ: بچوں کو کسی بیماری کی وجہ سے داغ لگایا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: چہرے پر داغنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: زخم پر گوندھا ہوا آٹا رکھا تو اگر یہ علم ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیز کو اس طرح بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جسم کا کوئی عضو اگر گل سڑ گیا ہو تو اس کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا دیگر زائد عضو کٹوانا چاہے تو جائز ہے بشرطیکہ ایسے انتظامات ہوں کہ ان کی موجودگی میں عام طور پر اس قسم کے آپریشن سے موت واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ہر وہ آپریشن کرنا جائز ہے جس سے مریض صحیح ہو جاتا ہے یا کبھی صحیح ہو جاتا ہے اور کبھی مر جاتا ہے اور اگر بیمار حصہ چھیڑنے سے مریض جانبر نہ ہوتا ہو تو پھر ایسا آپریشن کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرض اور زخم ایسا ہو کہ مریض جس سے بالکل جانبر نہ ہوتا ہو تو اس کے لیے دوا نہ کرے بلکہ علاج ترک کر دے۔ البتہ تکلیف اور بے چینی کو رفع کرنے کی دوا استعمال کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: مریض دماغی طور پر ختم ہو چکا ہو یعنی اس کی (Brain Death) ہو چکی ہو البتہ مصنوعی تنفس اور مصنوعی تحریک قلب سے حیات کا رشتہ قائم ہو تو ان مصنوعی طریقوں کا استعمال بند کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: جس میں پیدائشی یا حادثاتی سبب سے کوئی عیب پیدا ہو گیا ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری کرنا جائز ہے لیکن بڑھاپے کو چھپانے کے لیے یا قدرتی طور پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری کرانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: زہریلی ادویات کی اتنی قلیل مقدار جو مضر نہ ہو اس کا استعمال علاج کے طور پر جائز ہے لیکن مضر مقدار کا استعمال حرام ہے۔

مسئلہ: مسلمان طبیب غیر مسلم مریض کو نجس دوا تجویز کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم مریض اپنے مذہب کی رو سے اس کو نجس یا ناجائز نہ سمجھتا ہو۔ اور اگر مسلمان طبیب دوا اپنے پاس سے دیتا ہے تو جو دوا انجس العین ہو جیسے خمر تو وہ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کو کسی نشہ کی مثلاً افیون کی لت پڑ گئی ہو اور ایسی حالت ہوگئی کہ اس نشہ آور شے کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا تو زندگی بچانے کے لیے اس نشہ آور شے کا استعمال اس کے لیے حلال بلکہ واجب ہوگا اور ضروری ہے کہ وہ بتدریج اس میں کمی کرے یہاں تک کہ اس سے خلاصی حاصل ہو جائے۔

مسئلہ: اگر حاملہ عورت کے فصد کھلوانے یا خون کا عطیہ دینے سے بچے کو نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: حاملہ عورت اپنے مرض اور اپنی تکلیف کے لیے دوا استعمال کرے تو جائز ہے اور اگر اس سے حمل ضائع ہو گیا تو عورت پر کچھ گناہ نہ ہوگا البتہ اگر کسی دوا سے جنین پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو تو شدید ضرورت کے بغیر اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ: حاملہ عورت مر جائے اور معلوم ہو یا گمان غالب ہو کہ بچہ زندہ ہے تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے۔

مسئلہ: اگر بچہ ماں کے پیٹ میں عرضاً ٹھہر گیا اور رحم سے بچے کو نکالنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا تو ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں اگر بچہ مر چکا ہو تب تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بچہ زندہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

ختنہ کے احکام

مسئلہ: ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن کے بعد جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانیؒ کا قول ہے کہ

جب بچہ میں برداشت کی قوت آ جائے اس وقت سے بلوغت تک کی عمر ختنہ کا وقت ہے۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال کاٹی لیکن پوری نہ کٹی تو اگر نصف سے زائد کٹ گئی تو ختنہ ہو گیا اور اگر نصف یا اس سے کم کٹی تو ختنہ نہ ہوا۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال اتنی چھوٹی ہے کہ بغیر مشقت اور سختی کے اس کو حشفہ سے اوپر نہیں کھینچ سکتے اور حشفہ بھی ایسا کھلا نظر آ رہا ہے کہ جب کوئی شخص اس کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور ختنہ کرنے کے ماہر بھی یہی کہیں کہ ختنہ کرنا ممکن نہیں تو سختی نہیں کی جائے گی اور بچے کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے۔

مسئلہ: جب کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو جائے اور ختنہ کرانے کی اس میں طاقت نہ ہو اور ماہرین کی رائے بھی یہی ہو کہ اس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: بچپن میں ختنہ نہیں کرایا اور بلوغت کے بعد کرائے تو ختنہ کرنے والے کے لیے محض اس کے ختنہ کی جگہ پر نظر ڈالنا جائز ہے۔

عملیات اور تعویذ کا بیان

تعویذ اور عمل میں یہ تفصیل ہے۔

- اگر ان میں شیاطین سے استعانت ہو تو ہر حال میں حرام ہے خواہ مقصود اچھا ہو یا برا ہو۔
- اور اگر ان میں اسمائے الٰہیہ سے استعانت ہو اور مقصود بھی جائز ہو جیسے حلال نوکری کے واسطے پڑھے یا کوئی مقروض ہو وہ ادائے قرض کے واسطے عمل پڑھے تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کو مسخر کرنے کے واسطے پڑھا ہے تو حرام ہے کیونکہ اگر بلا نکاح ہی مسخر کرنا مقصود ہے تب تو حرام ہے اور اگر نکاح کے لیے مسخر کرنا ہے تو چونکہ اس شخص سے نکاح کرنا اس عورت کے ذمہ واجب نہیں ہے یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی بیوی نافرمان ہو اس کے مسخر کرنے کے واسطے عمل پڑھے تو جائز

ہے۔اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اس کے لیے عمل پڑھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کوئی عورت اپنے شوہر کو تابعدار بنانے کے واسطے عمل پڑھے تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ ادائے حقوق میں کمی کرتا ہے تو اس درجہ کو حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔ اور حقوق ادا کرتا ہے تو محض عاشق و مفتون بنانے کے لیے عمل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: علوی عملیات میں بھی اس بات کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ الفاظ جائز ہوں اور قرآن پاک کے الفاظ کو بگاڑا نہ گیا ہو۔

مسئلہ: تعویذ پانی میں گھول کر پلانا جائز ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی تعویذ ڈالا گیا ہو یا کچھ آیات پڑھ کر دم کیا گیا ہو اس پانی کو اپنے جسم پر بہانا جائز ہے البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ وہ پانی عام نالیوں اور گٹر میں نہ جائے بلکہ کسی پاک جگہ میں ڈال دیا جائے۔

مسئلہ: اسم ذات کاغذ میں لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلانا جائز ہے۔

مسئلہ: تعویذ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو، پھر اگر وہ گلے میں پڑا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے اس کو اتارنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: جب جان کا خطرہ لاحق ہو اور دوسرا جائز علاج کارگر نہ ہو رہا ہو تو کسی غیر مسلم سے بھی علاج کروا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ خود شرکیہ یا کفریہ کلمات زبان سے ادا نہ کرنے پڑتے ہوں اور وہ غیر مسلم عامل خود ہی اپنے عمل کے ذریعہ سحر کے مضر اثرات کو دفع کرتا ہے تو بوجہ مجبوری ایسا عمل کرانے اور اس پر اجرت دینے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: عمل اور تعویذ میں اگر ایسے الفاظ ہوں جن کا مطلب معلوم نہ ہو تو اس کو پڑھنا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: جو عملیات دنیا کے واسطے ہوتے ہیں وہ موجب ثواب نہیں ہوتے۔ ان میں ثواب کا اعتقاد رکھنا بدعت ہے ایسے عملیات کو مسجد میں بیٹھ کر نہیں پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: تعویذ لکھنے پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس وقت مسجد میں بیٹھ کر تعویذ نہ لکھنا چاہئیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کے تعویذ کا استعمال نہ مردوں کے لیے جائز ہے اور نہ عورتوں اور

لڑکیوں کے لیے کیونکہ تعویذ کا خول برتن کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جن اگر کسی تدبیر سے پیچھا نہ چھوڑے تو اس کو جلا کر مار ڈالنا جائز ہے۔

باب ۷۰

مکروہات وبدعات کا بیان

ایصال ثواب میں کسی دن کی تعیین بدعت ہے

اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے بارہ ربیع الاول کے دن کو اور شہدائے کربلا کے لیے دسویں محرم کے دن کو اور دیگر بزرگوں کے لیے ان کے یوم وفات کو اور نئے مرنے والوں کے لیے وفات کے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن کو خاص کرنا اور متعین کرنا بدعت ہے۔

تنبیہ: ایصال ثواب ہر روز درست ہے۔ اس میں روز وفات اور روز ولادت بھی شامل ہے۔ شریعت کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے تو اگر کوئی شخص کسی دن کو ضروری نہ جانے اور تمام ایام کو یکساں سمجھتے ہوئے ولادت کے دن یا وفات کے دن ایصال ثواب کی محفل کرے تو اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہے لیکن بعض ناجائز عوارض کی وجہ سے منع ہوگا مثلاً:

بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد ان وجوہات سے منع ہے

- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے یعنی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور بلایا جاتا ہے اور تقریب کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے جو کسی مباح یا مستحب کام کے لیے منع ہے۔
- باوجودیکہ محفل میلاد کا سبب اور داعی موجود تھا خیر القرون میں یہ مجالس منقول نہیں لہٰذا خیر القرون کے عمل کے مخالف ہے۔
- خواص کے کسی فعل مباح سے اگر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص کو بھی اس کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

- عام طور سے دیگر مجالس میلاد سراسر منکر پر مشتمل ہیں۔ ان کے کرنے والے اپنی اور صحیح لوگوں کی مجلس کے فرق پر تو نظر نہیں کرتے البتہ اس سے اپنے لیے تائید حاصل کرتے ہیں۔ تو ان صحیح لوگوں کی محفل دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنی۔

عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات

- شیعوں، رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بہت سے صحابہ اور تابعین دنیا میں موجود تھے یعنی وہ خیر القرون کا دور تھا۔ لیکن اس حادثہ فاجعہ کے باوجود خیر القرون میں ایسی کوئی مجلس نہیں ہوتی تھی۔
- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے۔

گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات

- تداعی و اہتمام پایا جاتا ہے۔
- بدعتیوں کا شعار ہے۔ اگر بدعتیوں کی قائم کردہ محفل ہے تب بھی شرکت منع ہے اور اگر اپنی محفل منعقد کریں تو بدعتیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

عرس کی ممانعت کی وجوہات

- تداعی و اہتمام ہوتا ہے۔
- خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔
- صحیح لوگوں کے اس عمل سے گمراہ اور بدعتی لوگ اپنے لیے تائید حاصل کریں گے۔

مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا شہدائے کربلا کو یا بزرگوں کو ثواب پہنچانا

جب یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نام پر پکایا اور تقسیم کرنے میں محض ایصال ثواب مقصود

ہے تو وہ کھانا تو حرام نہیں ہے لیکن اس عمل سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ:

- ۱ شریعت نے تو کسی دن کی تخصیص نہیں کی لیکن ہم نے شریعت کے برخلاف اپنی طرف سے عملی تخصیص کر لی۔
- ۲ خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔
- ۳ بدعتیوں اور گمراہوں اور جاہلوں کے غلط عمل کو تائید فراہم ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے

- کھانے پر فاتحہ کا ختم پڑھنا یہ بدعت ہے کیونکہ اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- ہر سال روز وفات میں ایصال ثواب کرنا اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- سوم (یعنی تیجہ یا قل) بھی بدعت ہے اس میں بھی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے لیکن غیر مشروع طریقے سے اس کو ادا کرنا بدعت ہے مثلاً جو لوگ اکٹھے ہوں وہ اس بات کا التزام اور اہتمام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ کسی کو اپنا امیر بنا کر یا کسی کو امیر بنائے بغیر اور خواہ آواز سے (یعنی جہراً) ہو یا بغیر آواز کے (یعنی سراً) ہو۔

- موجودہ دور میں بہت سی مجالس ذکر اور مجالس درود شریف میں یہ خرابی پائی جاتی ہے۔
- بدعتی لوگ نماز کے بعد بلند آواز سے یک آواز ہو کر ایک ہی ذکر کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور اس میں عدم جواز کی اور وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے۔

◆ شعبان کی پندرہویں شب کو قبرستان جانا مشروع ہے لیکن اس کے لیے لوگ اکٹھے ہو کر جائیں یہ بدعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اسی غرض سے پہلے لوگ اکٹھے ہوں یا ان کو اکٹھا کیا جائے پھر وہ اکٹھے قبرستان جائیں یہ بدعت ہے۔

◆ قرآن پاک کو سننا بھی مشروع اور مسنون عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذکر اور درود شریف کو بھی عملی طور پر یہی حیثیت دینا اور اہتمام کرنا کہ ایک شخص آواز سے درود شریف پڑھے اور باقی مجلس اس کو سنے یہ بھی بدعت ہے۔

تنبیہ: کسی جائز وجہ سے اگر لوگ جمع ہوں مثلاً فرض نماز کے لیے مسجد میں جمع ہوں یا تعلیم کے لیے طلبہ جمع ہوں یا گھر کے افراد جمع ہوں اور وہ مل کر ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ کمروں میں پڑھیں تاکہ خاص قرآن خوانی کی غرض سے لوگوں کو جمع کرنے والوں کی ظاہری صورت میں بھی تائید نہ ہو۔

مباح یا مستحب کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرنا یا ان پر عمل کو ضروری سمجھنا بدعت ہے

☼ ۱ جن نمازوں میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول نہیں اور کسی بھی سورت کو پڑھنا مباح ہے یا جن میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول ہے مثلاً جمعہ میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے تو ان میں کسی خاص سورت کے پڑھنے کو لازم سمجھنا یا ہمیشہ اسی سورت کو پڑھنا کہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو کہیں واجب ہی اعتقاد نہ کرنے لگیں تو یہ بدعت ہے۔

☼ ۲ عیدین کے دن معانقہ کو واجب اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ اگر کوئی عید کے دن معانقہ کو شرعی طور سے واجب نہ سمجھے لیکن ایک معاشرتی رسم کے طور پر کرے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ ہمارے ہر ہر عمل کی کوئی نہ کوئی شرعی حیثیت ہوتی ہے۔ اور شریعت میں معانقہ کا موقع کچھ عرصہ بعد ملاقات کے وقت ہے

لہٰذا عید کے دن جو معانقہ رسم کے طور پر ہوتا ہے وہ شریعت کی رو سے بے موقع ہے لہٰذا جائز نہیں۔

توسل اور دعا

اس کی تین صورتیں ہیں۔

وسیلہ کی پہلی صورت: یعنی اللہ تعالیٰ سے اس طرح سے دعا مانگنا کہ اے اللہ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما یا بحق فلاں میری دعا قبول فرما۔

یہ صورت جائز ہے اور اس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

مسئلہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ جو دعا وسیلہ کے بغیر کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی باطل ہے

مسئلہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء اور اولیاء کے وسیلے سے جو دعا کی جائے اللہ تعالیٰ پر اس کا ماننا اور قبول کرنا لازم ہوجاتا ہے یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل واحسان سے نیک بندوں کا اپنے اوپر حق بتایا ہے اور اسی حق کا دعا میں واسطہ دینا جائز ہے۔ یہ حق محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے مجبور ہوں۔

وسیلہ کی دوسری صورت: یہ سمجھنا کہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہوسکتی اس لیے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو مانگنا ہوں ان سے مانگیں اور یہ بزرگ اس قدرت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہماری مرادیں پوری کر سکتے ہیں۔ یہ صورت بالکل ناجائز ہے اور شرک ہے۔

وسیلہ کی تیسری صورت: براہ راست بزرگوں سے اپنی حاجت تو نہ مانگیں البتہ ان کی خدمت میں یہ گزارش کی جائے کہ وہ حق تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاجت پوری ہونے کی دعا فرمائیں۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ زندہ بزرگوں سے ایسی درخواست کرنا جائز ہے لیکن جو بزرگ وفات پا چکے ہوں ان کی قبر پر جا کر ایسی درخواست کرنا مشتبہ سی چیز ہے کیونکہ

صحابہ وتابعین سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر آپ سے دعا اور شفاعت کے لیے درخواست کرنا جائز ہے۔

سماع

صوفیاء کے ہاں جو سماع کا تذکرہ ملتا ہے تو وہ اس وقت جائز ہے جب اس میں یہ شرائط ملحوظ ہوں۔

- گانے بجانے کے کسی قسم کے آلات کا استعمال نہ ہو۔
- سامع یعنی سننے والا نفس پرست نہ ہو بلکہ متقی اور پرہیزگار ہو اور اس کا مقصد لطف اندوزی نہ ہو بلکہ علاج ہو یعنی اس کو اللہ کے ذکر میں نشاط نہ پیدا ہوتا ہو اور اس کی طبیعت نہ کھلتی ہو تو طبیعت کو ابھارنے کی غرض سے کچھ اشعار سن لے۔
- پڑھنے والا بھی مخلص ہو اور متقی دیندار ہو۔
- جو لوگ موجود ہوں وہ سب راہ سلوک کے راہی ہوں ان میں کوئی فاسق دنیادار نہ ہو، کوئی امرد نہ ہو اور کوئی عورت نہ ہو۔

جب ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ سماع جائز نہ ہوگا اور آج کل عرسوں پر سماع کے نام سے جو کچھ ہوتا ہے اس میں تو ایک شرط بھی موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے آج کل کی قوالیاں اور محفل سماع سب حرام ہیں۔

فال نکالنا

یہ ناجائز کام ہے اور قرآن مجید سے فال نکالنا تو اور بھی زیادہ برا ہے۔

قبروں پر پھول چڑھانا

اگر ان کا کچھ فائدہ ہے تو یہ کہ جب تک یہ تر و تازہ رہیں گے عذاب قبر میں تخفیف رہے گی۔ نبی ﷺ نے ایک دفعہ دو قبروں پر اس وجہ سے ٹہنی لگائی تھی کہ ان میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ اول تو ہمیں معلوم نہیں کہ جس قبر پر ہم پھول ڈال رہے ہیں اس قبر

والے کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں دوسرے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہوتی ہے کہ بخشش ہوگئی ہوگی لہٰذا ہم اگر ٹہنی لگائیں گے یا پھول چڑھائیں گے تو نبی ﷺ سے منقول حالت سے مختلف حالات میں کریں گے اس لیے یہ محض ہماری اپنی ایجاد ہوگی سنت سے اس کی دلیل نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ عمل بھی جائز نہیں اور اگر نیت یہ ہو کہ پھولوں سے قبر کی زینت ہوگی تو یہ تو بالکل ناجائز ہے۔

۲۲ رجب کے کونڈے

اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی نیاز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ مندرجہ ذیل وجوہ سے ناجائز ہے۔

- ایصال ثواب میں خاص دن کی تخصیص ہے جو بدعت ہے۔
- یہ رافضیوں کا فعل ہے اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاریخ میں وفات کی خوشی اس عنوان سے مناتے ہیں۔
- شیعوں اور رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

آخری چہار شنبہ

اس دن سیر و تفریح کرنا اور جلوس نکالنا، یہ سب ناجائز ہیں، اور یہ اس بنیاد پر کئے جاتے ہیں کہ اس دن نبی ﷺ صحت یاب ہوئے تھے حالانکہ ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں۔

کچھ دیگر بدعات

قبر پر اذان کہنا بھی بدعت ہے

اذان اور اقامت کے دوران میں نام گرامی پر انگوٹھے چومنا بھی بدعت ہے۔

باب ا ۷

رشوت کے لینے دینے کا بیان

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

جو لینے والے اور دینے والے دونوں کے حق میں رشوت ہو

- قضا یا کسی اور سرکاری منصب کو حاصل کرنے کے لیے جو مال دیا ہو۔
- فیصلہ کرنے کے لیے قاضی جو مال لے اگرچہ اس نے فیصلہ حق کے مطابق ہی کیا ہو کیونکہ یہ فیصلہ کرنا قاضی پر واجب تھا اور جو کام اپنے اوپر پہلے سے واجب ہو اس پر اجرت لینا درحقیقت رشوت لینا ہے۔

مسئلہ: قاضی کا کوئی وکیل (نمائندہ) یا اس کا کاتب یا اس کا کوئی اور مددگار رشوت لے تو اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لے تو یہ ایسا ہے کہ قاضی نے خود رشوت لی۔

- محض زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا اپنے کاروبار کو ضرورت سے زائد بڑھانے کے لیے جو مال متعلقہ سرکاری ملازموں کو دیا جائے وہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب وہ فائدہ مباح اور جائز ہو اور اگر وہ فائدہ ناجائز اور حرام ہو مثلاً بجلی کے میٹر پیچھے کروانا ٹیلی فون کی کالیں کسی دوسرے کے نام پر ڈالنا تو اس میں رشوت کے علاوہ اور خرابی بھی ہوئی۔
- حاکم یا عدالت کی مدد سے آسانی سے اپنا جو حق دوسرے سے وصول کرسکتا ہو اس کو حاصل کرنے کے لیے مال دینا۔
- دو عشق کرنے والے باہم جو ایک دوسرے کو کچھ تحفہ کے طور پر دیں تو یہ بھی رشوت ہے۔
- ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ وہ ان میں سے ایک کو کچھ مال دے کر یا اس کے مہر میں اضافہ کر کے اس بات پر آمادہ کرلے کہ وہ اپنی باری اپنی

سوکن کو دے دے تو یہ رشوت ہے۔

- ایک شخص نے ایک مکان خریدا۔ مکان کے پڑوس میں رہنے والے شخص کو حق شفعہ حاصل ہوا۔ خریدار نے کچھ مال دے کر اس کو حق شفعہ سے دستبرداری پر آمادہ کرلیا تو یہ مال رشوت ہے کیونکہ پڑوسی کو حق شفعہ اپنے سے ضرر ونقصان دفع کرنے کے لیے ملتا ہے۔ جب وہ دستبرداری پر آمادہ ہوگیا تو ظاہر ہوا کہ اس کا ضرر نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے حق شفعہ بھی نہیں اس لیے جو رقم اس نے لی وہ محض رشوت ہے۔ اسی طرح ہر وہ حق جو دفع ضرر کے لیے ثابت ہو مثلاً کاپی رائٹ (Copy Right) اس سے دستبرداری کے لیے جو رقم لی جائے وہ رشوت ہوتی ہے۔
- کسی ادارے یا حکومت کا ملازم جو کسی سودے میں کمیشن وصول کرے وہ رشوت ہے۔
- کسی ادارے یا حکومت کے کسی بھی ملازم کو ہدیہ کے طور پر کوئی چیز ملے حالانکہ دینے والے کے ساتھ پہلے سے آپس میں ہدیہ کا لین دین نہیں رہا تو یہ بھی رشوت ہے۔ اگر کسی کے ساتھ پہلے سے ہدیہ کا لین دین ہو تو اب ملازمت کے بعد اس سے زائد مقدار کا ہدیہ لینا بھی رشوت ہوگا۔
- طبیب ٹیسٹ تجویز کرنے پر لیبارٹری والوں سے یا دوائیں تجویز کرنے پر دوا والوں سے جو کمیشن لیتے ہیں یہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔

جو لینے والے کے حق میں رشوت ہو اور دینے والے کے حق میں رشوت نہ ہو

- اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے یا اپنے سے ظلم وزیادتی دفع کرنے کے لیے جو مال دے۔
- آدمی کو اپنی جان و مال پر ظلم کا خوف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کچھ

دے کر اپنی خلاصی کرالے۔

- وہ مال جو شاعر کو ہجو یا مذمت نہ کرنے کے وعدے پر دیا جائے۔
- کسی کی ناجائز شکایت حکومت میں ہوگئی ہو، ایک متعلقہ سرکاری ملازم جو اس کی درستی کرانے کی قدرت رکھتا ہے اگر اس کام کے لیے رقم لیتا ہے تو یہ رشوت ہے کیونکہ اس وقت اس شخص کے ذمہ میں ہے کہ وہ ناجائز گرفت سے مظلوم کو بچائے۔ اگر پھنسا ہوا آدمی اس شخص سے شکایت کی درستی کا مطالبہ کرے اور درستی کے بعد از خود اس کو کچھ دے دے جبکہ پہلے سے کچھ لینا دینا ذکر نہ ہوا ہو تو یہ جائز ہے۔
- بعض کرایہ دار مکان خالی کرنے کے مطالبہ پر مالک مکان سے اس کو مجبور کر کے کچھ رقم لیتے ہیں پھر مکان خالی کرتے ہیں۔ یہ لینے والوں کے حق میں رشوت ہے۔
- ولی نے اپنی زیر نگرانی لڑکی کا نکاح کرنے سے انکار کیا جب تک کہ اس کو اتنی رقم نہ دی جائے۔ لڑکی کے منگیتر نے وہ رقم دے دی تو یہ ولی کے لیے رشوت ہے۔
- ناگزیر ضرورت کا کام ہو اور متعلقہ محکمہ والے کچھ لیے بغیر کام نہ کرتے ہوں مثلاً بجلی کا میٹر لگوانا ہو تو ان کو جو مال دیا جائے وہ لینے والے کے حق میں رشوت ہے دینے والے کے حق میں نہیں۔

رشوت کے مال کا حکم

رشوت کا لینے والا رشوت کے مال کا مالک نہیں بنتا اور اس پر لازم ہے کہ وہ اصل مالک کو وہ مال لوٹائے۔

باب ۲۷

قمار اور جوئے کا بیان

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو (یعنی یا تو کچھ مال مل جائے یا اپنا مال بھی اصل سے جائے) اور مبہم ہو شریعت کی اصطلاح میں اس کو قمار اور میسر کہتے ہیں اور اردو زبان میں اس کو جوا کہا جاتا ہے جیسے دو شخص آپس میں بازی لگائیں کہ تم آگے بڑھ گئے تو میں تم کو ایک ہزار روپیہ دوں گا اور میں بڑھ گیا تو تمہیں ایک ہزار دینے پڑیں گے یا اس طرح کہ اگر آج بارش ہوگئی تو تم ایک روپیہ مجھے دینا اور اگر نہ ہوئی تو میں تم کو دوں گا۔ یا بند ڈبے ایک مقررہ قیمت مثلاً ایک روپیہ فی ڈبہ کے حساب سے فروخت کئے جائیں کسی ڈبہ میں پانچ روپیہ کی چیزیں ہوں اور کسی میں پچاس پیسے کی تو اس ابہام اور نفع وضرر کے مابین دائر صورت میں اس کی خریداری قمار ہے۔

قمار اور جوئے کی چند صورتیں یہ ہیں

- اخروٹ اور کانچ کی گولیوں سے ہار جیت کا جو کھیل کھیلتے ہیں یعنی جو جیت گیا وہ دوسرے کے اخروٹ یا گولیاں لے لے گا یہ جوا ہے۔
- تاش اور شطرنج میں جو رقم پر یا کسی مال پر بازی لگائی جاتی ہے وہ جوا ہے اور ویسے یہ کھیل بھی حرام ہے۔
- اخباری معمے۔ حل معمہ کے عنوان سے اخباروں اور رسالوں میں مثلاً یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً دو روپیہ فیس بھیجے گا تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ اندازی کے ذریعہ نکل آئے۔ یہ کھلا ہوا قمار اور جوا ہے کہ ایک شخص اپنی فیس کے دو روپے اس موہوم طریقے پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپے بھی گئے یا ہزاروں کا انعام حاصل کر لیا۔
- بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں۔ یہ کھیل خود

بھی ناجائز ہیں اوران پر روپیہ کی ہار جیت جوا ہے۔

- آج کل مختلف کھیلوں کے مقابلوں پر بعض لوگ روپے کی بازی لگاتے ہیں یہ کھلا جوا ہے۔
- بعض اوقات لڑکے اور نوجوان مثلاً کرکٹ کا مقابلہ رکھتے ہیں۔ دونوں ٹیموں کے کھلاڑی ایک مقررہ رقم دیتے ہیں، جس سے وہ کپ خریدتے ہیں۔ جو ٹیم جیت جاتی ہے اس کو وہ کپ مل جاتا ہے۔ یہ بھی جوئے کی صورت ہے۔
- سٹہ کا سارا کاروبار جوا ہے۔
- انعامی بانڈ کے نمبروں کی پرچیوں کی خرید وفروخت کا سارا کام جوا ہے۔
- بیمہ کی تمام مروجہ صورتیں جوئے اور قمار سے خالی نہیں ہیں۔ اس لیے وہ سب حرام ہیں۔
- انعامی بانڈ جب موہوم انعام کے لالچ سے لیے جائیں تو یہ بھی جوا ہے۔ اور جو انعام ملے وہ نرا سود ہے۔
- مصنوعات بنانے والے اپنی مصنوعات کی ترویج کے لیے مختلف سکیمیں نکالتے ہیں جن میں سے بعض جوئے کی شکلیں ہیں۔ مثلاً وہ اپنی کسی ایک یا چند ایک (Packing) میں کوئی پرچی رکھ دیتے ہیں جس پر انعام دینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ لوگ اس موہوم انعام کے لالچ میں وہ سامان خریدتے ہیں۔ یہ بھی ایک گونہ قمار اور جوا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے ایسی ہی کوئی شے خریدی اور اس میں انعامی پرچی نکل آئی جبکہ اس کو نہ تو انعامی پرچی سکیم کا علم تھا اور علم تھا بھی تو اس نے انعام کے لالچ میں وہ شے نہیں خریدی تھی بلکہ محض اپنی ضرورت سے خریدی تھی۔ اس صورت میں بھی اس شخص کو اس پرچی پر انعام لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو اس میں برائی کے کام میں تعاون اور شراکت ہے اور دوسرے نیت تو مخفی چیز ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ اس کو معلوم نہیں کر سکتے لہٰذا تہمت آئے گی۔ اور تہمت سے بھی بچنا چاہیے۔

- بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ چند آدمی مل کر قرعہ اندازی کرتے ہیں، جس کے نام کا

قرعہ نکلتا ہے وہ باقی لوگوں کو چائے پلاتا ہے یا کھانا کھلاتا ہے تو یہ بھی جوا ہے۔

گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں

گھڑ دوڑ کی تمام جائز صورتوں میں دو شرطیں لازم ہیں۔

- ۱ اس کا مقصد محض کھیل تماشہ نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا جسمانی ورزش ہو۔
- ۲ جو انعام مقرر کیا جائے وہ معلوم و متعین ہو مجہول یا غیر متعین نہ ہو۔

پہلی صورت

مشروط رقم پر گھڑ دوڑ کی جائز صورت ایک یہ ہے کہ فریقین زید و عمر جو خود سوار ہو کر اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت یا کسی تیسرے شخص یا جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر ہو۔

دوسری صورت

آگے بڑھنے والے کے لیے رقم یا انعام فریقین ہی میں سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو دو طرفہ شرط نہ ہو۔ مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں۔ زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا۔ دوسری طرف سے یعنی عمر کی طرف سے یہ شرط نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو عمر اس کو ایک ہزار دے گا۔ دو طرفہ شرط کی صورت قمار ہے اور حرام ہے۔

تیسری صورت

دو طرفہ شرط بھی ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھڑ سوار مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کر لیں جس کی دو صورتیں ہیں۔

- شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کو ادا کرے اور خالد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔
- شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ایک

ہزار روپیہ دیں اور زید وعمر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں۔ لیکن زید وعمر میں باہم جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث میں محلل کہا گیا ہے کسی بھی صورت میں اس کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔ علاوہ ازیں حدیث کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ تیسرا گھوڑا زید اور عمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اسکا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔

گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

- گھڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشہ یا روپیہ کی طمع کے لیے ہو اور قوت جہاد کی نیت نہ ہو۔
- معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دوطرفہ ہو اور کسی تیسرے فریق (محلل) کو مذکورہ بالا طریقے پر ساتھ نہ ملایا گیا ہو۔
- ریس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی اور کلب کی طرف سے ہوتی ہے۔ گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار بھی کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں، جس کی فیس ان کو داخل کرنی ہوتی ہے۔ جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے۔

یہ صورت مطلقاً قمار اور جوا ہے اور حرام ہے پھر اس میں قوت جہاد یا جسمانی ورزش سے کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ تعلق ہے۔

تنبیہ: جو احکام اور جائز ناجائز کی تفصیل گھوڑوں کی دوڑ میں لکھی گئی ہے یہی حکم اونٹوں کی دوڑ اور پیادہ دوڑ اور نشانہ بازی لگانے کا ہے۔

باب ۴۷

سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کا بیان

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ پہلے اجازت طلب کرے پھر اجازت حاصل ہونے کے بعد جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے پھر کوئی اور بات کرے۔ ہاں اگر باہر کھڑے ہو کر سلام کرے تو آواز گھر والوں تک پہنچتی ہے تو پہلے سلام کرے پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔

مسئلہ: جو شخص کسی کو سلام کرے اس کو چاہیے کہ جمع کے لفظ کے ساتھ سلام کرے یعنی یوں کہے السلام علیکم۔ اسی طرح سلام کا جواب بھی جمع کے لفظ سے ہونا چاہیے۔

مسئلہ: سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' اور جواب دینے والا بھی یونہی جواب دے۔

مسئلہ: برکاتہ سے زیادہ نہ بڑھانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر ایک جماعت کچھ مجتمع لوگوں کے پاس گئی تو اگر سب نے سلام کو ترک کیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے۔ اور سلام کا جواب اگر سب نے ترک کیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر سب نے سلام کا جواب دیا تو یہ افضل ہے۔

مسئلہ: سائل یعنی بھکاری نے اگر سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصد سلامتی کی دعا دینا نہیں ہوتا بلکہ سوال کرنا ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب دو شخص باہم ملیں تو دونوں میں سے جو شخص سلام کرنے میں پہل کرے وہی دونوں میں سے افضل رہا۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ ہی سلام کیا تو ہر ایک جواب دے۔

مسئلہ: جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی

نہ ہوتو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے

مسئلہ: سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہے یعنی جو کسی کی زیارت کو اور اس سے ملنے کو جائے تو سلام کرے۔ اور جو لوگ مسجد میں تلاوت قرآن اور تسبیح و ذکر کے لیے یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ اس واسطے نہیں بیٹھے ہیں کہ لوگ ہم سے ملاقات کے لیے آئیں لہٰذا یہ وقت سلام کا نہیں ہے اور ان لوگوں کو سلام نہ کرے اور اگر مسجد میں کسی آنے والے نے ان کو سلام کیا تو ان لوگوں کے لیے جائز ہے کہ جواب نہ دیں۔

مسئلہ: کوئی شخص ایک جماعت پر گزرا جس میں کافر لوگ بھی ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے مسلمانوں کی نیت کرکے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

مسئلہ: کسی کافر کو سلام کرنا پڑے تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اور اگر وہ سلام کرے تو جواب میں صرف وعلیکم کہے۔

مسئلہ: جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کافروں کو سلام نہ کرے اور اسی طرح فاسقوں کو بھی اور جب کوئی حاجت ضروری ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ سلام اور کلام کرنے سے اس کے ہدایت پر آنے کی امید ہو تو سلام کر سکتا ہے۔

مسئلہ: سلام کا جواب دینا اس وقت واجب ہوتا ہے جب سلام اتنی آواز سے کہا ہو کہ جس کو سلام کیا گیا ہے اس نے سن لیا ہو اور سلام کے جواب کی فرضیت اس وقت ساقط ہوگی جب اتنی آواز سے دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔

مسئلہ: اجنبی عورت نے کسی مرد کو سلام کیا۔ اگر وہ عورت بوڑھی ہو تو یہ مرد اس کو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سن لے اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اس کا جواب دے اور اگر اجنبی مرد نے کسی عورت کو سلام کیا تو وہ صرف دل میں جواب دے۔

مسئلہ: غیر محرم مرد کے لیے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے۔

اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا یا کسی کے ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اور اسی طرح نامحرم عورتوں کے لیے مردوں کو سلام کرنا بھی ممنوع ہے اس لیے کہ ان صورتوں میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر کسی بوڑھی عورت کو یا بوڑھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جو شخص پاخانہ یا پیشاب کر رہا ہو اس کو سلام کرنا حرام ہے اور اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص چند لوگوں میں سے کسی کا نام لے کر اس کو سلام کرے مثلاً یوں کہے السلام علیکم اے زید تو اگر زید کے علاوہ کوئی اور جواب دے تو وہ جواب نہ سمجھا جائے گا اور زید کے ذمے فرض باقی رہے گا۔ اگر جواب نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔ مگر اس طرح سلام کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ جماعت میں کسی کو خاص نہ کرے اور السلام علیکم کہے۔

مسئلہ: سوار کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہیے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے سے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے مثلاً بہت سے لوگ تھوڑے لوگوں کو یا بڑا چھوٹے کو سلام کرے تو یہ بھی جائز ہے مگر بہتر وہی ہے جو بیان ہوا (مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے)

مسئلہ: جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل پر گفتگو کرتے ہوں، پڑھتے پڑھاتے ہوں یا ان میں سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں تو ان کو سلام نہ کرے اگر کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی موذن یا غیر موذن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور ان تینوں صورتوں میں وہ جواب نہ دے۔

مصافحہ، معانقہ یعنی گلے ملنے اور بوسہ دینے کا بیان

کسی کو بوسہ دینا مختلف اسباب سے ہوتا ہے یعنی نفسانی شہوت کے ساتھ، بزرگانہ

شفقت سے اور تعظیم و تکریم سے۔

مسئلہ: معانقہ اور بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو وہ باتفاق امت اپنی بیوی یا زر خرید باندی کے علاوہ کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ اسی طرح جب اپنے نفس میں یا دوسری جانب میں شہوت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جو معانقہ اور بوسہ چھوٹوں پر شفقت یا بزرگوں کی تعظیم و اکرام کے لیے ہو وہ باتفاق جائز اور سنت سے ثابت ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی ناجائز کام شامل نہ ہو جائے۔

مسئلہ: کسی بزرگ کی تعظیم کے طور پر اس کے ہاتھ اور پاؤں چومنا جائز ہے۔ لیکن جس شخص کو ان باتوں سے اپنے نفس میں تکبر و خود پسندی پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو اس کو درست نہیں کہ دوسرے لوگوں کو دست بوسی اور قدم بوسی وغیرہ کا موقع دے۔

مسئلہ: چھوٹوں پر شفقت کے طور پر ہاتھ اور سر یا پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے خواہ وہ چھوٹا مرد ہو یا اپنی محرم عورت ہو۔

مسئلہ: معانقہ صرف ایک دفعہ کافی ہے۔ تین مرتبہ کرنا ثابت نہیں۔

مسئلہ: تعامل امت کی بنا پر مصافحہ دو ہاتھوں سے کرنا چاہیے۔ کوئی عذر ہو تو ایک ہاتھ سے بھی کرنے کی گنجائش ہے۔

باب ۴۷

کھیل اور تفریح

اس کی تین قسمیں ہیں:

● وہ کھیل جن سے کوئی دینی یا دنیوی معتد بہ فائدہ مقصود ہو جائز ہیں مثلاً:

☼ ۱ ذہنی و بدنی سکون حاصل کرنا جیسے بیوی سے ہنسی کھیل۔

☼ ۲ جہاد کی تیاری کرنا جیسے تیر اندازی، نیزہ بازی، گھوڑ دوڑ، بندوق کی نشانہ بازی وغیرہ۔

☼ ۳ بدنی صحت و فائدہ کے لیے جیسے ورزش کرنا، دوڑ لگانا، چہل قدمی کرنا، کشتی لڑنا' فٹ بال کھیلنا، بیڈمنٹن کھیلنا۔

☼ ۴ طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لیے جیسے اشعار سننا اور سنانا اور ہلکی پھلکی مباح ادبی تحریر پڑھنا، باغ کی سیر کرنا۔

☼ ۵ علمی فائدہ کے لیے مثلاً تعلیمی تاش یا دیگر تعلیمی کھیل کھیلنا۔

لیکن یہ کھیل بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں حرام اور ممنوع ہو جاتے ہیں:

◆ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل یا وقت گزاری ہو تو یہ جائز کھیل بھی جائز نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی، تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی محض لہو ولعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے۔

◆ ان میں اتنا غلو کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بلکہ پیشہ بنا لیا جائے۔

◆ جب یہ کھیل کسی حرام و معصیت پر مشتمل ہوں تو اس معصیت کی یا حرام کی وجہ سے یہ کھیل ناجائز ہوں گے۔ مثلاً کھیل کے دوران میں ستر کھلا ہوا ہو، جیسے فٹ بال اور ہاکی گھٹنوں سے اونچی نیکر پہن کر کھیلے جائیں یا صرف جانگیہ پہن کر کشتی لڑی جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جا رہا ہو یا اس میں مرد و زن کا مخلوط

اجتماع ہو یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس میں فرائض و واجبات کو ترک کیا جارہا ہو یا وہ کھیل کسی خاص کافر قوم کا مخصوص کھیل سمجھا جاتا ہو۔

● وہ کھیل جن میں موجود کسی دنیوی منفعت کو شریعت نے قابل التفات نہیں سمجھا اور ان میں موجود خرابی کا اعتبار کر کے ان کو ناجائز قرار دیا مثلاً شطرنج اور چوسر وغیرہ کیونکہ اگرچہ ان سے ذہن تیز ہونے کا فائدہ ہوتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے یہ کھیل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دینے والے ہیں اور جمعہ اور جماعت سے رہ جانے کا باعث بنتے ہیں جو بہت بڑی خرابی ہے جبکہ ذہن کی تیزی کے لیے اور طریقے ہو سکتے ہیں، اس لیے یہ کھیل شریعت نے منع کر دیئے۔ یہی حکم تاش کا بھی ہے۔ یہ حکم بھی اس وقت ہے جب ان کھیلوں میں جوا نہ ہو۔

● وہ کھیل جن میں دینی یا دنیوی کچھ فائدہ نہ ہو ایسے کھیل بھی ناجائز ہیں مثلاً لڈو، کیرم کھیلنا ویڈیو گیم کھیلنا اور کانچ کی گولیاں کھیلنا وغیرہ کہ ان میں فائدہ کچھ نہیں البتہ وقت کا ضیاع ہے اور کبوتر بازی، جانوروں کو لڑانا اور پتنگ بازی وغیرہ کہ ان میں وقت کے ضیاع کے علاوہ اور بہت سی کراہتیں ہیں۔

تنبیہ ♦ : کرکٹ کے کھیل میں اگرچہ کچھ ورزش ہوتی ہے لیکن اس کھیل میں فائدہ کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے مثلاً دو کھیلنے والوں کے علاوہ باقی پوری ٹیم بیٹھی رہتی ہے اور چونکہ یہ کھیل زیادہ لمبا ہوتا ہے اس لیے وقت بھی زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے فیلڈر بھی یونہی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ میچ کا مقابلہ دیکھنے والے بھی بے حساب وقت ضائع کرتے ہیں۔

تنبیہ ♦ : ہر قسم کے کھیل کی کمنٹری (رواں تبصرہ) سننا ایک بے کار کام ہے جو صرف وقت کا ضیاع ہے۔

❁❁❁

باب ۷۵

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کا بیان

دین میں جن کاموں کے کرنے کو کہا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان کو معروف یعنی نیکی کہا جاتا ہے اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا دین میں منع ہے ان کو منکر یعنی برائی کہا جاتا ہے۔ معروف میں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات سب داخل ہیں اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی وتنزیہی) سب داخل ہیں۔

کسی دوسرے کو نیکی کے کام کی تلقین کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور دوسرے کو برائی کے کام سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص کسی منکر اور برائی کو ہوتا دیکھے تو اس پر لازم اور فرض ہے کہ وہ اس کو اولاً اپنی قوت بازو سے روک دے مثلاً کسی کو شراب پیتے دیکھا تو اس سے شراب چھین کر بہادے، کسی کو موسیقی سنتے دیکھا تو موسیقی کے آلات توڑ دے، کسی کو دوسرے کی چیز غصب کرتے دیکھا تو غاصب سے غصب شدہ چیز لے کر مالک کو واپس دلا دے، اسی طرح اور برائیوں کو ان کے اپنے طریقے سے روک دے۔ حکمران اور اصحاب اختیار اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو اور والد اپنی اولاد کو اپنی قوت بازو سے برائیوں سے روک سکتے ہیں۔

اگر برائی کرنے والا مثلاً زیادہ قوت والا ہو اور دیکھنے والا اس کو اپنی قوت بازو سے برائی سے نہ روک سکتا ہو تو اپنے قول سے یعنی اس کو وعظ ونصیحت کرکے اور اس کو اس گناہ پر وعید سنا کر اس برائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔

اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ زبان سے منع کرنے پر برائی کرنے والا اس کو قتل کردے گا یا کوئی اور شدید نقصان پہنچائے گا تو کم از کم دل سے برا سمجھے۔

مسئلہ: کسی برائی سے روکنے کے لیے اہل محلہ یا اہل علاقہ برائی کے مرتکب کا بائیکاٹ

کرسکتے ہیں کہ اس سے بات چیت بند کردیں اوراس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ البتہ اس کومسجد میں آ کر جماعت سے نماز پڑھنے سے نہ روکیں۔

مسئلہ: اسی طرح اگرکسی شخص نے دوسرے کوفرائض وواجبات ترک کرتے دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ ترک کرنے والے کوامر بالمعروف یعنی نیکی کی تلقین کرے، یہ فریضہ بھی ہر شخص کی قدرت واستطاعت کے مطابق ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص فرض نماز ترک کرتا ہے تو اصحاب حکومت واختیار اس کو قید کرسکتے ہیں اوردیگر اصحاب اختیار بھی اپنے ماتحتوں کومجبور کرسکتے ہیں۔ اگرکوئی مجبورنہیں کرسکتا تو اس کونصیحت کرسکتا ہوتونصیحت ہی کرے اور اگراس کی بھی قوت نہ ہوتو اس کے نیکی کے ترک کودل سے برا سمجھے۔

مسئلہ: اگرمتعدد آدمیوں نے کوئی برائی ہوتے دیکھی یا کوئی نیکی ترک ہوتے دیکھی اوران میں سے ایک نے نہی عن المنکر یا امر بالمعروف کیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔لیکن اگرقدرت کے باوجودکسی نے نہ روکا نہ تلقین کی توسب گناہ گارہوں گے۔

مسئلہ: ایک شخص نے برائی ہوتے دیکھی اور وہ خوداس برائی میں مبتلا ہے یا کسی نیکی کو ترک ہوتے دیکھا اور وہ شخص خوداس نیکی کے ترک میں مبتلا ہےتو اس پر دو باتیں لازم ہیں ایک یہ کہ خوداس برائی کوترک کردے اور دوسری یہ کہ جس شخص کو برائی کرتے دیکھا ہے اس کوبھی منع کرے۔ یادرہے کہ نیکی کا ترک بھی برائی ہے۔ اگرخود چھوڑنے سے پہلے دوسرے کومنع کرے گا تو یہ بھی درست ہے اوروہ دو ذمہ داریوں میں سے ایک کو پورا کرتا ہےلیکن اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ خودبھی فوراً توبہ کرلے۔

مسئلہ: فرائض اور واجبات کی تلقین کرنا اورحرام ومکروہ تحریمی سے روکنا فرض ہے جبکہ مستحبات اورنوافل کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحبات کی تلقین میں مطلقاً نرمی کرنا چاہیے اور واجبات کی تلقین میں اولاً نرمی اورنہ ماننے پرسختی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے لیے ضروری ہے کہ جس بات کی تلقین کرنی ہواس کا پورااورصحیح علم تلقین کرنے والے کوحاصل ہو۔اگرایسی بات سامنے آئے جس کا

خود کو پورا علم نہ ہو تو یا تو پہلے علم حاصل کرلے یا کسی دوسرے صاحب علم شخص کو تلقین کرنے کو کہہ دے۔

مسئلہ:

- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے تو اس وقت اس پر حق بات کی تلقین واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔
- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین پر لوگ اس کو سب وشتم کریں گے یا مار پیٹ کریں گے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا تو اس وقت اس کو تلقین نہ کرنا بہتر ہے۔
- اگر اس کو اطمینان ہو کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ وغیرہ برداشت کرلے گا اور کسی سے شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں حق کی تلقین اور برائی سے روکنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کا یہ اقدام جہاد شمار ہوگا۔
- اگر اندیشہ یا یقین ہو کہ حق بات کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر قتل کردیا جائے گا اور اس کے باوجود اس نے حق کی تلقین کی اور قتل کردیا گیا تو شہید ہوگا۔
- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے لیکن اس کو لوگوں سے سب وشتم اور مار پیٹ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اختیار ہے چاہے حق کی تلقین کرے چاہے نہ کرے، البتہ تلقین کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: جب نفع سے ناامیدی کی صورت میں ترک تلقین کو اختیار کرے تو اس وقت یہ بھی واجب ہے کہ برائی کے ارتکاب کرنے والے سے محبت اور میل جول بھی ترک کردے الا یہ کہ کسی موقع پر سخت ضرورت ہو۔

مسئلہ: حق کی تلقین میں حکمت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ مخاطب کی اصلاح ہو یہ نہ ہو کہ مخاطب مزید گمراہی میں پڑ جائے۔

دعوت وتبلیغ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹ کر ایک اور شعبہ دعوت الی الخیر یعنی قرآن وسنت کی اتباع کی دعوت دینے کا ہے۔ یہ دعوت کافروں کو بھی ہے اور مسلمانوں کو بھی ہے مسلمانوں کو دین کے احکام واخلاق کی دعوت ہے اور کافروں کو اسلام وایمان کی دعوت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو جس کا کام ہی یہ ہو کہ وہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا برائی میں مبتلا دیکھے تو اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنی قدرت کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف ومنکر کا علم رکھتے اور قرآن وسنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں اور یہ وہی ہو سکتے ہیں جو علمائے حق ہوں، متبع سنت ہوں، شرک و بدعت سے دور ہوں اور دین کے اصول وفروع سے کماحقہ باخبر ہوں اور نفس کی شرارتوں سے بچتے ہوں۔

مسئلہ: ایسے علماء کا وجود خود امت پر اور ہر علاقہ والوں پر فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں کی حکومت اپنی ذمہ داری سے ایسے علماء کی تیاری اور ہر علاقہ میں بقدر ضرورت ان کی فراہمی کا بندوبست کرے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہر علاقہ کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بقدر ضرورت علماء تیار کریں یا کم از کم کسی دوسری جگہ سے علماء کو بلوا کر اپنے ہاں رکھیں اگر کسی علاقہ کے سب لوگ اس سلسلے میں غفلت کریں تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرورت پوری کر دیتے ہیں تو باقی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہر شہر اور قصبہ میں عام علماء کے علاوہ ضرورت کے بقدر ایسے علماء کا ہونا بھی ضروری ہے جو تمام علوم وشرائع کے ماہر ہوں اور جو اسلام کے عقیدوں اور اسلام کے اصول ومسائل کے بارے میں پیدا ہونے والے یا پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کر سکیں اور اشکالات کو حل کر سکیں۔

مسئلہ: علماء کے موجود ہونے کے بعد دعوت الی الخیر ان کی ذمہ داری ہے جس کی مختلف مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

❑ ۱ عام مسلمانوں کے لیے درس کے حلقے قائم کرنا، وعظ کرنا، لوگوں کو دین کے مسائل و اخلاق سکھانا، قرآن پاک کی تعلیم کا انتظام کرنا، تزکیہ نفس کی تعلیم دینا یہ سب باتیں دعوت الی الخیر میں داخل ہیں پھر اس کے لیے وہ چاہیں زبانی دعوت دیں خواہ فرد فرد سے یا لوگوں کے اجتماع سے یا تحریر کے ذریعے دعوت دیں یعنی دین کے مختلف احکام سے متعلق کتابیں اور رسالے لوگوں کے لیے لکھیں یہ بھی دعوت ہی کا حصہ ہے۔

❑ ۲ دعوت الی الخیر کا کام کرنے والی جماعت کے تسلسل کو قائم رکھنے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا۔ چونکہ دعوت کا کام اصل میں علماء کا کام ہے اس لیے دعوت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے علماء کو تسلسل سے تیار کرنا بھی ضروری ہے اس کے لیے مدارس کو قائم کرنا اور وہاں تعلیم دینا بھی دعوت و تبلیغ کا حصہ ہے۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے یہ نیت رکھتے ہوں کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہے۔

❑ ۳ کافروں کو اسلام کی دعوت دینا۔ جن کافروں کو ایک مرتبہ تبلیغ ہو چکی ہو خواہ ان میں اسلام کی شہرت ہو جانے سے ہو ان کو تبلیغ کرنا فرض نہیں البتہ مستحب ہے۔

❑ ۴ گمراہوں کو راہ حق کی دعوت دینا اور ان کی گمراہیوں اور ان کے شبہات کا جواب دینا۔ علاوہ ازیں جب گمراہ لوگ مسلمان عوام میں اپنی گمراہیاں پھیلانے کی سعی کر رہے ہوں اس وقت مسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہی کی حقیقت بتانا اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کی کوشش کرنا ان کو دین پر قائم رکھنا ہے جو دعوت ہی کا ایک حصہ ہے۔

دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار

مسلمان دین کے احکام و اخلاق کے مطابق زندگی گزاریں اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں تو ان کی یہی بات بہت سے کافروں کے لیے اسلام میں

رغبت کا باعث ہوگی۔

- علاوہ ازیں وہ اگر کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اور دین کی بنیادی اور موٹی موٹی باتیں بتائیں اور دین اسلام کی حقانیت کے کھلے کھلے دلائل سمجھائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔
- اگر علماء کم ہوں یا علماء تو بہت ہوں لیکن ان کی جانب سے دعوت کے کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو فکر مند علماء دعوت کے کام میں مسلمان عوام سے کام لے سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کام لینے والے علماء ہوں اور وہ جن سے کام لیں ان کی ضروری تعلیم و تربیت کریں اور ان کو اس بات کا پابند کریں کہ جتنی بات انہوں نے سیکھی ہے اسی کے دائرہ میں رہ کر دعوت کا کام اور دعوت کی بات کریں اور ادھر ادھر سے لی ہوئی باتوں کو از خود اختیار نہ کریں۔

کافروں کو اسلام کی دعوت دینے میں مسلمان عوام کو ضروری تعلیم و تربیت کے بعد ان سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں

- جتنی دعوت دینی ہے اس کے متعلق ضروری باتوں کا علم حاصل ہو۔
- اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی نیت ہو۔
- جس کو دعوت دینی ہو اس کے لیے دل میں ہمدردی اور شفقت کا جذبہ ہو اور اس کو نرمی اور شفقت سے دعوت دے۔
- دعوت دینے والے میں صبر اور برداشت کی قوت ہونی چاہیے۔
- دعوت دینے والا خود باعمل ہو۔

اجتماعی اصلاح یا دینی انقلاب کی دعوت لے کر اٹھنے والی جماعت

ایسی ہر جماعت کے بارے میں اولاً اس کے سربراہ اور امیر کو دیکھا جائے گا کہ کیا اس میں اس کام کی اہلیت پائی جاتی ہے یا نہیں۔ چونکہ اجتماعی اصلاح اور کسی معاشرے

میں دین کو جاری وساری کرنا کارنبوت ہے اس لیے اس کے واسطے اوصاف نبوت کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ اس شخص نے دین کے اصول وفروع کا اہل حق علماء سے باقاعدہ علم حاصل کیا ہو اور اہل اللہ کے پاس تزکیہ نفس کیا ہو یہاں تک کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔ اگر کسی جماعت کے امیر میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کی جماعت سے تعلق رکھنا یا اس میں شریک ہونا ناجائز ہے بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت کی غلطیوں سے بچتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دین کا کام کریں گے۔ یہ فکر اور سوچ بنیادی اعتبار سے ہی غلط ہے۔

مسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام

جب تک حکومت کھلے کھلے کفر کا حکم نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح اقدام جائز نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چلتا رہنا چاہیے۔ البتہ جب وہ کھلی کفر کی باتوں کا حکم کرنے لگے تو اس کے خلاف مسلح اقدام بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

- ایسی جماعت کا امیر اہل حق عالم ہو، دین کے اصول وفروع کا صحیح علم رکھتا ہو اور اس نے اپنے نفس کا تزکیہ اس درجہ تک کرلیا ہو کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔
- جماعت کے افراد نیک اور صالح ہوں اور اتنی تعداد میں ہوں کہ امیر کو اپنی کامیابی کی امید ہو۔
- امیر کو یہ بھی اطمینان ہو کہ اگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا تو نقصان فقط اس کا اور اس کی جماعت کا ہوگا دوسرے اہل اسلام اور اسلام کا ضرر نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات میں دعوت وتبلیغ کا کام

ہمارے دور میں سارا نظام ہی بے دینی اور بددینی پر چل رہا ہے۔ حکومت کا بھی

یہی حال ہے اور عام طور سے عوام کی بھی یہ روش ہے۔ بہت سے دین سے تعلق رکھنے والے بھی صرف ایک حد تک دین پر چلتے ہیں اور باقی کاموں میں وہ بھی آزاد ہیں۔ غرض دین مغلوب ہے اور بے دینی و بد دینی کو فروغ حاصل ہے اور اسی کا چرچا ہے۔ لاعلمی اور جہالت بھی عام ہے۔ گمراہیاں بھی اپنے عروج پر ہیں۔ غرض حالات دین کے مقابلہ میں کفر کے زیادہ قریب ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو تفصیل اوپر دی گئی ہے وہ ان حالات میں زیادہ مفید اور موثر نہیں۔ اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ جہاں اور جتنے درجے تک ہو اس پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا البتہ جہاں یہ مفید نہ ہو وہاں دعوت کے طریقے سے کام کرنا ہوگا یعنی نرمی اور شفقت سے سمجھانا اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور ان کو برداشت کرنا۔

علاوہ ازیں عام بے دینی کی فضا میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے مسلمان عوام سے دعوت کا کام لینے کی ضرورت ہے البتہ ان کی ضروری تعلیم و تربیت سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔

عورتوں کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا

عورتوں کے کام سے متعلق موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

☼ ۱ عورتوں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے۔

☼ ۲ دین کی نشر و اشاعت میں مالی امداد کر سکتی ہیں۔

☼ ۳ جن کے مرد دعوت کا کام کر رہے ہوں وہ اپنی طرف سے ان کو بے فکر رکھیں اور وہ بچوں کی دیکھ بھال بھرپور طریقے سے کریں۔

☼ ۴ پاس پڑوس کی بچیوں کو قرآن پاک اور ضروری دینی تعلیم دے سکتی ہیں۔ بلکہ پاس پڑوس کی بڑی عمر کی عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کر سکتی ہیں۔

☼ ۵ کبھی کہیں کچھ عورتیں جمع ہوں، خواہ ایک خاندان کی ہوں یا متفرق ہوں کچھ دین کی بات کر سکتی ہیں یا کوئی معتبر کتاب مثلاً فضائل اعمال یا بہشتی زیور یا تحفہ

خواتین وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام میں نکلنے کے لیے والدین کی اجازت

اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور ان کی خدمت کرنے والی اور اولاد نہ ہوتو ان کو چھوڑ کر تبلیغ بلکہ جہاد کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر ان کی خدمت کے لیے اور اولاد ہو یا ان کو خدمت کی ضرورت ہی نہ ہو اور اس شخص کے نکلنے سے ان کا کچھ حرج نہ ہو تو اجازت مانگنے پر والدین محض اپنی دین سے دوری کی وجہ سے یا دینی مصلحتوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے منع کریں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

❁ ❁ ❁

باب ۷۶

وصیت کا بیان

مسئلہ: یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں آدمی کو یا فلاں کام میں دے دینا۔ یہ وصیت ہے چاہے تندرستی میں کہے چاہے بیماری میں پھر چاہے اس بیماری میں مر جائے یا تندرست ہو جائے۔ اگر خود اپنے ہاتھ سے کہیں دے دے یا کسی کو قرضہ معاف کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح درست ہے اور اسی طرح جس بیماری سے شفا ہو جائے اس میں بھی درست ہے اور جس بیماری میں مر جائے وہ وصیت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمے نمازیں یا روزے یا زکوٰۃ یا قسم و روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو کہ اس میں سے فدیہ یا زکوۃ یا کفارہ ادا کیا جا سکتا ہو تو مرتے وقت اس کے لیے وصیت کر جانا ضروری اور واجب ہے۔ اور ترکہ کے ایک تہائی میں سے ان کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہو اس کی وصیت کر دینا بھی واجب ہے نہ کرے گا تو گناہ گار ہو گا۔

اگر کچھ رشتہ دار غریب ہوں جن کو شرع سے کچھ میراث نہ پہنچتی ہو اور اس کے پاس بہت مال و دولت ہے تو ان کو کچھ دلا دینا اور وصیت کر جانا مستحب ہے اور باقی اور لوگوں کے لیے وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: مرنے کے بعد مردے کے مال میں سے پہلے تو اس کی گور و کفن کا سامان کریں پھر جو کچھ بچے اس سے قرضہ ادا کریں۔ اگر مرد کا سارا مال قرضہ ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لیے قرضہ ادا کرنے کی وصیت پر بہر حال عمل کریں گے۔ اگر سب مال اس وصیت کی وجہ سے خرچ ہو جائے تب بھی کچھ پروا نہیں بلکہ اگر وصیت بھی نہ کرے تب بھی پہلے قرضہ ادا کریں

گے اور قرض کے سوا اور چیزوں کی وصیت کا اختیار فقط تہائی مال میں ہوتا ہے یعنی جتنا مال چھوڑا ہے اس کی تہائی میں سے اگر وصیت پوری ہو جائے تو اس کو پورا کریں گے مثلاً ایک شخص نے ترکہ میں چار ہزار روپے چھوڑے۔ کفن دفن اور قرضے میں ایک ہزار روپے خرچ ہوئے۔ تین ہزار روپے باقی بچے۔ اب اس کی ایک تہائی یعنی ایک ہزار روپے میں سب وصیتیں پوری ہو جائیں تب تو وصیت کو پورا کریں گے۔

اگر وصیت زائد مال کی ہو تو اس میں یہ صورتیں ہیں:

i- تہائی مال سے زیادہ لگانا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں۔ البتہ اگر سب وارث بخوشی رضامند ہو جائیں کہ ہم اپنا اپنا حصہ نہ لیں گے اس کو بھی وصیت میں لگا دو تو تہائی سے زیادہ بھی وصیت میں لگانا جائز ہے لیکن نابالغوں کی اجازت کا بالکل اعتبار نہیں ہے وہ اگر اجازت بھی دیں تب بھی ان کا حصہ وصیت میں لگانا درست نہیں۔

ii- تہائی میں سے تناسب کے ساتھ وصیت کو پورا کیا جائے مثلاً تہائی مال ایک ہزار روپے ہے۔ میت نے دو آدمیوں کو دو، دو ہزار دینے کی وصیت کی تو ہر ایک کو پانچ، پانچ سو دیں گے۔

مسئلہ: جس شخص کو میراث میں مال ملنا ہے جیسے ماں باپ، شوہر، بیٹا وغیرہ اس کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں۔ اور جس رشتہ دار کا اس کے مال میں کچھ حصہ نہ ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو کوئی غیر ہو اس کے لیے وصیت کرنا درست ہے اگر کسی نے اپنے وارث کے لیے وصیت کر دی کہ میرے بعد اس کو فلانی چیز دے دینا یا اتنا مال دے دینا تو اس وصیت سے پانے کا اس کو کچھ حق نہیں ہے البتہ اگر اور سب وارث راضی ہو جائیں تو دے دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے لیے تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جائیں تو تہائی سے زیادہ ملے گا ورنہ فقط تہائی مال ملے گا اور نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگرچہ تہائی مال میں وصیت کر جانے کا اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے کم کی وصیت کرے بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ

کرے وارثوں کے لیے چھوڑ دے کہ اچھی طرح فراغت سے بسر کریں کیونکہ اپنے وارثوں کو فراغت اور آسائش میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ ہاں البتہ اگر ضروری وصیت ہو جیسے نماز روزے کا فدیہ تو اس کی وصیت بہر حال کر جائے ورنہ گناہگار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کو پورے مال کی وصیت کرنا بھی درست ہے مثلاً اگر وارث صرف بیوی ہو تو اس کو ایک چوتھائی وراثت کی وجہ سے اور باقی تین چوتھائی وصیت کی وجہ سے ملے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کا وارث صرف شوہر ہے تو آدھا مال اس کو وراثت کی وجہ سے اور باقی نصف وصیت کی وجہ سے ملے گا۔

مسئلہ: نابالغ کا وصیت کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے پھر جائے یعنی کہہ دے کہ اب مجھے ایسا منظور نہیں میں نے وصیت منسوخ کر دی، تو اس وصیت کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ وصیت باطل ہوگئی۔

مسئلہ: جس طرح تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جانا درست نہیں اسی طرح مرض موت کی حالت میں اپنے مال کو تہائی سے زیادہ سوائے اپنے ضروری خرچ کھانے پینے دوا دارو وغیرہ کے کسی کو دینا بھی درست نہیں۔ اگر تہائی سے زیادہ دیا تو وارثوں کی اجازت کے بغیر یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ جتنا تہائی سے زیادہ ہے وارثوں کو اس کے واپس لینے کا اختیار ہے اور نابالغ اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں۔ اور وارث کو تہائی کے اندر بھی سب وارثوں کی اجازت کے بغیر دینا درست نہیں اور یہ حکم جب ہے کہ اپنی زندگی میں دے کر قبضہ بھی کرا دیا ہو اور اگر دے تو دیا لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو مرنے کے بعد وہ دینا بالکل ہی باطل ہے اس کو کچھ نہ ملے گا وہ سب مال وارثوں کا حق ہے اور یہی حکم ہے بیماری کی حالت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام میں لگانے کا۔ غرض یہ کہ تہائی سے زیادہ کسی طرح صرف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: بیمار کے پاس بیمار پرسی کی رسم سے کچھ لوگ آئے اور کچھ دن یہیں لگ گئے کہ

یہیں رہتے ہیں اور بیمار کے مال میں کھاتے پیتے ہیں تو:

۱۔ اگر مریض کی خدمت کے لیے ان کے رہنے کی ضرورت ہو تو خیر کچھ حرج نہیں۔

۲۔ اگر ضرورت نہ ہو تو ان کی دعوت مدارات کھانے پینے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں۔

۳۔ اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث بھی ہوں تو ان کو تہائی سے کم بھی کھلانا پلانا جائز نہیں یعنی ان کو اس کے مال میں کھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث بخوشی اجازت دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: ایسی بیماری کی حالت میں جس میں بیمار مرجائے تو ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی وارث پر قرض آتا تھا اس کو معاف کیا تو معاف نہیں ہوا۔ اگر سب وارث یہ معافی منظور کریں اور بالغ ہوں تب معاف ہوگا۔ اکثر دستور ہے کہ بیوی مرتے وقت اپنا مہر معاف کر دیتی ہے یہ معاف کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک وارث کو معاف کرنا ہے اور گویا اس کو دینا ہے۔

مسئلہ: حالت حمل میں درد شروع ہو جانے کے بعد اگر کسی کو کچھ دے یا مہر وغیرہ معاف کرے، تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مرتے وقت دینے لینے کا ہے یعنی اگر خدا نہ کرے دردِ زہ میں مرجائے تب تو یہ وصیت ہے جو وارث کے لیے جائز نہیں اور غیر کے لیے تہائی سے زیادہ دینے اور معاف کرنے کا اختیار نہیں۔ البتہ اگر خیر و عافیت سے بچہ ہو گیا تو اب وہ دینا لینا اور معاف کرنا صحیح ہو گیا۔

مسئلہ: مردے کے مال میں سے لوگوں کی مہمانداری کرنا آنے والوں کی خاطر مدارات کھانا پلانا۔ صدقہ خیرات وغیرہ کچھ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس صدقہ و خیرات سے مردے کو ہرگز کچھ ثواب نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کو ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے کیونکہ اب یہ سب مال تو وارثوں کا ہو گیا۔ دوسروں کی حق تلفی کر کے دینا ایسا ہی ہے جیسے غیر کا مال چرا کے دینا۔ سب مال وارثوں کو بانٹ دینا چاہیے پھر ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے میت کو ایصال ثواب کریں یا نہ کریں بلکہ تقسیم سے پہلے وارثوں سے صدقہ

خیرات کرنے کی اجازت بھی نہ لینا چاہیے کیونکہ اجازت لینے سے فقط ظاہر سے اجازت دیتے ہیں کہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہوگی۔ ایسی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ: اسی طرح یہ جو دستور ہے کہ میت کے استعمال کے کپڑے خیرات کر دیے جاتے ہیں یہ بھی وارثوں کی اجازت کے بغیر ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں۔ پہلے مال تقسیم کرلو تب بالغ لوگ اپنے حصہ میں سے جو چاہیں دیں بغیر تقسیم کئے ہرگز نہ دینا چاہیے۔

مسئلہ: یہ وصیت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے اور فلاں شہر میں فلانے قبرستان یا فلاں کی قبر کے پاس مجھ کو دفنانا، فلانے کپڑے کا کفن دینا، میری قبر پکی بنا دینا، قبر پر قبہ بنا دینا، قبر پر کوئی حافظ بٹھا دینا کہ پڑھ پڑھ کے بخشا کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ آخری تین وصیتیں بالکل جائز ہی نہیں۔ پورا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

باب ۷۷

علم فرائض کی اہمیت وفضیلت (میراث)

علم فرائض نہایت اہم اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصے کو جدا جدا مقرر ومتعین فرمادیا ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں مقرر اور طے شدہ کو فریضہ کہتے ہیں اور فریضہ کی جمع فرائض ہے اس لیے اس علم کو علم فرائض کہتے ہیں۔

وارثوں کے حصے بیان کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرز تقسیم کی حکمتوں کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان احکام کی تعمیل کریں گے ہم ان کو جنت میں جگہ دیں گے اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اور احکام کے خاتمہ پر فرمایا کہ ہم ہی صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اس لیے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہوجاؤ (کیونکہ مال ومیراث کے بارے میں عدل وانصاف سے کام لینا بہت مشکل ہے، ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے)

غرض اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جب یہ علم اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہدایت اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ ہے تو اس علم کے سیکھنے سکھانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید وارد ہو بہت مناسب ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے ایک فصیح وبلیغ پر درد اور رقت آمیز موثر وعظ میں فرمایا ”اے لوگو! میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ (یعنی آپ

کی وفات پر وحی کا سلسلہ ختم ہوجائے گا) اور (پھر) علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ (بھی) آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ میں جھگڑتے ہوں گے لیکن کوئی (شریعت کے مطابق) فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا۔"

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن پاک کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو! فرائض کو سیکھو اس لیے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے۔

میراث اور وراثت سے متعلق اہم تنبیہ

میراث کوئی اختیاری معاملہ نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ مورث (مرنے والا) اور وارث نہ بھی چاہیں تب بھی ثابت ہوجاتا ہے۔

اگر وارث کسی وجہ سے مثلاً آپس کے لڑائی جھگڑے اور رنجش کی وجہ سے یا دوسرے وارثوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے چاہتا ہے کہ میں فلاں میت کے مال میں سے حصہ نہ لوں تو اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور یہ اس کے شرعی وارثوں میں سے ہے تو یہ شخص خود بخود شرعاً اس کا مالک اور وارث ہوجائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنا حصہ لینے کے بعد کسی دوسرے کو دے دے اور اپنے پاس نہ رکھے۔

اسی طرح اگر مورث چاہتا ہو کہ فلاں وارث میرے مال میں حصہ دار نہ بنے تو اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعاً وارث ہے خود بخود مالک بن جائے گا اور اس کا حصہ اس کو ضرور دیا جائے گا۔ اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کردیا کہ میں اپنے فلاں وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو وہ وارث عاق نامہ کی وجہ سے شرعاً محروم نہ ہوگا اور مقررہ حصہ اس کو ملے گا۔ ایسے ہی اگر اپنے ترکہ کے بارے میں شرعی قاعدے کے خلاف زبانی یا تحریری فیصلہ

کر دیا کہ میری وفات کے بعد وہ اس طرح سے تقسیم ہو یعنی شرعی حصوں سے کم وبیش مقرر کیا تو اس کا یہ فیصلہ باطل ہوگا اور میراث شرعی قاعدے کے مطابق ہی تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر ضرورت اور مجبوری ہو مثلاً کوئی وارث اوباش و بدمعاش ہو کہ اگر اس کو حصہ ملے گا تو وہ اس کو صرف اپنی اوباشی میں خرچ کرے گا تو اس وقت اس وارث کو محروم کرنے کی صورت یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائداد جن لوگوں کو دینا ہے زندگی ہی میں ان کو دے کر ان کا قبضہ کرادے۔ اس کے مرنے کے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسی کو حصہ ملے گا۔ لیکن مجبوری اور شرعی وجہ کے بغیر کسی وارث کو محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرما دیں گے۔

جو لوگ عورتوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شادی غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد وجنس دے کر معاوضہ ادا کر دیا تھا وہ بھی اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور عورتوں کا حق ظلم سے دباتے ہیں۔

مال وجائیداد میں انبیاء علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا

انبیائے علیہ السلام کی میراث دراصل وہ علوم ہیں جو انہوں نے امت کو سکھائے۔ شیعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فدک کی جائیداد میں سے حضرت فاطمہؓ کی میراث کا حصہ نہیں دیا۔ حالانکہ خود شیعوں کی معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔

((ان العلماء ورثة الانبياء وذلک ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا وانما ورثوا احاديث من احاديثهم فمن اخذمنها فقد اخذ بحظ وافر)) (بحوالہ هداية الشيعه ص ۴۳)

”بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء میراث میں درہم اور دینار نہیں چھوڑتے۔ وہ میراث میں صرف اپنی حدیثیں

چھوڑتے ہیں۔ تو جس نے حدیثوں کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیب حاصل کیا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے صاف فرمایا کہ انبیائے علیہ السلام کا ورثہ صرف علم ہوتا ہے مال و جائیداد نہیں ہوتا۔

فدک کی جائیداد مال فے تھا جو اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے بغیر حاصل ہوتا ہے اور یہ بیت المال میں شامل تھا جس میں سے نبی ﷺ بھی بقدر حاجت لیتے تھے۔ سورہ حشر میں ہے۔

{مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ}

''جو کچھ کہ فے کیا اللہ نے اپنے رسول پر بستی والوں سے سو وہ اللہ کا ہے اور رسول کا ہے اور قرابت والوں کا اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کا ہے''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال فے کا مصرف بیان کیا ہے جو کہ بے شمار لوگ ہیں۔ لہٰذا یہ ان کی ملکیت نہیں بلکہ بیت المال کی جائیداد ہے جس کے نفع سے فائدہ اٹھانے کے مستحق مذکورہ لوگ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تقسیم نہیں کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب اپنی خلافت میں فدک امام باقر رحمہ اللہ کے سپرد کیا تو انہوں نے متولی بن کر اس کو اپنے پاس رکھا میراث کے طور پر تقسیم نہیں کیا۔

کون سا مال ترکہ و میراث بنتا ہے اور کون سا نہیں بنتا

وہ تمام مال و جائیداد جس پر شریعت نے آدمی کی ملکیت ہونے کا حکم لگایا ہے اور کسی دوسرے کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور وہ اس کو چھوڑ کر مر گیا تو وہ سب ترکہ اور مال میراث ہے خواہ وہ اس کو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار سے میراث میں ملا ہو

یا بیوی یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا خود کمایا ہو۔ غرض جو چیزیں موت کے وقت آخری دم میں اس کی خالص ملکیت میں تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں زمین، باغ، مکان، نقدی، زیور، کپڑا، جانور ہوں یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان' ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

جو مال میت کے پاس ایسا ہو کہ شریعت نے اس پر ملکیت کا حکم نہیں لگایا یا غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگا مثلاً:

۱ جو چیزیں میت نے کسی سے عاریتاً لی تھیں یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں ان میں وراثت جاری نہ ہوگی کیونکہ وہ میت کی ملک نہیں۔

۲ اگر میت نے کسی کا مال غصب یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لیا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی۔ اسی طرح سود اور رشوت اور بیمہ میں جمع کرائی ہوئی رقم سے زائد مال میں بھی میراث جاری نہ ہوگی کیونکہ شریعت نے ان پر مالک ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

۳ وہ چیز جس کو میت نے قرض کے عوض میں رہن یعنی گروی رکھ دیا تھا اور میت نے اس قرض کو ادا کرنے کے لیے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ چیز میت کے ترکہ میں داخل نہیں ہوگی۔ اس چیز کو فروخت کر کے قرض خواہ پہلے اپنا قرض وصول کرے گا اور پورے قرض کی وصولی کے بعد اگر قیمت میں سے کچھ رقم بچے تو وہ وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

۴ فیملی پنشن یا کوئی اور فنڈ جو حکومت یا ادارے کی جانب سے ہمدردی کی بنیادوں پر ملے ہوں وہ ترکہ میں شامل نہیں بلکہ صرف ان افراد کا حق ہیں جو میت کے زیر کفالت تھے اور وہ رقم ان افراد میں برابر برابر تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر تصریح کی گئی ہو کہ یہ فنڈ صرف فلاں شخص کے لیے ہے تو پھر اس کا حق ہے۔

مسئلہ: حکومت یا ادارے کی طرف سے لکھوالیا جاتا ہے کہ وفات کی صورت میں فلاں عزیز کو واجبات ادا کئے جائیں۔ اس سے تنہا وہ شخص ان واجبات کا مالک نہیں بنتا بلکہ وہ صرف واسطہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے حقداروں کو ان کا حق پہنچ جائے۔ اگر وہ رقم میت کی موت سے پہلے واجب الادا ہوچکی تھی تو تمام وارثوں میں ان کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اور اگر وہ میت کی موت سے پہلے واجب الادا نہ تھی تو صرف زیر کفالت افراد میں اس کو مساویانہ تقسیم کیا جائے گا۔

○ ۵ جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اس شے کو کسی کے نامزد کردیا ہے اور اپنی ملک سے نکال کر اس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا تو میت کے انتقال کے بعد اس شے میں میراث جاری ہوگی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائے گی۔ جس کے نامزد کی تھی اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے نقد وجنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے کی شادی میں صرف کروں گا یا بیٹی کے لیے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دوں گا۔ اتفاق سے زید کا انتقال ہوگیا تو اس سب مال و اسباب وزیور میں تمام وارثوں کا حق ہوگا اس بیٹے اور بیٹی کا علیحدہ سے کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا۔ یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لیے یا حج کرنے کے لیے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لیے رقم جمع کر رکھی تھی اور اسے موت آ گئی تو یہ رقم ترکہ میں داخل ہوکر میراث میں تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر ان کاموں کے لیے وصیت کر گیا ہو تو وصیت کے قواعد کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

○ ۶ مکان یا کسی اور جائیداد کی رجسٹری و کاغذات میں محض کسی عزیز کا نام لکھنے سے وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا جب تک مالک اس عزیز کو وہ جائیداد ہبہ کرکے

اس پر اس عزیز کا قبضہ نہ کرادے۔

بعض وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوتی ہے

- میت کا ایک مشترکہ مکان میں حصہ ہے جس میں سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے۔ اس راستے میں آمد ورفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اس کے وارثوں کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔
- میت کے پاس جو چیز رہن یعنی گروی تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اس کے روکنے کا اسے حق حاصل تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو وہ مرہونہ شے مالک کو واپس نہ دیں۔

بعض وہ حقوق جن میں میراث جاری نہیں ہوتی

- زید کے ہمسایہ کا مکان یا زمین فروخت ہوئی اور زید نے حق شفعہ کا دعویٰ کر کے جائیداد لینا چاہی۔ ابھی جائیداد اس کو دلائی نہیں گئی تھی کہ اس کی وفات ہوگئی تو اب اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ شفعہ کا دعویٰ کر کے خریدار سے جائیداد لے لیں۔
- زید نے ایک چیز کسی سے دو ماہ کے لیے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے زید مر گیا۔ اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ پورے ہونے تک اس چیز سے نفع اٹھائیں بلکہ میت کی وفات کے وقت اصل مالک اپنی چیز فی الحال واپس لے سکتا ہے۔
- اگر میت کسی قوم کا سردار یا محلہ وشہر کا امام یا کسی وقف کا متولی تھا یا کسی وقف مدرسہ کا مہتمم تھا تو یہ حق اس کے وارثوں کو نہ پہنچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کی اہلیت ولیاقت رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اس کو مقرر کردیں یا حاکم وقت کی طرف سے متعین کردیا جائے وہی حقدار

ہو جائے گا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہیں بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے۔

میراث پر مقدم حقوق

تین چیزیں ایسی ہیں جو تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی۔ اور اگر میت کا ترکہ ان ہی چیزوں میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں ● تجہیز و تکفین ● قرض ● وصیت۔

تجہیز و تکفین

مسئلہ: میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے گا۔ مگر یہ کام نہایت سیدھے سادھے شرعی طریقے سے سنت کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے کپڑوں کی تعداد مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جس کو وہ پہن کر عام طور سے گھر سے باہر نکلتا تھا۔ نہ اس قدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اس کی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں کمی آئے۔ قبر کچی اور سادی بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب ہو۔ غسل دینے والے کی اجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کیا جائے۔

مسئلہ: عورت کا اگر شوہر موجود ہو تو عورت کا کفن اس کے ذمے واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اس کا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہیں ہے تو مرنے والی کے ترکہ اور مال میں سے خرچ کیا جائے۔

مسئلہ: اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے تو اس کے وارثوں سے ہر ایک کے حصہ میراث کے بقدر چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو مثلاً نصف ترکہ ملتا اس سے نصف خرچہ لیا جائے گا اور

جس شخص کو تہائی ترکہ ملتا اس سے تہائی خرچہ وصول کیا جائے گا۔

اگر میت کے کوئی رشتہ دار نہ ہوں یا ہوں مگر مفلس اور محتاج ہوں یا پردیس میں ہوں تو تمام خرچ اسلامی حکومت کے سرکاری بیت المال سے دلایا جائے۔

اگر اسلامی حکومت یا بیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ اور اہل شہر میں سے ان لوگوں پر واجب ہوگا جن کو اس میت کے حال کی اطلاع ہو کہ وہ سب چندہ کر کے اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کریں۔

قرض

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے اور میت پر قرض ہو تو اب پہلے قرض ادا کیا جائے۔ قرض کی دو قسمیں ہیں:

☼ ۱ اول وہ قرض جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا۔

☼ ۲ وہ قرض جس کا مرض الموت میں میت نے اقرار کیا مثلاً کہا کہ فلاں شخص کا اس قدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے یا میں نے اس کی فلاں شے ضائع کر دی تھی اس کی قیمت میرے ذمے واجب ہے۔ اور یہ صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہو گواہوں سے یہ قرض ثابت نہ ہو۔

مرض الموت سے مراد وہ مرض ہے جس میں مریض کی وفات ہو جائے اور اگر مریض پرانا بیمار ہو تو اس سے مراد وہ وقت ہے جب سے مرض میں تیزی آئی جو موت کا سبب بنی۔

اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسموں کے قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسموں کے قرض ادا کئے جائیں گے۔

اگر مال ادائے قرض کے لیے کافی نہیں اور دونوں قسم کا قرض میت پر ہو تو پہلے اول قسم کا قرض ادا کیا جائے پھر اگر کچھ بچے تو دوسری قسم کا قرض ادا کیا جائے۔

اگر پہلی قسم کے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ نہ بچے تو دوسری قسم کے قرض خواہ بالکل محروم رہیں گے۔

اگر سب قرض صحت کے زمانے کے ہیں لیکن ترکہ اتنا نہیں کہ وہ سب پورے کے پورے ادا کئے جاسکیں تو ان میں باہمی تناسب سے ادائیگی کی جائے گی مثلاً زید کا قرض پانچ ہزار ہے بکر کا تین ہزار اور خالد کا دو ہزار جبکہ کل ترکہ دو ہزار ہے تو ۵:۳:۲ کے تناسب سے دو ہزار کے دس حصے کریں گے، جن میں سے پانچ حصے زید کو تین حصے بکر کو اور دو حصے خالد کو دیں گے۔

اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اس پر قرض ہو یا اتنا کم چھوڑا کہ قرض کی پوری ادائیگی اس میں سے نہیں ہوسکتی تو قرض خواہ میت کے وارثوں پر جبر نہیں کر سکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر میت کے وارثوں کو وسعت ہو تو مناسب ہے کہ قرض ادا کر کے اپنے عزیز میت کو قرض سے سبکدوش کرادیں اور اجر حاصل کریں۔

بیوی کا مہر اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا ہو تو وہ بھی میت کے ذمے ایسا ہی قرض ہے جیسا دیگر لوگوں کا قرض۔ وصیت اور میراث کی تقسیم پر مہر کی ادائیگی مقدم ہوگی۔

وصیت

ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لیے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا ہر صاحب مال شخص پر واجب تھا۔ یہ حکم پھر منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال کی تقسیم کا طریقہ بتا دیا۔ لیکن ایک تہائی میں اب بھی بندے کا اختیار باقی رکھا تاکہ اس وقت نیکی کی راہ میں خرچ کر کے کچھ ثواب کما سکے یا اپنے کسی دوست یا غیر وارث رشتہ دار کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دے دے۔

وصیت اس شخص کے لیے ہوسکتی ہے جو میت کا وارث نہ ہو۔ اگر وارث کے لیے

وصیت ہوگی تو غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث عاقل بالغ ہوں اور پھر اس کی اجازت دے دیں اور اس کو منظور کر لیں تو معتبر ہو جائے گی۔

کسی شخص کے بیٹے ہوں اور یتیم پوتے بھی ہوں جو امداد کے مستحق ہوں تو چونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے وارث نہیں ہوتے اس لیے یہ شخص اپنے یتیم پوتے پوتیوں کے لیے ایک تہائی مال تک وصیت کر سکتا ہے۔

وصیت سے پھر جانا

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہوگئی یا گواہ موجود ہیں تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہ ہوگا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔

البتہ اگر یوں کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرنا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو تبدیل کر کے دوسری وصیت کر دے تو پہلی وصیت باطل ہو جائے گی گویا کہ کی ہی نہیں تھی۔

جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح وصیت باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔

اسی طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا کام کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک زمین کی کسی کے لیے وصیت کی تھی پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنا لیا ہو یا کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اس کو فروخت کر دیا تو ان صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی وصیت سے پھر گیا ہے۔

میراث سے محروم کرنے والی چیزیں

وہ چیزیں یہ ہیں

- قتل مورث
- اختلاف دین
- اختلاف دار (یعنی اختلاف سلطنت)

قتل مورث

اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً قتل کر دیا تو یہ میراث سے بالکل محروم رہے گا خواہ کاٹنے والی چیز (مثلاً تلوار چھری بندوق کی گولی) سے قتل کیا ہو یا کسی بڑی موٹی بھاری زور دار چیز (مثلاً موٹا لٹھ یا بھاری پتھر) سے مارا ہو جس کے مارنے سے عموماً آدمی مر جاتے ہوں یا کسی چھوٹی چیز (مثلاً پتلی چھڑی اور چھوٹے پتھر) سے مارا ہو کہ جس سے عموماً لوگ مرتے نہیں لیکن اتفاق سے مورث کی موت اس ضرب سے واقع ہوگئی پھر قصداً مارا ہو یا غلطی اور خطا سے مورث کو مارا گیا ہو (مثلاً رائفل درست کر رہا تھا کہ بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی) دونوں صورتوں میں وارث میراث سے محروم ہو جائے گا۔

البتہ اگر ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث اس پر ناحق حملہ آور ہوا اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے مورث پر وار کیا جس سے وہ مر گیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔

نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا۔

اختلاف دین

اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا دہریہ) تو اس کی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اس کافر کے کافر وارث موجود ہوں تو صرف ان میں تقسیم کی جائے گی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

اور اگر مورث مسلمان ہو اور وارث کافر ہو تو اس کو بھی مسلمان کی میراث نہیں ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہوں صرف ان ہی میں تقسیم کی جائے گی۔ مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہو گیا پھر اسلام کی حالت میں اس کی موت ہوئی تو اب اس کے باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ ہاں اگر اس بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو ان کو ترکہ دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اگر کسی مسلمان نے عیسائی عورت سے نکاح کرلیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو کچھ میراث نہ ملے گی۔ البتہ اگر مہر ادا نہ کیا تو وہ دلایا جائے گا اور اگر عیسائی زوجہ کی شوہر کی زندگی میں وفات ہوگئی تو اس کے ترکہ میں سے شوہر کو کچھ نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہوجائے مثلاً قادیانی ہوجائے یا منکر حدیث ہوجائے یا دہریہ ہو جائے تو وہ بھی کافروں کی مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اس کے ارتداد کی حد میں مارے جانے کے بعد یا کافروں کے ملک منتقل ہونے کے بعد اگر اس کا مال اہل اسلام کے قبضے میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کیا جائیگا اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

مسلمان ملک میں رہنے والے غیر مسلم اگر میراث سے متعلق اپنا مقدمہ مسلمانوں کی عدالت میں لائیں تو ان کے درمیان میراث جاری کرائی جائے گی اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں مثلاً شوہر ہندو ہو اور عورت عیسائی ہو۔

اختلاف سلطنت

یعنی میت اور وارث کے ملک وسلطنت کا مختلف ہونا۔

مسلمان کا وارث خواہ کسی بھی ملک میں رہتا ہو اور خواہ ایک اسلامی ملک میں رہتا ہو اور دوسرا کافروں کے ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے کبھی محروم نہیں ہوتا۔

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان ملکوں میں باہم صلح نہ ہو تو ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔

وہ امور جو میراث سے محروم نہیں کرتے

صغرسنی

یعنی کم عمر ہونے سے میراث کے حصہ میں کچھ کمی نہیں آتی۔ میت کا ایک بیٹا جوان ہو عالم فاضل اور عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار بچہ ہو تو دونوں کو میراث میں

برابر حصہ ملے گا۔

نکاح ثانی

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے پہلے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں ہے۔ جو لوگ نکاح ثانی کو عار سمجھ کر اس کی وجہ سے عورت کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں وہ بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نافرمانی یا بدکاری

نافرمان یا بدکار ہونے سے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور دوسرا بیٹا کبھی پاس بھی نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تب بھی دونوں بیٹے برابر کے مستحق ہوں گے اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اس کو عاق و محروم بھی کر دیا ہو۔

وارثوں کا بیان اور ان کی قسمیں

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں۔

- **ذوی الفروض:** یعنی وہ وارث جن کے حصے اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر اور متعین کر دی گئی ہے۔
- **عصبات نسبی:** یعنی میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے وہ ان کو مل جائے گا اور اگر باقی نہ رہے تو یہ محروم رہیں گے۔
- **ذوی الارحام:** وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہیں ہے اور میت میں اور ان میں عورت کے واسطے سے رشتہ قائم ہو یا وہ خود عورت ہو۔

ذوی الفروض اور عصبات بالکل نہ ہوں تب ذوی الارحام میراث میں حصہ دار بنتے ہیں۔
تنبیہ: اگر کسی میت کا مذکورہ بالا قسموں میں سے کوئی بھی وارث نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اس کا مال اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کیا جائے اور اس کو رفاہی کاموں، دفاع اور مدارس وغیرہ ضروریات میں خرچ کیا جائے لیکن آج کل چونکہ کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں ہے لہٰذا میت کا ترکہ فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے تیرہ شخص ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں ہیں جو یہ ہیں میت کا باپ، دادا، ماں شریک بھائی، شوہر، زوجہ، والدہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، دادی، نانی۔

اب ان اشخاص کے حالات تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

میت کے باپ کے حصے

باپ کے تین حال ہیں:

- جب میت کا کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد ہو تو باپ کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔
- میت کی نرینہ اولاد کسی درجے میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی، پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور پھر باقی ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ بچے تو وہ بھی باپ کو (عصبہ ہونے کی وجہ سے) دیا جاتا ہے۔
- اگر میت کی نہ بیٹی ہے نہ بیٹا ہے نہ بیٹے کی اولاد ہے اور نہ پوتے پڑپوتے کی اولاد ہے تو اس صورت میں دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال سارا کا سارا باپ کو ملے گا۔

میت کے دادا کے حصے

اگر میت کا باپ زندہ ہو تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے

اس کی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہوسکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہوتو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے ہیں۔

میت کے ماں شریک بھائی کے حصے

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے اس کو اخیافی بھائی بھی کہتے ہیں اس کے تین حال ہیں:

- اگر میت کے باپ دادا موجود ہوں یا اس کا بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ کوئی موجود ہوتو ماں شریک بھائی کو کچھ نہیں ملتا۔
- اگر مذکورہ بالا کوئی موجود نہ ہوتو:

(الف) اگر ماں شریک بھائی صرف ایک ہوتو اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(ب) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا ماں شریک بہنیں بھی ساتھ ہوں تو ان سب کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا جو یہ سب آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گے۔

تنبیہ: یہ خصوصیت صرف ماں شریک بہن بھائیوں کی ہے کہ مرد عورت کو برابر کا حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ یہ قاعدہ جاری ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے۔

میت کے شوہر کے حصے

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

۱ مرنے والی زوجہ نے اپنا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہیں چھوڑی تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

۲ اور اگر زوجہ کا بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہوتو شوہر کو کل ترکہ کا چوتھائی ملے گا خواہ زوجہ کی یہ اولاد اس شوہر سے ہو یا سابقہ شوہر سے ہو۔

میت کی زوجہ کے حصے

زوجہ کے بھی دو حال ہیں:

- اگر شوہر کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہو تو کل ترکہ میں سے چوتھائی زوجہ کو ملے گا۔
- اگر شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہوں (خواہ اس بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے ہو) تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ملے گا۔

تنبیہ: جس اولاد کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کا حصہ کم ہو جاتا ہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی۔

لہٰذا اگر کسی میت کے نواسا نواسی یا نواسی کی اولاد یا پوتی کی اولاد ہو (جب کہ خود میت کی بیٹی اور پوتی زندہ نہ ہو) تو اس کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کے حصوں میں کمی نہیں آئے گی۔

میت کی والدہ کے حصے

والدہ کے بھی تین حال ہیں:

- اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی (یا ان میں سے کوئی) موجود ہو تو والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملے گا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں جب ایک سے زیادہ ہوں گے تو والدہ کو چھٹے حصے سے زیادہ نہ مل سکے گا۔
- اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اس کی زوجہ اور باپ اور ماں موجود وارث ہیں یا عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ اور ماں وارث ہیں تو شوہر یا زوجہ کا شرعی حصہ نکالنے کے بعد باقی جو بچے اس میں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے۔
- اگر اوپر مذکور وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملے گا۔ یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کے لیے تین

شرطیں ضروری ہیں۔

(الف) میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ نہ ہو۔

(ب) میت کے دو یا زیادہ بہن بھائی نہ ہوں۔

(ج) میت کے شوہر (یا بیوی) اور باپ اکٹھے زندہ نہ ہوں۔

میت کی بیٹی کے حصے

☼ ۱ اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو میت کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

☼ ۲ اور اگر دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

☼ ۳ اگر بیٹیاں خواہ ایک ہو یا زائد ہوں ان کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی مقرر حصہ نہیں ہے بلکہ دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال بیٹے بیٹیوں میں اس تناسب سے تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو بیٹی کا دوگنا ملے گا۔

میت کی پوتی کے حصے

- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا۔
- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف دو یا دو سے زائد پوتیاں ہو تو ان کو کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہوگا۔
- اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو دیگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ پوتے پوتیوں میں تقسیم ہوگا بایں طور کہ پوتے کو پوتی کا دوگنا ملے گا۔
- اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا زیادہ ہوں۔

- اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو اور دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔
- اگر میت کا ایک بھی بیٹا موجود ہو تو پوتیاں پڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔

میت کی سگی بہن کے حصے

- اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور ایک سگی بہن ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔
- اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور دو یا زیادہ سگی بہنیں ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہوگا۔
- اگر میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو خواہ ایک ہو یا زیادہ تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی سگی بہن کو ملے گا۔

تنبیہ: سگی بہن کے اوپر کے تین حالات اس وقت ہیں جب اس کے ساتھ کوئی سگا بھائی موجود نہ ہو۔

- اگر میت کے سگے بھائی ہوں خواہ ایک یا زیادہ تو ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ بہن بھائیوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کا حصہ بہن کے حصے کا دوگنا ہوگا۔
- اگر میت کے باپ دادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ ان میں سے کوئی موجود ہوں تو سگی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔

میت کی باپ شریک بہن کے حصے

سگی بہن نہ ہو تو باپ شریک بہن اس کے قائم مقام ہو جائے گی اور سوائے چوتھی صورت کے باقی حصے وہی ہوں گے جو سگی بہن کے ہیں۔

میت کی ماں شریک بہن کے حصے

جو حصے ماں شریک بھائی کے ہیں وہی ماں شریک بہن کے بھی ہیں کیونکہ دونوں کا حال بالکل یکساں ہے۔

میت کی دادیوں کے حصے

دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ باپ کی دادی اور باپ کی نانی وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں۔

تین پشتوں تک دادیوں کا نقشہ یہ ہے۔

پہلی پشت	باپ کی ماں		
دوسری پشت	دادا کی ماں	دادی کی ماں	
تیسری پشت	پڑدادا کی ماں	پڑدادی کی ماں	باپ کی نانی کی ماں

۱ اگر قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔

۲ جس درجہ کی دادی ہے اسی درجہ کی اگر نانی بھی موجود ہو تو دونوں چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

۳ اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

۴ اگر میت کا دادا موجود ہو تو دادیاں محروم رہتی ہیں سوائے چار دادیوں کے یعنی باپ کی ماں، باپ کی نانی، باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی۔

میت کی نانیوں کے حصے

نانی سے صرف ماں کی ماں مراد نہیں بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہے۔

تین پشتوں تک کی نانیاں یہ ہیں۔

پہلی پشت	ماں کی ماں
دوسری پشت	نانی کی ماں
تیسری پشت	نانی کی نانی

اگر قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے

حصہ نہیں ملے گا مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری یا تیسری پشت کی نانی کو کچھ نہ ملے گا۔

- اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں اسی درجے کی موجود ہوں جس درجے کی نانی موجود ہے تو یہ سب چھٹے حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔
- اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں۔

تنبیہ: میت کی ماں زندہ ہو تو دادیاں اور نانیاں دونوں محروم رہتی ہیں۔ لیکن اگر میت کی ماں نہ ہو صرف باپ یا دادا ہو تو میت کی دادیاں تو محروم ہوں گی نانی محروم نہ ہوگی اور وہ باپ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔

تنبیہ: جدہ (یعنی دادی اور نانی) دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ذوی الفروض میں سے ہے اور جدہ صحیحہ کہلاتی ہے اور دوسری وہ جو ذوی الارحام میں سے ہے اور جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔

جدہ صحیحہ یعنی صحیح دادی نانی وہ ہوتی ہے جس کے رشتے میں کسی نانا (یعنی جد فاسد) کا واسطہ درمیان میں نہ ہو مثلاً ماں کی ماں، نانی کی ماں، باپ کی ماں، دادا کی ماں، باپ کی نانی وغیرہ اور وہ جدہ جس کے ساتھ رشتہ میں کسی نانا کا واسطہ آتا ہو وہ جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔ مثلاً میت کے نانا کی ماں یا دادی نانی وغیرہ اور میت کے باپ کی نانی کی دادی وغیرہ کیونکہ اس میں بھی نانا شامل ہے اور وہ اس طرح کہ یہ میت کی دادی کے نانا کی ماں بھی بنتی ہے۔

چند ضروری اور مفید حل

☼ ۱ ایک شخص نے باپ اور دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنے وارث چھوڑے۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب: چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو حصے ہر لڑکے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

☼ ۲ میت کے وارثوں میں بیوی، باپ، ماں اور ایک لڑکا ہو تو تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: باپ کو چھٹا حصہ، ماں کو چھٹا حصہ، بیوی کو آٹھواں حصہ اور بقیہ مال بیٹے کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔

☼ ۳ میت کے وارثوں میں شوہر، والدہ، ایک بیٹی، ایک بھائی اور ایک بہن ہیں؟

جواب: شوہر کو چوتھائی، والدہ کو چھٹا، بیٹی کو نصف، باقی بہن بھائی میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو بہن کا دوگنا ملے گا۔

☼ ۴ میت کے وارثوں میں ایک زوجہ ایک بیٹی اور ایک بہن ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ، بیٹی کو نصف اور بہن کو باقی حصہ ملے گا۔

☼ ۵ میت کے وارثوں میں دو بیویاں، والدہ، چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔

جواب: دو بیویوں کے درمیان آٹھواں حصہ مساوی تقسیم ہوگا۔ والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی لڑکے اور لڑکیوں میں بایں طور کہ لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا۔

☼ ۶ میت کے وارثوں میں تین بیٹے، دو یتیم پوتے، ایک والدہ اور ایک زوجہ ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ، والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی مال تین بیٹوں میں تقسیم ہوگا، پوتے محروم رہیں گے۔

☼ ۷ میت کے وارثوں میں شوہر، ایک ماں شریک (اخیافی) بہن، والدہ اور دو حقیقی بھائی ہیں۔

جواب: نصف شوہر کو، چھٹا حصہ ماں شریک بہن کو، چھٹا حصہ والدہ کو اور باقی بھائیوں کو۔

☼ ۸ میت کے وارثوں میں شوہر، بیٹی، نانی، دادی اور ایک بھائی ہیں۔

جواب: چوتھا حصہ شوہر کو، نصف بیٹی کو، چھٹا حصہ نانی اور دادی آپس میں تقسیم کریں گی۔ باقی بھائی کو ملے گا۔

☼ ۹ میت کے وارثوں میں تین بیٹیاں، ایک زوجہ اور ایک پوتا ہے۔

جواب: دو تہائی بیٹیوں کو، آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی پوتے کو ملے گا۔

☼ ۱۰ میت کے وارثوں میں ایک بہن، ایک دادی اور ایک باپ شریک بھائی ہے۔
جواب: بہن کو نصف، دادی کو چھٹا حصہ اور باقی مال باپ شریک بھائی کو ملے گا۔

عصبات نسبی

عصبات نسبی سے مراد میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار ہیں جن کے میت کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔ شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہوتا بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکالنے کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی ہو تو وہ ان کو ملے گا اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو محروم ہو جائیں گے۔

عصبات کے چار درجے ہیں:

درجہ اول: میت کا جز یعنی اس کی نسل جیسے بیٹا، پوتا، پڑپوتا، سگڑ پوتا وغیرہ۔

درجہ دوم: میت کے اصل جیسے باپ، دادا، پڑدادا، سگڑ دادا وغیرہ۔

درجہ سوم: میت کے باپ کا جز یعنی باپ کی نسل جیسے بھائی، بھتیجا، بھتیجے کا بیٹا وغیرہ۔

درجہ چہارم: میت کے دادا کا جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا، چچا کا بیٹا، چچا کا پوتا وغیرہ۔

قاعدہ: ○ ا جب تک اوپر کے درجے میں کوئی وارث موجود ہو تو نیچے کے درجے کے عصبہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملتا مثلاً درجہ اول میں سے کوئی عصبہ رشتہ دار موجود ہو تو درجہ دوم، سوم اور چہارم والے عصبہ رشتہ دار محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ ○ **۲:** ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا اور جو رشتہ دار اس کی بہ نسبت بعید ہوں گے وہ محروم رہیں گے مثلاً ایک شخص کا بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی ہے تو بیٹا چونکہ پوتے کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے لہٰذا وہی سب مال لے لے گا اور پوتا محروم رہے گا باوجودیکہ پوتا اور بیٹا دونوں ایک ہی درجہ کے عصبہ رشتہ دار ہیں۔

قاعدہ ○ **۳:** بھائی چچا اور ان کی اولاد میں حقیقی کا حق پہلے ہے اور باپ شریک کا حق

بعد میں ہے مثلاً میت کا حقیقی بھائی بھی ہے اور باپ شریک بھائی بھی ہے تو چونکہ حقیقی بھائی میراث میں مقدم ہے لہٰذا وہ عصبہ بن کر مال سمیٹ لے گا اور باپ شریک بھائی محروم رہے گا اسی طرح اگر ایک حقیقی چچا ہو (یعنی باپ کا حقیقی اور سگا بھائی ہو) اور ایک باپ شریک چچا ہو (یعنی باپ کا باپ شریک بھائی ہو) تو حقیقی چچا باپ شریک چچا پر مقدم ہے۔

قاعدہ ○ ۴: اگر ایک ہی درجے اور اس کے ایک ہی نمبر میں کئی وارث ہوں مثلاً کئی بیٹے ہوں یا کئی پوتے ہوں یا کئی چچا ہوں تو بچا ہوا مال ان میں مساوی تقسیم کیا جائے گا۔

ذوی الارحام

ذوی الارحام میت کے وہ رشتہ دار ہوتے ہیں کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور کوئی عصبہ بھی نہ ہو، تب ان کو میراث میں سے حصہ ملتا ہے کیونکہ اگر عصبہ موجود ہو تو ذوی الفروض سے بچا ہوا سارا مال وہ لے لے گا اور اگر عصبہ موجود نہ ہو تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہے گا وہ دوبارہ اسی تناسب سے ان پر لوٹا کر تقسیم کر دیا جائیگا۔ اصطلاح میں اس کو ذوی الفروض پر رد کرنا کہتے ہیں۔

رد کی مثال یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں مثلاً والدہ اور ایک بیٹی ہو اور ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہ ہو۔ تو والدہ کو چھٹا حصہ اور بیٹی کو نصف دینے کے بعد باقی تہائی مال جو بچے گا وہ دوبارہ والدہ اور بیٹی میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ ۱/۶ اور نصف کے درمیان نسبت ۱ اور ۳ کی ہے (یعنی ۱:۳) لہٰذا کل مال کے چار حصے کر کے ایک حصہ والدہ کو اور تین حصے بیٹی کو دے دیں گے۔

البتہ جب ذوی الفروض اور عصبہ کوئی نہ ہو تب ذوی الارحام کے وارث ہونے کا موقع آتا ہے۔ مگر دو ذوی الفروض ایسے بھی ہیں کہ جن کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ ملتا ہے وہ شوہر اور زوجہ ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کی صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہوں تو زوجہ کو چوتھا حصہ دینے کے

بعد باقی تین چوتھائی بھی اسی کونہیں دیا جائے گا بلکہ باقی تین چوتھائی ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ایسے ہی اگرصرف شوہر وارث ہو اور کوئی اور ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں تو شوہر کونصف دے کر باقی نصف ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائیگا۔

عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں جو یہ ہیں:

پہلا درجہ: خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں شامل نہیں جیسے نواسہ نواسی وغیرہ۔

دوسرا درجہ: میت کے وہ اصول جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

تیسرا درجہ: میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہے جیسے بھانجا بھانجی بھتیجی۔

چوتھا درجہ: دادا اور دادی اور نانی کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں ہے جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، باپ کا ماں شریک بھائی۔

ذوی الارحام سے متعلق چند ضروری قواعد

قاعدہ ◆ : جب تک اول درجے والے ذوی الارحام موجود ہوتے ہیں دوسرے درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی۔ اسی طرح دوسرے درجہ کی موجودگی میں تیسرے درجہ والے محروم رہتے ہیں اور تیسرے درجہ والوں کے سامنے چوتھے درجہ والوں کو حصہ نہیں ملتا۔

قاعدہ ◆ : ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور جو اس سے بعید ہوتے ہیں وہ سب محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ ◆ : جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مثلاً ایک شخص نے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے۔ اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو ملے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے کیونکہ میت کے انتقال کے وقت اگر پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی زندہ ہوتی تو پوتی کو میراث ملتی اور نواسی محروم رہتی۔ اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہے گی۔

تنبیہ: ذوی الارحام رشتہ داروں میں بڑی تفصیل ہے لیکن یہاں اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی عملی اہمیت بھی زیادہ نہیں ہے۔

حمل کی میراث

مسئلہ: مناسب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہوسکتا ہو تو بچہ جننے تک ترکہ کی تقسیم کو ملتوی رکھیں تاکہ بچہ کی ولادت پر پہلی تقسیم کو توڑ کر نئی تقسیم نہ کرنی پڑے۔

لیکن اگر وارث انتظار نہ کریں اور بچہ کی ولادت سے قبل ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جتنا حصہ اس کا بنتا ہے اتنا اس کے لیے بطور امانت رکھیں اور اس کے مرد ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہیں ان کو محروم رکھیں اور جن کا حصہ کم ہوتا ہے ان کو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہوا تو اس کا پورا حصہ اس کو دیا جائے گا اور ترکہ کی تقسیم علیٰ حالہ قائم رہے گی اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو لڑکی کا جس قدر حصہ بنتا ہے اتنا اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیے گئے تھے ان کا حق دے دیا جائے گا۔

مثلاً زید کا انتقال ہوا۔ اس کی ایک زوجہ ایک والدہ اور دو بہنیں موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے۔ ولادت سے پہلے میراث کو اس طرح تقسیم کریں گے کہ زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دے کر باقی حمل کے لیے بطور امانت رکھ دیں گے

کیونکہ حمل اگر لڑکا ہو تو بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہتی ہیں۔ اب اگر لڑکا پیدا ہو تو یہ تقسیم بدستور قائم رہے گی اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو نصف ترکہ لڑکی کو دے کر بقیہ دو بہنوں کو دے دیں گے۔

مسئلہ: حمل کے لیے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اس کو اس صورت میں پہنچتا ہے جب وہ زندہ پیدا ہو۔ اگر پیٹ ہی میں مر گیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہوگا اور اس کو کالعدم سمجھ کر میت کے باقی وارثوں میں اس کو تقسیم کر دیں گے۔

مثلاً زید کی وفات ہوئی تو اس کی زوجہ حاملہ تھی۔ اس کے علاوہ اس کے وارثوں میں والدہ اور ایک بھائی ہے۔ حمل کو لڑکا اعتبار کرتے ہوئے زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دیں گے اور بھائی محروم رہے گا لیکن اگر لڑکا مردہ پیدا ہوا تو زوجہ کو چوتھائی، والدہ کو چھٹا اور باقی بھائی کو ملے گا۔

مسئلہ: جو حمل پورا زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا یا نصف بدن باہر نکل آنے کے بعد مر گیا۔ وہ اپنے حصے کا مالک ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اس لیے اس کا حصہ ان لوگوں پر تقسیم کیا جائے گا جو اس بچے کے شرعی وارث بنتے ہیں۔ یعنی اب یہ مال اس بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور صرف انہیں وارثوں کو ملے گا جو اس کے مرنے کے وقت موجود اور مستحق ہوں گے۔

میراث کے مسائل حل کرنے کا طریقہ

ذوی الفروض میں چھ قسم کے حصے ذکر ہوئے تھے یعنی آدھا، تہائی، چوتھائی، چھٹا، آٹھواں اور دو تہائی، ان تمام حصوں کا ذو اضعاف اقل چونکہ ۲۴ ہے اس لیے اس آسانی کی خاطر میت کے کل ترکہ کو ہم ابتداء میں ۲۴ فرض لیتے ہیں اور اس کی مدد سے میت کے وارثوں کے حصے معلوم کریں گے۔

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں ماں باپ اور دو بیٹیاں ہیں:

مسئلہ 24

وارث	باپ	ماں	2 بیٹیاں
وارثوں کے حصے	1/6	1/6	2/3
24 میں سے وارثوں کے حصے	4	4	16 (یعنی فی بیٹی 8 حصے)

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں ماں بیوی اور ایک بیٹا:

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ آٹھواں ہوتا ہے۔

مسئلہ 24

ماں	بیوی	بیٹا
1/6	1/8	باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)
4	3	17

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں شوہر' ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ چوتھائی ہوتا ہے۔

مسئلہ 24

شوہر	بیٹا	بیٹی
1/4	باقی ان دونوں کے درمیان 1:2 کے تناسب سے تقسیم ہوگا	
186		
126	6	

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں شوہر اور باپ ہیں۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے

مسئلہ 24

شوہر	باپ
1/2	1/6+باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)
12	8+4

مثال نمبر ◆: وارثوں میں شوہر ایک ماں شریک (اخیافی) بہن اور دو حقیقی بھائی

مسئلہ 24

شوہر	اخیافی بہن	حقیقی بھائی 2
1/2	1/6	باقی
12	4	8 (یعنی فی بھائی 4 حصے)

مثال نمبر ◆: وارثوں میں والدہ، بیوی، تین بیٹے اور دو یتیم پوتے ہیں۔

مسئلہ 24

والدہ	بیوی	بیٹے 3	پوتے 2
1/6	1/8	باقی	محروم
34	17 (یعنی فی بیٹا $5\frac{2}{3}$ حصے ہوئے)		

عول کا مسئلہ

جب کبھی ہم کل ترکہ کو 24 فرض کرتے ہیں (بالفاظ دیگر جو بھی مسئلہ میراث کا مخرج ہو) اور پھر وارثوں کو ان کے حصے دیتے ہیں تو ان کے حصوں کا مجموعہ 24 (یا جو بھی مخرج ہو اس) سے بڑھ جاتا ہے مثلاً جب وارثوں میں ایک بیوی تین بیٹیاں اور ماں باپ ہوں۔

مسئلہ 24

ماں	باپ	بیوی	بیٹیاں3
1/6	1/6	1/8	2/3
44	3	16	

ترکہ ہم نے 24 فرض کیا تھا جبکہ حصوں کا مجموعہ 27 بن رہا ہے۔ اس کا حل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ اس صورت میں حصوں کے مجموعہ یعنی 27 ہی کو ہم ترکہ (اور مخرج) بنالیں گے اس طریقے سے سب وارثوں کے حق میں بھی بہ حصہ رسدی کمی واقع ہوجاتی ہے اور صرف بعض وارثوں کو نقصان برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ اس عمل کو عول کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر وارثوں میں شوہر اور دو بہنیں ہوں

مسئلہ 24 عول 28

شوہر	بہنیں2
1/2	2/3
12	16

اس مسئلہ میں حصوں کا مجموعہ 28 بن گیا تو 28 ہی کو کل ترکہ فرض کرلیا گیا ہے۔

ردکا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کل ترکہ کو 24 فرض کرنے کے بعد جب ذوی الفروض وارثوں کو ان کے حصے دے دیتے ہیں تو ترکہ میں سے کچھ بچ جاتا ہے۔ میت کے عصبہ بھی نہیں ہوتے کہ باقی وہ لے لیں۔ اور ذوی الارحام اگر ہوں تو وہ ذوی الفروض کی موجودگی میں محروم رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں باقی بچ رہنے والا ترکہ بھی سوائے زوجین کے باقی ذوی الفروض میں تقسیم کردیتے ہیں۔ اس عمل کو رد کہتے ہیں۔

مثلاً وارثوں میں ماں اور ایک بیٹی ہو۔

مسئلہ 24 رد 16

بیٹی	ماں
1/2	1/6
12	4

حصے دینے کے بعد 8 باقی بچ رہے۔ یہ 8 انہیں وارثوں پر لوٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم وارثوں کے حصوں کے مجموعہ کو ہی ترکہ بنا لیتے ہیں اور اسی طرح سے اس مثال میں کل ترکہ اب 16 ہو گیا۔

وارثوں میں بیوی والدہ اور ایک بیٹی ہے۔

مسئلہ 24

بیٹی	والدہ	بیوی
1/2	1/6	1/8
12	4	3

چونکہ میاں بیوی پر رد نہیں ہوتا لہٰذا باقی بچ رہنے والے 5 حصوں کو صرف والدہ اور بیٹی پر ہی رد کیا جائے گا۔ ان کے حصوں کو دیکھیں تو ان کے درمیان 3:1 کی نسبت ہے زگ۔ لہٰذا جب ہم 5 اس نسبت سے تقسیم کریں گے تو والدہ کو سوا حصہ $1\frac{1}{4}$ اور بیٹی کو پونے چار 3-3/4 حصے ملیں گے۔ اس طرح سے 24 کو ترکہ فرض کرنے کی صورت میں جواب یہ ہوگا۔

مسئلہ 24

بیٹی	والدہ	بیوی
پونے سولہ $15\frac{3}{4}$	سوا پانچ $5\frac{1}{4}$	3